جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن
روضۃ الصالحین
مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب
ریاض الصالحین
کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار
جلد چہارم
حسب فرمائش
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تشریح
محمد حسین صدیقی
استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
زمزم پبلشرز

جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

روضۃ الصالحین

مسلم شریف کے سب سے جامع ومشہور شارح امام نوویؒ کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین

کی جامع ومدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار

جلد چہارم

حسب فرمائش حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

ترجمہ وتشریح

مولانا محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

کتاب کی چند خصوصیات

★ ہر حدیث کا اردو زبان میں آسان وعام فہم ترجمہ
★ احادیث کے مختلف طرق کی نشاندہی
★ جدید مسائل کا جابجا تذکرہ
★ ہر حدیث واثر پر نمبر شمار
★ ہر حدیث وعربی عبارت مع اعراب وتشریح
★ ہر حدیث کی تخریج وراوی کے حالات کا تذکرہ
★ عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب
★ ہر حدیث کے حل طلب اجزاء کی بہترین وجامع تشریح
★ ہر حدیث کے مشکل الفاظ کی حل لغات و
ابواب صرفیہ ونحو کے ضروری مسائل
★ ائمہ وفقہاء ومحدثین کی عام فہم رائے کا اندراج
★ ہر بحث وتشریح کے حوالہ جات

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد، اردو بازار۔ کراچی

فون: ۲۷۶۰۳۷۴

کتاب کا نام ـــــ ریاض الصالحین جلد چہارم جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ اشاعت ـــــ مئی ۲۰۱۲ء

صفحات ـــــ ۵۸۰

کمپوزنگ ـــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

- **Madrasah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786,
  Azaadville 1750 South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton
  Bl1 3NE U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

روضۃ الصالحین مکمل سیٹ ایک نظر میں

جلد اوّل

ابواب

(۱) بَابُ الْاِخْلَاصِ وَ اِحْضَارِ النِّيَّةِ تا (۳۰) بَابُ الشَّفَاعَةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱) تا حدیث نمبر (۲۴۷)

جلد دوم

ابواب

(۳۱) بَابُ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ تا (۶۸) بَابُ الْوَرَعِ وَ تَرْكِ الشُّبُهَاتِ

احادیث

حدیث نمبر (۲۴۸) تا حدیث نمبر (۵۹۶)

جلد سوم

ابواب

(۶۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ تا (۱۸۶) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

احادیث

حدیث نمبر (۵۹۷) تا حدیث نمبر (۱۰۴۱)

جلد چہارم

ابواب

(۱۸۷) بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ تا (۲۵۲) بَابٌ فِیْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

احادیث

حدیث نمبر (۱۰۴۲) تا حدیث نمبر (۱۵۰۲)

جلد پنجم

ابواب

(۲۵۳) بَابُ کَرَامَاتِ الْأَوْلِیَاءِ وَفَضْلِهِمْ تا (۳۷۲) بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْجَنَّةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱۵۰۳) تا حدیث نمبر (۱۸۹۶)

اجمالی فہرست

صفحہ	عنوان

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۱۳۵	جس کو رات کے آخری حصہ میں بیدار ہونے کی امید نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے ....
۱۳۶	تہجد کے وقت وتر پڑھنا افضل ہے ....
۱۳۶	**باب** (۲۰۶) نماز چاشت کی فضیلت اور اس کی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ اور درمیانی رکعتیں کتنی ہیں، نیز اس پر مداومت کرنے کی ترغیب کا بیان ....
۱۳۶	آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی نصیحت فرمائی ....
۱۳۷	آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے ....
۱۳۸	تمام جوڑ کا صدقہ چاشت کی دو رکعت میں ہے ....
۱۳۸	آپ ﷺ چاشت کی چار رکعت پڑھتے تھے ....
۱۳۹	چاشت کی نماز کی تعداد ....
۱۳۹	چاشت کی نماز کی اہمیت ....
۱۳۹	آپ ﷺ نے چاشت کی آٹھ رکعات بھی پڑھی ہے ....
۱۴۰	**باب** (۲۰۷) چاشت کی نماز کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال تک کا ہے اور افضل یہ ہے کہ گرمی کی شدت اور سورج چڑھ جانے کے وقت پڑھی جائے ....
۱۴۰	چاشت کی نماز کا وقت ....
۱۴۲	**باب** (۲۰۸) تحیۃ المسجد کی ترغیب اور مسجد میں دو رکعت پڑھنے سے پہلے بیٹھنے کی کراہیت چاہے کسی بھی وقت میں داخل ہو، نیز یہ کہ دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھے یا فرض نماز یا سنت موکدہ یا غیر موکدہ میں نیت کر کے پڑھے ....
۱۴۲	مسجد میں بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھ لینی چاہئے ....
۱۴۳	آپ ﷺ نے تحیۃ المسجد کا حکم فرمایا ....
۱۴۴	**باب** (۲۰۹) وضوء کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کے مستحب ہونے کا بیان ....
۱۴۴	تحیۃ الوضوء کی فضیلت ....
۱۴۵	**باب** (۲۱۰) جمعہ کے دن کی فضیلت، نماز جمعہ کے وجوب اور اس کیلئے غسل کرنے اور خوشبو لگانے، جلدی جانے، جمعے کے دن دعا کرنے اور درود شریف پڑھنے، اس میں قبولیت کی گھڑی کا ہونا اور جمعہ کے بعد کثرت سے اللہ کے ذکر کرنے کا بیان
۱۴۵	نماز جمعہ کے بعد روزی کو تلاش کرو ....
۱۴۶	جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا ....
۱۴۷	جمعہ کی نماز سے دس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ....

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۱۸۴	جب تہجد میں دوبارہ نیند آنے لگے تو تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہئے
۱۸۵	**باب** (۲۱۳) قیام رمضان یعنی تراویح کے مستحب ہونے کا بیان
۱۸۵	جو رمضان میں قیام کرے اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں
۱۸۵	صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں
۱۸۶	آپ ﷺ رمضان کے قیام کی رغبت دلاتے تھے
۱۸۶	قیام سے مراد تراویح کا پڑھنا ہے
۱۸۷	**باب** (۲۱۴) شب قدر کے قیام کی فضیلت اور اس کے واقع ہونے کی رات کا بیان
۱۸۷	شان نزول سورۃ لیلۃ القدر
۱۸۷	لیلۃ القدر کا معنی
۱۸۷	لیلۃ القدر کے فضائل
۱۸۸	شب قدر کب آتی ہے؟
۱۸۹	شب قدر میں عبادت کرنے والے کے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں
۱۹۰	بعض صحابہ کو خواب میں شب قدر دکھا دی گئی تھی
۱۹۱	آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے
۱۹۱	شب قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہئے
۱۹۲	آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں خود بھی جاگتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے
۱۹۳	آپ ﷺ جتنی عبادت آخری عشرے میں فرماتے کسی اور دنوں میں نہ فرماتے تھے
۱۹۳	شب قدر میں پڑھنے کی دعا
۱۹۴	**باب** (۲۱۵) مسواک کی فضیلت اور فطری چیزوں کا بیان
۱۹۴	اگر مجھ کو اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو مسواک کا حکم دیتا
۱۹۵	آپ ﷺ نیند سے بیدار ہو کر بھی مسواک فرماتے تھے
۱۹۶	تہجد میں بھی آپ ﷺ مسواک کا اہتمام فرماتے تھے
۱۹۷	مسواک کرنے کی تاکید
۱۹۷	مسواک کرنے کی اہمیت
۱۹۷	گھر میں داخل ہونے کے بعد بھی آپ ﷺ مسواک فرماتے تھے

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۲۹۷	سب سے افضل عمل وقت پر نماز کا پڑھنا ہے ....
۲۹۸	سب سے افضل عمل اللہ پر ایمان لانا ہے ....
۲۹۹	ایک صبح یا شام اللہ کے راستے میں لگانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ....
۳۰۰	سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں ....
۳۰۰	گوشہ نشینی افضل ہے یا لوگوں سے میل جول؟ ....
۳۰۱	اللہ کے راستے کا ایک دن کا پہرہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے ....
۳۰۲	ایک دن کا پہرہ دینا ایک مہینے کے روزے رکھنے سے بہتر ہے ....
۳۰۳	پہرہ دینے والے کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے ....
۳۰۳	اللہ کے راستے کا ایک دن کا پہرہ دوسری جگہوں کے ہزار دن کے پہرہ سے بہتر ہے ....
۳۰۴	قیامت کے دن مجاہد کے خون کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی ....
۳۰۶	مجاہد کے زخم سے قیامت کے دن بھی خون ٹپک رہا ہوگا ....
۳۰۶	اونٹنی کے دودھ نکالنے کے بقدر بھی اللہ کے راستہ میں نکلنے والے پر جنت واجب ہو جاتی ہے ....
۳۰۷	اللہ کے راستے میں تھوڑی دیر قیام کرنا گھر پر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے ....
۳۰۹	اللہ کے راستے میں نکلنے کے برابر کوئی بھی عمل نہیں ہو سکتا ....
۳۱۰	سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتا ہے ....
۳۱۱	جنت کے سو درجے ہیں ....
۳۱۱	جنت میں دو درجات کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلے کی طرح ہے ....
۳۱۳	جنت تلواروں کے سائے تلے ہے ....
۳۱۴	اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کی آگ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ....
۳۱۵	اللہ کے خوف سے رونے والا جہنم میں نہیں جائے گا ....
۳۱۵	اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے ....
۳۱۶	جس نے غازی کی مدد کی گویا کہ اس نے خود جہاد کیا ....
۳۱۷	سب سے افضل صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ کا انتظام کرنا ہے ....
۳۱۸	اللہ کے راستے میں نکلنے والے کی مدد کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے ....
۳۱۹	اللہ کے راستے میں جانے والے کی جانشینی کرنے والے کو بھی برابر کا ثواب ملتا ہے ....

عنوان	صفحہ
ایک تیر کی وجہ سے تین آدمی جنت میں جاتے ہیں	۳۴۲
حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے	۳۴۳
تیر چلانے کا ثواب غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے	۳۴۴
ایک کا بدلہ سات سو گنا تک ملتا ہے	۳۴۵
اللہ کے راستہ کا ایک دن کا روزہ ستر سال جہنم سے دور کر دیتا ہے	۳۴۶
اللہ کے راستہ کا ایک دن کا روزہ زمین و آسمان کے فاصلے کے بقدر جہنم سے دور کر دیتا ہے	۳۴۶
جس نے جہاد کے لئے نہ سوچا ہو تو وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرے گا	۳۴۷
نیت کے بقدر اجر ملتا ہے	۳۴۸
صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنے والے کو جہاد کا ثواب ملتا ہے	۳۴۹
جو جہاد میں شہید ہو جائے تو اس کا پورا پورا ثواب قیامت کے دن ملے گا	۳۵۰
میری امت کی تفریح جہاد کرنے میں ہے	۳۵۱
جہاد سے واپسی کا ثواب جہاد پر جانے والے کے مثل ہے	۳۵۲
تبوک سے واپسی پر بچوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا	۳۵۳
جس نے جہاد نہ کیا تو مرنے سے پہلے مصیبت میں گرفتار ہوگا	۳۵۴
مشرکوں سے جہاد کرو	۳۵۴
آپ ﷺ دن کے ابتدا میں یا سورج ڈھلنے کے بعد لڑائی کرتے تھے	۳۵۵
دشمن سے لڑنے کی تمنا مت کرو	۳۵۶
جنگ تو دھوکہ کا نام ہے	۳۵۷
جنگ میں حکمت عملی ضروری ہے	۳۵۷
حکمت عملی کی چند صورتیں	۳۵۷
باب (۲۳۵) اس جماعت کا بیان جو آخرت کے اجر کے اعتبار سے شہید ہے ان کو غسل دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی بر خلاف اس شخص کے جو کافروں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہو جائے (تو اس پر نہ غسل ہے اور نہ ہی نماز جنازہ ہے)	۳۵۸
شہید کی قسمیں	۳۵۸
شہید کی دو قسمیں ہیں	۳۵۸
شہید کامل	۳۵۹

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

راویوں کے ناموں کی فہرست

جذبات تشکر

حضرت مولانا الحاج ابوعمرو عبدالرشید صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس کراچی

خلیفہ ومجاز بیعت عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. امّابعد!

جناب مولانا محمد حسین صدیقی صاحب دامت برکاتہم (استاذ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی) ایک بڑے اچھے صاحب قلم عالم دین ہیں۔ ان کی اس سے قبل بھی کئی مفید کتابیں طبع ہوکر مقبول اور مشہور ہو چکی ہیں۔ جن میں زادالطالبین، کتاب الآ ثار اور مقدمۂ مسلم پر شروحات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا موصوف تقریباً چھ جلدوں میں ریاض الصالحین کی اردو زبان میں سب سے زیادہ طویل اور جامع شرح تصنیف فرمارہے ہیں جن میں سے چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے جو اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں سے جاذب نظر وجاذب قلب ہے۔ اس میں بہت سی خوبیاں اور مفید باتیں جمع ہیں۔ مثلاً: (۱) راویوں کے حالات (۲) حل لغات (۳) اصل عربی عبارت پر اعراب (۴) صرفی ونحوی تحقیقات (۵) حدیث کے بعض اجزاء کی جامع و دلنشیں تشریح مع حوالہ جات اور (۶) فقہی مسائل پر محققانہ بحث۔ ماشاء اللہ طباعت اور کمپوزنگ بھی عمدہ اور اعلیٰ ہے۔ مولانا موصوف دعوت وتبلیغ کے اہم ذمہ دار بھی ہیں اور اس سلسلے میں کئی ملکوں کا دورہ کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کی دیگر تصانیف کی طرح اس خدمت حدیث کو بھی قبولیت سے نوازے، علماء وطلباء سب کو اس سے استفادے کی توفیق عطاء فرمائے اور مصنف، ناشر اور معاونین کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

(حضرت مولانا) عبدالرشید (صاحب دامت برکاتہم)

(شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس کراچی) ۹ محرم ۱۴۲۳ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا شفیق احمد خان بستوی قاسمی فاضل دارالعلوم دیو بند دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث و مدیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، کراچی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امّابعد!

اللہ جل شانہ نے پوری انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے پیغمبران عالی مقام کے ذریعے سے جو آسمانی پیغامات کی ترسیل کا مقدس سلسلہ قائم فرمایا تھا، وہ دنیا کی آخری عمر میں آکر حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی بعثت پر مکمل ہوا، یہ سلسلہ دو شکلوں میں امت تک پہنچا ہے: ایک شکل وحیٔ متلو کی ہے جس کو پڑھنے پڑھانے کا اور جس کی تلاوت کرنے کا معمول امت میں جاری وساری ہے، وہ ہماری زندگی میں قرآن کریم کی صورت میں موجود ہے۔

دوسری شکل وحی غیر متلو کی ہے، یعنی وہ آسمانی پیغامات جو کہ نبی علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے امت کو پہنچائے ہیں، مگر ان کو قرآن کریم کی طرح نمازوں میں پڑھا نہیں جاتا اور نہ ہی معمولاتِ عبادت و ریاضت میں اس کی روزمرہ تلاوت ہوتی ہے، وہ ذخیرۂ پیغامات ہمارے سامنے احادیث مبارکہ کی صورت میں محفوظ ہے۔

احادیث رسول اللہ ﷺ کے مبارک ذخیرے سے چن چن کر جو بیش قیمت احادیث، شارح صحیح مسلم، حضرت، امام، محی الدین، یحییٰ بن شرف النووی علیہ الرحمہ نے اپنی معروف زمانہ کتاب ''ریاض الصالحین'' میں جمع فرمائے ہیں، وہ بلاشبہ ایسے روشن موتیوں کی مانند ہیں، جن سے نہ صرف ہماری عملی زندگی کو رونق ملتی ہے بلکہ سچ مچ ایک مسلمان کی سیرت واخلاق کو سنوارنے کیلئے بہترین سامان کا بھی کام دیتی ہیں۔

اس معروف زمانہ کتاب کی حد درجہ افادیت وبرکت کے پیش نظر ہمارے اسلاف نے اس کو ہمیشہ اپنے درسی حلقوں، وعظ وارشاد کی مجلسوں اور ذاتی اصلاح کیلئے اپنے مطالعہ میں رکھا ہے اور یہ کتاب صدیوں سے دینی حلقوں میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے اور ہمارے یہاں پاک وہند کے اسلامی مدارس کے نصاب میں شامل بھی ہے، عرب معاشرے میں بھی اس کتاب کو بے حد مقبولیت حاصل ہے، اس کے معانی ومفاہیم کی تشریح وتوضیح کیلئے اب تک عربی زبان میں تو کچھ گراں قدر کام ہوا ہے، مثلاً محمد بن علان الصدیقی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل الفالحین، اور دکتور مصطفیٰ سعید مع الاحباب کی نزھۃ المتقین اور علامہ عبدالقادر عرفان الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی روضۃ المتقین قابل ذکر ہیں، البتہ اردو خواں طبقے کیلئے اس کتاب کی قابل قدر اور اطمینان بخش توضیح وتشریح کا کام اب تک تشنہ تھا، چند تراجم ضرور ہمارے ماحول میں دستیاب ہیں اور اب تو دارالسلام پبلشرز

لاہور نے مختصر توضیح وحواشی کے ساتھ ایک اچھا ترجمہ بھی شائع کیا ہے، تاہم علمی اعتبار سے تشفی بخش مواد اس میں بھی ناپید ہے۔

ہم آج اس بات پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس طرف توجہ اور سعیِ مشکور فرمانے کی توفیق ہمارے محترم مولانا محمد حسین صدیقی صاحب کو عطا فرمائی اور موصوف نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کتاب پر جو تشریحی کام کیا ہے وہ فی الواقع گراں قدر بھی ہے اور طلبہ مدارس، اساتذۂ کرام اور عامۃ المسلمین کیلئے تشفی بخش بھی ہے، موصوف کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق اور اچھا سلیقہ عطا فرمایا ہے، ان کی دیگر مؤلفات سے بھی امت کو خوب فائدہ پہنچ رہا ہے، اسی طرح یہ کتاب بھی ان کی جلیل القدر علمی اور عملی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

احقر اس عظیم علمی خدمت کی انجام دہی پر موصوف کو دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اس عظیم خدمت کو اللہ جل شانہ محض اپنے فضل وکرم سے احسن درجہ میں قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت فرمائے، اور اس سے جملہ طلباء مدارس کو، علمائے امت کو اور تمام مسلمین ومسلمات کو نفع کامل پہنچائے۔ آمین ثم آمین

(حضرت مولانا) احقر شفیق احمد خان بستوی قاسمی (صاحب)

(مدیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات محمد علی سوسائٹی کراچی)

غرۂ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا الحاج محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث والتفسیر ومہتمم جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين الصطفى لا سيما على سيد الرسل و خاتم الانبياء وعلى اله واصحابه افضل الخلائق بعد الانبياء ومن بهديهم اقتداى وباثارهم اكتفى من المفسيرين والمحدثين والفقهاء إلى الجزاء اما بعد!

برادر مکرم حضرت مولانا محمد حسین صاحب صدیقی کی تازہ ترین تصنیف "روضة الصالحين" جو ایک بہترین ترجمہ و تشریح ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور کتاب "ریاض الصالحین" کی۔ حق تعالیٰ شانہ نے موصوف کو تصنیف و تالیف کے اس میدان میں خاص توفیق عطاء فرمائی ہے ؎

این سعادت بزور باز ونیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ

کتب احادیث جو دین و ہدایت کا گنجینہ ہیں بہت زیادہ ہیں جن کی کثرت و وفرت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ إلى ابد الآباد ہے کیونکہ جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے قیامت تک کے خلائق کے رشد و ہدایت کے لئے منتخب فرمایا ہے اور یہ اعلان فرمایا ہے "يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا" اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں آپ نے اپنے بارے میں فرمایا: "وبعثت إلى الناس كافة" اس کا یہی تقاضہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ایمان اور عمل کا ذخیرہ جملہ کائنات کے لئے قابل وکفایت ہو ؎

عالم کہ بود مرد کز ہر دائرۂ یکتا
عالم کہ تو آئی کہ تر بے مثل و نظیری

اور یہ دین اسلام کی حقانیت کی نشانی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے خاطر خواہ سامان ہدایت موجود ہے ؎

حق ہست و حق ہست چوں ممتاز از باطل
آں دین نبی ہست اگر پاک ضمیری

بہر حال یہ ایک طویل داستان ہے۔ لذیذ بود حکایت دراز ترگفتم۔ بعض کتابیں مختصر مگر جامع اور بہت نافع ہیں جن میں شہاب قضاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "الشہاب"، جس کی سینکڑوں محدثین نے شروح لکھیں، عرصۂ دراز تک قاضی عیاض مالکی رحمہ

اللہ تعالیٰ کی "مشارق الانوار" اور پھر ہندوستان میں علامہ صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "مشارق" ان مختصرات میں سے معمول بہا رہی ہے۔ جب سے شیخ ولی الدین عراقی خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی "مشکوۃ المصابیح" آئی ہے اور حق تعالیٰ نے اسے شہرتِ عامہ نصیب فرمائی ہے۔

سابقہ کتب تقریباً خواص تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں، تاہم امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ جو بخاری اور مسلم کے مشہور شارح ہیں اور شوافع کے مراجع سمجھتے ہیں، کی مشہور تصنیف "ریاض الصالحین" مختلف ملکوں میں درس و تدریس کے اساس کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس کی مشہور عربی شرح "دلیل الفالحین" جو عموماً چار ضخیم جلدوں میں قابل دید ہے۔ ہمارے ملک میں میری نظر میں پہلی مرتبہ محترم جناب مولانا محمد حسین صدیقی استاد حدیث جامعہ بنوریہ، کراچی۔ کی شرح "روضۃ الصالحین" گزر رہی ہے جن میں بہترین ترجمہ اور عمدہ شرح کے ساتھ مختلف مواقع پر عربی فارسی اور اردو کے قیمتی اشعار موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔ إذا رایتھم حسبتھم لولوء منثورا

شعر و سخن تو درد دل سے ہے
جہاں پہ درد نہیں شعر نہیں

حق تعالیٰ شانہ محترم موصوف کی یہ کاوش قبول فرمائیں اور امت کے عوام و خواص کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ اس جیسی گراں قدر کتابوں کی قدر دانی نصیب فرمائیں۔

والسلام

وانا الاحقر والافقر

(حضرت مولانا) محمد زرولی خان عفا اللہ عنہ (مدظلہ العالی)

خادم جامع عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال، کراچی

وخادم الحدیث والتفسیر والافتاء بھا

(۱۸۷) بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" (سورة عنكبوت: ٤٥)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

تشریح: نماز میں یہ تاثیر ہے کہ جب اس کو ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھا جائے تو آدمی گناہوں سے رک جاتا ہے اور پھر جو شخص باوجود نماز پڑھنے کے گناہوں سے نہ رکے تو سمجھ لیں کہ اس کی نماز میں ہی قصور ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ سے آیت بالا (اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ الخ) کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اس کا مطلب کیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ لَمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَلاَ صَلٰوةَ لَهُ﴾ (۱)

ترجمہ: ''جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برے کاموں سے نہ روکے تو وہ نماز ہی نہیں۔''

اسی طرح جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت بالا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا جس شخص کی نماز اس کو اعمال صالحہ پر عمل کرنے اور منکرات سے نہ روکے تو ایسی نماز اس کو اللہ سے اور زیادہ دور کردیتی ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر ابن کثیر
(۲) تفسیر ابن کثیر

پانچوں نمازوں کی مثال

(۱۰۴۲) ﴿وَعَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "أَرَأَيْتُمْ لَوْأَنَّ نَهْرًابِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَىْءٌ؟ قَالُوْا: لاَيَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَىْءٌ قَالَ: "فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تم بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی

نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بس یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔"

لغات: ❖ درنه: درن الثوب بمعنی میلا ہونا صفت دَرِن و مِدْرَان ہے اور افعال سے ادرن الثوب بمعنی میلا کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں نماز سے خطاء اور گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر ہے اور اس ذکر کو جناب رسول اللہ ﷺ نے مثال کے ساتھ سمجھایا ہے کہ کسی کا کوئی کاروبار ہے جس سے اس کے جسم پر گرد وغبار لگ جاتا ہے مگر اس کے اس کاروبار اور مکان کے درمیان میں ایک نہر بھی ہے تو جب بھی اس کی اس کاروبار سے واپسی ہوتی ہے تو وہ اس نہر میں غسل کرتا ہے اور یہ عمل دن میں پانچ مرتبہ کرتا ہے تو جب بھی یہ گھر آتا ہے تو صاف ستھرا ہو کر آتا ہے تو اسی طرح نماز کے بعد اس نمازی کے جسم پر کچھ گناہوں کا میل کچیل لگ جاتا ہے تو پھر وہ اللہ کے دربار میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو پھر وہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الصلاة (باب الصلوات الخمس كفارة) و صحيح مسلم كتاب المساجد باب فضل الصلوة المكتوبة فی جماعة وفضل انتظار الصلوة و كثرة الخطا الى المسجد و فضل المشى اليها و احمد ۸۹۳۳/۳ والنسائی والترمذی والدارمی وابن حبان ۷۱۲۶۔ وهكذا فی البيهقی ۳۶۱/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مفہوم فضائل نماز ص: ۱۱

پانچوں نمازوں کی مثال گہری نہر کی سی ہے

(۱۰۴۳) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ"﴾ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

"اَلْغَمْرَةُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ: اَلْكَثِيْرُ.

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازوں کی مثال اس گہری نہر کی سی ہے جو تم میں کسی کے دروازے پر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ اَلْغَمْرُ: غین پر

زبر، اس کے معنی ہوتے ہیں زیادہ۔''

لغات: ❖ الغمر: بمعنی زیادہ غمرہ (ن) الماء پانی کا بلند ہوکر ڈھانکنا۔ غمر (ک) سے غمارۃ الماء بہت ہونا۔
الرجل: جاہل ہونا۔

تشریح: نَهرٌ أَغمَراً: گہری نہر۔ نہر جتنی گہری ہوگی اتنا ہی اس کا پانی صاف ستھرا ہوگا اور جتنے صاف ستھرے پانی سے آدمی غسل کرتا ہے، اتنا ہی اس کا جسم پاک ہوتا ہے۔ تو پانچوں نمازیں بمثل غسل کے ہیں کہ نماز کے علاوہ وقت میں گناہ کا اثر نمازی کے جسم پر جو بھی ہوتا ہے وہ نماز پڑھنے سے ڈھل جاتا ہے اور پھر وہ نمازی صاف ستھرا ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد باب فضل الصلوة المكتوبة فى جماعة وفضل انتظار الصلوة و كثرة الخطا الى المسجد و فضل المشى اليها واحمد ٣/٩٥١٠ والدارمى وابن ابى شيبة ٢/٣٨٩ و ابن حبان ١٧٢٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

نماز سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(١٠٤٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍقُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِوَزُلَفًامِّنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" فَقَالَ الرَّجُلُ: أَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ: "لِجَمِيْعِ أُمَّتِيْ كُلِّهِمْ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا، پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو بتایا تو اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمادی ''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں اور رات کی کچھ گھڑیوں میں، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں'' (۱) پس اس آدمی نے کہا کیا یہ آیت میرے لئے ہی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری تمام امت کے لئے ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ زلفًا: زُلَفٌ یہ جمع ہے زُلفةٌ کی بمعنی نزدیکی، درجہ، مرتبہ، رات کا ایک حصہ، بڑا پیالہ۔ زلف (ن) آگے کرنا۔ زلّف فی الکلام: زیادہ کرنا۔

تشریح: رَجُلًا اَصَابَ مِنْ اِمْرَأَةٍ قُبْلَةً: ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔

ترمذی کی روایت میں وہ صحابی خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لئے آئی، میں نے اس سے کہا کہ میرے گھر میں اس سے زیادہ اچھی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں وہاں چل کر دیکھ لو۔ جب وہ گھر میں آگئی تو

پھر میں نے اس عورت کا بوسہ لے لیا، مجھ کو بعد میں شرمندگی ہوئی، تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے حدیث بالا ارشاد فرمائی۔ (۲)

اس آدمی کا نام ابوالیسر بتایا گیا ہے۔

طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلَفاً مِنَ اللَّيْلِ: دن کے دونوں کناروں پر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں۔

طَرَفِي النَّهَارِ: اس سے فجر اور ظہر اور عصر کی نماز مراد ہے۔

زُلُفًا مِّنَ اللَّيْلِ: اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرے اس سے برائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب التفسير (سورة هود) وصحيح مسلم كتاب التوبة (باب قوله تعالٰى ان الحسنات يذهبن السيئات)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے باب الرجاء میں گزر چکی ہے۔

(۲) رواہ ترمذی۔

پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں

(۱۰۴۵) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَالَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ کی نماز پچھلے جمعہ تک، کفارہ ہے جو اس کے درمیان گناہ ہونگے، جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔''

لغات: ❖ مَالَمْ تُغْشَ الكبائر: اى مالم توت الكبائر۔ یعنی جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ جو پانچوں نمازوں کا اور جمعہ کی نماز کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر کبیرہ گناہ کے لئے توبہ واستغفار ضروری ہے۔

سوال: جب آدمی پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہے تو اس سے تمام گناہ ختم ہوجاتے ہیں تو پھر جمعہ وغیرہ سے گناہ معاف ہونے کا کیا مطلب؟

جواب ❶ : ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگر کچھ باقی بچ جاتے ہیں جمعہ کی نماز سے معاف ہوجاتے ہیں، ورنہ اس کے بدلہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (۱)

جواب ❷ : عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روزانہ نماز میں اور جمعہ کی نماز میں صلاحیت ہے گناہوں کے کفارہ کی، اگر نماز میں تقصیر اور نقصان ہے تو اس سے گناہ معاف نہیں ہوتے تو پھر جمعہ کی نماز کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں۔ (۲)

تخريج حديث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة و رمضان الى رمضان الخ) والترمذى و ابن حبان ۱۷۳۳ و ابن ماجه و احمد ۸۷۲۳/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۲) کذافی مظاہر حق ۱/۴۱۷

وضوء اور نماز کی برکت سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۰۴۶) ﴿عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلاةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَ هَا، وَخُشُوْعَهَا، وَرُكُوْعَهَا، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَامِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ تُؤْتَ كَبِيْرَةٌ، وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان مرد ایسا ہے کہ فرض نماز کا وقت آنے پر اس کے لئے اچھی طرح وضوء کرے، پھر اچھے طریقے سے خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع (مراد نماز) پڑھے، تو وہ نماز اس کے ماقبل کے گناہوں کے لئے کفارہ بن جائے گی، جب تک وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ اسی طرح ہمیشہ رہتا ہے۔"

لغات: ❖ الدھر: زمانہ طویل، لمبی مدت۔ دھر (ف) دھرًا. القوم وبالقوم امرٌ مکروہٌ: قوم پر امر ناپسندیدہ واقع ہونا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان بھی نماز کو اچھی طرح پڑھے اور نماز کو تمام آداب اور ساتھ میں خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے تو اب یہ نماز اس کے تمام صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے اور تمام صغیرہ گناہ اس نماز سے دھل جاتے ہیں۔

مَالَمْ تُؤْتَ كَبِيْرَةٌ: جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ کبیرہ گناہ نماز سے معاف نہیں ہوتے اس کے لئے توبہ و

استغفار کرنا ضروری ہے، جیسے کہ قرآن میں آتا ہے: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ (۱)

ترجمہ: اگر تم ان کبائر سے جن سے تمہیں روکا جاتا ہے، بچو تو ہم تمہارے گناہوں کو ختم کر دیں گے۔

تخريج حديث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب فضل الوضوء والصلوٰة عليه) وابن حبان ١٠٧٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴۸۵) میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ نساء آیت: ۳۱

(١٨٨) بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت کا بیان

دو ٹھنڈی نمازوں کے پڑھنے سے آدمی جنت میں جائے گا

(١٠٤٧) ﴿وَعَنْ أَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ"﴾ (متفق عليه)

اَلْبَرْدَانِ: اَلصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔'' (بخاری ومسلم)

البردان: صبح اور عصر کی نماز۔

لغات: ❖ البردان: اس سے مراد دو ٹھنڈی نمازیں یعنی فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔

تشریح: دو ٹھنڈی نمازوں سے کیا مراد ہے؟

علماء فرماتے ہیں کہ ہر نماز کا اہتمام اور پابندی ضروری ہے، مگر بعض نمازیں ایسی ہیں ان کے اہتمام اور پابندی کی شریعت نے مزید تاکید فرمائی ہے، تاکہ ان نمازوں میں بالکل سستی نہ ہو۔ ان میں سے ایک فجر کی نماز، کہ نیند کی وجہ سے اس کی ادائیگی کچھ مشکل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز، اس میں کچھ کاروباری مصروفیات کی وجہ سے اس کی ادائیگی مشکل ہوجاتی ہے۔ (۱)

یہ تو حدیث بالا میں کہا جارہا ہے کہ ان دونوں نمازوں کا اگر اہتمام کرے گا تو جنت میں داخل ہوجائے گا یہ مطلب نہیں کہ باقی نمازیں وہ نہ پڑھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب وہ ان مشکل وقت کی نماز کا اہتمام کرتا ہے تو باقی نمازوں کا تو بدرجہ اولی اہتمام کرے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب مواقيت الصلاة (باب فضل صلاة الفجر) و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاتى الصبح والعصر والمحافظة عليهما) واحمد ١٦٧٣٠/٥ و الدارمى ٣٣١/١ و ابن حبان ١٧٣٩ وهكذا فى البيهقى ٤٦٦/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) یہ حدیث پہلے باب بیان کثرۃ طرق الخیر میں گزر چکی ہے۔
(۲) نزہۃ المتقین

فجر اور عصر کی نماز کے اہتمام سے آدمی جہنم سے بچ جائے گا

(۱۰۴۸) ﴿وَعَنْ أَبِىْ زُهَيْرٍ عَمَّارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا" يَعْنِىْ الْفَجْرَ، وَ الْعَصْرَ.﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جو کوئی سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے بعد غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھتا ہے تو وہ ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ لن يلج النار: ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ ولج يلج ولجًا بمعنی داخل ہونا۔ از باب ضرب۔

تشریح:

ان دونمازوں کی کیا خصوصیت ہے؟

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص فجر اور عصر کی نماز پڑھتا ہے تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

اس کا مطلب علامہ طیبی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ صبح کا وقت آرام کا ہوتا ہے، اسی طرح شام کا وقت مشغولیت کا ہوتا ہے، تو جو ان دونوں نمازوں کا اہتمام اور مداومت کرتا ہے تو وہ باقی نمازوں کے علاوہ شریعت کے دوسرے اعمال کا بھی اہتمام کرنے والا ہوگا، جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

"بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔"

تو اب نماز کے اہتمام سے وہ تمام برائیوں سے بچے گا اور ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة عليهما) واحمد ١٧٢٢٠/٦، وابوداؤد والنسائي وابن حبان ١٧٣٨ و مصنف ابن ابی شيبة ٣٨٦/٢ و هكذا فی البيهقی ٤٦٦/١۔

راوی حدیث حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ کے مختصر حالات:

نام: عمارہ، کنیت ابوزہیر، والد کا نام رویبہ تھا، یہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے، کوفہ میں مقیم تھے، ان سے ان کے بیٹے ابوبکر اور ابواسحاق السبیعی روایت نقل کرتے ہیں۔

مرویات: ان سے نو احادیث مروی ہیں، ان میں سے مسلم میں دو روایات موجود ہیں۔

(۱) مرقاۃ و ہکذا فی التعلیق الصبیح و کذا فی مظاہر حق ۴۵۲/۱

صبح کی نماز پڑھنے سے آدمی اللہ کے امان میں آجاتا ہے

(١٠٤٩) ﴿وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ، لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت جندب بن سفیان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے امان میں ہوتا ہے، پس اے انسان! تو غور سے سوچ بچار کر لے تا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنی امان کی بابت کسی قسم کا مطالبہ نہ کرے۔" (مسلم)

لغات: ❖ الذمۃُ: امان، عہد، ذمہ داری۔ کہا جاتا ہے "فی ذمتی کذا" یعنی میری ذمہ داری میں۔ جمع ذمم۔

تشریح: **اللہ کے امان سے کیا مراد ہے؟**

مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ: جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ کے امان میں ہوتا ہے۔ جو فجر کی نماز پڑھ لیتا ہے وہ اللہ کے امان میں آجاتا ہے۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ ترغیب ہے کہ صبح کی نماز میں غفلت نہ کرو، کہیں غفلت کی وجہ سے اللہ جل شانہ کی طرف سے تمہارا مواخذہ نہ ہو جائے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھتا ہے تو وہ اللہ کے عہد و امان میں آجاتا ہے تو اب ایسے شخص کے ساتھ بدسلوکی کرنا، اس کی غیبت کرنا، اس کا مال چھیننا، اس کی بے آبروئی کرنا، اس سے بچنا چاہئے، کیونکہ ہر شخص اللہ کے امان

اور عہد میں ہے، اللہ جل شانہ کے عہد و امان میں جو خلل ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ خود اس شخص سے مواخذہ فرمائیں گے، پھر اس شخص کو پھر کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملے گی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۳۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) یہ حدیث پہلے باب "تعظيم حرمات المسلمين و بيان حقوقهم" میں گزر چکی ہے۔
(۲) مرقاۃ، مظاہر حق ۱/۴۵۴

فجر اور عصر میں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے

(۱۰۵۰) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ، فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اندر رات کو اور دن کو فرشتے باری باری آتے جاتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں وہ جمع ہوجاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو تمہارے اندر رات گزارتے ہیں اوپر چڑھ جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں، حالانکہ وہ خوب جاننے والے ہیں، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں ہم انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں اور ہم جب ان کے پاس گئے تھے تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔"

لغات: ❖ یتعاقبون: بمعنی باری باری آنا یہ عقب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بعد یا پیچھے۔

تشریح: وَ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ: فجر اور عصر کی نماز میں سب جمع ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بندوں کا اعمال نامہ لکھنے کے لئے جو فرشتے مقرر ہیں کچھ صبح آتے ہیں اور شام تک رہتے ہیں اور کچھ شام کو آتے ہیں اور صبح جاتے ہیں، تو ان فرشتوں کو اجتماع فجر اور عصر میں ہوتا ہے۔

فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ: اللہ جل شانہ ان فرشتوں سے پوچھتے ہیں۔

سوال: کیا (نعوذ باللہ) اللہ جل شانہ کو معلوم نہیں کہ میرے بندے اس وقت میں کیا کر رہے ہیں، فرشتوں سے سوال کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا قصد کیا تو فرشتوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ انسان دنیا میں آکر فتنہ وفساد اور خون ریزی کرے گا اور یہ کہا گیا تھا کہ ہم تیری عبادت کے لئے کافی ہیں۔ تو اللہ جل شانہ کا ایسے وقت میں سوال کرنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ دیکھو! جس مخلوق کے بارے میں تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ دنیا میں فتنہ وفساد کا بازار گرم کرے گی، اب تو تم خود دیکھ کر آرہے ہو کہ وہ میری عبادت اور میری پرستش کس پابندی سے کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی فضیلت وعظمت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب المواقيت وكتاب التوحيدوصحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاتى الصبح والعصر والمحافظة عليهما) والامام مالک فى موطئه ۴۱۳، و احمد ۱۰۳۱۳/۳ والنسائى و ابن حبان ۱۷۳۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴۵۳/۱

آدمی قیامت کے دن اپنے رب کو چاند کی طرح دیکھے گا

(۱۰۵۱) ﴿وَعَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِاللهِ الْبَجَلِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّاعِنْدَالنَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا"﴾ (مُتفقٌ عَلَيْه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: ﴿فَنظَرَإِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ﴾

ترجمہ: ''حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، چاند کی چودہویں رات تھی کہ آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو (قیامت کے دن) ایسے ہی دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم اس کے دیکھنے میں کوئی مشقت محسوس نہیں کرتے ہو۔ پس اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز میں مغلوب نہ ہو یعنی (تم سے چھوٹنے نہ پائیں) تو تم ایسا ضرور کرو۔'' (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے پس آپ ﷺ نے چودہویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔''

لغات: ❖ لا تضامون: اى لايلحقكم ضيم ولا مشقة فى رويته. یہ ضیم سے مشتق ہے بمعنی تکلیف ومشقت۔

تشریح: اَلْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ چودہویں رات کا چاند۔ چودہویں رات کو چاند مکمل ہوتا ہے، اس طرح قیامت کے دن ہر ایک

اپنے رب کو پورا دیکھے گا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان اللہ جل شانہ کو دیکھیں گے۔ (۱)

اور یہی بات قرآن مجید کی آیات سے بھی مفہوم ہوتی ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، جیسے کہ حدیث بالا میں بھی فرمایا جارہا ہے کہ قیامت کے دن مسلمان اللہ جل شانہ کی زیارت کریں گے۔ نیز حدیث بالا میں عصر اور فجر کی نماز کا اہتمام کرنے کی تاکید کی جارہی ہے کہ اس پابندی کی برکت سے اللہ جل شانہ کا دیدار نصیب ہوگا جو جنت کی تمام لذتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب المواقیت (باب فضل صلاة الفجر) و صحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیهما) و احمد ۱۹۲۱۱/۷ وابوداود والترمذی و ابن حبان ۷۴۴۲ والطبرانی ۲۲۲۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین
(۲) نفس مصدر

عصر کی نماز چھوڑنے سے اعمال برباد ہوجاتے ہیں

(۱۰۵۲) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی پس تحقیق اس کے اعمال برباد ہوگئے۔"

لغات: ❖ حبط: بمعنی ضائع ہونا و برباد ہونا۔ باب سمع سے مستعمل ہے۔

تشریح: اعمال کے برباد ہونے کا مطلب: ایک دوسری روایت میں آتا ہے: "مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ مُتَعَمِّداً حَتّٰى تَفُوْتَهُ فَقَدْ اَحْبَطَ عَمَلَهُ" (۱)

جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئی تو اس کے اعمال برباد ہوگئے۔

صَلٰوةَ الْعَصْرِ: عصر کا وقت مشغولیت کا ہے، اس لئے تاکیداً اس کو بیان فرمایا، ورنہ تمام ہی نماز کے چھوڑنے پر وعید ہے۔

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ: اس کے اعمال برباد ہوگئے۔ ابن عربی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کا بہت بڑا نقصان ہوگا کیونکہ اس وقت میں فرشتے آسمان پر اعمال کو لے جاتے ہیں، اس کے اعمال میں کمی ہوگی۔ یہی مطلب تقریباً ابن الملک نے

بیان کیا ہے کہ یہاں پر "حبط" اس کے زندگی کے تمام اعمال ضائع ہونے کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ نقصان کے معنی میں ہے کہ اس دن کے فرشتے جو اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں اس کے اعمال میں اس دن کی عصر کی نماز کی کمی ہوگی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاة (باب من ترک صلاة العصر) و (باب التبکیر بالصلاة فی یوم غیم) واحمد ۲۳۰۱۸/۹ والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۸۵) میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مسند احمد ۲۳۰۱۸/۹
(۲) روضۃ المتقین ۹۳/۳

(۱۸۹) بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ اِلَى الْمَسَاجِدِ
مساجد کی طرف چل کر جانے کی فضیلت کا بیان

مسجد میں جانے والے کے لئے جنت میں مہمانی ہوگی

(۱۰۵۳) ﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّاللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلاً كُلَّمَا غَدَا أَوْرَاحَ"﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار کرتے ہیں جب بھی وہ صبح یا شام کو جائے۔"

لغات: ❖ نُزُلاً: مہمانی۔ نزل (ض) نزولاً من علوالی الاسفل: اترنا۔ بہ۔ اتارنا۔ بہ الامر: واقع ہونا۔

تشریح: مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِاَوْ رَاحَ: جو مسجد کی طرف صبح یا شام کو جاتا ہے۔

غدوۃ: کہتے ہیں زوال سے پہلے کے وقت کو اور "رواح" کہتے ہیں زوال کے بعد کے وقت کو، مگر بسا اوقات "غدوۃ" اور "رواح" مطلق صبح اور شام کے معنی میں آتا ہے یہاں پر یہی مراد ہے۔ (۱)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسجد گویا اللہ کا گھر ہے۔ تو اب جو شخص مسجد میں جاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی ضیافت کریں گے، چنانچہ وہ دنیا میں جتنی مرتبہ مسجد میں گیا ہوگا اتنی ہی مرتبہ جنت میں اس کے لئے مہمانی تیار کی جائے گی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب فضل من غدا الی المسجد و من راح) و

صحیح مسلم كتاب المساجد باب فضل الصلوة المكتوبة فى جماعة و فضل انتظار الصلوة وكثرة الخطا الى المساجد وفضل المشى اليها واحمد ۱۰٦۱۳/۳ وابن حبان ۲۰۳۷ وهكذا فى البيهقى ٦٢/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری شرح بخاری
(۲) مفہوم روضۃ المتقین: ۹۴

مسجد کی طرف جانے سے ہر قدم میں گناہ معاف اور درجہ بلند ہوتا ہے

(۱۰۵٤) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَطَهَّرَفِيْ بَيْتِهٖ، ثُمَّ مَضٰى إِلٰى بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ، لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةًمِّنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ، كَانَتْ خُطُوَاتُهٗ، إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً، وَ الْأُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضوء کیا پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں گیا تاکہ وہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے تو اس کے ہر قدم رکھنے سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرے قدم سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔''

لغات: ❖ خطواته: یہ خطوة کی جمع ہے یعنی نشان قدم کو کہتے ہیں۔

تشریح: لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ: تاکہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے: لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا الصَّلٰوةُ (۱) کہ وہ گھر سے صرف نماز کے ادا کرنے کے لئے نکلا ہے اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تو اب اس پر اس کو یہ انعام دیا جارہا ہے کہ ایک قدم پر اس کا ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور دوسرے قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد باب فضل الصلوة المكتوبة فى جماعة و فضل انتظار الصلوة وكثرة الخطا الى المساجد وفضل المشى اليها وابن حبان ۲۰٤٤ و هكذا فى البيهقى ٦٢/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) بخاری

ایک صحابی کا مسجد کی طرف پیدل جانے کا جذبہ

(١٠٥٥) ﴿وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ فَقِيْلَ لَهُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ؟ قَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ مَنْزِلِيْ إِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ يُكْتَبَ لِيْ مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوْعِيْ إِذَا رَجَعْتُ إِلٰى أَهْلِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی تھے، میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو ان سے زیادہ دور سے مسجد میں آتا ہو (اس کے باوجود) کوئی نماز اس سے نہ چھوٹتی تھی، اس سے کہا گیا اگر تم کوئی گدھا خرید لو تاکہ اندھیرے اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر آجایا کرو، اس نے کہا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے برابر میں ہو، میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر جانا اور جب میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس آؤں تو میرا (گھر کی طرف) لوٹنا (ثواب) لکھا جائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تمام ثواب کو جمع فرما دیا ہے۔“

لغات: ❖ الرمضاء: بمعنی گرمی کی شدت۔ الظلماء: تاریکی واندھیری۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا گھر مسجد سے دور ہو تو یہ بھی اس اعتبار سے بہتر ہے کہ اس کے آتے جاتے وقت جو قدم زیادہ ہونگے اس حساب سے اس کو نیکیاں بھی زیادہ ملیں گی اور اس کے گناہوں کی معافی بھی زیادہ ہوگی، غرض اس حدیث میں ترغیب ہے کہ مسجد سے دور رہنے والے بھی مسجد میں آنے کی رغبت کریں اور مسجد میں آنا نہ چھوڑیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل كثرة الخُطىٰ الى المساجد) واحمد ٨/٢١٢٧٠ و مصنف ابن ابی شيبة ٢/٢٠٧ و ابوداؤد والدارمی وابن ماجه و ابن حبان ٢٠٤٠ و هكذا فی البيهقی ٣/٦٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (١٣٧) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

مسجد کی طرف آنے میں نشانات قدم بھی فرشتے لکھتے ہیں

(١٠٥٦) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ أَنْ

يَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ، فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: "بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْأَرَدْنَا ذٰلِکَ، فَقَالَ: "بَنِيْ سَلِمَةَ! دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ" فَقَالُوْا: مَايَسُرُّنَا أَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا.﴾ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ.

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد (نبوی) کے اردگرد کچھ جگہیں خالی ہوئیں تو بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا، پس جب بات جناب نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! بے شک ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنوسلمہ! تم اپنے ہی گھروں میں رہو تمہارے نشانات قدم لکھے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ ہم مسجد کے قریب منتقل ہوں۔" (مسلم)

اور بخاری نے بھی اس کے ہم معنی روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے۔

لغات: ❖ البقاعُ: بمعنی قطعہ زمین یہ جمع ہے بقعۃ کی۔ خلت: بمعنی خالی ہونا۔

تشریح: فَاَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَنْتَقِلُوْا: بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہوجائیں۔

بنوسلمۃ انصار مدینہ کے ایک خاندان کا نام ہے، اس خاندان کے افراد مسجد نبوی سے کچھ فاصلہ پر رہتے تھے، جب مسجد نبوی کے قریب میں کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنوسلمۃ نے مسجد نبوی کے قریب آنے کی نیت کرلی، مگر جب آپ ﷺ کو ان کے اس نیت کی اطلاع پہنچی، تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: کہ مسجد میں آنے کے لئے جتنا چلنا پڑتا ہے ہر ہر قدم کے بدلے میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں، تمہارے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے سابق جگہوں میں ہی رہو، مسجد کے قریب منتقل نہ ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الصلاة (باب الاحتساب من الاثار) و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل كثرة الخُطى الى المساجد) و احمد ١٤٥٧٢/٥ و ابن حبان ٢٠٤٢ والبيهقى ٦٤/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سب سے زیادہ ثواب اس کو ملتا ہے جو مسجد میں سب سے دور سے آتا ہے

(١٠٥٧) ﴿وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَعْظَمَ

النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَمْشًى، فَأَبْعَدُهُمْ. وَالَّذِيْ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کے بارے میں تمام لوگوں سے زیادہ ثواب پانے والا شخص وہ ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے کہ وہ امام کے ساتھ نماز کو ادا کرے تو اس کا اجر وثواب اس شخص سے کہیں زیادہ ہے جو اکیلا نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔''

لغات: ❖ الاعظم: بمعنی زیادہ۔ اعظم الناس۔ لوگوں میں سب سے زیادہ۔

تشریح: اَبْعَدُهُمْ الیها ممشی: سب سے زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔ کہ جتنا دور سے آئے گا اتنا ہی قدم زیادہ ہونگے اور اتنی ہی نیکیاں اس کو زیادہ ملیں گی۔

اَنْ يَنْتَظِرَ الصَّلَاةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ: جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے کہ امام کے ساتھ اس کو ادا کرے تو اس کو اکیلے پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملتا ہے، کیونکہ یہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو جماعت کا ثواب بھی اس کو ملتا ہے [1] اور جب تک یہ نماز کا انتظار کرتا رہے گا اس وقت تک گویا کہ یہ نماز میں ہی ہے، اس کا ثواب بھی اس کو الگ ملے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب فضل صلاة الفجر فی جماعة) و صحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل کثرة الخطی الی المساجد) وهكذا فی البیهقی ٦٣/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۹۸/۳

اندھیروں میں مسجد کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن نور ملے گا

(۱۰۵۸) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَشِّرُوا الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: ''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن پورے کے پورے نور کی خوش خبری سنا دو۔''

لغات: ❖ المشّائین: پیدل چل کر آنے والے۔ الظلم: اندھیرا۔ باب ضرب سے مستعمل ہے۔

تشریح: نور سے کیا مراد ہے؟

فِي الظُّلَمِ: اندھیروں کے دن۔ مراد قیامت کا دن ہے، قیامت کے دن شدید اندھیرا ہوگا اور اعمال سے اس میں روشنی ملے گی، جن اعمال سے روشنی ملے گی اس میں سے ایک اندھیروں میں مسجد کے طرف جانا بھی ہے کہ آج یہ دنیا میں فجر اور عشاء کے وقت اندھیروں میں مسجد میں جاتے ہیں تو اس کے بدلے میں اللہ جل شانہ قیامت کے دن کے اندھیروں سے ان کی حفاظت فرمائیں گے۔ قیامت کے اندھیروں میں بعض لوگوں کو نور اور روشنی ملے گی، اس کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ ہے:

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (۱)

ترجمہ: ”ان کا نور (روشنی) ان کے راستے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوا ہوگا اور وہ یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور (روشنی) کو اخیر تک باقی رکھیے۔“

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاة (باب ماجاء فی المشی الی الصلاة فی الظلم) وسنن الترمذی ابواب الصلاة (باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی جماعة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۸۵) میں گزر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ التحریم آیت ۸۔

وہ اعمال جس سے گناہ معاف ہوجائیں اور درجات بلند ہوجائیں

(۱۰۵۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلاأَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ، فَذٰالِكُمُ الرِّبَاطُ“﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹادیں اور درجے کو بلند کردیں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ (ضرور بتائیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مشقتوں کے باوجود پورا وضوء کرنا، مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا اور (ایک) نماز کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا، پس یہی رباط (سرحد کی حفاظت) ہے، پس یہی رباط ہے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ الخطایا: یہ خطیئۃ کی جمع ہے بمعنی گناہ اسباغ الوضو: اسباغ کے معنی ہے کامل و مکمل کرنا۔

تشریح: حدیث بالا پہلے دو مرتبہ گزر چکی ہے۔ پہلی مرتبہ باب "بیان کثرۃ طرق الخیر" میں دوسری مرتبہ باب "فضل الوضوء" میں۔ یہاں مصنف نے تیسری مرتبہ اس لئے ذکر کیا کہ طہارت، نماز اور عبادت میں مداومت بھی جہاد فی سبیل اللہ اور محاذ جنگ پر دشمن سے معرکہ آرائی کی طرح ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجہ فی باب کثرۃ طرق الخیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جو مسجد کی طرف کثرت سے آتا ہے اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو

(۱۰۶۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا رَأَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْھَدُوْ الَہٗ بِالْإِیْمَانِ، قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: "إِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ" اَلْآیَۃَ﴾ (رواہ الترمذی) وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد کی طرف کثرت سے آتا جاتا دیکھو تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دے دو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔" (ترمذی)

اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

لغات: ❖ یعتاد: بمعنی عادت بنانا، کثرت سے آنا۔ یعمر: یہ تعمیر سے ہے بمعنی عمارت بنانا، تعمیر کرنا۔

تشریح: یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ: یعتاد: یہ عاد عَوْدَۃً سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہے، یعنی مسجد میں بار بار لوٹ کر آنا اور ظاہر ہے کہ یہ آنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے ہی ہوگا یا مطلقاً عبادت کے لئے مسجد میں آنا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مسجد کی حفاظت و مرمت اور اس کی صفائی وغیرہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ ان سب کام کرنے والے کو خوش خبری یہ ہے کہ ان کے بارے میں اس بات کی گواہی دی جاسکتی ہے کہ یہ ایمان دار ہے۔

تخریج حدیث: أخرجہ سنن الترمذی ابواب التفسیر (باب من سورۃ التوبۃ)، واحمد ۱۱۶۵۱/۴ وابن حبان ۱۷۲۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(١٩٠) بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلاۃِ

نماز کے انتظار کرنے کی فضیلت کا بیان

نماز کا ثواب پانے والا شخص

(١٠٦١) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَایَزَالُ أَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاۃٍ مَادَامَتِ الصَّلَاۃُ تَحْبِسُهٗ، لَایَمْنَعُهٗ أَنْ یَنْقَلِبَ اِلٰی أَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلَاۃُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی ہمیشہ نماز ہی میں رہتا ہے جب تک نماز اس کو روکے رکھے، اس کو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے میں نماز کے سوا کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ تحبسه: حبس سے بمعنی روک رکھنا، منع کرنا۔ ینقلب یہ انقلاب سے ہے بمعنی پلٹنا، واپس ہونا۔

تشریح: لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلوٰۃٍ آدمی ہمیشہ نماز میں ہی رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ آدمی جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہے گا، اس کو اجر و ثواب نماز کا ملتا رہے گا۔ (١)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ و فضل المساجد) وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل صلاۃ الجماعة و انتظار الصلاۃ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (٧) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(١) نزہۃ المتقین

فرشتے نمازی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ باوضوء رہے

(١٠٦٢) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی أَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ، مَالَمْ یُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ"﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ فرشتے اس آدمی کے

بارے میں دعا کرتے رہتے ہیں جو اس جگہ پر بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے، جب تک وہ بے وضوء نہ ہو، فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما۔'' (بخاری)

لغات: ❖ لم یحدث: حدث کے معنی ناپاک ہونا، بے وضو ہونا، یا کوئی نئے کام کا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ جب آدمی نے نماز پڑھی اور پھر اسی جگہ پر باوضوء بیٹھا رہا، اللہ کا ذکر وغیرہ کرتا رہا، تو جب تک وہ باوضوء بیٹھا رہے گا، فرشتے اس کی مغفرت کی اور اس پر رحم کی دعا کرتے رہیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاذان و كتاب المساجد (باب من جلس فى المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

نماز کا انتظار کرنے والے کو نماز کا ثواب ملتا ہے

(۱۰۶۳) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ: "صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا"﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کردی پھر نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو برابر نماز کی ہی حالت میں ہو۔''

لغات: ❖ اقبل علینا: متوجہ ہونا، سامنے آنا، رقد: بمعنی سو جانا۔

تشریح: أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ: ایک رات عشاء کی نماز آپ ﷺ نے رات کے ایک حصہ تک مؤخر کردی، ایک دوسری روایت میں واضح طور پر آتا ہے کہ: صَلَاةَ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى [1] کہ آدھی رات تک آپ ﷺ نے عشاء کی نماز مؤخر فرمائی۔ اس سے امام بخاری استدلال کرتے ہیں کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے۔ دوسری بات حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ امام اور جماعت کے انتظار میں بیٹھنا بھی اجر و ثواب کا باعث ہے، ایسا شخص نماز کی حالت میں ہی شمار ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصلاة (باب وقت العشاء الى نصف الليل) و كتاب الاذان و كتاب البيوع وغيرهما.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱۹۱) بَابُ فَضْلِ صَلاةِ الْجَمَاعَةِ

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

جماعت کی نماز کا ثواب اکیلے کی نماز سے ۲۷ درجے زیادہ ہوتا ہے

(۱۰٦٤) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ۲۷ درجے زیادہ ہوتی ہے۔''

لغات: ❖ الفَذّ: بمعنی اکیلا وتنہا۔

تشریح: بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً: ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں پچیس درجہ زیادتی آئی ہے بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے، اس کے محدثین نے کئی جوابات دیئے ہیں مثلاً: یہ اختلاف نمازی کے اخلاص کے احوال کے تفاوت پر مبنی ہے کہ کسی کو ستائیس اور کسی کو پچیس درجہ کا ثواب ملتا ہے۔ بعض نے فرمایا جہری نماز کا ثواب ستائیس درجہ اور سری نماز کا ثواب پچیس درجہ ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ شروع میں پچیس درجہ کے ثواب کی زیادتی وحی کے ذریعہ سے بتائی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے مزید اپنے فضل وکرم کا معاملہ امت محمدیہ کے ساتھ فرمایا کہ ستائیس درجہ ثواب کی زیادتی فرمادی۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الاذان (باب فضل صلاة الجماعة) و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاة الجماعة) والنسائی ايضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین وکذا مظاہر حق ۱/۳۰۷

جماعت کی نماز کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہوتا ہے

(۱۰٦٥) ﴿وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلاةُ الرَّجُلِ

فِیْ جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلَاتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَ فِیْ سُوْقِهٖ خَمْساً وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفاً، وَذٰلِکَ أَنَّهٗ إِذَاتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَی الْمَسْجِدِ، لَایُخْرِجُهٗ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ یَخْطُ خَطْوَةً إِلَّارُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَاخَطِیْئَةٌ، فَإِذَاصَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ، مَالَمْ یُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، وَ لَا یَزَالُ فِیْ صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ" (متفق علیه. وهذا لفظ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ آدمی کا جماعت سے نماز پڑھنا، اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے ۲۵ گنا زیادہ اجر والا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ جب آدمی اچھی طرح وضو کرے اور پھر مسجد کی طرف جائے اور مسجد کی طرف جانے سے اس کا مقصد سوائے نماز کے کوئی اور نہ ہو، تو یہ جو قدم بھی اٹھائے گا اس کے ذریعے اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ پھر جب نماز پڑھ لے تو جب تک باوضوء اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے فرشتے کہتے ہیں ''اے اللہ! اس پر رحم فرما اے اللہ! اس پر مہربان ہوجا'' اور جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے وہ برابر نماز میں ہی رہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

لغات: ❖ تضعف: ضعف تضعیفا (تفعیل) دوگنا کرنا، کمزور کرنا، الضعف: دوگنا۔ لم یخط: خطا یخطو خطوا (ن): چلنا، قدموں کے درمیان کشادہ کرکے چلنا، الخطوۃ: مسافت۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب دی جارہی ہے کہ جو نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے تو اس کا ثواب ۲۵ گنا زیادہ ہوجاتا ہے اور اس نماز سے ہر ہر قدم پر اس کا ایک گناہ بھی معاف ہوجاتا ہے اور ایک درجہ بھی بلند ہوتا ہے۔ علماء احناف کے راجح قول میں بھی جماعت کی نماز کو واجب کہا گیا ہے۔ ابن ہمام شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ اکثر مشائخ احناف کا مسلک یہی ہے کہ جماعت کی نماز واجب ہے۔ بعض نے سنت موکدہ کہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے یعنی حدیث سے ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جماعت کی نماز ہی سنت ہے جیسے کہ عیدین کی نماز واجب ہے، مگر اس کو سنت اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہوتا ہے۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب فضل صلاة الفجر فی جماعة) و صحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل صلاة الجماعة) و أحمد ۷۴۳۴/۳ و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجه وابن حبان ۲۰۴۳ وهکذا فی البیهقی ۶۱/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح القدیر شرح ہدایہ

اذان کی آواز سننے والے نابینا صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی

(١٠٦٦) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمَى، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، لَيْسَ لِيْ قَائِدٌ يَقُوْدُنِيْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِهِ، فَرَخَّصَ لَهُ، فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: "هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟" قَالَ نَعَمْ، قَالَ: "فَأَجِبْ"﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آدمی آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھ کو مسجد تک لانے والا کوئی شخص نہیں، انہوں نے اللہ کے رسول سے اس لئے یہ سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو گھر پر نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ جب انہوں نے جانا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اذان کی آواز کا جواب دو۔'' (یعنی مسجد میں نماز ادا کرو)

لغات: ❖ قائد: قادیقود قودا وقیادۃ (ن) بمعنی کھینچنا، قیادت کرنا، قود: قصاص، دیت۔ ان یرخص رخص ترخیصا: رخصت دینا۔

تشریح:

نابینا صحابی سے کون مراد ہے؟

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰى: آپ ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آئے۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ اس سے مراد عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ بعض نے اس سے مراد حضرت ابن ام مکتوم لیا ہے۔

فَرَخَّصَ لَهُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابینا شخص کو جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے۔

کیا نابینا آدمی کو جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے؟

هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ؟ کیا تم اذان سنتے ہو؟ علماء فرماتے ہیں یہ اعلیٰ درجہ کے صحابی تھے اس لئے ان کی شان یہی تھی کہ وہ

اولی پر عمل کریں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان کی آواز سنتے ہو تو مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنی ہوگی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی تھی، مگر پھر وحی آنے یا اجتہاد کے بدل جانے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے اجازت واپس لے لی، اس کو بھی کمال مبالغہ پر محمول کریں گے۔ اس سے بھی جماعت کی نماز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد باب فضل صلاة الجماعة الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی

(١٠٦٧) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَقِيْلَ: عَمْرِوبْنِ قَيْسِ الْمَعْرُوْفِ بِابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمِ الْمُؤَذِّنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَحَيَّهَلًا"﴾ (رواه ابو داؤد بإسناد حسن،)

ومعنى "حَيَّهَلًا": تَعَالَ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ یا بعض کے نزدیک عمرو بن قیس جو مشہور ہیں ابن ام مکتوم موذن کے نام سے ان سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مدینے میں کیڑے مکوڑے (سانپ بچھو وغیرہ) اور درندے ہیں (میں نابینا ہوں اس لئے مجھ کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطاء فرمادیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو؟ تو مسجد میں آؤ۔" (ابوداؤد نے اس کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

"حیھلا" اس کے معنی ہوتے ہیں: آؤ۔"

لغات: ❖ الھوام: کیڑے مکوڑے، السباع: درندے۔ فحیلا: یہ اسم فعل ہے بمعنی امر یعنی آؤ۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابی تھے انہوں نے شکایت کی کہ مدینہ منورہ میں سانپ بچھو اور موذی جانور بہت ہیں اس لئے میں گھر پر نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

اگرچہ نابینا ہونا عذر ہے مگر حضرت ابن ام مکتوم یہ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عزیمت پر عمل کرنے کو فرمایا کہ مسجد میں ہی جماعت کے ساتھ نماز ادا کیا کریں۔ (١)

اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلی درجہ کی شرط ہے۔ اسی اہتمام کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جماعت کی نماز کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ حالت مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چلنا مشکل تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاة (باب فی التشدید فی ترک الجماعة)

راوی حدیث حضرت ابن ام مکتوم کے مختصر حالات:

کنیت ابن ام مکتوم، یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام اوجھل ہوگیا، بعض لوگوں نے ان کا نام عبداللہ اور بعض نے عمرو بتایا ہے، والد کا نام قیس تھا۔

اسلام: مکہ میں ہی مسلمان ہوئے، یہ نابینا صحابی تھے، اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب ہجرت کی اجازت ہوئی تو یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مدینہ منورہ چلے گئے (طبقات ابن سعد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موذن رہے، ان کی اذان رمضان میں اختتام سحر کا اعلان ہوتی تھی، نابینا ہونے کی وجہ سے جہاد میں زیادہ شرکت نہ کرسکے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جاتے تو ان کو ہی امامت کی نیابت کا شرف عطاء فرماتے تھے، مجموعی طور سے ان کو ١٣ مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نائب بنایا، یہ قرآن مجید کے حافظ بھی تھے، مدینہ آنے والوں کو یہ قرآن بھی سکھاتے تھے۔

وفات: خلافت فاروقی میں انتقال ہوا، علامہ واقدی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال مدینہ میں ہوا، مگر اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ان کی شہادت جنگ قادسیہ میں ہوئی ہے۔

مرویات: ان سے دو یا تین روایات منقول ہیں۔

مزید حالات کے لئے دیکھیں:

(١) اسد الغابة ٣/١٢٧ (٢) طبقات ابن سعد (٣) اصابہ ترجمہ ابن ام مکتوم (٤) تہذیب الکمال ٢٨٩ (٥) الاستیعاب۔

(١) روضة المتقين ٣/١٠٧

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جماعت سے نماز نہیں پڑھتے میں ان کے گھروں کو جلادوں

(١٠٦٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَبِحَطَبٍ فَيُحْتَطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا، ثُمَّ آمُرَرَجُلًافَيَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفُ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس

ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر نماز کا حکم دوں کہ اس کے لئے اذان دی جائے پھر میں کسی ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو مسجد میں نہیں آتے) ان کے گھروں کو جلا دوں۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖همممت: هم يهم هما (ن) ارادہ کرنا۔ فاحرق: حرق تحريقا (تفعيل) جلانا۔

تشریح: حدیث بالا سے بھی جماعت سے نماز کی تاکید معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ جماعت کی نماز بلا عذر چھوڑ دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت کی نماز کو چھوڑ دینے اور ان کو سزا دینے پر آمادہ ہیں۔ حدیث بالا سے یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ امام کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے کسی کو اپنا نائب بنا کر خود اپنی ضرورت کی وجہ سے جاسکتا ہے۔ (۱)

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل جرائم اور معاصی کے مرتکب افراد کو بغیر جرم کئے بھی پکڑا جاسکتا ہے۔ حدیث بالا سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا فرض ہے، اگر فرض نہ ہوتی تو آپ ان کو یہ سزا کی دھمکی کیوں دے رہے ہیں؟ مگر بعض علماء فرماتے ہیں جماعت کی نماز سنت موکدہ ہے استدلال حدیث بالا سے ہی کرتے ہیں کہ جماعت کے ترک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دھمکی دی ہے سزا نہیں دی، اگر فرض ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سزا بھی دیتے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاذان و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل صلاة الجماعة) و مالک فی مؤطئه ۲۹۲ و احمد ۷۳۳۲/۳ و ابوداؤد و ابن حبان ۲۰۹۶ ومصنف ابن ابی شیبة ۱۹۸۷ والدارمی ۲۹۲/۱ والبیهقی ۵۶۵۵/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۷۰۴/۱

(۲) نزہۃ المتقین

جماعت کی نماز سنن ہدی میں سے ہے

(۱۰۶۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ، حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ

الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ، يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ﴾ رَوَاهُ مُسْلِم. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ ﴿قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ﴾

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ کل کو وہ اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ مسلمان ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ ان نمازوں کی حفاظت کرے جب ان کے لئے اذان دی جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں اور یہ نمازیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔ اور اگر تم نمازیں اپنے گھر میں پڑھتے ہو تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دی تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور میں نے تو اپنے لوگوں کا یہ حال دیکھا ہے کہ نماز سے وہی منافق پیچھے رہتا جو کھلم کھلا منافق ہوتا، اگر آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے سے لایا جانا پڑتا تو وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔'' (مسلم)

اور اسی مسلم شریف کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کے طریقے سکھلائے اور ہدایت کے طریقوں میں سے اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جس میں اذان دی جاتی ہے۔''

لغات: ❖ المتخلف: تخلف تخلفا: پیچھے رہنا، خلفه تخليفًا: خلیفہ بنانا، قائم مقام بنانا۔ يهادىٰ: هادى فلانا: چلانا، هدى يهدى هداية: رہنمائی کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب دی جارہی ہے اور جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے والے کو گمراہ بتایا جارہا ہے، نیز یہ کہ منافقوں سے بھی وہ بدتر ہے کیونکہ نبی ﷺ کے زمانہ میں منافق بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کے اعمال کی دو قسمیں ہیں

لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى: ہدایت کے طریقے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال دو قسم کے ہیں: (۱) جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کے طور سے کیا ہے (۲) جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کے طور سے کئے ہیں، پہلی قسم کو فقہاء سنن ہدی کہتے ہیں اور دوسری قسم کو سنن زوائد کہتے ہیں، پھر سنن ہدی کی دو قسمیں ہیں (۱) سنن مؤکدہ اور دوسری سنن غیر مؤکدہ۔ سنن موکدہ وہ ہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو اور تاکید فرمائی ہو۔ سنن غیر مؤکدہ وہ ہیں جس پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہیں فرمائی اور نہ تاکید فرمائی ہو۔

حدیث بالا میں سنن ہدی سے مراد سنت مؤکدہ ہیں۔

كَمَا يُصَلِّيْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِيْ بَيْتِهٖ: جیسا کہ یہ پیچھے رہنے والا شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے بظاہر کسی خاص شخص کی طرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشارہ کر کے فرمایا کہ جس طرح فلاں شخص جماعت کی نماز کو چھوڑتا ہے اور وہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ تو اگر تم لوگ بھی اپنے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کردو گے تو تم بھی اس شخص کی طرح گمراہ ہوجاؤ گے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب صلاة الجماعة من سنن الهدى) و ابوداؤد والنسائی و احمد ۳٦۲۳/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳٦) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱۳/۱ء

جماعت کی نماز کو لازم پکڑو

(۱۰۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”مَامِنْ ثَلَاثَةٍ فِیْ قَرْيَةٍ وَلَابَدْوٍ لَاتُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ اِلَّاقَدِ اسْتَحْوَذَ عَلِيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، وَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ“﴾ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

ترجمہ: ”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جس بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں جن میں نماز کا اہتمام نہ ہوتا ہو تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے پس جماعت کی نماز کو لازم پکڑو۔ یقیناً بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے دور رہتی ہے۔“ (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے)

لغات: ❖ الغنم: بکری، ج: الأغنام. القاصية: بوڑھی بھیڑ، من الشاء: ریوڑ سے علیحدہ ہونے والی بکری۔

تشریح: قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ: تو شیطان ان پر مسلط ہوجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے جس بستی یا جنگل و دیہات میں جماعت نہیں ہوتی ہے تو شیطان جب چاہے آسانی کے ساتھ ان کو قابو کر لیتا ہے مگر جو اجتماعیت کے ساتھ رہتے ہیں ان میں ایک قوت و طاقت ہوتی ہے ان پر آسانی کے ساتھ کوئی غالب نہیں آسکتا۔ یہی حال شیطان کا ہے کہ وہ تنہا آدمی پر اپنا اثر جلدی ڈال دیتا ہے، بخلاف جماعت کے کہ اس پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

یہی بات (۱) حدیث بالا میں فرمائی جارہی ہے کہ جب بھی تین آدمی موجود ہوں تو وہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ترتیب بنائیں یعنی اپنے اندر اجتماعیت کو پیدا کریں ورنہ شیطان ان پر غالب آجائے گا، اور اس کی مثال یہ دی جارہی ہے کہ بھیڑیئے کو بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی مگر جب بکری الگ ہو تو اس پر وہ فوراً غالب آجاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ)، احمد ۲۱۷۶۹/۸ وابوداؤد والنسائی وابن حبان ۲۱۰۱ وھکذا فی البیھقی ۵٤/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۱۰/۳

(۱۹۲) بَابُ الْحَثِّ عَلٰی حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ فِی الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ

صبح اور عشاء کی جماعت میں حاضری کی ترغیب کا بیان

عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا گویا آدھی رات عبادت کرنا ہے

(۱۰۷۱) ﴿عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِیْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهٗ﴾ (رواہ مسلم)

وفی روایۃ الترمذی: عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهٗ قِيَامُ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَةٍ كَانَ لَهٗ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ" قال الترمذی: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جماعت سے عشاء کی نماز پڑھی تو اس نے گویا آدھی رات قیام کیا (یعنی عبادت کی) اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو اس نے گویا ساری رات نماز پڑھی۔'' (مسلم)

اور ترمذی کی روایت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عشاء کی نماز میں حاضر ہوا اس کے لئے آدھی رات کے قیام کا ثواب ہے اور جو عشاء کے ساتھ فجر کی نماز میں

بھی حاضر ہوا تو اس کے لئے پوری رات کے قیام کے برابر ثواب ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغات: ❖ الطھور: طَھَر وطَھُرَ طُھرًا وطَھُورًا وطَھَارۃً نصراور کرم سے بمعنی پاک ہونا صفت طاھر جمع اَطھار. شطر: شطر شطرًا نصر سے بمعنی چیز کو دو برابر حصوں میں کرنا اور شطُر شطارۃً کرم سے بمعنی شوخ و بیباک ہونا، چالاک ہونا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ پوری رات عبادت کرنے والے کو۔ اس حدیث میں بھی فجر اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ [1]

تخریج حدیث: رواہ مسلم کتاب المساجد (باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ) و الترمذی ابواب الصلاۃ، ومالک فی مؤطئہ ۲۹۷، واحمد ۴۰۸، وابوداؤد، و البیھقی ۱/۴۶۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۸۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۱۱۱

فجر کی نماز کی اہمیت

(۱۰۷۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِیْ الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْواً﴾ (متفق علیه)

"وَقَدْ سَبَقَ بِطُوْلِهٖ"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگ عشاء اور صبح کی نماز کی فضیلت جان لیں تو انہیں گھٹنوں کے بل بھی آنا پڑے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں۔'' (بخاری و مسلم)

یہ روایت تفصیل سے پہلے گذر چکی ہے۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "باب فضل الاذان" میں گذر چکی ہے۔ امام نووی دوبارہ اس لئے یہاں پر ذکر کر رہے ہیں کہ اس میں عشاء اور صبح کی نماز کی فضیلت کا بیان ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی (باب فضل الاذان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرۃ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز بہت بھاری ہے

(۱۰۷۳) ﴿وَعَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "لَيسَ صَلاةٌ أَثقَلَ عَلَى المُنَافِقِينَ مِنْ صَلاةِ الفَجْرِ وَالعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لاَ تَوْهُمَا وَلَوْحَبْواً﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی اور نماز نہیں اور اگر وہ ان کی فضیلت کو جان لیں تو وہ ضرور ان نمازوں میں حاضر ہوں چاہے انہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر ہی آنا پڑے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ حبوۃ: وہ کپڑا جس سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو ملا کر باندھا لیا جائے جمع حَبیً وحِبیً. إحتبیٰ إحتِباءً۔ بالثوب: کسی کپڑے میں لپٹ جانا، پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینا۔

تشریح: أَثْقَلَ عَلَى المُنَافِقِينَ: منافقین پر زیادہ بھاری ہے۔ فجر اور عشاء یہ دونوں ہی وقت ایسے ہیں جس میں عموماً آرام، استراحت اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے، خاص کر کے سردی کے ایام میں تو اس میں اور سستی ہو جاتی ہے۔ (۱)

حدیث بالا میں اس بات کی طرف ترغیب ہے کہ اے مسلمانو! فجر اور عشاء کی نماز میں سستی کر کے منافقوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ (۲)

وَ لَوْحَبْوًا: سرین کے بل آتے۔ یعنی جو شخص پیروں سے چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو یہ دونوں نمازیں اتنی فضیلت کی حامل ہیں کہ اس کے لئے اگر معذورین اور ضعیف لوگ گھسٹ کر بھی آ سکتے ہیں تو وہ آ جائیں کیونکہ یہ دونوں نمازیں بہت زیادہ فضیلت کو حامل ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب فضل العشاء فی الجماعة)، و صحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۱۱۱
(۲) نفس مصدر

(۱۹۳) بَابُ الْاَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَالنَّهْيِ الْأَكِيدِ وَالْوَعِيدِ الشَّدِيدِ فِي تَرْكِهِنَّ

فرائض کی حفاظت کرنے کا حکم اوران کے چھوڑنے کی سخت ممانعت اوراس پر سخت وعید کا بیان

صلوۃ وسطی کی اہمیت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى﴾ (سورة بقرة: ۲۳۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔''

تشریح: تمام نمازوں کا اہتمام کیا جائے مگر خاص کر کے درمیانی نماز، درمیانی نماز سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس سے ہر نماز مراد ہوسکتی ہے کیونکہ جو نماز بھی مراد لیں گے اس سے پہلے بھی دو ہوگی اور بعد میں بھی دو ہوگی۔ مگر اکثر مفسرین نے اس سے مراد عصر کی نماز لی ہے، کہ اس کے بھی ایک طرف دو نمازیں فجر اور ظہر اور اس کے بعد بھی دو نمازیں مغرب اور عشاء ہے۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے اس کی اس حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے جو غزوہ خندق کے موقعہ پر آپ ﷺ نے عصر کی نماز کو صلوۃ وسطی فرمایا تھا۔ (۲)

عصر کی نماز کی تائید اس لئے ہے کہ وہ وقت عموماً زیادہ مصروفیت کا ہوتا ہے۔

---

(۱) معارف القرآن ا/۵۸۹

(۲) بخاری کتاب الجہاد (باب الدعاء على المشركين بالهزيمة)، و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب الدليل بمن قال الصلاة الوسطى الخ)

آدمی توبہ نماز اور زکوۃ کا اہتمام کرے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (سورة توبه: ۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔''

تشریح: جب آدمی توبہ کر لے اور نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام کرے تو اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی چھوڑ دے اور انکار کردے تو اب وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا تھا اور اسوقت بھی یہی فرمایا تھا:

وَ اللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ. (۱)

ترجمہ: ''خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔'' یعنی نماز تو پڑھیں اور لیکن زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

(۱) بخاری ومسلم و هكذا فى المشكوة كتاب الزكاة (الفصل الثالث)

سب سے زیادہ فضیلت والا عمل

(۱۰۷٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَیُّ الْاَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا" قُلْتُ: ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: "بِرُّالْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ: ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے کہا پھر کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ صلاة: صلّى صلاةً: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ الله عليه: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا الفرس: گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر ہونا، صفت: مصلی. الصلاة والصلوة: دعا، نماز، تسبیح ج صلوات، المصلّٰی نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب بر الوالدین" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے دوبارہ یہاں پر ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نماز کو اپنے اصل وقت پر ادا کرنا چاہئے اس سے زیادہ تاخیر نہیں کرنا چاہئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں اتنی سستی کرنا جس سے نماز کا وقت نکل جائے تو ایسا آدمی اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کردیا جائے گا۔ حدیث بالا میں والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور جہاد کرنے کو بھی بہترین اعمال میں سے بتایا جارہا ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

(۱۰۷۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: "بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَأَقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ② نماز قائم کرنا، ③ زکوٰۃ ادا کرنا، ④ بیت اللہ کا حج کرنا، ⑤ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ صوم: الصوم: روزہ، کام سے رک جانا، روزہ دار، یہ لفظ مذکر ومونث واحد جمع سب پر بولا جاتا ہے، صام یصوم صوماً و صیاماًو اصطام: روزہ رکھنا، چلنے پھرنے بولنے کھانے پینے سے رک جانا، صفت (صائم) ج صائمون و صوام و صیام وصوم وصیم وصیام، صام الشهر: روزہ رکھنا۔ صوّمه: روزہ رکھوانا، الصائم: روزہ دار، یوم صائم: وہ دن جس میں روزہ رکھا جائے۔ ماء صائم: ٹھہرا ہوا پانی۔

تشریح: بُنِیَ الْأِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ حدیث بالا میں اسلام کو ایک عظیم الشان عمارت کے ساتھ تشبیہ دی جارہی ہے جس عمارت میں پانچ ستون ہیں، جس طرح ستون اور بنیاد کے بغیر عمارت قائم نہیں ہوسکتی اسی طرح ان پانچوں ارکان (یعنی، ① کلمہ شہادت، ② نماز، ③ زکوٰۃ، ④ حج، ⑤ رمضان کے روزے) کے بغیر اسلام کا وجود نہیں ہوسکتا، اس لئے جو شخص بھی ان پانچوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہوجائے گا اور اگر وہ ان میں غفلت اور سستی کرے تو اس کو فقہاء فاسق اور فاجر کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری کتاب الایمان (باب دعاؤکم ایمانکم)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس)، واحمد ۶۳۰۹/۲ و الترمذی ۲۶۰۹، والنسائی، وهکذا فی البیهقی ۳۶۷/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جہاد ہوگا جب تک لوگ کلمہ طیبہ کا اقرار نہ کرلیں

(۱۰۷۶) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَشْهَدُوْا

أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيمُوْا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوْا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں، نماز قائم نہ کریں، زکوٰۃ نہ ادا کریں۔ پس جب وہ یہ کام کرلیں تو وہ اپنے خون اور اپنے مال کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے مگر حقِ اسلام کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح: حدیث بالا ''باب اجراء الاحکام علی الظاهر'' میں گذر چکی ہے۔ یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ دوبارہ اس لئے ذکر فرما رہے ہیں کہ اس میں بھی نماز کے اہتمام کرنے کا ذکر ہے۔

وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ: ''ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ظاہری طور سے اس پر عمل کرتا ہے تو تب بھی اس کو مسلمان کہا جائے گا، باطن کا معاملہ اللہ جل شانہ کے سپرد ہے وہی باطن کے احوال سے واقف ہے۔ آخرت میں باطن کے اعتبار سے فیصلہ ہوگا مگر دنیا میں تو ظاہر پر فیصلہ ہوگا۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی (باب اجراء الاحکام علی الظاهر).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

دین کی دعوت آہستہ آہستہ دی جائے گی

(۱۰۷۷) ﴿وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ''إِنَّكَ تَأْتِي قَوْماً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِنْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ پس تم انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ یہ اقرار کریں کہ اللہ کے

سواء کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں (محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو ان کو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض فرمائی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کر کے ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی، اگر وہ یہ مان لیں تو تم ان کے عمدہ مالوں کے لینے سے احتراز کرنا۔ اور مظلوم کی بد دعاء سے ڈرنا، اس لئے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ رسول: صاحب کتاب و صاحب شریعت نبی جو خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچائے، پیغام رساں، قاصد، ایلچی، داعی، محرک، فرستادہ، جمع رُسُل.

تشریح: حدیث بالا "باب تحریم الظلم" حدیث نمبر ۲۱۰ پر گذر چکی ہے۔ باب کی مناسبت سے امام نووی نے اس کو دوبارہ ذکر کر دیا کہ حدیث بالا میں بھی نماز کی اہمیت اور اس کی پابندی کرنے کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الزکاۃ وکتاب المغازی، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب الدعاء الی الشھادتین و شرائع الاسلام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آدمی اور کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے

(۱۰۷۸) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی اور کفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔''

لغات: ❖ الشرک: شَرَکَ وأَشْرَکَ کا اسم، شریک، حصہ، اور اسی سے ہے "بیع شرک من دارہ" اس کے گھر کا ایک حصہ بیچا گیا جمع اشراک. الشرکۃ (مصدر) شریک کا حصہ، دو یا دو سے زائد حصوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو، اشترک القوم بکذا: باہم شریک ہونا اشرک باللہ: شریک ٹھہرانا، شرک کرنا صفت (مشرک ومشرکی)

تشریح: اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ: آدمی اور کفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔ حدیث بالا میں نماز کے چھوڑنے پر سخت وعید کا ذکر ہے، اسی وجہ سے اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ نماز کو چھوڑنے والا کافر ہو جاتا

ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ و مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز چھوڑنے والا کافر اگرچہ نہیں ہوتا مگر اس کی سزا قتل ہے۔ اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز چھوڑنے والا جیل خانہ میں ڈال دیا جائے گا جب تک وہ نماز کا اہتمام شروع نہ کردے تو احناف کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ نماز چھوڑنے والا ممکن ہے کہ کافر نہ ہو جائے، یا مطلب یہ ہے کہ نماز کو چھوڑنے والے نے کافروں والا عمل کیا ہے، جس طرح کافر نماز نہیں پڑھتا اسی طرح یہ بھی نماز نہیں پڑھ رہا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الایمان (باب اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ)، واحمد ١٥١٨٥/٥، وابوداؤدو، الترمذی، والنسائی، وابن حبان ١٤٥٣، والدارمی ٢٨٠/١، و مصنف ابن ابی شیبة ٣٤/١١، و هكذا فی البیهقی ٣٦٦/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے

(١٠٧٩) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ﴾. (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح).

ترجمہ: ''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ عہد جو ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان ہے وہ نماز ہے، پس جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔'' (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

لغات: ❖ کفر (ن) كَفْراً و كُفُراً ۔ الشيء: چھپانا، کہا جاتا ہے كفر درعه بثوبه: اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا (كَفْراً و كُفْراً و كُفُوراً و كُفْرَاناً) ایمان کی ضد بالخالق: نفی کرنا (كُفْراً و كُفُوْرًا و كُفْرَاناً) ناشکری کرنا بكذا: بیزار ہونا۔ كافر مكافرة ۔ فلاناً حقه: انکار کرنا۔ اكفر: طاعت اور ایمان کے بعد گناہ اور کفر اختیار کرنا الرجل کافر کہنا، کفر کی طرف منسوب کرنا، کافر بنانا، کفر کرنے پر مجبور کرنا۔

تشریح: اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ: ''ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے۔''

کافر ہونے کا مطلب

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان جو امن و امان کا معاہدہ ہوا ہے کہ ہم منافقوں کو قتل نہیں کریں گے یہ اس وقت تک ہے جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں گے اور جماعت کی نماز میں حاضری دیتے رہیں گے، اسلام کے ظاہری احکام پر عمل کرنے کے سبب وہ مسلمانوں کے ساتھ مشابہت رکھیں گے تو اب جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر والا

عمل کیا۔اس میں مسلمانوں کو بھی ترغیب ہے کہ وہ نماز نہ چھوڑیں، اگر نماز چھوڑ دی تو گویا وہ بھی کافر کے مشابہ ہو جائے گا۔[1]

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الایمان (باب ماجاء فی ترک الصلاۃ)، واحمد ۹/۲۲۹۹۸، وابن ماجه، وابن حبان ۱٤٥٤، ومصنف ابن ابی شیبه ۱۱/۳٤، وھکذا فی البیھقی ۳/۳٦٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ بن مصیب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۸۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۴۲۲

صحابہ نماز کا سب سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے

(۱۰۸۰) ﴿وَعَنْ شَقِيْقِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التَّابِعِيِّ الْمُتَّفَقِ عَلٰى جَلَالَتِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ"﴾

(رواه الترمذی فی کتاب الایمان بإسناد صحیح)

ترجمہ: ”حضرت شقیق بن عبداللہ تابعی جن کی بزرگی پر سب کا اتفاق ہے، فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ نماز کے سواء کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔“ (ترمذی کتاب الایمان اس کی سند صحیح ہے)

لغات: ❖ اَلْاَعْمَال: (مصدر) العمل: ارادۃ فعل کرنا والعاملیۃ: وہ جس پر عامل والی ہو، ج اعمال. العامل: کام کرنے والا، وہ شخص جو کسی کے امور مالی وغیرہ کا متولی ہو۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو شخص نماز چھوڑنے کو جائز سمجھے اور محض سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھے تو وہ کافر نہیں ہوا مگر فاسق تو ضرور ہو جائے گا۔ حدیث بالا میں نماز کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے کہ نماز کے بغیر ایک مدعی اسلام کو مسلمان نہیں سمجھا جا رہا ہے، اس لئے نماز کا حد درجہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی فی ابواب الایمان (باب ماجاء فی ترک الصلاۃ).

راوی حدیث حضرت شقیق بن عبداللہ کے مختصر حالات:

یہ آل خضرمی کے موالی ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایات کو نقل کرتے ہیں اور ان کے شاگردوں میں سے یحییٰ قطان اور وکیع وغیرہ ہیں، اکثر محدثین نے ان کو ثقہ کہا ہے، یہاں تک کہ علامہ نووی نے ان کے باعظمت ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے۔

قیامت کے دن نماز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا

(۱۰۸۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ أَوَّلَ

مَایُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلَاتُهٗ، فَاِنْ صَلَحَتْ، فَقَدْأَفْلَحَ وَ أَنْجَحَ، وَاِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْخَابَ وَخَسِرَ، فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْئًا، قَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ: اُنْظُرُوْاهَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ، فَیُکَمَّلُ مِنْهَامَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ؟ ثُمَّ یَکُوْنُ سَائِرُأَعْمَالِهٖ عَلٰی هٰذَا»

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ عمل جس کے بارے میں قیامت کے دن سب سے پہلے بندوں سے حساب لیا جائے گا ان کی نماز ہے، اگر وہ درست ہوئی تو یقیناً وہ کامیاب ہوگا اور سرخرو ہوگا اور اگر نماز خراب نکل آئی تو وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ پس اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ جل شانہ فرمائے گا دیکھو اس بندے کے نامہ اعمال میں نوافل بھی ہیں، ان نوافل کے ذریعے سے اس کے فرائض کی کمی کو پورا کردیا جائے گا، پھر اس کے سارے اعمال کا حساب اسی طریقے پر ہوگا۔''

(ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

لغات: ❖ العبد: آدمی، غلام جمع عَبِیْد، عِباد وعَبَدَة وعَبْدُوْن وأَعْبُد وعِبْدَان وعُبْدَان وعِبَّدَان وأَعْبَاد و مَعْبَدَة و عِبِدَّآء و عِبِّدیٰ وعُبُدٌوعَبُدٌ ومَعْبُوْدَآء (جمع الجمع) أَعَابِد و مَعَابِد وأَعْبِدَة.

تشریح: أَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ''سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے نماز کا حساب ہوگا۔''

سوال: ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حساب ناحق قتل کا ہوگا۔ (۱)

جواب: حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے سوال نماز کا ہوگا اور حقوق العباد میں سے سب سے پہلا سوال ناحق قتل کا ہوگا، یہی جواب ایک روایت میں بھی آتا ہے۔

أَوَّلُ مَایُحَاسَبُ الْعَبْدُ الصَّلَاةُ، وَأَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ فِی الدِّمَاءِ. (۲) سب سے پہلا حساب نماز کا ہوگا اور سب سے پہلے فیصلہ خون کے بارے میں ہوگا۔

فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِیْضَتِهٖ شَیْئًا إلخ ''اگر فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اس کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔'' علامہ قاضی ابوبکر العربی فرماتے ہیں فرائض کی کمی قیامت کے دن نوافل سے ہوجائے گی کہ اگر فرائض چھوٹ گئے مگر اس کے پاس نوافل ہیں تو نوافل اس فرض کے قائم مقام بن جائیں گے، مگر دوسرے جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اگر فرائض چھوٹ گئے تو اب ہزاروں نوافل بھی مل کر ایک فرض کے برابر نہیں ہوسکیں گے۔ ہاں اگر فرائض کے پڑھنے میں جو کمی رہ جائے گی اس کی کمی تو نوافل پورا کرسکتا ہے یہی بات مجمع الزوائد کی ایک روایت میں آتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء ان اول مایحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة)،

واحمد ۳/۹٤۹۹، وابوداؤد وابن ماجه واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) بخاری کتاب الرقاق
(۲) نسائی کتاب المحاربۃ (باب تعظیم الذم)
(۳) دیکھیں مجمع الزوائد ۱/۲۹۱

(١٩٤) بَابُ فَضْلِ الصَّفِ الْاَوَّلِ وَالْاَمْرِ بِإِتْمَامِ الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ وَتَسْوِيَتِهَا، وَالتَّرَاصِّ فِيْهَا

پہلی صف کی فضیلت، پہلی صفوں کی تکمیل اور برابر کرنے کا حکم اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم دینا

پہلے پہلی صف کو مکمل کرنا چاہیے

(۱۰۸۲) ﴿عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا"؟ فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: "يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ، وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا تم ایسی صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے سامنے بناتے ہیں؟ تو ہم نے عرض یا رسول اللہ! فرشتے کیسے اپنے رب کے پاس صفیں باندھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ پہلے پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور مضبوط دیوار کی طرح باہم مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الصفوف: صف کی جمع ہے بمعنی لائن، سطر، نماز باجماعت کی صف۔ یتراصون، دیوار میں ایک اینٹ کو دوسری اینٹ کے ساتھ ملانا۔

تشریح: حدیث بالا میں صفوں کو مکمل کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے کہ سب سے پہلے پہلی صف کو مکمل کرنا چاہیے، پھر دوسری صف کو، پھر تیسری صف کو، اسی طرح بعد والی کو قیاس کرنا چاہیے۔

وَ یَتَرَاصُّوْنَ فِی الصَّفِّ: صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یَتَرَاصُّوْنَ: یہ تراص سے ہے، دیوار میں ایک اینٹ کو دوسری اینٹ کے ساتھ ملانا۔ اسی طرح صف میں بھی اس طرح کھڑا ہونا کہ درمیان میں فاصلہ اور کوئی شگاف نہ ہو، اگر درمیان میں خلل ہو تو روایت میں آتا ہے اس میں شیطان گھس جاتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الصلاة (باب الامر بالسكون فی الصلاة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اگر لوگوں کو پہلی صف کی فضیلت معلوم ہو جائے تو آپس میں قرعہ اندازی کریں

(۱۰۸۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَافِى النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَا سْتَهَمُوْا﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر لوگ پہلی صف اور اذان کی فضیلت کو جان لیں تو پھر وہ قرعہ اندازی کے بغیر نہ پائیں تو یقیناً وہ قرعہ اندازی کریں۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الناس: جمع اناس بمعنی لوگ۔

تشریح: یہ روایت "باب فضل الاذان" میں گذر چکی ہے۔ مصنف نے دوبارہ اس لئے یہاں پر ذکر فرمایا ہے کہ اس میں بھی صف کی فضیلت کا بیان ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

مردوں کی بہتر صف پہلی صف ہے

(۱۰۸٤) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا، وَ شَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مردوں کی صفوں میں سے بہتر صف پہلی صف ہے اور سب سے بری آخری صف ہے اور عورتوں کی بہتر صفوں میں سے سب سے بہتر صف ان کی آخری صف اور سب سے بری پہلی صف ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرۃ آتی ہے الخیر: ج خیور: بھلائی، نیکی،

کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال ج اخیار و خیار: بہت نیکی والا۔

تشریح: خَیْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا: مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے کہ مردوں کو امام کے قریب ہونا چاہئے۔ جو آدمی جتنا امام کے قریب ہوگا اتنا ہی اجر وثواب میں زیادتی ہوگی۔

وَخَیْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا: عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر آخری صف ہے۔ عورتوں کی صف مردوں کی صف سے جتنی دور ہوگی اتنا ہی ان کا اجر وثواب زیادہ ہوگا۔ (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں مرد اور عورتوں کا باہمی اختلاط کتنا ناپسند سمجھا گیا ہے، مردوں کو کہا گیا کہ وہ آگے کی صف میں رہیں اور عورتوں کو کہا گیا کہ وہ آخری صفوں میں رہیں تاکہ ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ رہیں اور آپس میں بالکل اختلاط نہ ہونے پائے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف واقامتها)، واحمد ۱۰۲۹۴/۳، ابوداؤد، ومصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸۵/۲، والحمیدی ۱۰۰۰، وھکذا فی البیهقی ۹۸/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

جو صف میں مسلسل پیچھے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے کر دیتا ہے

(۱۰۸۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى فِیْ أَصْحَابِهٖ تَأَخُّراً، فَقَالَ لَهُمْ: "تَقَدَّمُوْا فَأْتَمُّوْا بِیْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، لَايَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو پیچھے صفوں میں دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آگے بڑھو اور میری اقتداء کرو اور جو تمہارے بعد کے لوگ ہیں وہ تمہاری اقتداء کریں۔ کچھ لوگ برابر پیچھے ہٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں پیچھے ہی کر دیتا ہے۔'' (جنت میں) (مسلم)

لغات: ❖ قومٌ: قوم، پبلک جمع: اقوام. قومیٌ: عوامی۔ نیشنل۔ قام یقوم (ن) قَوْمًا کھڑا ہونا، قائم ہونا، اِفعال سے کھڑا کرنا، ٹھہرنا۔ تقویم: درست کرنا۔

تشریح: محدثین حدیث پاک کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو دیکھا کہ وہ آگے کی صف

میں نہیں ہیں تو آپ ﷺ نے ان صحابہ سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور پہلی صف میں کھڑے ہو کر تم میری اقتداء کرو یعنی میرے پیچھے کھڑے ہو کر میری اقتداء کرو، اسی طرح جو لوگ تم سے پیچھے کھڑے ہوں گے وہ تمہاری اقتداء کریں گے، کیونکہ پچھلی صف کے لوگ اگلی صف کے لوگوں کی متابعت کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے جو افعال اگلی صف والے کرتے ہیں وہی افعال پچھلی صف کے لوگ کرتے ہیں، لہٰذا یہ متابعت ظاہراً ہے ورنہ حقیقت میں سب امام ہی کی متابعت کرتے ہیں۔

یُؤَخِّرَ هُمُ اللّٰهُ: ''اللہ ان کو پیچھے کر دیتا ہے۔'' کہ وہ پہلی صف سے اور علم کے حصول اور دوسرے دینی کاموں سے پیچھے رہتے ہیں تو اللہ بھی دخول جنت کے اعتبار سے ان کو پیچھے کر دیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف وإقامتها).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۱۲۰

نماز میں مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں جو عقل مند اور سمجھ دار ہوں

(۱۰۸۶) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلَاةِ وَیَقُوْلُ: ''اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، لِیَلِنِیْ مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰی، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نماز میں (صف بندی کے وقت) ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ برابر برابر ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو اس طرح تمہارے دل بھی مختلف ہو جائیں گے، تم میں سے میرے قریب وہ لوگ رہیں جو عقل مند اور سمجھ دار ہوں، پھر اس کے بعد جو اُن کے قریب ہوں اور پھر وہ جو اُن سے قریب ہوں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ قلوب: قلب کی جمع ہے بمعنی دل۔ مناکب: یہ جمع ہے منکب کی بمعنی شانہ، کندھا، نکب و نکبۃ مصیبت آفات، بلاء۔

تشریح: یَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِی الصَّلٰوةِ: ''نماز میں صف بندی کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔'' مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے کندھوں پر ہاتھ پھیر کر ان کو سیدھا فرماتے تھے تاکہ کوئی آگے پیچھے نہ رہے۔

لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ: اختلاف نہ کرو اس طرح تمہارے دل بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ صفیں بالکل سیدھی ہوں، آگے پیچھے نہ ہوں کہ کندھا کندھے کے برابر، پاؤں پاؤں کے برابر ہو، اگر ظاہر میں اختلاف ہوگا تو باطنی

طور پر دل میں بھی اختلاف ہو جائے گا جیسے کہ ظاہری اعضاء کی ٹھنڈک کا اثر باطنی اعضاء تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح صف میں ظاہری اختلاف کا اثر باطن پر یعنی دل پر بھی پہنچ جاتا ہے۔ (۱)

اسی وجہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اِخْتِلَافاً: (۲) کہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آج تم لوگوں میں اسی وجہ سے اختلاف زیادہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد جو امت میں افتراق و انتشار کی کیفیت پیدا ہوئی ہیں اس پر حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ اگر تم انتشار سے بچنا چاہتے ہو تو صفوں کو سیدھا کرو۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے باطنی اختلاف کو ختم کر دیں گے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف واقامتها)، وابوداؤد وابن ماجه، واحمد ۱۸٤٥٤/٦، والدارمی ۲۹۰/۱ وهكذا فی البيهقی ۹۷/۳، وابن حبان ۲۱۷۲، مصنف ابن أبی شيبة ۳٥۲/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو مسعود (عقبۃ بن عمرو) انصاری البدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۷۲۱

(۲) رواہ مسلم

صف کو سیدھا کرنا کمال نماز میں سے ہے

(۱۰۸۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَوُّوْا صُفُوْفَكُم، فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ﴾ (متفق عليه)

وفی رواية البخاری: "فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إقَامَةِ الصَّلَاةِ."

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اپنی صفیں سیدھی کیا کرو اس لئے کہ صفوں کو سیدھا رکھنا کمال نماز میں سے ہے۔" (بخاری و مسلم)

اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا نماز کو قائم کرنے کا ایک حصہ ہے۔

تشریح: فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلوٰةِ صفوں کو سیدھا کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک صف پوری نہ ہو تو دوسری صف نہیں بنانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ آگے کی صف خالی ہو اور پیچھے کی صف بنالی جائے۔

فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلوٰة: محدثین فرماتے ہیں قرآن مجید میں "اَقِيْمُوا الصَّلوٰةَ" نماز کو قائم کرو تعدیل ارکان، سنن و آداب اور صفوں کی رعایت کے ساتھ۔ یہی بات حدیث بالا میں "إقامة الصلوة" میں بیان کی جارہی ہے کہ

صفوں کو سیدھا کرنا یہ بھی اقیموا الصلوۃ کے حکم میں داخل ہے [1] اسی وجہ سے صفوں کو سیدھا کرنا فقہاء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو واجب بھی کہا ہے۔ علامہ ابن حزم کے نزدیک یہ فرض ہے اور اگر صف سیدھی نہ ہو تو ان کے نزدیک نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب تسویۃالصفوف عندالاقامۃ)، وصحیح مسلم کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف واقامتھا)، واحمد ۱۲۸۱٤/۳، وابوداؤد، وابن ماجہ، وابن حبان ۲۱۷۱، والدارمی ۲۸۹/۱، وھکذا فی البیھقی ۹۹/۳ و ۱۰۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۲۲/۳ وکذا فی مظاہر حق ۲۰/۱ ۷

اپنی صفوں کو سیدھا کرو

(۱۰۸۸) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: "أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا، فَإِنِّيْ أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ﴾.

رواہ البخاری بلفظہ، ومسلم بمعناہ. وفی روایۃ للبخاری: "وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَ قَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ."

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی تو آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور مل کر کھڑے ہو اس لئے کہ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔"

(بخاری ومسلم) یہ الفاظ بخاری کے ہیں جب کہ مسلم میں اسی کے ہم معنی الفاظ میں روایت ہے۔

اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے ہم میں سے ہر کوئی اپنے ساتھی کے کندھے سے اپنا کندھا اور اس کے پیر سے اپنا پیر ملاتا تھا۔

لغات: ❖ وجہ: بمعنی چہرہ اس کی جمع وجوہ آتی ہے۔ وجہ (ک) وجاھۃ بمعنی خوبصورت شکل والا ہونا، وجیہ ہونا۔ یا صاحب وجاہت ہونا۔

تشریح: أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ: "اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔" یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ ﷺ جماعت کے وقت پچھلی صفوں کے لوگوں کو بھی دیکھ لیتے تھے، باوجود یہ کہ آپ ﷺ کا منہ مبارک قبلہ کی طرف ہوتا تھا۔

تَرَاصُّوْا: ''صفوں میں مل ملکر کھڑے ہو'' مطلب یہ ہے کہ ہر نمازی کا کندھا دوسرے نمازی کے کندھے کے ساتھ ملا ہوا ہو، اسی طرح ہر ایک کا پیر دوسرے کے پیر کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے کہ دیوار بنانے کے وقت اینٹ کو اینٹ کے ساتھ ملا کر بناتے ہیں اسی طرح صفوں کو بھی سیدھا کرنے کا حکم ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب إلزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم) وصحیح مسلم کتاب الصلوۃ (باب تسویۃ الصفوف واقامتها)، واحمد ۳/ ۱۲۰۱۱، والنسائی، وابن حبان ۲۱۷۳، ومصنف بن ابی شیبة ۱/ ۳۵۱، ومصنف ابن عبد الرزاق ۲۴۲۷، وهکذا فی البیهقی ۳/ ۱۰۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

صفوں کے اختلاف سے چہرے میں اختلاف ہوجائے گا

(۱۰۸۹) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، أَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ﴾. (متفق علیه)

وفی روایةلمسلم: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا، حَتّٰى كَأَنَّمَايُسَوِّیْ بِهَا الْقِدَاحَ، حَتّٰى رَأٰى أَنَّا قَدْعَقَلْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًافَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَأٰى رَجُلاً بَادِيًاصَدْرُهُ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ: "عِبَادَ اللّٰهِ، لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یا تو تم ضرور بالضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرو، ورنہ اللہ جل شانہ تمہارے چہروں کے درمیان اختلاف پیدا فرمادے گا۔'' (بخاری ومسلم)

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے گویا آپ ﷺ ان کے ذریعے سے تیروں کو سیدھا فرمارہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ ہم آپ ﷺ کی بات کو سمجھ گئے ہیں پھر ایک اور دن آپ ﷺ تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ آپ ﷺ تکبیر کہنے کو تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بندو! یا تو تم ضرور اپنی صفیں سیدھی کرلو ورنہ اللہ جل شانہ یقیناً تمہارے چہروں کے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "باب فی الامر بالمحافظة علی السنة وآدابها" میں گزر چکی ہے۔ مصنف باب کی مناسبت سے دوبارہ لے آئے ہیں۔

لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ: "اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان اختلاف پیدا فرمادیں گے۔" مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر باہم بغض وعناد پیدا کردے گا اس کی وجہ سے تمہارے اندر انتشار وافتراق پیدا ہوجائے گا۔

دوسرا مطلب: یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارے چہرے کو گدی کی طرف پھیر کر انہیں بدل اور بگاڑ دے گا۔

كَأَنَّمَا يُسَوِّیْ بِهَا الْقِدَاحَ: "گویا کہ آپ ان کے ذریعے سے تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنے کا اس قدر اہتمام ہوتا تھا، بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ تیر کو بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاتا تھا حالانکہ عرب میں تیر کی ہمواری اور سیدھا پن اتنا مشہور تھا کہ دوسری چیزوں کے سیدھے پن کو بھی تیر سے تشبیہ دی جاتی تھی مگر یہاں مبالغۃ یہ کہا گیا کہ صفیں یہ تیروں سے بھی زیادہ سیدھی ہوتی تھیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب تسویة الصفوف عند الاقامة) و صحیح مسلم کتاب الصلاة (باب تسویة الصفوف واقامتها)، واحمد ۱۸۴۶۲/۶، وابوداؤد، والترمذی، وابن ماجه، وابن حبان ۲۱۷۵، ومصنف ابن ابی شیبة ۳۵۱/۱، و هکذا فی البیهقی ۱۰۰/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں

(۱۰۹۰) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَ مَنَاكِبَنَا وَيَقُوْلُ: "لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ" وَكَانَ يَقُوْلُ: "إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْأُوَلِ"﴾ رواه ابوداؤد بإسناد حسن.

ترجمہ: "حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ صف کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھرتے، ہمارے سینوں اور کندھوں کو ہاتھ لگاتے اور فرماتے: تم اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دل بھی مختلف ہوجائیں گے اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: بے شک اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔" (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ مناکب: یہ جمع ہے منکب کی بمعنی شانہ، کندھا، نَكَبٌ و نَكْبَةٌ مصیبت آفات، بلاء اس کی جمع نکبات آتی ہے منکوب بمعنی مصیبت زدہ، آفت رسیدہ۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک طرف صفوں کو سیدھا کرنے کی ترغیب ہے اور صفوں کو سیدھا کرنے کا بھی حکم ہے کہ اگر صفوں کو سیدھا نہ کیا جائے گا تو اس کا اثر دل پر پڑے گا اور پھر آپس میں دلوں میں اختلاف ہو جائے گا۔

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْأُوَلِ. "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔" علماء فرماتے ہیں کہ صلوۃ کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہو تو اس کے معنی رحمت کے ہوتے ہیں اور اگر فرشتوں کی طرف صلوۃ کی اضافت ہو تو اس سے مراد استغفار اور دعاء کے ہوتے ہیں اب مطلب یہ ہے کہ فرشتے پہلی صف والوں کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعاء کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد كتاب الصلاة (باب تسوية الصفوف)، واحمد ٦/٤٤ ١٨٦، وابوداؤد، وابن ماجه، ومصنف ابن ابی شيبة ٣٧٨/١، وهكذا في البيهقي ١٠٣/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

صف کے درمیان میں جگہ نہیں چھوڑنا چاہیے

(۱۰۹۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْنُوْا بِأَيْدِيْ إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ﴾ (رواه ابوداؤد بإسناد صحيح)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفوں کو سیدھا کرو اور کندھوں کو برابر رکھو اور صفوں کے درمیان خلا کو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ پر کرو اور اپنے درمیان میں شیطان کے لئے جگہ مت چھوڑو اور جو صف کو ملائے گا اللہ جل شانہ اسے ملائے گا، اور جو صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو توڑے گا۔" (ابوداؤد نے اس حدیث کو حسن اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے)

لغات: ❖ شیطان: شطنه (ن) شطناً: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا، شطن في الارض: داخل ہونا، الرجل: حق وغیرہ سے دور ہونا۔ اشطنه: دور کرنا، شَيْطَن شَيْطَنَةً وتشيطن: شیطانی فعل کرنا، الشاطن: خبیث، حق سے دور ہونے والا، جمع شياطين بمعنی: دیو، سرکش و نافرمان۔

تشریح: وَلِيْنُوْا بِأَيْدِيْ إِخْوَانِكُمْ: "بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ۔" مطلب یہ ہے کہ جو شخص صفوں کو سیدھا کرے اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے، اس پر ناراض نہ ہونا چاہیے وہ جس طرح کرنے کو کہے اس طرح کر لینا چاہیے۔

وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ: "اور جو صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ اسے توڑے گا۔" صف

ملانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے خلا اور شگاف کو باقی نہ رہنے دیا جائے۔ اسی طرح اگلی صف کو مکمل کئے بغیر دوسری صف شروع نہ کی جائے جو ایسا کرے تو ان کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوڑے جو یہ کام کرے۔ اور صف کو توڑنا یہ ہے کہ صف میں خلا کو چھوڑ دیا جائے اور اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود دوسری صف شروع کردی جائے جو ایسا کرے ان کے لئے بددعاء ہے کہ اللہ جل شانہ ان کو توڑے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤدکتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف)، واحمد ۲/۵۷۲۸، والنسائی، والحاکم ۱/۷۷٤ واسنادہ صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

شیطان صف کے درمیان میں گھستا ہے

(۱۰۹۲) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا، وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ إِنِّىْ لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ، كَأَنَّهَا الْحَذَفُ﴾. (حديث صحيح رواه أبوداؤد بإسناد على شرط مسلم)

"الحذف" بحاء مهملة وذال معجمة، مفتوحتين ثم فاء وهي: غنمٌ سودٌ صغارٌ تكون باليمن.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو ملاؤ اور صفوں میں قریب ہو کر کھڑے ہو اور اپنی گردنوں کو برابر رکھو، پس قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں شیطان کو صفوں کے درمیان گھستا ہوا دیکھتا ہوں گویا وہ بکری کا بچہ ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے، ابوداؤد نے اس کو مسلم کی شرط کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

"الحذف" حاء اور ذال دونوں پر زبر اور پھر فاء بمعنی سیاہ چھوٹی بکریاں جو یمن میں پائی جاتی ہیں۔

لغات: ❖ اعناق: عُنُق کی جمع ہے بمعنی گردن۔ عنق (تفعیل) تعنیقا: بمعنی گردن پکڑنا، اعنق فلانا: گرم جوشی سے ملنا، اعتنق و تعانق: باہم بغلگیر ہونا۔

تشریح: رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ: اپنی صفوں کو ملاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ صفوں کو بالکل برابر رکھو، آگے پیچھے بالکل نہ ہو۔

اِنِّىْ لَأَرَى الشَّيْطٰنَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ: "بے شک شیطان کو صفوں کے درمیان داخل ہوتا ہوا میں دیکھتا ہوں۔" مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا شیطان کو صفوں کے درمیان خلا میں گھستے ہوئے دیکھنا یا تو حقیقت پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معجزے کے طور پر یہ دکھایا، یا بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی اور صفوں میں خلا رکھنے سے شیطان

داخل ہوتا ہے اور پھر نمازیوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف)، واحمد ٣٧٣٧/٤، و النسائی، و ابن حبان ٢١٦٦، و هكذافي البيهقي ١٠٠/٣ واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

سب سے پہلے پہلی صف پوری کی جائے

(١٠٩٣) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ﴾ (رواه ابوداؤد بإسناد حسن)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم اگلی صف پوری کرو، اس کے بعد جو اس سے متصل ہے تا کہ جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہو۔'' (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے)

لغات: ❖ نقص: نقص (ن) نقصانا: بمعنی کم ہونا، خسارہ میں مبتلا ہونا، انقص (افعال) سے کم کرنا، انتقص (افتعال سے) کم ہوجانا۔ نقیصة بمعنی عیب جمع نقائص.

تشریح: اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ: "تم اگلی صف پوری کرو۔" یہ مضمون متعدد روایات میں آتا ہے کہ صفوں کو بنانے کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے پہلی صف کو مکمل کیا جائے، پھر دوسری صف کو، پھر تیسری صف کو، اسی طرح باقی صفوں کو۔ (۱)

فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ: جو کمی ہو وہ آخری صف میں ہو آگے کی صفوں میں کمی نہ ہو۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف)، واحمد ٥٧٢٨/٢، و ابن حبان ٢١٥٥، و هكذا في البيهقي ١٠٢/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۲۷/۳

اللہ اور اس کے فرشتے صف کے دائیں طرف والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں

(١٠٩٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ﴾ رواه ابوداؤد بإسناد على شرط مسلم، وفيه رجل مختلف في توثيقه.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے شرط مسلم کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس سند میں ایک راوی ایسا ہے اس کی توثیق میں محدثین کا اختلاف ہے۔''

لغات: ❖ ملائکۃ: یہ جمع ملک کی بمعنی فرشتہ۔ ملکی و ملائکی بمعنی فرشتہ صفت انسان، فرشتہ جیسا، معصوم۔ میامن: یہ جمع ہے میمن کی بمعنی داہنا۔ دائیں طرف جمع میامن.

تشریح: ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صف میں امام کے دائیں طرف کھڑا رہنا خواہ امام سے دور ہی کیوں نہ ہو بائیں طرف کھڑے ہونے سے خواہ امام سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو بہتر ہے، ہاں اگر صف میں بائیں طرف جگہ خالی ہو تو پھر صف کی دونوں جانب کو برابر کرنے کے پیش نظر بائیں جانب ہی کھڑا ہونا افضل ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الصف بین السواری).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، ونزہۃ المتقین وہکذا فی مظاہر حق ۱/۷۲۳

صحابہ صف کے دائیں جانب کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے

(۱۰۹۵) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم آپ ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے تاکہ آپ ﷺ اپنے چہرہ مبارک کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوں، پس ایک دن میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے رب! مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جس دن اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے گا یا (یہ فرمایا) حساب کے لئے جمع کرے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ تبعث: بعثت فیه: مبعوث ہونا، پیدا کیا ہوا، بھیجا ہوا، بعثه (ف) بعثاً وتبعاثاً: تنہا بھیجنا۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا مستحب ہے (۱) بشرطیکہ بائیں جانب جگہ خالی نہ ہو، دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ امام کا سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بھی مستحب ہے۔ (۲)

نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعاء میں آواز کو اتنا بلند کرے جس سے قریب والا سن لے یہ جائز ہے جب کہ بنیت تعلیم ہو، ورنہ افضل تو آہستہ دعاء کرنا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین (باب استحباب یمین الامام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین
(۲) روضۃ المتقین ۳/ ۱۲۸
(۳) نزہۃ المتقین

امام مقتدیوں کے درمیان میں کھڑا ہو

(۱۰۹٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "وَسِّطُوْا الْاِمَامَ وَسُدُّوْا الْخَلَلَ﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ اور صفوں کے خلا کو پر کرو۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ سدوا: سد (ن) سدا: بند کرنا، رکنا۔ سدد یسدد تسدیداً (تفعیل) سیدھا کرنا، درست کرنا، صحیح راستہ دکھانا، سدٌ بندش جمع سدود و اسداد.

تشریح: حدیث بالا سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

پہلی بات: امام کو صف کے درمیان میں کھڑا ہونا چاہئے پھر لوگوں کو درمیان سے ہی صف بنانا چاہئے۔ (۱)

دوسری بات: یہ معلوم ہوئی کہ صفوں کے درمیان میں جو خلا ہوتا ہے اس کو پر کرنا چاہئے ورنہ شیطان اس میں گھس جاتا ہے اور نمازیوں کو وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور جو اس خلا کو پر کرتا ہے اس کے لئے نبی کریم ﷺ کی دعاء ہے کہ جو خلا کو پر کرتا ہے اللہ اس کو ملاتا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب تسویۃ الصفوف)، و ھکذا فی البیہقی ۳/ ۱۰٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/ ۱۲۸

(۱۹۵) بَابُ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ مَعَ الْفَرَائِضِ وَ بَيَانِ أَقَلِّهَا وَ أَكْمَلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا

فرائض کے ساتھ سنن موکدہ کی فضیلت، اس کے کم سے کم اور اکمل اور درمیانی صورت کا بیان

بارہ سنتوں کی فضیلت

(۱۰۹۷) ﴿عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ أَبِىْ سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّىْ لِلّٰهِ تَعَالىٰ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعاً غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِى الْجَنَّةِ أَوْ: إِلَّا بُنِىَ لَهُ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما روایت نقل کرتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے فرض نمازوں کے علاوہ روزانہ بارہ رکعتیں نفل پڑھتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں (یا یہ فرمایا) اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ بيتا: بات (ض، س) بيتاً وبياتاً وبيتوتةً ومبيتاً ومباتاً. فى المكان: شب باشی کرنا فلانا و عنده: کسی کے پاس رات میں آنا۔ البيت: جمع بيوت و ابيات: گھر۔

تشریح: كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً: روزانہ بارہ رکعتیں نفل پڑھتا ہے۔ اس سے بارہ رکعتیں سنت موکدہ مراد ہے جس کی تفصیل یہ ہے، فجر میں فرض سے پہلے دو رکعت، ظہر میں فرض سے پہلے چار رکعت اور فرض کے بعد دو رکعت، عصر میں کوئی سنت مؤکدہ نہیں، مغرب میں فرض کے بعد دو رکعت، عشاء میں فرض کے بعد دو رکعت۔ یہ مجموعہ بارہ ہوگا۔ اس کے اہتمام کرنے پر حدیث بالا میں جنت میں گھر کا وعدہ ہے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبيان عددهن). واحمد ۱۰/۲٦۸۳۷، وابوداؤد، وابن حبان ۲٤٥۱، والنسائى، وابن ماجه.

راویہ حدیث حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کے مختصر حالات:

نام: رملہ، ام حبیبہ کنیت، والد کا نام ابوسفیان، والدہ کا نام صفیہ بنت العاص تھا جو حضرت عثمان کی حقیقی پھوپھی تھیں، حضرت ام حبیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ (اصابہ ۸/۸۴)

پہلا نکاح: پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ (اصابہ)

اسلام: اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں، حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر شوہر حبشہ جاکر عیسائی ہوگئے۔ اسی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

دوسرا نکاح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، نجاشی نے خود نکاح پڑھایا اور مہر بھی خود ادا کیا، اس وقت ان کی عمر ۳۶ یا ۳۷ سال تھی۔

حدیث پر بہت اہتمام سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔

وفات: اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں ۴۴ھ میں انتقال ہوا اور مدینہ میں مدفون ہوئیں، اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

وفات کے وقت انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کو بلایا اور کہا مجھ کو معاف کردینا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ معاف کردیا تو بولیں تم نے مجھ کو خوش کیا خدا تم کو خوش کردے۔ (اصابہ)

مرویات: ان سے ۶۵ احادیث مروی ہیں۔

ظہر سے پہلے آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھتے تھے

(۱۰۹۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت جمعہ کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کی نماز کے بعد پڑھی۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ العشاء: العَشاء بفتح العین بمعنی رات کا کھانا۔ اور بکسر العین بمعنی عشاء کی نماز اور اسے صلوة العتمة بھی کہتے ہیں۔

تشریح: ظہر سے پہلے دو رکعت سنت ہے یا چار رکعتیں؟

رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ: دو رکعت ظہر سے پہلے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے مگر احناف کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں۔ حدیث بالا میں ''رکعتین'' کا لفظ جو استعمال ہوا ہے اس سلسلہ میں بعض محدثین جن میں ملا علی قاری بھی ہیں فرماتے ہیں کہ رکعتین بمعنی تثنیہ اس کا اطلاق چار پر بھی ہوتا ہے، اور جب کہ بعض دوسری روایات میں صراحۃً ظہر سے

پہلے چار رکعت کا ذکر بھی آتا ہے تو رکعتین سے چار رکعت مراد لینا زیادہ اچھا ہے۔

بعض دوسرے محدثین فرماتے ہیں کہ ظہر کی چار سنتیں تو آپ ﷺ گھر میں ادا فرماتے تھے اور حدیث بالا میں جو دو رکعت کا ذکر ہے اس سے مراد تحیۃ المسجد ہے۔

حدیث بالا میں فجر سے پہلے دو رکعت کا ذکر نہیں، مگر دوسری کئی روایات میں اس کا ذکر آتا ہے بلکہ حسن بصری رحمہ اللہ اور بعض احناف کے نزدیک اس کی اہمیت دوسری سنتوں کے مقابلہ میں زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کو واجب کہتے ہیں۔

جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں

رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ: دو رکعت جمعہ کے بعد۔ جمعہ کے بعد کی سنتوں میں ائمہ کے نزدیک اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ واحمد کے نزدیک جمعہ کے بعد دو رکعتیں سنت ہے جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک چھ رکعتیں سنت ہیں جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تھا۔ (۱)

اگر جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھ لی جائے تو سب کی احادیث پر عمل ہو جائے گا یعنی جس میں دو کا ذکر آتا ہے یا چار کا ذکر آتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ (۲)

مشائخ کا عمل چھ رکعتوں پر رہا ہے، انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے دو رکعتیں اور پھر چار رکعتیں پڑھنا بہتر ہے۔

تخریج حدیث: صحیح البخاری کتاب التہجد (باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب السنن الراتبۃقبل الفرائض وبعدھن)، والامام مالک فی موطئہ ٤٠٠، واحمد ٢/٤٥٠٦، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن حبان ٢٤٥٤، ومصنف ابن عبد الرزاق ٤٨١١ وھکذا فی البیھقی ٢/٤٨١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) حضرت علی کا عمل اور ابن عمر کا عمل ترمذی میں ہے اور ابن مسعود کا عمل زوائد الہیثمی ۲/۱۹۵ میں ہے۔

(۲) غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری (لعلامہ ابراہیم حلبی) ص: ۳۸۹

ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے

(۱۰۹۹) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَيْنَ

كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلاةٌ" قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: "لِمَنْ شَاءَ﴾
(متفق عليه)

"اَلْمُرَادُ بِالْاَذَانَيْنِ: اَلْاَذَانُ وَ الْاِقَامَةُ."

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: ہردواذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دواذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دواذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری مرتبہ میں آپ ﷺ نے ارشادفرمایا جو پڑھنا چاہے۔'' (بخاری ومسلم)

دواذانوں سے مراداذان اورتکبیر ہے۔

لغات: ❖ اذانین: اذان کی تثنیہ ہے بمعنی اعلام، اعلان۔ أذن باب سمع سے اجازت دینا، اور افعال سے اعلان کرنا۔ اور باب تفعیل سے بمعنی اذان دینا۔

تشریح: دواذانوں سے کیا مراد ہے؟

بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلوةٌ: دواذانوں کے درمیان میں نماز ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اذانوں سے مراداذان اور تکبیر ہے۔ یعنی اذان اور تکبیر کے درمیانی وقفے میں دورکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ نماز غیر راتبہ یعنی مستحب ہے، مگر فجر کی اذان کے بعد اور مغرب کی اذان کے بعد احناف کے نزدیک کوئی نفل نماز نہیں ہے۔

تخريج حديث: صحيح بخارى كتاب الاذان (باب بين كل أذانين صلاة لمن شاء)، و صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب بين كل أذانين صلاة)، واحمد ٧/٢٠٥٦٧، وابوداؤد، و الترمذى، والنسائى، وابن ماجه، و هكذا فى البيهقى ٢/٤٧٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (١٦٨) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(١٩٦) بَابُ تَأْكِيدِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الصُّبْحِ

صبح کی دورکعت سنت کی تاکید کا بیان

آپ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتوں کا بہت اہتمام فرماتے تھے

(١١٠٠) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ أَرْبَعًاقَبْلَ الظُّهْرِ

رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں اور صبح (فجر) سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الغداة: صبح، فجر اور طلوع آفتاب کا درمیان۔ دن کا ابتدائی حصہ (جمع) غدوات کہا جاتا ہے ''هوا بن عداتین'' یعنی وہ دو دن کا ہے۔

تشریح: لَا یَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ: ''چار رکعتیں ظہر سے پہلے کی آپ ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔'' اس سے ایک طرف تو احناف کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ ظہر سے پہلے دو نہیں بلکہ چار رکعتیں ہیں۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ یہ چاروں رکعتیں سنت موکدہ ہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ ان پر مداومت فرماتے تھے۔

رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ: دو رکعتیں فجر سے پہلے کی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ فجر کی سنتوں کے بارے میں متعدد احادیث میں تاکید آئی ہے، اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سنتوں میں سے سب سے زیادہ موکدہ یہی سنتیں ہیں حتیٰ کہ حضرت حسن بصری اور بعض حنفیہ کے نزدیک یہ واجب ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاة (باب الرکعتین قبل الظهر)، أبوداؤد، و النسائی.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

فجر سے پہلے دو سنتوں کو آپ ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے

(۱۱۰۱) ﴿وَعَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) کا جتنا خیال رکھتے تھے اتنا کسی اور نفلی نماز کا خیال نہیں رکھتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تعاهداً: تعاهد و تعهَّد و اعتهد۔ الشيء حفاظت کرنا دیکھ بھال کرنا، عہد کی تجدید کرنا۔ عهد یہ سمع سے عهداً بمعنی دیکھ بھال کرنا۔ عهدٌ وفاداری جمع عهود آتی ہے۔

تشریح: اَشَدَّتَعَاهُدًامِنْهُ عَلٰی رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: ''فجر کی دو رکعتوں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔'' علامہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں اتنی زیادہ اہم ہیں کہ آپ ﷺ کسی بھی حال میں خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں، اس کو پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ اسی وجہ سے فقہاء فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے فجر کی سنتوں کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب تعاهدر کعتی الفجر) وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر) واحمد ۹/۲۴۳۲۵، وابوداؤد، وابن حبان ۲۴۵۶، و هکذافی البیهقی ۲/۴۷۰۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱/۷۶۳

فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں

(۱۱۰۲) ﴿وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا"﴾

(رواہ مسلم)

وفی روایۃ: "لَهُمَا أَحَبُّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعاً."

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعتیں دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔" (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

لغات: ❖ احب: اسم تفضیل کا صیغہ ہے، حبه (ض) حُباً وحِباً ۔الشیء: رغبت کرنا۔ حبّ (س) حبُبَ (ك) ۔الیہ: محبوب ہونا۔ احب له: محبت کرنا، یہ حب سے زیادہ مستعمل ہے۔ صفت فاعلی (مُحِبٌّ) ہے اور صفت مفعولی (محبوب و مُحَبٌّ) ہے۔

تشریح: خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا: "فجر کی دو رکعتیں دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔" مطلب یہ ہے کہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ہی اللہ کے راستے میں خرچ کر دی جائیں تب بھی فجر کی سنتیں اس سے افضل ہوں گی۔

سنت مؤکدہ کی ترتیب: علماء نے سنت موکدہ میں ترتیب اس طرح قائم فرمائی ہے سب سے زیادہ موکد سنتیں فجر کی ہیں، پھر مغرب کی دو سنتیں، اس کے بعد ظہر کے بعد کی دو سنتیں، پھر عشاء کے فرض کے بعد کی دو سنتیں اور پھر ان سب کے بعد ظہر کی فرض نماز سے پہلے کی چار سنتیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر)، واحمد ۹/۲۴۲۹۶، والترمذی، والنسائی، وابن حبان ۲۴۵۸، ومصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۲۴۱، وھکذا فی البیهقی ۲/۴۷۰۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

طلوع فجر کے بعد آپ ﷺ فجر کی سنتیں پڑھتے تھے

(۱۱۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُؤَذِّنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہٗ أَتَی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُؤْذِنَہٗ بِصَلَاۃِ الْغَدَاۃِ فَشَغَلَتْ عَائِشَۃُ بِلَالاً بِأَمْرٍ سَأَلَتْہُ عَنْہُ، حَتّٰی أَصْبَحَ جِدًّا فَقَامَ بِلَالٌ فَآذَنَہٗ بِالصَّلَاۃِ وَتَابَعَ أَذَانَہٗ فَلَمْ یَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰی بِالنَّاسِ، فَأَخْبَرَہٗ أَنَّ عَائِشَۃَ شَغَلَتْہُ بِأَمْرٍ سَأَلَتْہُ عَنْہُ حَتّٰی أَصْبَحَ جِداً، وَأَنَّہٗ أَبْطَأَ عَلَیْہِ بِالْخُرُوْجِ، فَقَالَ. یَعْنِی النَّبِیَّ. "إِنِّیْ کُنْتُ رَکَعْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ" فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ إِنَّکَ أَصْبَحْتَ جِدًّا! قَالَ: "لَوْ أَصْبَحْتُ أَکْثَرَ مِمَّا أَصْبَحْتُ لَرَکَعْتُھُمَا وَ أَحْسَنْتُھُمَا، وَ أَجْمَلْتُھُمَا"﴾ (رواہ ابوداؤد باسناد حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ موذن رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال کو مشغول کرلیا کہ ان سے کسی بات کو پوچھنا شروع کردیا، یہاں تک کہ صبح زیادہ روشن ہوگئی، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی اور کئی بار اطلاع دی لیکن آپ ﷺ جلدی نماز کے لئے نہیں نکلے۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی تو حضرت بلال نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں کسی بات کے دریافت کرنے میں مشغول کردیا تھا جس سے صبح زیادہ روشن ہوگئی تھی اور آپ ﷺ نے بھی باہر نکلنے میں تاخیر فرمادی۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) پڑھ رہا تھا۔ پس حضرت بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے تو بالکل ہی صبح کردی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس سے بھی زیادہ صبح ہوجاتی تب بھی میں دو سنتیں پڑھتا اور خوب اچھے اور بہترین طریقے سے پڑھتا۔'' (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے)

لغات: ❖ لیؤذنہ: اذن ایذاناً۔ فلانا الامر و بالامر: جتلانا، آگاہ کرنا۔ اذن (سمع) اذنا، بمعنی اجازت دینا۔ باب تفعیل سے مشہور و معروف ہے اسی سے مؤذن ہے۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں بھی فجر کی دوسنتوں کی اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ جتنی بھی دیر ہوجائے وقت باقی ہے تو اس میں سنتیں ضرور پڑھی جائیں گی، اس کی ادائیگی میں سستی نہیں کی جاسکتی۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب رکعتی الفجر)، واحمد ۹/۲۳۹٦٦۔

راوی حدیث حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح کے مختصر حالات:

نام: بلال، ابوعبداللہ کنیت، والد رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ یہ حبشی غلام تھے لیکن یہ مکہ میں پیدا ہوئے۔ بنی جمح ان کے آقا تھے (اسد الغابہ ۱/۲۰٦) حضرت بلال ظاہری صورت کے لحاظ سے سیاہ فام حبشی تھے۔

اسلام: ابتداء اسلام میں ہی یہ مسلمان ہوگئے تھے، اس پر ان پر بہت آزمائش آئی، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے، ان سب کے باوجود اسلام پر جمے رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کردیا، مکہ سے ہجرت کرنے کا جب حکم ملا تو ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے اور اسلام کے سب سے پہلے موذن بنے، کیونکہ ان کی آواز نہایت بلند و بالا اور دلکش تھی۔ ان کی غیر موجودگی میں ابومحذورہ یا حضرت ابن ام مکتوم اذان دیتے تھے۔

تمام ہی غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملک شام تشریف لے گئے۔ اخلاق میں اعلیٰ درجہ کے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "أَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَأَعْتَقَ سَيِّدَنَا" یعنی ابوبکر جو ہمارے سردار ہیں انہوں نے سردار بلال کو آزاد کیا ہے (مستدرک حاکم ۳/۲۸۴)

وفات: ۲۰ھ میں جب کہ عمر کم وبیش ساٹھ برس کی تھی دمشق میں انتقال ہوا اور وہاں ہی باب الصغیر کے قریب میں مدفون ہوئے۔

مرویات: ان سے ۴۴ احادیث منقول ہیں ایک میں بخاری ومسلم دونوں متفق ہیں۔ دو مسلم میں اور ایک بخاری میں منفرد ہے۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

"(۱) اسد الغابہ ۱/۲۰٦ (۲) طبقات ابن سعد (۳) تاریخ طبری (۴) اصابۃ تذکرۃ بلال (۵) مستدرک حاکم ۳/۲۸۳۔"

---

(۱) نزہۃ المتقین

(۱۹۷) بَابُ تَخْفِيْفِ رَكْعَتِي الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يُقْرَأُ فِيْهِمَا وَ بَيَانِ وَقْتِهِمَا

فجر کی دو رکعتوں کو تخفیف کے ساتھ ادا کرنا نیز یہ کہ ان میں کیا پڑھا جائے اور ان کے وقت کا بیان

فجر کی سنتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختصر پڑھتے تھے

(۱۱۰٤) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ

بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِ قَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ﴾ (متفق عليه)

وفي رواية لهما: يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجرِ إِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ فَيُخَفِفُهُمَا حَتَّى أَقُوْلَ: هَلْ قَرَأَ فِيْهِمَا بِأمِّ الْقُرْآنِ.

وَ فِيْ رواية لمسلم: كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ إِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِفُهُمَا.

وفي رواية: إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز کے وقت اذان اور تکبیر کے درمیان دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو سنتیں ادا فرماتے تو آپ ﷺ اس کو اتنا مختصر اور ہلکی پڑھتے کہ میں یہ (خیال) کرتی کہ آپ ﷺ نے ان رکعتوں میں سورت فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں۔

اور مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب اذان کی آواز سنتے تو فجر کی سنتیں ادا کرتے اور ہلکی پڑھتے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب فجر طلوع ہوجاتا۔

لغات: ❖ خفيفتين: الخفيفة کی تثنیہ، ہلکی، مختصری، الخفيف: ہلکا، پھرتیلا۔ بام القرآن: سورة الفاتحة، الام: کسی چیز کی اصل، ماں ج: أُمَّهات، وأُمَّات، اور بقول بعض: امهات انسان کے لئے اور امات بہائم کے لئے۔ طلع: طلع (ن) طلوعاً ومَطْلَعاً ومَطْلِعاً۔ الكوكب ونحوه: نکلنا۔

تشریح: كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ: ''فجر کی سنتیں مختصر پڑھتے تھے۔'' یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ مجھ کو یہ شک ہونے لگتا تھا کہ آپ ﷺ نے اس میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں۔ اسی وجہ سے جمہور فقہاء کے نزدیک فجر کی سنت کو ہلکی پڑھنا مستحب ہے، اسی وجہ سے احناف کی معتبر کتاب البحر الرائق میں بھی فجر کی سنتوں کو ہلکی پڑھنا مستحب لکھا ہے۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الصلاة (باب مايقرأ فى ركعتى الفجر)، وصحيح مسلم كتاب صلوة المسافرين (باب استحباب ركعتى سنة الفجر).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

فجر کی سنتیں آپ ﷺ ہلکی پڑھتے تھے

(۱۱۰۵) ﴿وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَاأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ﴾ (متفق عليه)

وفي رواية لمسلم: "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاطَلَعَ صَلَّى الْفَجْرَلَايُصَلِّيْ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ"

ترجمہ: "حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب موذن صبح کے لئے اذان دیتا اور صبح روشن ہوجاتی تو ہلکی سی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔" (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب فجر طلوع ہوجاتی تو مختصر سی دو رکعتوں کے علاوہ کچھ نہ پڑھتے تھے۔ (مسلم)

لغات: ❖ بدا الصبح: بدأ (ن) بُدُوْأً وبَدْءاً وبَدْواً وبِدَائَةً: ظاہر ہونا، صفت، بادٍ ج: بادون وبدیً و بدیٰ۔ له في الامر: خیال سوجھنا۔ رکعتین: یہ تثنیہ ہے رکعت کی، رکع (ف) رَكْعاً و رُكُوْعاً: سر جھکانا، پشت خم کرنا۔ الی الله: اللہ کے سامنے پست ہونا۔

تشریح: وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْن: جب صبح روشن ہوجاتی تو ہلکی سی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے: كَانَ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ. (۱)

"کہ آپ ﷺ ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے تھے اذان اور اقامت کے درمیان۔"

اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ یہ سنتیں طلوع فجر کے بعد پڑھنی چاہئیں اگر اس سے پہلے پڑھ لی تو وقت کے شروع ہونے کے بعد دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ (۲)

نیز حدیث بالا سے بھی یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ فجر کی سنتیں اختصار سے پڑھنا چاہئے۔

تخريج حديث: صحيح بخاري كتاب الصلاة كتاب الاذان (باب الاذان بعد الفجر) وصحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب استحباب ركعتي سنة الفجر)، والترمذي، والنسائي، و هكذا في ابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۲۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ النسائی

(۲) روضۃ المتقین ۳/۱۳۵

آپ ﷺ فجر کی فرض سے پہلے دو سنتیں پڑھتے تھے

(۱۱۰۶) ﴿وعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوْتِرُبِرَكْعَةٍ مِنْ آخِرِاللَّيْلِ، وَيُصَلِّيْ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَكَأَنَّ الْاَذَانَ بِأُذُنَيْهِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رات کو نماز تہجد دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت کا اضافہ کر کے اس کو طاق بناتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت (سنت) پڑھتے (اور یہ اتنی جلدی پڑھتے) کہ گویا کہ آپ ﷺ کے کانوں میں تکبیر کی آواز آ رہی ہے۔“

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یوتر: وَتَرَ يَتِرُ وِتْراً وتِرةً ۔ القوم: جفت کو طاق کر دینا۔ فلانا: گھبرا دینا، ستانا، الوتر والوتر: جوڑ، طاق، بدلہ، بدلہ لینے میں ظلم جمع اوتار۔

تشریح: يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى: نماز تہجد دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے، اسی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کے نزدیک تہجد کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔

وَيُوْتِرُ رَكْعَةً مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ: "اور رات کے آخری حصے میں ایک رکعت پڑھ کر وتر بنا لیتے تھے۔" مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ دو دو رکعت تہجد پڑھتے اور جب محسوس فرماتے ہیں کہ اب فجر ہونے والی ہے تو اب ان دو رکعت کے ساتھ ایک اور رکعت پڑھ کر تین رکعت وتر بنا دیتے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کے لئے بہتر یہ ہے کہ تہجد کے آخر میں پڑھی جائے، اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو سونے سے پہلے ہی پڑھ لینا چاہئے۔

وَكَأَنَّ الْاَذَانَ بِأُذُنَيْهِ: ”گویا کہ تکبیر آپ ﷺ کے کانوں میں ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ فجر کی سنتیں آپ ﷺ اتنی سرعت سے پڑھتے کہ جیسے اذان کی آواز آپ ﷺ کے کانوں میں آ رہی ہے اور آپ ﷺ فجر کی سنتیں اذان ہونے کے ساتھ پڑھ لیتے تھے اور ہلکی سی پڑھتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الوتر (باب ساعات الوتر) وصحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل)، والترمذى، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) طحاوی (۲) روضۃ المتقین ۱۳۵/۳

فجر کی سنتوں کی قرأت

(۱۱۰۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فِي الْأُوْلٰى مِنْهُمَا: "قُوْلُوْآ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآأُنْزِلَ إِلَيْنَا" الآية التى فى الْبَقَرَةِ، وَ فِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا: "آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

وفى رواية: فِي الْآخِرَةِ الَّتِيْ فِيْ آلِ عِمْرَانَ: "تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَاوَبَيْنَكُمْ" رواهما مسلم.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں آیت: قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا إلخ پڑھتے جو سورۃ بقرہ میں ہے اور دوسری رکعت میں: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّامُسْلِمُوْنَ.'' (یعنی آیت فَلَمَّا أَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَقَالَ مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ).

ایک اور روایت میں ہے دوسری رکعت میں آل عمران کی یہ آیت: تَعَالَوْاإِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ. پڑھتے تھے، یہ دونوں روایتیں مسلم میں ہیں۔

لغات: ❖ الاولی: پہلی، مؤنث ہے الاول کی ج أُوَل، أُوْلَيَات، آل (ن) اولا ومآلا ۔ اليه: لوٹنا، مائل ہونا، اور اوّل تاویل باب تفعیل سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: وَكَانَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: آپ ﷺ فجر کی دونوں رکعتوں میں یہ آیات پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ بقرہ کی یہ آیت پڑھتے تھے:

قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآأُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ. (۱)

ترجمہ: ''اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔''

دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ آل عمران کی یہ آیت پڑھتے تھے:

فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. (۲)

ترجمہ: ''مگر جب حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے ان کا کفر محسوس کیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیئے کہ ہم تابعدار ہیں۔'' اور کبھی دوسری رکعت میں مذکورہ بالا آیت کے بجائے یہ آیت پڑھتے تھے:

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَاوَبَيْنَكُمْ اَلَّانَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئاً وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. (۳)

ترجمہ: ''آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ، جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نہ اس کے لئے کسی کو شریک بنائیں، نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب بنالیں، پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔''

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب استحباب ركعتي سنة الفجر)، وأبو داؤد، والنسائي، و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ بقرہ آیت ۱۳۶

(۲) سورۃ آل عمران آیت ۵۲

(۳) سورۃ آل عمران آیت ۶۴

فجر کی سنتوں میں آپ ﷺ سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھتے تھے

(۱۱۰۸) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِىْ رَكْعَتِىِ الْفَجْرِ "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" وَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دوسنتوں میں یہ سورتیں پڑھتے تھے "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ." '' (مسلم)

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ پہلی رکعت میں "قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" کی سورت پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھتے تھے۔ یہ بات واضح رہے کہ بعض خاص نمازوں میں جو خاص سورتوں کا پڑھنا ماثور ہے اس کے بارے میں ابن نجیم فرماتے ہیں کہ اکثر اس پر عمل کرنا چاہئے لیکن کبھی کبھار اس کو چھوڑ بھی دینا چاہئے تا کہ

دوسری سورتوں کا چھوڑنا لازم نہ آئے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب رکعتی سنة الفجر)، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرۃ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) البحر الرائق باب صفۃ الصلاۃ

فجر کی سنتوں میں سورۃ الکافرون اورسورۃ الاخلاص پڑھنا بہتر ہے

(۱۱۰۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْراً وَكَانَ يَقْرَأُفِى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" و "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ"﴾

رواه الترمذی وقال حدیث حسن.

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک مہینے تک فجر کی سنتوں میں قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھتے ہوئے دیکھا۔‘‘

(ترمذی اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ رمقت: رمقه (ن) رمقا: دیر تک دیکھنا۔ ہ بالشیء: کسی کی آخری سانس کو کسی چیز کے ذریعے بچالینا۔ شھرًا: مہینہ جمع شھور، اشھر آتی ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی بتایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ نے پورے ایک ماہ تک فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں "قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع میں امت کو بھی اکثر فجر کی سنتوں میں یہ سورتیں پڑھنا چاہئے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصلاة (باب ماجاء فی تخفیف رکعتی الفجر)، و احمد ۲/۵۶۹۵، والنسائی، وابن ماجه، ومصنف ابن عبدالرزاق ۴۷۹۰، وابن حبان ۲۴۵۹، و مصنف ابن ابی شیبة ۲/۲۴۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱۹۸) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْاِضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتِي الْفَجْرِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ أَمْ لَا

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنے کا استحباب اور اس کی ترغیب کا بیان خواہ اس نے تہجد کی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو

آپ ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد کچھ دیر استراحت فرماتے

(۱۱۱۰) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی دوسنتیں ادا فرمالیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ اضطجع: ضجع (ف) ضجعاً وضجوعاً وانضجع واضجع واضطجع: پہلو کے بل لیٹنا۔ باب افتعال سے بھی استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: فجر کی سنتوں کے بعد استراحت میں ائمہ کا اختلاف

اِضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ: جب آپ ﷺ فجر کی سنتیں ادا کرلیتے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ فجر کی سنتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس میں کئی مذاہب ہیں۔ (۱)

پہلا مذہب: احناف اور جمہور فقہاء کے نزدیک آپ ﷺ کا یہ آرام کرنا سنن عادیہ میں سے تھا سنن تشریعیہ میں سے نہیں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز وغیرہ کی وجہ سے جو تھکاوٹ ہوجاتی تھی اس کو دور فرمانے کے لئے کچھ دیر آپ ﷺ لیٹ جاتے تھے، اگر کوئی اس طرح عمل کرنا چاہے تو اس کو ثواب ملے گا۔

دوسرا مذہب: امام شافعی وغیرہ کے نزدیک یہ آرام کرنا سنت تشریعی میں سے ہے کہ ہر حال میں آرام کرنا چاہئے خواہ تھکاوٹ ہو یا نہ ہو، ثواب ملے گا۔

تیسرا مذہب: ابن حزم اور بعض دوسرے اہل ظواہر کے نزدیک یہ واجب ہے، مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک یہ عمل مستحب تو رہا ہے مگر بطور سنت اس پر عمل کرنے کا اہتمام نہیں رہا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التھجد (باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر)، واحمد ۹/۲۵۰۶۳، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، والدارمی، وابن حبان ۲٤٦۷، وھکذافی البیھقی ۳/٤٤۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) معارف السنن میں اقوال نقل کئے ہیں ۴/۶۸ تا ۷۰
(۲) معارف السنن ۴/۶۸

فجر کی سنتوں کے بعد آپ ﷺ داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے

(۱۱۱۱) ﴿وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ مَابَيْنَ اَنْ يُفْرَغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَاسَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ، هٰكَذَاحَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ﴾ (رواہ مسلم)

قولها: "يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ" ھکذاھوفی مسلم ومعناہ: بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے فراغت سے پہلے فجر تک کے درمیانی وقفے میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے، ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے، پھر آخر میں ایک رکعت کا اضافہ فرما کر اس کو طاق بنا دیتے۔ پس جب موذن فجر کی نماز کی اذان دے کر خاموش ہوجاتا اور فجر آپ ﷺ کے سامنے ظاہر ہوجاتی اور موذن نماز فجر کی اطلاع دینے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ کھڑے ہوکر دو رکعت مختصر سی ادا فرماتے، پھر آپ ﷺ اپنی داہنی کروٹ پر اس طرح لیٹ جاتے یہاں تک کہ موذن آپ ﷺ کے پاس اقامتِ نماز کی اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوتا۔“ (مسلم)

يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ. مسلم میں الفاظ اسی طرح کے ہیں۔ اس کے معنی ہوتے ہیں ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے۔

لغات: ❖ شقه: الشق: جانب، کنارہ، انسان کی ایک جانب جس چیز کی طرف تمہاری نظر ہو۔ ہر چیز کا آدھا، مشقت۔ شق (ن) شقاً ومشقة۔ الامر: دشوار ہونا۔

تشریح: اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً: ”آپ ﷺ گیارہ رکعت پڑھتے تھے“ (عموما) علماء فرماتے ہیں کہ عموماً تہجد کی آٹھ رکعات پڑھتے تھے اور پھر تین رکعات وتر، تو یہ گیارہ رکعات ہوگئی۔

وَ تبيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ: جب صبح روشن ہوجاتی تو آپ ﷺ دو رکعت سنتیں ہلکی سی پڑھتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ سنتیں فجر کی فجر کے وقت کے داخل ہونے کے بعد پڑھی جائیں گی، دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی سنتیں مختصر اور ہلکی پڑھنا مستحب ہے، ضروری نہیں، اگر کوئی لمبی پڑھے تو ناجائز نہیں ہوگا۔

فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے کی وجہ

اِضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ: ''آپ ﷺ سنتوں کے بعد تھوڑی دیر داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔'' یہ تھوڑی دیر لیٹنا احناف کے نزدیک رات کی عبادت کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے ہوتا تھا تاکہ فرض پوری چستی اور بشاشت کے ساتھ ادا ہوں لہٰذا مستحب یہ ہے کہ جو شخص رات میں عبادت میں مشغول رہے اس کے لئے فجر کی سنتیں پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے بغرض آرام کچھ دیر لیٹ جانا مستحب ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم)، واحمد ۹/۲۴۵۱۵، وابوداؤد، والنسائی.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ وہکذا مظاہر حق ۱/۶۷۷

سنت فجر کے بعد چاہے تو دائیں جانب لیٹ جائے

(۱۱۱۲) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِيْنِهِ﴾.

"رواه ابوداؤد والترمذی بأسانید صحیحة، قال الترمذی: حدیث حسن صحیح"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر کی دو سنتیں پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنی دائیں جانب پر لیٹ جائے۔'' (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح: حدیث بالا میں بھی فجر کی سنتوں کے بعد آرام کرنے کا ذکر ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِىْ وَ إِلَّا اِضْطَجَعَ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تب اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے بات چیت فرماتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ ﷺ بھی لیٹ جاتے تھے۔''

اس سے یہ معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد آپ ﷺ کا یہ آرام کرنا مستقل عادت نہیں تھی کبھی آرام بھی فرماتے اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات بھی فرماتے تو معلوم ہوا کہ یہ سنت مقصودہ نہیں ہے۔ (۱)

اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا نیند سے وضوء نہیں ٹوٹتا تھا، اگر اب کوئی لیٹا اور اس کو نیند آگئی تو دوبارہ وضوء کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح یہ آپ ﷺ کا لیٹنا گھر میں ہوتا تھا مسجد میں آکر لیٹنے کا معمول نہیں تھا۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الاضطجاع بعد رکعتی الفجر)، وسنن الترمذی ایضًا، واحمد ۹۳۷۹/۳، وابن حبان ۲٤٦۸، وھکذا فی البیھقی ٤٥/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) اعلاء السنن ۲۲/۷

(۱۹۹) بَابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ

ظہر کی سنتوں کا بیان

آپ ﷺ ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے

(۱۱۱۳) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَكْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَیْنِ بَعْدَهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح: ظہر سے پہلے کتنی سنت موکدہ ہیں؟

ظہر سے پہلے کتنی رکعتیں سنت موکدہ ہیں اس میں فقہاء کے کئی مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: احناف، امام مالک اور ایک روایت میں امام شافعی کا کہ چار رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔

پہلا مذہب: احناف، امام مالک اور ایک روایت میں امام شافعی کا کہ چار رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔

دوسرا مذہب: امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول اور امام احمد کہ دو رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ حدیث بالا سے دوسرے مذہب والے استدلال کرتے ہیں۔

پہلے مذہب والے اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حدیث بالا میں جس نماز کا ذکر ہے وہ زوال کے دو نفل ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ زوال کے ختم ہونے کے فوری بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں جو دو رکعتوں کا ذکر ہے یہ ظہر کی سنتیں نہیں ہے بلکہ یہ تحیۃ المسجد تھی، سنتیں تو آپ ﷺ گھر سے پڑھ کر تشریف لاتے تھے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری و صحیح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ظہر سے پہلے آپ ﷺ چار رکعت کا بہت اہتمام فرماتے تھے

(۱۱۱٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايَدَعُ أَرْبَعاًقَبْلَ الظُّهْرِ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ لایدع وَدَعَ یَدَعُ (ف) چھوڑنا، وَدُعَ (ن) وَداعۃً، الرجل: مطمئن ہونا۔

تشریح: لَا یَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ: ''آپ ﷺ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنا کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔'' یہی مذہب ہے جمہور فقہاء کا اور امام ابوحنیفہ کا کہ ظہر سے پہلے چار سنتیں موکدہ ہیں۔ مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے حافظ ابن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ سے ظہر سے پہلے دو اور چار رکعتیں دونوں ہی ثابت ہیں، البتہ چار رکعتوں کی روایات زیادہ ہیں اور دو رکعتوں والی کم۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب الرکعتین قبل الظهر).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف السنن ۴/۱۰۵

آپ ﷺ سنن گھر میں پڑھتے تھے

(۱۱۱۵) ﴿وَعَنْهَاقَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِأَرْبَعاً، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَيصلّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت نقل کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر گھر تشریف لے آتے اور پھر دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے، پھر میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا فرماتے، اور آپ ﷺ صحابہ کرام کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے تھے۔''

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن اور نوافل آدمی گھر میں ہی پڑھے، یہی بہتر اور مستحب ہے۔ البتہ اگر گھر میں مشغول ہوجانے کا اندیشہ ہو تو پھر مسجد میں ہی پڑھ لی جائیں جیسے کہ آج کل سستی اور مشغولیت کا غلبہ ہے، لیکن جس شخص کو اعتماد ہو کہ گھر جا کر سنتیں فوت نہیں ہوں گی تو اس کے لئے آج بھی گھر میں ہی سنتیں پڑھنا افضل ہوگا۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب جواز النافلة قائماً وقاعداً) واحمد ۹/۲٤۰۷٤، و ابوداؤد، والترمذی، وابن حبان ۲٤۷۵۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ظہر سے پہلے چار رکعت کی وجہ سے اللہ جہنم کی آگ حرام فرمادے گا

(۱۱۱٦) ﴿وَعَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ﴾

(رواه ابوداؤد والترمذی و قال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعتوں کی اور ظہر کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کرے گا تو اللہ جل شانہ اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔'' (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ حرم: حرمه (ض) وحرمه (س) حِرماً وحَرِيماً وحِرْماناً وحَرِماً وحِرْمَةً وحَرِيمةً ۔ الشيء: منع کرنا، روکنا، محروم کرنا، صفت: مفعولی (محروم).

تشریح: اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ: "چار رکعتیں ظہر سے پہلے۔" احناف کے مذہب میں ظہر سے پہلے چار ہی رکعات سنت موکدہ ہیں، اس کا اہتمام ضروری ہے۔

وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا: "چار رکعتیں فرض کے بعد بھی۔" بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ فرض کے بعد جو دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں اس کے علاوہ چار رکعات کا جو اہتمام کرے گا اس کو حدیث بالا کی فضیلت حاصل ہوگی کہ اس پر جہنم کی آگ حرام ہوجائے گی۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ ان چار میں دو سنت موکدہ بھی شامل ہیں کہ دو سنت موکدہ کے علاوہ دو رکعات مزید پڑھ لے تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہوجائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد ابواب صلاة السفر (باب الاربع قبل الظهر وبعدها)، وسنن الترمذی و النسائي، والحاكم ۱۱۷۵/۱، وهكذا في ابن ماجه و اسناده جيد.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ (رملہ بنت ابی سفیان) رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

زوال کے بعد چار رکعات پڑھنے کی فضیلت

(۱۱۱۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّيْ أَرْبَعاً بَعْدَأَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: "إِنَّهَاسَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے سورج ڈھلنے کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پس میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میں میرے نیک اعمال اوپر چڑھیں۔"

لغات: ❖ الساعة: ساعة: گھنٹہ، گھڑی، لحہ: جمع اس کی ساعات آتی ہے۔ يصعد: صعد يصعد صعدًا (ف) بمعنی چڑھنا، بلند ہونا۔ مزید وغیرہ سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: كَانَ يُصَلِّيْ أَرْبَعاً بَعْدَأَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ: آپ ﷺ ظہر سے پہلے سورج ڈھلنے کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ یہ چار رکعات کون سی ہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ وہی چار رکعات سنت موکدہ ہیں جو ظہر کی نماز سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، مگر بعض کے نزدیک یہ چار رکعات ظہر کی سنت موکدہ کے علاوہ ہیں جو زوال کے ہونے

کے بعد آپ ﷺ پڑھا کرتے تھے، اکثر علماء نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ زوال کے بعد جو شخص چار رکعات پڑھے گا تو اللہ جل شانہ اس کے لئے آسمان کے تمام دروازے کھول دیتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء فی الصلاۃ عندالزوال)، واحمد ۹/ ۲۳۶۱۰، وابوداؤد، وابن ماجه.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، کنیت ابوعبدالرحمن مخزومی قریشی ہیں، ان سے مکہ والوں نے قرأت سیکھی ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے، انہوں نے حضرت ابی بن کعب سے قرآن سیکھا تھا۔

وفات: ان کا انتقال حضرت عبداللہ بن زبیر کے قتال کے زمانے میں ہوا۔

مرویات: ان سے کل سات روایات مروی ہیں، اس میں سے مسلم میں ایک روایت ہے، بخاری میں کوئی نہیں اور باقی احادیث دوسری کتب احادیث میں ہے۔

(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح وہکذا فی مظاہر حق ۱/ ۷۶۵

ظہر کی چار رکعات اگر پہلے نہ پڑھ سکے

(۱۱۱۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعاً قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا﴾ (رواه الترمذی و قال: حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں نہ پڑھی ہوتیں تو آپ ﷺ ظہر کے فرض کے بعد پڑھتے تھے۔“ (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ قبل: پہلے، قبل، قبل المیعاد: قبل از وقت۔ اور قبل یہ اسمائے ظروف میں سے ہے، یہ کبھی مبنی علی الضم ہوتا ہے جبکہ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوتا ہے۔

تشریح: كَانَ إِذَالَمْ يُصَلِّ أَرْبَعاقَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا: اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں پہلے نہ پڑھی ہوتیں تو آپ ﷺ اس کو فرض کے بعد پڑھتے تھے۔ اس سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوا کہ ظہر سے پہلے چار رکعات سنت موکدہ ہیں، دوسرا یہ کہ جب پہلے نہ پڑھی جاسکے تو اب فرض کے بعد ان کی ادائیگی کی جائے۔

ظہر کی چار رکعات رہ جائیں تو ان کے ادا کرنے کا طریقہ

ظہر کی چار رکعات رہ جائیں تو کس طرح ادا کریں گے اس میں احناف کے دو قول ہیں۔

پہلا قول: امام محمد بن حسن کا ہے، ان کے نزدیک پہلے یہ چار رکعات، پھر اس کے بعد دو رکعات پڑھی جائیں گے۔
دوسرا قول: پہلے دو رکعات، پھر چار رکعات پڑھی جائے، یہی قول مفتی بہ ہے، یہی بات حضرت عائشہ کے قول سے بھی مفہوم ہوتی ہے:

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَاتَتْهُ الْاَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهَا بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ. (۱)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ سے پہلے کی چار رکعات فوت ہو جاتیں تو پھر اس کو دو سنت ظہر کے بعد پڑھتے تھے۔"

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصلاة (باب ماجاء فی الرکعتین بعدالظهر)، وابن ماجه واسناده حسن.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سنن ابن ماجہ ص: ۸۰ باب من فاتتہ الاربع قبل الظہر۔

(۲۰۰) بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ
عصر کی سنتوں کا بیان

عصر کے فرض سے پہلے آپ ﷺ چار رکعات پڑھا کرتے تھے

(۱۱۱۹) ﴿عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ، يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ﴾. (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عصر کے فرض سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور ان کے درمیان (دو رکعات کے بعد) ملائکہ مقربین اور ان کی تابعداری کرنے والے مسلمان اور مؤمنوں پر سلام پھیرنے کے ساتھ جدائی کرتے۔" (پھر دو رکعت پڑھتے)

تشریح: يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ الخ: "چار رکعات کے درمیان میں ملائکہ مقربین اور ان کی تابعداری کرنے والے مسلمانوں اور مؤمنوں پر سلام پھیرنے کے ساتھ منفصل فرماتے تھے۔" محدثین کے نزدیک حدیث بالا

میں "بالتسلیم" سے مراد سلام پھیرنا نہیں ہے کہ دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے تھے، بلکہ مراد تشہد ہے، کیونکہ تشہد میں یہ الفاظ آتے ہیں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ" یہ چار رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی احناف کے نزدیک، البتہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دو دو کر کے پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء فی الاربع قبل العصر) واحمد ۱/۶۵۰ و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عصر سے پہلے چار رکعات پڑھنے والے پر اللہ رحم فرماتے ہیں

(۱۱۲۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعاً"﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعات ادا کرتا ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)۔

لغات: ❖ رحم: (س) رحمًا ورحمةً: بمعنی رحم کرنا، رقت قلب، دل کا نرم ہونا، رحم دل ہونا، ترحم (تفعل) سے رحم کرنا اسی سے ہے الرحیم اللہ رب العزت کی صفت۔

تشریح: رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعاً: "اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعات پڑھتا ہے" حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان چار رکعات کی کوئی معین فضیلت بیان کرنے کے بجائے مطلق رحمت کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ وہ بیان میں آ ہی نہیں سکتا۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الصلاۃ قبل العصر)، وسنن الترمذی، و احمد ۵۹۸۷/۲، وابن حبان ۲۴۵۳، و ھکذا فی البیھقی ۴۷۳/۲ و اسنادہ حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) درس ترمذی ۱۹۴/۲

عصر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں

(۱۱۲۱) ﴿وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ﴾ (رواه أبو داؤد بإسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عصر کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے تھے۔'' (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

تشریح: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ: ''آپ ﷺ عصر کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے تھے۔'' عصر کی سنتوں کے بارے میں کئی روایات ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ چار رکعت پڑھتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں عصر کی سنتیں غیر موکدہ ہیں، اس لئے نمازی کو اختیار ہے کہ چاہے وہ دو پڑھے یا چار رکعت پڑھے، تاہم افضل اور بہتر تو یہی ہے کہ چار رکعات ایک ہی سلام سے پڑھی جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاة (باب الصلاة قبل العصر) واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۰۱) بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

مغرب سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

﴿تَقَدَّمَ فِي هٰذِهِ الْأَبْوَابِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ وَحَدِيثُ عَائِشَةَ، وَهُمَا صَحِيحَانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ﴾

ترجمہ: ''گذشتہ ابواب میں حضرت عمر اور حضرت عائشہ کی صحیح حدیثیں گذر چکی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز مغرب کے بعد دو رکعت سنتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔''

عصر کے بعد نفل

(۱۱۲۲) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ" قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: "لِمَنْ شَاءَ﴾ (رواه البخاري)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو۔ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا: جو چاہے پڑھے۔'' (بخاری)

تشریح: قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ: ''ارشاد فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو'' احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عصر کے بعد مغرب سے پہلے آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں اور متعدد احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے میں کئی مذاہب میں منع فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے لئے تو جائز تھا، مگر امت کے لئے کیا حکم ہے؟

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا ہے، ان کے نزدیک عصر کے بعد نفل پڑھنا امت کے لئے مکروہ ہے۔

دوسرا مذہب: امام شافعی اور امام احمد کا ہے، ان کے نزدیک امت کے لئے بھی دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب الصلاة قبل المغرب)، واحمد ۲۰۵۷۵/۷، وابو داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۶۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف السنن ۱۳۲/۲

مغرب سے پہلے صحابہ دو رکعت پڑھتے تھے

(۱۱۲۳) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْرَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَالْمَغْرِبِ﴾ (رواه البخاري)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے۔'' (تاکہ دو رکعت پڑھ لیں) (بخاری)

لغات: ❖ يبتدرون: إبتدر يبتدر إبتدارًا باب افعال سے جلدی کرنا۔ بدر: (نصر) بدوراً وبدراً بمعنی جلدی کرنا، دوڑنا۔ بدرٌ: مہ کامل جمع بدورٌ.

تشریح: کیا صحابہ مغرب سے پہلے نفل پڑھتے تھے؟

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ان بڑے صحابہ کے نام ذکر نہیں کیے گئے جب کہ خلفاء راشدین کے بارے میں آتا ہے کہ دو رکعت کو آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص سمجھتے تھے اور امت کے لئے جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے جب کسی کو مغرب سے پہلے نفل پڑھتے دیکھتے تو پٹائی کرتے تھے۔ اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صحابہ کو معلوم بھی تھا کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب الصلاۃ الی الاسطوانۃ)، واحمد ۱۳۹۸۵/٤، والدارمی ۳۳٦/۱، وابن حبان ۲٤۸۹، والنسائی، وھکذافی البیھقی ٤۷٥/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۷٦۹/۱

(۲) شرح معانی الاثار ۲۱۳/۱، ۲۱۴

مغرب سے پہلے دو رکعت کا نبی نے حکم بھی نہیں دیا اور منع بھی نہیں فرمایا

(۱۱۲٤) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّىْ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِيْلَ: أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّاهُمَا؟ قَالَ: كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں غروب شمس کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ ﷺ نے بھی یہ پڑھی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ ہمیں یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ہمیں نہ حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ینھنا: نھاہ ینھاہ نھیا۔ عن کذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر ناھی صفت مونث ناھیۃ اور جس سے منع کریں اس کو منھی عنہ کہتے ہیں اور النھیۃ، النھی (مصدر) عند النحاۃ: کسی سے ترک فعل کو طلب کرنا اور اس کا حرف کلمہ لا ہے۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے سامنے یہ دو رکعات پڑھا کرتے تھے مگر آپ ﷺ نے ہم کو اس سے منع نہیں فرمایا اس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیث تقریری کہتے ہیں کہ نبی کے سامنے کوئی عمل کیا جائے وہ منع نہ کرے تو یہ بھی عمل جائز ہوتا ہے۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ ابتداء یہ نماز جائز تھی مگر بعد میں اس کا پڑھنا چھوڑ دیا گیا لہٰذا اب اس کا پڑھنا مکروہ ہوگا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب رکعتین قبل صلاۃالمغرب).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

مغرب کی نماز سے پہلے لوگ جلدی جلدی دو رکعت پڑھ لیتے تھے

(۱۱۲۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلاةِ الْمَغْرِبِ، اِبْتَدَرُوْا السَّوَارِيَ، فَرَكَعُوْا رَكْعَتَيْنِ، حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيْبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْصُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِمَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ہم مدینے میں تھے کہ موذن نے مغرب کی نماز کے لئے اذان دی تو لوگوں نے ستونوں کی طرف جلدی کی اور دو رکعتیں ادا کیں۔ یہاں تک کہ کوئی اجنبی آدمی مسجد میں آتا تو ان دو رکعت پڑھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے وہ گمان کرتا کہ فرض نماز پڑھی جاچکی ہے اور لوگ بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ کثرۃ: کثر (ک) کثرۃ و کثارۃ: بہت ہونا، صفت: کثرٌو کثیرو کثارٌو کاثرٌ، کثر (ن) کثراً۔ الرجل: کثرت میں غالب ہونا، کثرۃ: زیادہ کرنا۔ اکثرہ: بہتات، زیادتی، الکثیر: بمعنی بہت۔

تشریح: مغرب سے پہلے نفل پڑھ سکتے ہیں بعض شرطوں کے ساتھ

اس حدیث کے بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عموماً مغرب کی نماز جلدی پڑھاتے تھے۔ اگر یہ دو رکعات پڑھی جائے گی تو جماعت میں تاخیر ہوگی اس لئے یہ دو رکعت پڑھنا صحیح نہیں۔ (۱)

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے بعض لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہو کہ مغرب کی اذان کے فوری بعد جلدی جلدی سے دو رکعت پڑھ لی ہو جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بالا میں نقل فرمارہے ہیں۔

علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو رکعت مغرب سے پہلے روایات کے لحاظ سے جائز ہے مگر اس کا ترک بہتر اور افضل ہے دو وجوہ سے:

1. اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوگی،
2. اکثر صحابہ یہ دو رکعات نہیں پڑھتے تھے۔

البتہ اگر کوئی آج بھی پڑھے تو وہ قابل ملامت نہیں ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب رکعتین قبل صلاۃ المغرب).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ

(۲) مفہوم معارف السنن ۲/۱۴۵، ۱۴۶

(۲۰۲) بَابُ سُنَّةِ الْعِشَاءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا
عشاء کی نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

عشاء کے بعد آپ ﷺ دو رکعت سنت پڑھتے تھے

﴿فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَحَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: "بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ"﴾ (متفق عليه كما سبق)

ترجمہ: ''اس باب میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعت (سنت) پڑھیں۔ اور دوسری عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ہر تکبیر اور اذان کے درمیان نماز ہے۔'' (بخاری و مسلم جیسے کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے)

تشریح: پہلی روایت: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت "باب فضل السنن الراتبة مع الفرائض وبيان اقلها الخ" میں گذر چکی ہے۔ اسی طرح دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی "باب السنن الراتبة مع الفرائض وبيان اقلها واكملها" میں گذر چکی ہے۔ ان دونوں روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کے فرض کے بعد دو سنت پڑھنی چاہئے جو کہ سنت موکدہ ہیں۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۰۳) بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ
جمعہ کی سنتوں کا بیان

جمعہ کی نماز کے بعد آپ دو رکعت پڑھتے تھے

﴿فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''اس میں ایک تو (حضرت عبداللہ) ابن عمر کی حدیث ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح: رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ: جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعات سنت ہیں۔

جمعہ سے پہلے کتنی سنتیں ہیں؟

اکثر ائمہ جن میں احناف بھی ہیں چار رکعات سنت کے قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے دو رکعتیں سنت ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے کوئی سنت نماز نہیں ہے۔

جمعہ کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء کے کئی مذاہب ہیں:

1. امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دو رکعتیں مسنون ہیں۔
2. امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار رکعتیں مسنون ہیں۔
3. صاحبین کے نزدیک چھ رکعتیں مسنون ہیں۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات پڑھنا چاہیے

(۱۱۲٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعاً﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے بعد چار رکعات (سنت) پڑھے۔''

لغات: ❖ احد: بمعنی واحد، اکیلا، منفرد، یکتا، اس کی جمع آحاد آتی ہے، اور اس کی اضافت ضمیر منصوب وغیرہ کی طرف ہوتی ہے: جیسے احدکم.

تشریح:

امام ابوحنیفہ کا مذہب اور ان کی دلیل

حدیث بالا یہ امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ اس میں چار رکعت کا ذکر ہے۔ اسی طرح دوسری روایت ابوہریرہ کی بھی آتی

ہے: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعاً۔ (۱)

ترجمہ: ''جو تم میں سے جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ چار رکعات پڑھے۔'' اسی طرح عبداللہ بن مسعود کا عمل بھی تھا۔

اِنْ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعاً وَبَعْدَهَا اَرْبَعاً۔ (۲)

ترجمہ'': کہ جمعہ سے پہلے چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھا کرتے تھے۔''

صاحبین کی دلیل

صاحبین کا استدلال حضرت عطاء کی روایت سے ہے جس میں آتا ہے۔

قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ اَرْبَعاً۔ (۳)

ترجمہ: ''کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بعد پھر چار رکعات پڑھی۔''

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بھی چھ رکعات کا نقل کیا گیا ہے (۴) اگر چھ رکعات پڑھ لی جائے تو تمام ہی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اس لئے اس کو مشائخ نے پسند فرمایا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب الصلاة بعد الجمعة)، واحمد ۳/۱۰۴۹۱، وابوداؤد، والنسائی، وابن حبان ۲۴۷۷، وهكذا فی البيهقی ۳/۲۳۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ الترمذی

(۲) ترمذی ۱/۹۵ باب فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ وبعدھا

(۳) مجمع الزوائد ۲/۱۹۵

(۴) ایضاً

جمعہ کے بعد آپ ﷺ گھر آکر دو رکعت پڑھتے تھے

(۱۱۲۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَايُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے بعد (مسجد میں) کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہاں سے واپس آتے اور اپنے گھر میں دو رکعت ادا فرماتے۔''

(مسلم)

لغات: ❖ ینصرف: انصرف (انفعال) انصرافا بمعنی لوٹنا، واپس ہونا، صرف (ض) صرفا بمعنی خرچ کرنا، تصریف باب تفعیل سے بمعنی گھمانا، پھرانا۔

تشریح: فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ: اپنے گھر میں آکر دو رکعت پڑھا کرتے تھے جمعہ کی نماز کے بعد آپ ﷺ سے دو رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے چار رکعات بھی اور چھ رکعات بھی اگر چھ رکعات پڑھ لی جائے تو اس میں تمام روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ اسی پر احناف کا فتویٰ بھی ہے۔ اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ پہلے دو رکعات پڑھے اور پھر چار رکعات پڑھے۔ اگر عکس بھی کرتا ہے تب بھی جائز ہے انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے پہلے قول کو پسند فرمایا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب الصلاة بعدالجمعة)، والترمذی، وابن ماجه، وهكذا فی ابن حبان ۲۴۷۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۰۴) بَابُ اِسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي الْبَيْتِ سَوَاءٌ الرَّاتِبَةُ وَغَيْرُهَا، وَ الْاَمْرِ بِالتَّحْوِيْلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْفَرِيْضَةِ أَوِ الْفَصْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

نوافل کا گھر میں پڑھنا مستحب ہے، خواہ وہ سنت موکدہ ہو یا غیر موکدہ، نیز نفلوں کیلئے فرض والی جگہ کو بدلنا یا فرض اور نفل کے درمیان بات کے ذریعہ فصل کرنے کا بیان

گھر پر نماز نفل پڑھنے کی ترغیب

(۱۱۲۸) ﴿عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگوں اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اس لئے کہ مرد کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے علاوہ فرض کے۔''

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ بیته: بات (ض، س) بیتاً وبیاتاً وبیتوتةً ومبیتاً ومباتاً. فی المکان: شب باشی کرنا۔ فلاناً وعنده: کسی

کے پاس رات میں آنا۔ البیت: جمع بیوت و أبیات: گھر۔

تشریح: اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ صَلٰوۃُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ: "مرد کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے۔" فرض کے علاوہ۔ سنت خواہ موکدہ ہو یا غیر موکدہ گھر میں ہی پڑھنا افضل ہے کیونکہ گھر میں سنتیں پڑھنے والا ریاء اور نمائش سے دور ہوتا ہے اور اس میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور اس سے گھر میں اللہ کی رحمت کا نزول بھی ہوتا ہے۔ گھر میں نوافل کا پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی مسجد میں پڑھے تو مکروہ نہیں ہوگی اختلاف صرف افضلیت کا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب صلاۃ اللیل)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ)، واحمد ۲۱۶۳۸/۸، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن حبان ۲۴۹۱، وھکذا فی البیھقی ۱۰۹/۳۔

راوی حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: زید، ابوسعید ابوخارجہ، ابوعبد الرحمٰن کنیت۔ مقری، فرضی، کاتب الوحی، حبر الامت القاب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق تھا۔ والد کا انتقال چھ سال کی عمر میں ہوگیا۔

اسلام: گیارہ سال کی عمر میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ ۱۷ سورتوں کے حافظ تھے۔ ابھی ان کی عمر ۱۳ سال کی تھی کہ غزوہ بدر کا معرکہ آگیا۔ ان کی تمنی بھی شرکت کی تھی مگر چھوٹے ہونے کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔ غزوہ خندق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئے اور ان کو اسمیں تیر بھی لگا لیکن جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی لکھنے کا کام کئی صحابہ سے لیا ان میں زید بن ثابت کا نام نہایت ممتاز ہے۔

نہایت ہی ذکی اور عقل مند تھے، ۵ھ میں آپ نے فرمایا: کہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں عبرانی زبان میں ہوتے ہیں یہودیوں پر اطمینان نہیں ہے تو انہوں نے صرف ۱۵ دن میں عبرانی اور سریانی زبان سیکھ لی (مسند احمد ۱۸۶/۵)

فقہ میں وہ امام تھے، گویا کہ خلفاء راشدین اور امیر معاویہ کے زمانہ میں وہ مفتی اعظم تھے۔ کہتے ہیں کہ جو فتویٰ انہوں نے دیئے اگر اس کو جمع کر دیا جائے مدینہ کے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (اعلام الموقعین)

وفات: ۴۵ھ میں ۵۵ یا ۵۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ان کے انتقال پر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: آج حبر الامۃ اٹھ گیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دیکھو علم اس طرح جاتا ہے۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۹۲ ہے اس میں ۵ متفق علیہ ہیں۔

نماز کا کچھ حصہ (نفل) گھر میں پڑھنا چاہیئے

(۱۱۲۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِجْعَلُوْا مِنْ صَلَاتِکُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نمازوں میں سے کچھ اپنے گھروں کے لئے کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قبورا: القبر کی جمع ہے بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن، ض) قبراً ومقبراً. المیت: میت کو دفن کرنا، أقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا۔

تشریح: وَلَاتَتَّخِذُوْهَاقُبُوْراً: '' گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔'' اس کے دو مطلب ہیں:

پہلا مطلب: جس گھر میں نماز کا اہتمام نہیں ہوتا وہ گھر قبرستان کی طرح ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی تو اسی طرح اس گھر میں بھی نماز نہیں پڑھی جارہی ہے۔

دوسرا مطلب: کہ گھروں میں اپنے مردوں کو مت دفناؤ مردوں کو تو قبرستان میں ہی دفناؤ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب کراھیة الصلاۃ فی المقابر)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب صلاۃ النافلة فی بیته)، وابوداؤد، وابن ماجه، واحمد ۲/۴۶۵۳، و مالک فی موطئه ۴۰۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نماز کی برکت سے گھر پر اللہ کی طرف سے برکت نازل ہوتی ہے

(۱۱۳۰) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَاقَضَى أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ فِيْ مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيْباًمِنْ صَلَاتِهِ فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْراً"﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز مسجد میں ادا کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز میں سے کچھ اپنے گھر والوں کے لئے بھی کرے اس لئے کہ اللہ جل شانہ اس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی سے خیر و برکت عطا فرمائے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ ''اخیر'' کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث اخیرۃ آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا۔

تشریح: فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْراً: ''اس لئے کہ اللہ جل شانہ اس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی کی وجہ سے خیر و برکت عطاء فرماتے ہیں۔'' حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ آدمی گھر میں بھی نوافل اور سنن پڑھے تا کہ گھر میں

برکت نازل ہو۔ علماء فرماتے ہیں یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہوگا جو فرض کی ادائیگی کے بعد گھر جائیں۔ اور اگر کوئی گھر میں نہ جائے یا اعتکاف وغیرہ میں ہو تو اس کے لئے تو مسجد میں ہی نوافل کا پڑھنا ہے۔ آپ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ فرض نماز کے ادا کرنے کے بعد سنن اور نوافل گھر میں ادا فرماتے تھے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب صلاۃ النافلة فی بیته)، واحمد ۱۱۵٦۷، وابن ماجه، وابن حبان ۲٤۹۰، وهکذا فی البیهقی ۱۸۹/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

فرض نماز کے فوری بعد اسی جگہ پر سنتیں نہیں پڑھنا چاہئے

(۱۱۳۱) ﴿وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ، قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ: إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتَّى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَا نُصَلِّيَ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتَّى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیر نے ان کو سائب بن اخت نمر کی طرف ایک بات کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا جو حضرت معاویہ نے ان کی طرف سے ان کی نماز میں دیکھی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے حضرت معاویہ کے ساتھ حجرے میں نماز جمعہ پڑھی ہے۔ پس جب امام نے سلام پھیرا تو میں اپنے فرض والی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور سنتیں پڑھیں۔ پھر جب حضرت معاویہ گھر تشریف لے گئے تو میری طرف پیغام بھجوایا اور فرمایا: کہ تم نے جو کیا ہے آئندہ نہ کرنا، جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو اس کے ساتھ کوئی اور نماز مت ملاؤ یہاں تک کہ گفتگو کر لو یا وہاں سے نکل جاؤ۔ (جگہ بدل لو) کہ ہم ایک نماز کو کسی دوسری نماز سے ساتھ نہ ملائیں یہاں تک کہ کسی سے بات کر لیں یا وہاں سے نکل جائیں۔“ (مسلم)

لغات: ❖ نعم: کلمہ ایجاب ہے اور اس میں چار لغت اور ہیں: نَعِم ونِعِم ونَعَام ونَعَم، اور یہ چار معانی میں آتا ہے:

❶ خبر کے بعد واقع ہو تو حرف تصدیق ہے۔ جیسے قائم زیدٌ کے جواب میں نعم ہو تو اس کے معنی قائم کے ہوں گے،

❷ امر و نہی کے بعد واقع ہو تو حرف وعد ہوگا۔ جیسے: إضرب زیداً کے جواب میں نعم اعدک بضربه کے معنی میں ہوگا،

۳ اور استفہام کے بعد واقع ہو تو حرف اعلام ہوگا۔ جیسے أقام زيدٌ کے جواب میں نعم أعلمك بقيامه کے معنی میں ہوگا،

۴ اور جب صدر کلام میں واقع ہو تو فائدہ تاکید کا ہوتا ہے جیسے: نعم إن ربي قادرٌ.

تشریح: فِيْ الْمَقْصُوْرَةِ: مقصورۃ سے مراد مسجد کے کونے وغیرہ میں کوئی مخصوص کمرہ وغیرہ ہو جو بعض لوگوں کے لئے بنایا گیا ہو اس کو کہتے ہیں۔

فَلا تُصَلِّهَا بِصَلاةٍ: ''نماز فرض کے بعد دوسری نماز نہ ملاؤ'' بات کرلو یا وہاں سے نکل جاؤ یا جگہ بدل لو۔ یعنی فرض نماز کے فوری بعد سنتیں اسی جگہ نہیں شروع کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کو اس کے فرض اور سنتوں کے درمیان فرق کرنا آسان ہو جائے۔ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ابھی فرض ہی پڑھ رہا ہے اگر کچھ وقفہ کرلیا یا جگہ بدل لی تو اب یہ شبہ نہیں رہے گا۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الجمعة (باب الصلاة بعد الجمعة)، وهكذا في ابى داؤد.

راوی حدیث حضرت عمر بن عطاء کے مختصر حالات:

نام: عمر، والد کا نام عطاء، یہ تابعی ہیں، سچے اور صدوق ہیں۔ ان کی احادیث محدثین کے نزدیک معتبر ہے۔ مسلم شریف اور ابوداؤد میں ان کی روایات موجود ہیں۔

---

(٢٠٥) بَابُ الْحَثِّ عَلٰى صَلاةِ الْوِتْرِ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُنَّةٌ مُتَأَكِّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِهٖ

نماز وتر کی ترغیب اور اس بات کا بیان کہ وہ سنت موکدہ ہے اور اس کے وقت کا بیان

وتر فرض نماز کی طرح لازم نہیں

(١١٣٢) ﴿عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلاتِكُمُ الْمَكْتُوْبَةِ، وَلٰكِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ فَأَوْتِرُوْا يَاأَهْلَ الْقُرْآنِ"﴾ (رواه ابو داؤد و الترمذی قال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نماز وتر فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے مقرر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے پس اے اہل قرآن! تم وتر پڑھو (ابوداؤد، ترمذی، اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ الوتر: وتر يتر وتراً وترة۔ القوم: جفت کو طاق کردینا۔ فلانا: گھبرا دینا، ستانا، الوَتْر و الوِتْر. جوڑ، طاق، بدلہ،

بدلہ لینے میں ظلم جمع أوتار.

تشریح: اَلْوِتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلٰوتِكُمُ الْمَكْتُوبَةِ: "نماز وتر فرض نماز کی طرح لازمی نہیں ہے۔"

وتر واجب ہے یا سنت؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے: اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا. (۲)

ترجمہ: "وتر حق ہے اور جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" اسی طرح حدیث بالا کے آخر میں آتا ہے: فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ "اے اہل قرآن (مؤمنین) وتر پڑھو۔" امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح سے احادیث میں متعدد مقام پر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، اس کے مقابل صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وتر کی نماز سنت موکدہ ہے اور سنت موکدہ یہ بھی واجب کے قریب ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد كتاب الصلاة (باب الوتر)، وسنن الترمذی ابواب الصلاة (باب ماجاء ان الوترليس بحتم)، واحمد ۸۷۷/۱ والنسائی، وابن ماجه، والدارمی ۱۵۸۰ مختصراً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ۱۴۴/۱ باب صلوۃ الوتر

(۲) ابوداؤد ۲۰۱/۱۔ باب فیمن لم یوتر

وتر کا وقت صبح تک رہتا ہے

(۱۱۳۳) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَمِنْ أَوْسَطِهِ وَمِنْ آخِرِهِ، وَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے رات کے ہر حصے میں نماز وتر پڑھی ہے، رات کے ابتدائی حصہ میں، اس کے درمیانی حصہ میں اور آخری حصہ میں، آپ ﷺ کے وتر صبح تک ختم ہوتے تھے۔"

لغات: ❖ سحره (ف) سحراً: دھوکا دینا، جادو کرنا، فریفتہ کرنا۔ ہ عن كذا: پھیرنا، دور کرنا، سحّره: جادو کرنا، سحری دینا یا کھلانا، غذا دینا یا مشغول کرنا۔

تشریح: مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَ مِنْ أَوْسَطِهِ و من آخره: "رات کے ابتداء میں درمیان میں اور اس کے آخر میں۔" علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں وتر کا وقت بتایا جارہا ہے کہ اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔ اب ابتداء رات میں پڑھ لی جائے یا درمیانی رات میں یا آخری رات میں طلوع فجر تک اس کا وقت رہتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوتر (باب ساعات الوتر)، و صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم)، واحمد ۲۵۷۵۲/۱۰، و ابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، و ابن حبان ۲٤٤۳، و مصنف ابن ابی شیبة ۲۸٦/۲، و مصنف عبد الرزاق ٤٦۲٤، والدارمی، ۱۵۸۷، و ھکذا فی البیھقی ۳۵/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۵۲/۳

رات کی آخری نماز وتر ہونا چاہیے

(۱۱۳٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْراً﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ آخر: بمعنی آخری حصہ، انتہی، انتہائی، آخری حد، پچھلا حصہ، آخر الطریق: راستہ کا آخری حصہ، أَخَّرَ تاخیراً: پیچھے کرنا، رکاوٹ ڈالنا۔ مؤخرة الجیش: فوج کا پچھلا دستہ۔

تشریح:

وتر کے بعد نفل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا: "تم اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ۔" بعض علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ رات میں سب کے آخر میں وتر کی نماز ادا کی جائے، اس کے بعد اور کوئی نماز پڑھی جائے اور اگر کوئی وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا چاہتا ہے تو وہ پڑھ سکتا ہے، اس سے زائد پڑھنے کی حدیث بالا میں نفی ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ آخری نماز وتر کی پڑھی جائے۔ یہ حکم استحباب پر محمول ہے جو وجوب پر نہیں، اگر کوئی اور رکعت نفل پڑھنا چاہتا ہے تو ہوسکتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں جس طرح فرض نماز کے بعد سنتیں ہوتی ہیں تو اسی طرح وتر یہ بھی واجب ہے، اس لئے اس کے بعد بھی دو نفل ہیں، اس کو پڑھنے میں حدیث بالا سے تعارض نہیں آئے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوتر (باب لیجعل آخر صلاته وترا)، وصحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين (باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۸۲۱/۱

صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لینا چاہئے

(۱۱۳۵) ﴿ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَوْتِرُوْا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوْا﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔“ (مسلم)

لغات: ❖ تصبحوا: أصبح يصبح اصباحاً: بمعنی صبح کرنا، صبح الرجل: صبح کو آنا، صَبُحَ باب کرم سے صَبَاحَةً: چہرہ کا روشن و چمکدار ہونا، أصبح الحق: حق کا ظاہر ہونا۔

تشریح: اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا: ”صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔“ احناف فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز واجب ہے اس لئے اگر کسی نے صبح ہونے سے پہلے نہ پڑھی تو پھر بعد میں اس کی قضاء کرے، جب کہ دوسرے ائمہ کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے اس لئے اگر کوئی طلوع فجر تک وتر نہ پڑھ سکے تو اب دن نکلنے کے بعد اس کی قضاء نہیں ہوگی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين (باب صلاة الليل مثنى مثنى)، واحمد ۱۱۰۹۷/٤، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه، والحاكم ۱۱۲۲، وهكذافي البيهقي ٤٧٨/٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ وتر کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا دیتے

(۱۱۳٦) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ صَلَاتَهُ بِاللَّيْلِ وَهِىَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَابَقِىَ الْوِتْرُ، أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ﴾ (رواه مسلم)

وَفِىْ رِوَايَةٍ لَهُ: فَإِذَابَقِىَ الْوِتْرُ قَالَ: "قُوْمِىْ فَأَوْتِرِىْ يَاعَائِشَةُ."

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو نماز (نوافل) پڑھتے تو حضرت عائشہ آپ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں جب حضرت عائشہ کے وتر رہ جاتے تو انہیں بھی جگا دیتے اور وہ بھی وتر پڑھ لیتیں۔“ (مسلم)

بخاری میں متکلم کے صیغوں کے ساتھ ہے یعنی میں سامنے لیٹی ہوتی تھی آپ ﷺ مجھے جگا دیتے تو میں وتر پڑھ لیتی۔ مسلم کی ایک اور روایت میں ہے جب حضرت عائشہ کے وتر باقی رہ جاتے تو آپ ﷺ فرماتے عائشہ کھڑی ہو جاؤ اور وتر پڑھ لو۔

لغات: ❖ یصلي: صلی صلاۃً: دعا کرنا، نماز پڑھنا اللہ علیہ: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا۔ الفرس: گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر ہونا، صفت: مصلی. الصلاۃ والصلوۃ: دعا، نماز، تسبیح ج صلوات، المصلّی. نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ: سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے کوئی قبلہ رخ سویا ہوا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔

فَإِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ أَيْقَظَهَا: جب وتر رہ جاتی تو آپ ﷺ جگا دیتے۔ وتر کی نماز کے لئے آپ ﷺ حضرت عائشہ کو بھی اٹھا دیتے کیونکہ یہ عام سنتوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اس لئے اس کا پڑھنا ضروری ہے اسی طرح حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کے لئے بہترین وقت تہجد کے آخر کا ہے۔ [1]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوتر (باب إیقاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھلہ بالوتر) وصحیح مسلم کتاب الصلاۃ (باب الإعتراض بین یدی المصلی)، واحمد ۲۵۲۳۹/۹، ومصنف عبد الرزاق ۱۶۱۴۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۵۴/۳

وتر پڑھنے کی تاکید

(۱۱۳۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ﴾ (رواہ ابوداؤد، والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھنے میں جلدی کرو۔“ (ابوداؤد، ترمذی، اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ بادر: مبادرۃ: جلدی کرنا۔ ابتدر یبتدر إبتدارا باب افتعال سے جلدی کرنا۔ بدر (نصر) بُدُوراً وبدراً بمعنی

جلدی کرنا، دوڑنا۔ بدرٌ: مہ کامل جمع بدورٌ.

تشریح: بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ: "صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھنے میں جلدی کرو۔" اس حدیث سے بھی وتر کی تاکید معلوم ہوتی ہے کہ اس کو صبح طلوع فجر سے پہلے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، اور اگر خدانخواستہ طلوع فجر سے پہلے ادا نہ کرسکے تو اب احناف کے نزدیک اس کی قضاء کرنی ہوگی کیونکہ وتر واجب ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر وتر واجب نہ ہوتی تو وتر کے لئے وقت کی تعیین نہ کی جاتی۔ وقت کا تعیین یہ واجبات کے لئے ہی عام طور پر ہوتا ہے۔ جیسے کہ حدیث بالا میں بھی وتر کا وقت صبح تک کا بتایا جارہا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داود کتاب الصلاۃ (باب وقت الوتر)، وسنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر)، واحمد ۴۹۵۲/۲، وابن حبان ۲۴۴۵، وھکذافی البیھقی ۴۷۸/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جس کو رات کے آخری حصہ میں بیدار ہونے کی امید نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لے

(۱۱۳۸) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَافَ أَنْ لَّا يَقُوْمَ آخِرَ اللَّيْلِ، فَلْيُوْتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُوْمَ آخِرَهُ، فَلْيُوْتِرْ آخِرَاللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ، وَذٰلِكَ أَفْضَلُ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لے۔ اور جس کو رات کے آخری حصے میں اٹھنے کی امید ہو تو وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے۔ اس لئے کہ رات کے آخری حصہ کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ بات بہت اچھی ہے۔" (مسلم)

لغات: ❖ طمع: باب سمع سے طمعًا بمعنی لالچ کرنا، حرص کرنا۔

تشریح: مَنْ خَافَ اَنْ لَایَقُوْمَ مِنْ آخِرِاللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهُ: "جس کو خطرہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لے۔" یہ جملہ بھی وتر کے وجوب ہونے کو بتارہا ہے کہ وتر کی نماز ضروری ہے بہتر یہ ہے کہ آخری رات میں پڑھے۔ اگر جاگنے کا یقین نہ ہو تو اول رات میں پڑھ لے، تاکہ وتر کی یہ نماز قضاء نہ ہوجائے۔ (۱)

تہجد کے وقت وتر پڑھنا افضل ہے

فَاِنَّ صَلَاۃَ آخِرِ اللَّیْلِ مَشْھُوْدَۃٌ وَذٰلِکَ اَفْضَلُ: ''رات کے آخری حصے کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ بات بہت اچھی ہے۔'' مطلب یہ ہے رات کے آخری وقت میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اس وجہ سے اس وقت میں وتر کا پڑھنا اللہ جل شانہ کے انوار و برکات سے مستفید ہونا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب من خاف ان لایقوم)، و الترمذی، و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/ ۱۵۵
(۲) مرقاۃ و ہکذا مظاہر حق ۱/ ۸۲۲ و روضۃ المتقین ۳/ ۱۵۵

(۲۰۶) بَابُ فَضْلِ صَلَاۃِ الضُّحٰی وَبَیَانِ أَقَلِّھَا وَ أَکْثَرِھَا وَأَوْسَطِھَا، وَالْحَثِّ عَلَی الْمُحَافَظَۃِ عَلَیْھَا

نماز چاشت کی فضیلت اور اس کی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ اور درمیانی رکعتیں کتنی ہیں، نیز اس پر مداومت کرنے کی ترغیب کا بیان

آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی نصیحت فرمائی

(۱۱۳۹) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: أَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِ ثَلَاثَۃِ أَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَرْقُدَ﴾ (متفق علیه)

وَالْاِیْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ إِنَّمَا یُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَا یَثِقُ بِالْاِسْتِیْقَاظِ آخِرَ اللَّیْلِ، فَإِنْ وَثِقَ، فَآخِرُ اللَّیْلِ أَفْضَلُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے ہر مہینے کے تین دن کے روزے رکھنے اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت فرمائی۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ النوم: بمعنی نیند نائم کی جمع یا اسم جمع، کہا جاتا ہے: رجل نوم و نوام. بہت سونے والا مرد، نام ینام نوماً و نیاماً:

اونگھنا، سونا، مرنا، اور اسم النیمة، نامت السوق: بازار کا ماند پڑنا الریح: ہوا کا رک جانا، نومه تنویمًا: سلانا، نوم الرجل: خوب اچھی طرح سونا۔

تشریح: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وصیت سے مراد تلقین و تاکید ہے۔ فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام اللہ جل شانہ کے قرب کا باعث ہے۔

بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ: ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنے کی۔ یہ تین دن کے روزے کون سے ہیں، بعض کے نزدیک ایام بیض کے یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ چاند کی تاریخ کے۔ بعض فرماتے ہیں کہ ایک ابتداء تاریخ میں دوسرا درمیان میں اور تیسرا آخر میں رکھا جائے۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے اس لئے اختیار ہے کہ پورے مہینے میں جب بھی چاہے تین روزے رکھ لے۔ (۱)

وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی: چاشت کی دو رکعت۔ چاشت کی کم سے کم دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہے یہاں سے ادنی درجہ کا بیان کیا گیا ہے۔

وَالْاِیْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ: سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اول رات میں وتر پڑھنے کو اس لئے کہا گیا کہ وہ آپ ﷺ کی احادیث رات کو دیر تک یاد کرتے تھے۔ اس مشغولیت کی وجہ سے ان کو فرمایا جا رہا ہے کہ اول رات میں وتر پڑھ لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رہ ہی جائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب صلاة الضحی)، وصحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب استیعاب صلاة الضحی)، واحمد ۹۹۲۴/۳، والنسائی، والترمذی، والدارمی ۱۷۴۵ وابن حبان ۲۵۳۶ وهکذافی البیهقی ۳۶/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے

(۱۱۴۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ، وَیُجْزِئُ مِنْ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر آدمی اس حال

میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ذمے اس کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے، پس سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر بھی کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے اور لڑائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور ان کے مقابلے میں وہ دو رکعتیں بھی کفایت کر جاتی ہیں جو کوئی چاشت کی ادا کرتا ہے۔''

لغات: ❖ نَهٰی: نهاه ينهاه نهيا. عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر "ناهٍ" صفت مونث "ناهية" اور جس سے منع کریں اس کو منهی عنه کہتے ہیں اور النهية، النهی (مصدر).

تشریح: تمام جوڑ کا صدقہ چاشت کی دو رکعت میں ہے

كُلُّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: "ہر آدمی کے ذمے اس کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔'' علماء فرماتے ہیں آدمی کا ہر جوڑ اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے اس لئے ہر صبح کو ہر جوڑ کے بدلے میں اس کو صدقہ دینا چاہئے اور ہر آدمی کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہوتے ہیں اس لئے اتنی تعداد میں ہر آدمی کو روزانہ تسبیح وتحمید کا اہتمام کرنا چاہئے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے، اگر چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لی جائے تو تمام جوڑوں کی طرف سے یہ صدقہ ہو جاتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ صرف مال سے ہی نہیں ہوتا بلکہ صدقے کا مفہوم وسیع ہے تسبیح، تحمید وغیرہ سے بھی صدقہ ہوتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين (باب استحباب صلاة الضحی).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے باب "فی بيان كثرة طرق الخير" میں گذر چکی ہے۔

آپ ﷺ چاشت کی چار رکعت پڑھتے تھے

(۱۱٤۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الضُّحٰی أَرْبَعًا وَيَزِيْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اگر اللہ چاہتا تو زیادہ بھی ادا کرلیا کرتے تھے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یزید: زاد یزید زیادةً باب ضرب سے بمعنی زیادہ ہونا، بڑھنا، زائد ہونا۔ السفر: بمعنی توشہ، زاد راہ، راستہ کا

خرچ۔اس کی جمع ازواد، مِزود: توشہ دان، مسافر کا سفری تھیلا جمع مزاود۔

تشریح: یُصَلِّیْ الضُّحی اَرْبَعًاوَیَزِیْدُ مَاشَاءَ اللّٰہُ: "چاشت کی چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اللہ چاہتا تو زیادہ بھی ادا کر لیتے تھے۔"

چاشت کی نماز کی تعداد

چاشت کی نماز کم سے کم چار رکعات ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہے بارہ سے زائد کی تعداد کسی حدیث سے منقول نہیں ہے۔

چاشت کی نماز کی اہمیت

قاضی ابوبکر کہتے ہیں یہ نماز پہلے انبیاء اور رسولوں کی سنت ہے۔ ابن نجار نے حضرت ثوبان سے نقل کیا ہے یہ نماز حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اہتمام سے پڑھا کرتے تھے۔[1]

ابن جریر طبری فرماتے ہیں چاشت کی نماز کی احادیث معنیً متواتر ہیں۔[2]

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں تقریباً بیس صحابہ چاشت کی نماز کے راوی ہیں۔[3]

علامہ عینی نے تئیس صحابہ سے قولاً وفعلاً چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔[4]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب صلاۃ الضحی)، و احمد ۲۵۲۹/۶، وابن ماجہ، وابن حبان ۲۵۲۹، و مصنف عبد الرزاق ۴۸۵۳، و ھکذا فی البیھقی ۴۷/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۸۵۲/۱

(۲) اشعۃ اللمعات ۵۵۰/۱

(۳) اعلاء السنن ۲۷/۷

(۴) عمدۃ القاری ۲۳۸/۷ باب صلوۃ الضحی فی السفر

آپ ﷺ نے چاشت کی آٹھ رکعات بھی پڑھی ہے

(۱۱۴۲) ﴿وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ فَاخِتَةَ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: ذَهَبْتُ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ صَلَّى ثَمَانِیَ رَكْعَاتٍ، وَذٰلِكَ ضُحًی﴾ . متفق علیه. وَهٰذَا مُخْتَصَرُ لَفْظِ اِحْدَی رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ.

ترجمہ: ''حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ والے سال آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ غسل فرما رہے ہیں۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں اور وہ چاشت کا وقت تھا۔'' (بخاری، مسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ایک مختصر روایت کے ہیں)

لغات: ❖ یغتسل: اغتسل یغتسل اغتسالا بمعنی غسل کرنا، غسل یغسل (ضرب) غسلا: بمعنی دھونا، و غسلا: غسل کرنا، مغتسَل: غسل کرنے کی جگہ۔ غسیل: دھلا ہوا کپڑا، غسال: دھوبی۔

تشریح: صَلّٰی ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ: ''آپ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں'' اور وہ چاشت کا وقت تھا۔ حدیث بالا میں چاشت کی آٹھ رکعات کا ذکر ہے۔ اس میں آپ ﷺ کی عادت مختلف نقل کی جاتی ہے کبھی چار کی اور کبھی آٹھ کی اور کبھی بارہ رکعات کی، اس لئے علماء فرماتے ہیں چار سے بارہ تک یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے اور ایک روایت میں آتا ہے جو بارہ رکعات چاشت کی پڑھتا ہے اللہ جل شانہ اس کے لئے جنت میں ایک سونے کا محل بنا دیتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب صلاۃ الضحی والسفر)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب استحباب صلاۃ الضحی).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام ھانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۸۶۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ترمذی وابن ماجہ

(۲۰۷) بَابُ تَجُوْزُ صَلَاةُ الضُّحٰی مِنْ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ اِلٰی زَوَالِهَا وَالْاَفْضَلُ أَنْ تُصَلّٰی عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَ ارْتِفَاعِ الضُّحٰی

چاشت کی نماز کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال تک کا ہے اور افضل یہ ہے کہ گرمی کی شدت اور سورج چڑھ جانے کے وقت پڑھی جائے

چاشت کی نماز کا وقت

(۱۱۴۳) ﴿عَنْ زَیْدِبْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأٰی قَوْماً یُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰی فَقَالَ: أَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا

أَنَّ الصَّلَاةَ فِيْ غَيْرِهَذِهِ السَّاعَةِ أَفْضَلُ. إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ" (رواہ مسلم)

"تَرْمَضُ" بفتح التاء والميم وبالضادالمعجمة يعنى: شِدَّةُ الْحَر "وَالْفِصَالُ" جَمعُ فَصِيْلٍ وَهُوَ: الصَّغِيْرُمِنَ الْاِبِلِ.

ترجمہ: "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ دوسرے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اوابین کی نماز کا وقت وہ ہے جب کہ اونٹوں کے بچوں کے پاؤں گرمی سے جلنے لگیں۔" (مسلم)

"ترمض" تاء اور میم پر زبر اور آخر میں ضاد بمعنی گرمی کی شدت۔ "فصال" یہ فصیل کی جمع ہے بمعنی اونٹ کے بچے۔

لغات: ❖ الاوابین: جمع ہے الاواب کی، توبہ کرنے والا۔ ترمض: رمض (س) رمضا ۔النہار: دن کا سخت گرم ہونا۔ الرمض (مصدر) گرمی کی جلن۔ الفصال: دودھ چھڑانا۔الفِصَال جمع ہے الفصیل کی، اونٹنی یا گائے کا بچہ جو ماں سے علیحدہ کیا گیا ہو۔ فصیل کی جمع فصال، فُصلان وفِصلان. الفصیل: شہر پناہ کے سامنے چھوٹی دیوار۔

تشریح: فِيْ غَيْرِهَذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ: اس کے علاوہ دوسرے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے چاشت کی نماز کے افضل وقت کا انتظار نہیں کیا بلکہ جیسے ہی وقت شروع ہوا انہوں نے پڑھنا شروع کردیا، اس پر حضرت زید بن ارقم تنبیہ فرمار ہے ہیں، پھر حضرت زید نے خود ہی اس کے افضل وقت کو بیان فرمایا۔

صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ: اوابین کی نماز اس وقت ہے جب کہ اونٹوں کے بچوں کے پیر گرمی کی شدت سے جلنے لگیں۔

صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ: اوابین کی نماز سے مراد چاشت کی نماز ہے، ہمارے عرف میں مغرب کے بعد پڑھی جانے والی نماز کو بھی اوابین کی نماز کہتے ہیں۔ چاشت کی نماز کا وقت یہ ہے کہ جب اونٹوں کے بچے کے پاؤں گرم ہونے لگیں، یعنی آفتاب بلند ہوجائے، دھوپ پھیل جائے، اس دھوپ سے زمین گرم ہوجائے، یہ ایک پہر ختم ہونے کے بعد دوسرا پہر شروع ہونے پر ہوتا ہے اور پھر اس نماز کا وقت زوال سے پہلے پہلے تک رہتا ہے۔ [1]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب صلاۃالاوابین حین ترمض الفصال)، واحمد ۱۹۲۸۴/۷، وابن حبان ۲۵۳۹، وھکذافی البیھقی ۴۹/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱/۸۵۴

(۲۰۸) بَابُ الْحَثِّ عَلٰی صَلَاةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهِيَةِ الْجُلُوْسِ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ أَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَاءٌ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ أَوْ صَلَاةٍ فَرِيْضَةٍ أَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ أَوْ غَيْرِهَا

تحیۃ المسجد کی ترغیب اور مسجد میں دو رکعت پڑھنے سے پہلے بیٹھنے کی کراہیت چاہے کسی بھی وقت میں داخل ہو، نیز یہ کہ دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھے یا فرض نماز یا سنت موکدہ یا غیر موکدہ میں نیت کر کے پڑھے

مسجد میں بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھ لینی چاہیے

(۱۱۴۴) ﴿عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ يجلس: جلس (ض) جلوسًا ومجلساً: بیٹھنا صفت: جالس ج جلوس وجلاس. اور باب افعال سے اجلس اجلاسا بمعنی بٹھانا۔

تشریح: اِذَادَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ: "جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے۔'' آدمی جب مسجد میں آئے تو اسے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینی چاہیے، جمہور علماء کے نزدیک یہ دو رکعت مستحب ہیں [۱] جب کہ داؤد ظاہری کے نزدیک یہ نماز واجب ہے۔ اگر کوئی مسجد میں آیا اور وہ مسجد میں آ کر بیٹھ گیا تو احناف کے نزدیک پھر بھی وہ پڑھ سکتا ہے، جب کہ امام شافعی کے نزدیک بیٹھنے سے تحیۃ المسجد فوت ہو جاتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاة (باب اذادخل المسجد فلیر کع رکعتین) وصحیح مسلم کتاب صلاةالمسافرین (باب استحباب تحیة المسجد برکعتین)، والامام مالک فی موطئه ۳۸۸، واحمد ۲۲۵۸۶/۸، والترمذی، والنسائی، و ابن ماجه، و ابن حبان ۲۴۹۵، و هکذا فی البیهقی ۵۳/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ (الحارث بن ربعی) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۶۰/۳

آپ ﷺ نے تحیۃ المسجد کا حکم فرمایا

(۱۱۴۵) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: "صَلِّ رَكْعَتَيْنِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو رکعتیں پڑھو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ صل: (امر کا صیغہ ہے) نماز پڑھ۔ صلی صلاة: نماز پڑھنا، دعا کرنا۔ صفت (مصلیٰ) اور صلوٰۃ کے چار معنی مشہور ومعروف ہے: (۱) نماز، (۲) دعا، (۳) رحمت، (۴) استغفار۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب اللہ کے دربار میں حاضر ہو تو سب سے پہلے دو رکعت پڑھ لے جس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں، اگر وہ وقت ایسا ہو کہ جس میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی مثلاً جماعت کھڑی ہو، یا وہ وقت ہی نماز پڑھنے کا نہیں ہے وغیرہ، تو اس صورت میں ایک مرتبہ "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر" پڑھ لینا چاہئے۔[1]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاة (باب اذادخل المسجد فلیر کع رکعتین)، وصحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب استحباب تحیة المسجد برکعتین)، واحمد ۱۴۱۹۹/۵، و مصنف ابن ابی شیبة ۳۷۵/۱، وابوداؤد، والنسائی ایضا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مفہوم من معارف السنن ۲۹۵/۳۔۲۹۶

(۲۰۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ
وضوء کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کے مستحب ہونے کا بیان

تحیۃ الوضوء کی فضیلت

(١١٤٦) ﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ: "يَابِلَالُ حَدِّثْنِىْ بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِى الْاِسْلَامِ، فَإِنِّىْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَىَّ فِى الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلاً أَرْجَى عِنْدِىْ مِنْ أَنِّىْ لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُوْراً فِىْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْنَهَارٍ اِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَاكُتِبَ لِىْ أَنْ أُصَلِّىَ﴾ (متفق عليه. وهذالفظ البخارى)

الدف: بالفاء صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرَكَتُهُ عَلَى الْاَرْضِ، والله اعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حصرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے بلال! تم اپنا وہ عمل بتلاؤ جو تم نے اسلام میں سب سے زیادہ امید افزاء والا کیا ہو، اس لئے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کوئی عمل اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید افزاء والا نہیں دیکھا کہ میں نے رات یا دن میں جب بھی وضوء کیا تو اس کے ساتھ جتنی نماز مقدر ہوتی ہے میں نے ضرور پڑھ لی۔'' (بخاری ومسلم، یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

الدف: فاء کے ساتھ جوتوں کی حرکت اور اس کی آواز۔

لغات: ❖ بارجی: (اسم تفضیل) زیادہ امید کے لائق عمل۔ رجا (ن) رجاءً ورجواً ورجاء ۃ ومرجاۃً. ورجاوۃ و رجائۃ: پرامید ہونا الشیء: امید کرنا، خوف کرنا الرجل: کسی کے متعلق کچھ امید لگانا۔

تشریح: سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَىَّ فِى الْجَنَّةِ: میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے، آپ ﷺ نے یہ آواز کب سنی؟ علماء فرماتے ہیں ممکن ہے معراج کے موقعہ پر یا خواب میں کشف کے طور پر آپ ﷺ کو کرایا گیا یا آپ نے آگے جوتے کی آواز سنی، یہ اس طرح پر تھا جیسے کہ مخدوم کے آگے اس کے خادم چلتے ہیں۔ (۱)

اَتَطَهَّرُ طُهُوْراً فِىْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ اَوْنَهَارٍ: ''میں نے رات یا دن میں جس گھڑی میں بھی پاکی حاصل کی۔''

علماء فرماتے ہیں یہاں پر طہور کا لفظ استعمال کیا جا رہا ہے، طہور کا لفظ وضوء، غسل اور تیمم تینوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ان تینوں سے ہی پاکی حاصل ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے جب بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ پاکی حاصل کرتے تحیۃ

الوضوء پڑھ لیتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب فضل الوضوء بالليل والنهار)، و صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة (باب من فضائل بلال رضی الله عنه)، واحمد ٣/٨٤١١، و ابن حبان ٧٠٨٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۳/۲۰۵ مظاہر حق ۱/۸۵۸
(۲) مرقاۃ ۳/۲۰۵

(٢١٠) بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوبِهَا وَالْاِغْتِسَالِ لَهَا، وَالطِّيبِ وَالتَّبْكِيرِ إِلَيْهَاوَالدُّعَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِيهِ بَيَانُ سَاعَةِ الْإِجَابَةِ وَاسْتِحْبَابِ إِكْثَارِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن کی فضیلت، نماز جمعہ کے وجوب اوراس کے لئے غسل کرنے اور خوشبو لگانے، جلدی جانے، جمعے کے دن دعا کرنے اور درود شریف پڑھنے، اس میں قبولیت کی گھڑی کا ہونا اور جمعہ کے بعد کثرت سے اللہ کے ذکر کرنے کا بیان

نماز جمعہ کے بعد روزی کو تلاش کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ، وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، وَ اذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (سورة جمعه: ١١) (١)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: جب جمعہ کی نماز ختم ہوجائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ جل شانہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت سے اللہ جل شانہ کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

تشریح: آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد تجارتی کاروبار اور اپنا رزق تلاش کرنا جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے اہتمام میں تو کاروبار بند رکھنے کی ضرورت ہے مگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد کاروبار

کھولا جاسکتا ہے اور یہ مستحب ہے، ضروری نہیں۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ آیت میں "فضل اللّٰہ" سے مراد طلب علم ہے۔ (۲)

(۱) پہلے یہ آیت گذر چکی ہے۔ (۲) تفسیر مظہری ۵۱۲/۱۱

جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا

(۱۱۴۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "خَیْرُیَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ. فِیْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَ فِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَ فِیْهِ اُخْرِجُ مِنْهَا﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین وہ دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی میں وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن میں ان کو وہاں سے نکالا گیا۔" (مسلم)

لغات: ❖ طلعت علیہ: طلع (ن) طلوعاً ومطلعاً ومطلعاً ۔الکوکب ونحوہ: طلوع کرنا، نکلنا علیھم: متوجہ ہونا۔ اور باب افعال سے مطلع ہونا، اطلاع پانا۔

تشریح: حدیث بالا میں جمعہ کے دن کو تمام ایام کا سردار بتایا جارہا ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے گویا کہ نسل انسانیت کی اس دن ابتداء کی گئی۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے عرفہ کے دن کو افضل کہا ہے، تطبیق یہ دی جاتی ہے کہ ہفتہ میں سب سے بہتر دن جمعہ کا اور سال میں سب سے افضل دن عرفہ کا ہے۔ (۱)

اُخْرِجَ مِنْهَا: "اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا۔"

سوال: جنت سے نکلنا یہ کون سی فضیلت کی بات ہے؟

جواب: جنت سے نکلنا ہی تو سبب بنا تمام انبیاء و اولیاء کے وجود میں آنے کا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب فضل یوم الجمعة)، واحمد۳/۹۲۱۸، والترمذی، والنسائی، وابوداؤد، وابن حبان ۲۷۷۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۲۳۲/۳ وکذا مظاہر حق ۸۸۵/۱

(۲) مرقاۃ ۲۳۲/۳ وکذا مظاہر حق ۸۸۵/۱

جمعہ کی نماز سے دس دن کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۱۴۸) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَفَأَ حْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَلَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَ مَنْ مَسَّ الْحَصَى، فَقَدْ لَغَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے وضوء کیا اور اچھی طرح سے کیا، پھر جمعہ کی نماز کے لئے آیا اور کان لگا کر خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی درمیانی مدت اور مزید تین دن کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جس نے کنکریوں سے کھیلا اس نے بے ہودہ کام کیا۔''

لغات: ❖ مس الحصی: کنکریاں درست کرنا، چھونا۔ مس (ن، س) مساً ومسیساً ومسیسی ۔ الشیء: چھونا۔ پہنچنا۔ اور مزید فیہ سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ: اچھی طرح وضو کرے۔ مطلب یہ ہے کہ سنت کے مطابق وضو کرے، یعنی وضوء میں اسراف اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ ہر عضو کو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ دھوئے، پانی کو ضرورت سے زیادہ نہ استعمال کرے۔

ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ: پھر مسجد کی طرف آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی گھر سے وضوء کر کے مسجد جائے یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ: تین دن مزید۔ ایک نیکی کا اجر کم از کم دس گنا ہے تو ایک جمعہ سے دس دن کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا: جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔ پہلے زمانے میں صفوں کی جگہ پر کنکریاں بچھائی جاتی تھیں تو کوئی خطبہ کے وقت اس سے کھیلے یا سجدے کی جگہ اگر برابر کرنی ہے تو ایک ہی مرتبہ کرے زیادہ الٹ پلٹ کرنا منع ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة)، واحمد ۹۴۸۹/۳، وابوداؤد، والترمذی، وابن ماجه، و ابن حبان ۲۷۷۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ایک جمعہ کی نماز دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے

(۱۱۴۹) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَابَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ پانچوں نمازیں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک درمیانی مدت کے گناہوں کو مٹادینے والے ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے وہ بچتا رہا ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ مکفرات: جمع مکفرۃ: مٹانے والی۔ کفر ۔الشیء: چھپانا، کفر اللہ لہ الذنب: معاف کرنا، گناہ مٹانا، المکفرۃ والمتکفر: ہتھیار بند، ہتھیار میں چھپا ہوا۔

تشریح: مُكَفِّرَاتٌ مَّابَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ: ''گناہوں کو مٹانے کا سبب ہے جب کہ کبیرہ گناہوں سے وہ بچتا رہا ہو۔'' مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز اور رمضان اسی طرح دوسرے نیک اعمال گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہیں، لیکن جب کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نیک اعمال وغیرہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطھارۃ (باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ الخ وغیرہ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جمعہ کی نماز چھوڑنے سے دل پر مہر لگ جاتی ہے

(۱۱۵۰) ﴿وَعَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُمَاسَمِعَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى أَعْوَادِ مِنْبَرِهِ: "لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ، أَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے منبر کی لکڑیوں پر فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ جل شانہ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، وہ پھر غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اعواد: جمع العود کی، لکڑی، کٹی ہوئی ٹہنی، تختہ (ایک قسم کی خوشبو جس کو بطور بخور (دھونی) استعمال کیا جاتا ہے،

زبان کی جڑ کی ہڈی، سارنگی) جمع عیدان واعواد واعود. اعواد المنبر: منبر کے تختے۔

تشریح: اَوْلَیَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ: "اللہ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگادیں گے۔" مطلب یہ ہے کہ اگر لوگ جمعہ کی نماز چھوڑیں گے تو اللہ ان کے دل پر مہر لگادیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مہر کا لگنا یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسے لوگوں میں شامل فرمادیتے ہیں جو انتہائی غفلت میں مبتلا ہوتے ہیں پھر وہ نصیحت اور بھلائی کی بات قبول نہیں کرتے۔ (۱) آخر کار ان کا انجام سخت عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب التغلیظ فی ترک الجمعة)، و احمد ۲۳۲، والنسائی، و ابن ماجه، وابن حبان ۲۷۸۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں، اور راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۳/۲۴۵

(۲) مظاہر حق ۱/۸۹۶

جمعہ کی نماز سے پہلے غسل کرلینا چاہئے

(۱۱۵۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَاجَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْیَغْتَسِلْ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرلے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ فلیغتسل: اغتسل: نہانا۔ بالطیب: خوشبو لگانا۔ غسل یغسل (ض) غسلاً بمعنی دھونا۔ مغسل، غسلخانہ و حمام کو کہتے ہیں۔

تشریح: فَلْیَغْتَسِلْ: جمعہ کے دن غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا غسل سنت ہے۔ امام مالک کا ایک قول اور اصحاب ظواہر کے نزدیک یہ واجب ہے کیونکہ صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے، اس کا جواب امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ دیا کہ صیغہ امر کبھی مستحب کو بتانے کے لئے بھی آتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجمعة (باب فضل الغسل یوم الجمعة)، وصحیح مسلم (اوائل کتاب الجمعة)، والامام مالک فی موطئه ۲۳۱، واحمد ۲/٤٤٦٦، وابوداؤد، والترمذی، و النسائی، و ابن

ماجه، والدارمی ١٥٣٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

کیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے؟

(١١٥٢) ﴿وَعَنْ اَبِی سَعِيدٍالْخُدرِیّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَی كُلِّ مُحْتَلِمٍ﴾. (متفق عليه)

اَلْمُرَادُبِالْمُحْتَلِمِ: اَلْبَالِغُ. وَالْمُرَادُبِالْوُجُوْبِ: وُجُوْب اختيَار، كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَیَّ. والله أعلم.

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا غسل ہر بالغ آدمی پر واجب ہے۔“ (بخاری ومسلم)

مُحْتَلِمٌ: سے مراد بالغ ہے اور واجب سے مراد وجوب اختیاری (مستحب ہونا) ہے۔ جیسے ایک آدمی اپنے ساتھی سے کہے تیرا حق مجھ پر واجب ہے (مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں ایسا کرونگا، یہ نہیں کہ اگر میں نہیں کر سکا تو مجھ کو تم سزا دو گے)

لغات: ❖ محتلم: بالغ آدمی، حلم (ن) حُلُماً وحُلْماً، فی نومه: خواب دیکھنا، حلم الصبی (واحتلم) بالغ ہونا۔

تشریح: وَاجِبٌ عَلَی كُلِّ مُحْتَلِمٍ: ”جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔“ یہ اصحاب ظواہر کی دلیل ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے، اس کا ایک جواب علامہ نووی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ یہ وجوب اختیاری ہے جو استحباب کے معنی میں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں غسل ضروری تھا، جب کہ مسجد نبوی کی چھت نیچی تھی، صحابہ کے پاس موٹے موٹے کپڑے تھے، پسینہ آنے کی وجہ سے ان کے کپڑوں سے بدبو آتی تھی۔ (۱)

مگر جب اللہ جل شانہ نے فتوحات فرمائی تو اب یہ عارض نہ ہونے کی وجہ سے حکم بھی ختم ہوگیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجمعة (باب هل علی من لم يشهدالجمعة غسل من النساء وغيرهم؟)، وصحيح مسلم كتاب الجمعة (باب وجوب الغسل يوم الجمعة على كل بالغ من الرجال الخ)، واحمد ١١٥٧٨/٤، والامام مالک فی موطئه ٢٣٠، وأبوداؤد، والدارمی ١٥٣٧، و مصنف ابن ابی شيبة ٩٢/٢، ومصنف ابن عبد الرزاق ٥٣٠٧، وهكذا فی البيهقی ٢٩٤/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مجمع الزوائد ۲/۱۷۲ باب حقوق الجمعة من الغسل والطيب ونحو ذلك

جمعہ کے دن غسل کرنا افضل ہے

(۱۱۵۳) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَاوَنِعِمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ﴾. (رواه أبو داؤد والترمذی وقال حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضوء کرلیا تو اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کرلیا تو اس کا غسل کرنا افضل ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ **نعمت**: نعم: افعال مدح میں سے ہے اور غیر منصرف ہے، تم کہتے ہو "نعم الرجل زيد ونعم رجلا زيد" ثنی اور جمع کا استعمال نادر ہے، کہا جاتا ہے: نعما ونعموا ونعمتا ونعمن. اور کبھی اس کے آخر میں "ما" لاحق ہوتا ہے اس وقت صلہ سے مستغنی ہوتا ہے۔ جب کہ کوئی قرینہ ہو، مثلاً تم کہوگے: دققته دقاًنعما" (کسر عین سے اور کبھی مفتوح بھی ہوتا ہے) معنی میں نعم مادققته کے۔ اور عرب کا قول ہے "ان فعلت فبهاونعمت" تاساکنہ سے جس کی تقدیر: نعمت الفعلة" ہے۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن وضوء کرنا بھی جائز ہے اور غسل کرنا بہتر ہے، یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ حدیث بالا کا مضمون کئی روایات میں آتا ہے مثلاً: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَلَهُ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ وَ زِيَادَةُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ. (۱)

ترجمہ: ''جس نے وضوء کیا اور اچھی طرح سے کیا، پھر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آیا اور توجہ سے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اس کے اس جمعے سے دوسرے جمعے تک کی درمیانی مدت اور مزید تین دن کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الطهارة (باب فی الغسل یوم الجمعة)، وسنن الترمذی ابواب الصلاة (باب ما جاء فی الوضوء یوم الجمعة)، واحمد ۷/۲۰۱۱۰، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ترمذی ۱/۹۲ باب فی الوضوء یوم الجمعة

جمعہ کے دن جس قدر استطاعت ہو پاکی حاصل کرنا چاہئے

(۱۱۵٤) ﴿وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ، أَوْيَمُسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهٖ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّيْ مَاكُتِبَ لَهٗ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَاتَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلاَّ غُفِرَلَهٗ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى﴾ (رواه البخاري)

ترجمہ: "حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرے، تیل لگائے، یا اپنے گھر میں موجود خوشبو لگائے، پھر وہ گھر سے نکلے اور پھر (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان گھس کر ان کے درمیان جدائی نہ کرے، پھر اس کے مقدر میں جو ہے وہ نماز پڑھے، اور جب امام خطبہ دے تو وہ خاموش رہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی درمیانی مدت میں ہونے والے تمام (صغائر) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" (بخاری)

لغات: ❖ یدھن: دھن ۔الشيء: تیل لگانا، تر کرنا۔ دھن (ن) دھنا ودھنة۔ الرأس: سر پر تیل ملنا الشيء: تر کرنا، تیل لگانا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے باب "آداب المجلس والجلیس" میں گذر چکی ہے، دوبارہ اس لئے لائی گئی ہے کہ اس میں جمعہ کے دن کی پاکی کا ذکر ہے۔

وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ: "جس قدر استطاعت ہو پاکیزگی حاصل کرے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ لبیں کتروائے، ناخن کٹوائے، زیر ناف کے بال صاف کرے، بغلوں کے بال دور کرے اور پاک صاف کپڑے پہنے۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن جلدی جانا چاہئے اور مسجد میں جا کر دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھنا چاہئے، نیز خطبے کو توجہ کے ساتھ سنا جائے، خطبہ کے دوران باتیں کرنا جائز نہیں ہے، تمام آداب جمعہ کا خیال رکھنے والا جمعہ کے فضائل کا مستحق ہوگا۔

تخریج حدیث: سبق تخريجه في (باب آداب المجلس والجليس).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٤٦) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

جمعہ کے دن اول وقت آنے والے کی فضیلت

(۱۱۵۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى، فَكَأَنَّمَاقَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشاً أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دُجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ﴾. (متفق علیه)

قوله: "غُسْلَ الْجَنَابَةِ" أی: غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا جس شخص نے جمعہ والے دن غسل جنابت کی طرح (اچھی طرح) غسل کیا، پھر نماز جمعہ کے لئے گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ اللہ کے راہ میں قربان کیا اور جو اس کے بعد والی گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک گائے قربان کی اور جو تیسری گھڑی میں گیا تو گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک مرغی صدقہ کر کے اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کیا اور جو پانچویں گھڑی میں گیا تو اس نے گویا ایک انڈہ اللہ کی راہ میں صدقہ کیا، پس جب امام خطبے کے لئے نکل آئے تو فرشتے بھی (مسجد کے اندر) حاضر ہو جاتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سنتے ہیں۔''
(بخاری ومسلم)

غُسْلَ الْجَنَابَةِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح غسل کرے جس طرح غسل جنابت (اہتمام کے ساتھ) کیا جاتا ہے۔

لغات: ❖ قرب: قرب۔ القربان لله: قربانی کرنا، خیرات کرنا۔

تشریح: ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى: پھر وہ دن کے اول وقت میں گیا۔ اس میں جمعہ کے دن جلدی جانے کی ترغیب کا بیان ہے کہ آدمی جتنی جلدی مسجد میں جائے گا اتنا ہی زیادہ اجر وثواب کا وہ مستحق ہوگا، سب سے پہلے آنے والے کو اونٹ کے قربان کرنے کا ثواب ملتا ہے، پھر اس کے بعد گائے اور پھر مینڈھا اسی طرح کم ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب خطبہ شروع ہوتا ہے تو اب آنے والا ان فضیلتوں سے محروم ہو جاتا ہے، نیز حدیث بالا میں جمعہ کے دن جلدی جانے کی ترغیب بھی ہے۔

يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ: ذکر سے مراد خطبہ ہے کہ فرشتے بھی خطبہ سنتے ہیں۔ تو دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب ہے کہ وہ بھی خطبہ توجہ کے ساتھ سنیں۔ [1]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجمعة، (باب فضل الجمعة) و صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب الطیب والسواک یوم الجمعة)، والامام مالک فی موطئه ۲۲۷، وابوداؤد، والنسائی، وابن حبان ۲۷۷۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۵۲/۳

جمعہ کے دن ایک گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے

(۱۱۵۶) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَيَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: "فِيْهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ يَسْأَلُ اللّٰهَ شَيْئًا اِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ" وَأَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا: اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس مسلمان بندے کو وہ مل جائے اور وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اللہ سے جس چیز کا بھی سوال کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کو ضرور وہ مرحمت فرمادیتے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس گھڑی کے مختصر ہونے کا ارشاد فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یوافقها: وافقه وفاقاً وموافقة: پانا، میسر ہوناہ فی او علی الشیء: موافق ہونا۔ اور مجرد میں وفق یفق وفقًا باب ضرب سے ہے۔

تشریح: فِيْهَا سَاعَةٌ لَايُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ: جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں مسلمان بندہ جو سوال بھی کرتا ہے وہ اس کو ملتا ہے۔ وہ گھڑی کون سی ہے اس کو اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے، حکمت یہ ہے کہ اس گھڑی کی امید میں آدمی پورے دن عبادت میں مشغول رہے۔

اَعْطَاهُ اِيَّاهُ: ''اس کو مرحمت فرمادیتے ہیں۔'' ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے لئے دعا ہو تو قبول ہوجاتی ہے، دنیاوی مقصد کے لئے ہو تو اگر مناسب ہوتا ہے تو فوراً قبول ہوجاتی ہے ورنہ اس دعا کا اجر قیامت کے دن اس کو دے دیا جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجمعة (باب الساعة التی فی یوم الجمعة)، و صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة)، والامام مالک فی موطئه ۲۴۲، واحمد ۱۰۳۰۶/۳، والنسائی، وابن ماجه، و ابن حبان ۲۷۷۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۲۳۳/۳

دعا کی قبولیت کی گھڑی امام کے منبر کے بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے

(۱۱۵۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَسَمِعْتَ أَبَاکَ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "هِیَ مَابَیْنَ أَنْ یَجْلِسَ الْاِمَامُ أَنْ تُقْضَی الصَّلَاةُ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوبردۃ بن ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تمہارے والد نے آپ ﷺ سے جمعہ کی ساعت کے وقت کے بابت بیان کرتے ہوئے کچھ سنا ہے؟ تو حضرت ابوبردۃ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں، میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ کے ختم تک ہوتی ہے۔''

لغات: ❖ شأن: (مقبول گھڑی)۔ساعة: جمع شُئُون وشِئَان و شِئِین، بڑے بڑے اوامر واحوال، معاملہ، حالت، اور مجرد میں یہ باب ضرب سمع اور فتح سے مستعمل ہے۔

تشریح: جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کون سی ہے؟ پہلے معین تھی، مگر بعد میں اس کو چھپالیا گیا، اس لئے اس میں علماء کے کئی اقوال ہیں، اس کے بارے میں تقریبا ۳۵ اقوال منقول ہیں:

1. جمعہ کے روز فجر کے لئے مؤذن کے اذان دینے کا وقت۔
2. فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک کا وقت۔
3. عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کا وقت۔
4. خطبہ جمعہ کے بعد امام کے منبر سے اترنے سے تکبیر تحریمہ کہے جانے تک کا وقت۔
5. آفتاب نکلنے کے فوراً بعد کی ساعت۔
6. طلوع آفتاب کا وقت۔
7. ایک پہر باقی دن کی آخری ساعت۔
8. زوال شروع ہونے سے آدھا ہاتھ سایہ ہوجانے تک کا وقت۔
9. زوال شروع ہونے سے ایک ہاتھ سایہ آجانے تک کا وقت۔
10. ایک بالشت آفتاب ڈھلنے کے بعد سے ایک ہاتھ آفتاب ڈھل جانے تک کا وقت۔

۱۱ عین زوال کا وقت۔
۱۲ جمعہ کی نماز کے لئے موذن جب اذان کہے وہ وقت۔
۱۳ زوال شروع ہونے سے نماز جمعہ میں شامل ہونے تک کا وقت۔
۱۴ زوال شروع ہونے سے امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے کا وقت۔
۱۵ زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت۔
۱۶ خطبہ کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے سے نماز جمعہ شروع ہونے تک کا وقت۔
۱۷ امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک کا وقت۔
۱۸ خطبہ کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے اور ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔
۱۹ اذان سے ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔
۲۰ امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز پوری ہوجانے تک کا وقت۔
۲۱ خرید وفروخت کے حرام ہونے اور ان کے حلال ہونے کے درمیان کا وقت، یعنی اذان کے وقت سے نماز جمعہ ختم ہوجانے تک۔
۲۲ اذان کے قریب کا وقت۔
۲۳ امام کے خطبہ شروع کرنے اور خطبہ ختم کرنے تک کا وقت۔
۲۴ خطبہ کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے اور خطبہ شروع کرنے کا درمیانی وقت۔
۲۵ دونوں خطبوں کے درمیان امام کے بیٹھنے کا وقت۔
۲۶ خطبہ سے فراغت کے بعد امام کے منبر سے اترنے کا وقت۔
۲۷ نماز کے لئے تکبیر شروع ہونے سے امام کے مصلیٰ پر کھڑے ہونے تک کا وقت۔
۲۸ تکبیر شروع ہونے سے اختتام نماز تک کا وقت۔
۲۹ جمعہ کی نماز سے فراغت کے فوراً بعد کا وقت۔
۳۰ عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت۔
۳۱ نماز عصر کے درمیان کا وقت۔
۳۲ عصر کی نماز کے بعد سے (غروب آفتاب سے پہلے) نماز کا آخری وقت مستحب رہنے تک کا وقت۔
۳۳ مطلقاً نماز عصر کے بعد کا وقت۔
۳۴ نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت۔
۳۵ اور وہ وقت جب کہ آفتاب ڈوبنے لگے۔،،(۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الجمعة (باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبردہ بن ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۵۲۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱/۸۸۷

جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کی فضیلت

(۱۱۵۸) ﴿وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ." رواه ابو داؤد باسناد صحيح﴾

ترجمہ: ''حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دنوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت والا دن جمعہ کا دن ہے، پس تم اس دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ کو پیش کیا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد نے اس کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

لغات: ❖ معروضة: پیش کی ہوئی۔ عرض (ض) عرضاً۔ الشیء بفلان: پیش کرنا الشیء علیه: دکھلانا۔ اور یہ باب افعال و تفعیل وغیرہ سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ: تم اس میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود شریف مجھ کو پیش کیا جاتا ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت بہت سے صحابہ سے منقول ہیں۔ مثلاً: ابوہریرہ، حضرت انس، ابوامامہ، ابودرداء، ابومسعود، حضرت عمر، ابن عمر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جمعہ کے دن درود پڑھنے کی فضیلت کیوں؟

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت اس لئے ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور دوسری طرف آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام مخلوق کی سردار ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن میں کثرت سے درود پڑھو، جو ایسا کرے گا میں اس کے لئے شہادت دوں گا اور قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا [1]

یارب صل و سلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الطهارة (باب فی الغسل یوم الجمعة)، واحمد ۵/۱۶۱۶۲، وابن ماجه، وابن حبان ۹۱۰، والدارمی ۱۵۷۲، وهكذا فی البيهقی ۳/۲۴۸ واسناده صحيح علی شرط الشيخين.

راوی حدیث اوس بن اوس کے مختصر حالات:

نام: اوس تھا، قبیلہ بنوثقیف سے تعلق رکھتے تھے، بعض کہتے ہیں کہ اوس بن اوس کو ہی اوس بن ... اوس کہتے ہیں، یہ کہنے والوں میں یحیٰ بن معین اور امام بخاری جیسے آدمی ہیں اور بعض نے دونوں کو الگ الگ خیال کیا ہے، بعد ... میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہیں انہوں نے ایک مسجد اور گھر بنا لیا تھا۔

مرویات: ان سے کئی روایات مروی ہیں، بعض نے ۲۴ کہی ہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں بخاری و مسلم میں ان سے کوئی روایت نہیں ہے، ان کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔

---

(۱) رواہ بیہقی

(۲۱۱) بَابُ اِسْتِحْبَابِ سُجُوْدِ الشُّكْرِ عِنْدَ حُصُوْلِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ أَوِ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

کسی ظاہری نعمت کے حصول کے وقت یا کسی ظاہری مصیبت کے زائل ہونے کے وقت سجدہ شکر ادا کرنے کے استحباب کا بیان

آپ ﷺ نے امت کی سفارش کی دعا کی جو اللہ جل شانہ نے قبول فرمالی

(۱۱۵۹) ﴿عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْباً مِنْ عَزْوَزَاءَ نَزَلَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَدَعَا اللّٰہَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِداً فَمَكَثَ طَوِيْلاً ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِداً. فَعَلَهُ ثَلَاثاً. وَقَالَ: إِنِّیْ سَأَلْتُ رَبِّیْ وَشَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ، فَأَعْطَانِیْ ثُلُثَ أُمَّتِیْ، فَخَرَرْتُ سَاجِداً لِرَبِّیْ شُكْراً ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِیْ فَسَأَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ، فَأَعْطَانِیْ ثُلُثَ اُمَّتِیْ، فَخَرَرْتُ سَاجِداً لِرَبِّیْ شُكْراً، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِیْ، فَسَأَلْتُ رَبِّیْ لِاُمَّتِیْ، فَأَعْطَانِیَ الثُّلُثَ الْآخَرَ، فَخَرَرْتُ سَاجِداً لِرَبِّیْ﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے کی نیت سے نکلے، پس جب ہم عزوزاء مقام کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر اللہ جل شانہ سے دعا مانگتے رہے، پھر سجدہ میں گر گئے اور پھر کافی دیر تک سجدے میں

رہے، پھر کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر دعا فرمائی، پھر سجدے میں چلے گئے، اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ کیا اور فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے شفاعت کی تو اللہ جل شانہ نے مجھے میری امت کا تہائی حصہ عطاء فرمایا، پس میں شکرانہ کے طور پر اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا، پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے سوال کیا، پس میرے رب نے مجھے اپنی امت کا ایک تہائی عطاء فرمایا، میں پھر شکرانہ کے طور پر اپنے پروردگار کے لئے سجدے میں گر پڑا، پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے سوال کیا تو مجھے اس نے آخری تہائی بھی عطاء کردیا، پس میں اپنے پروردگار کے لئے سجدہ ریز ہوا۔" (ابوداؤد)

لغات: ❖ خرساجدا: خر (ن، ض) خراً وخرورًا: اوپر سے نیچے گرنا، خرللہ ساجداً: سجدہ میں گر پڑنا۔

تشریح: شَفَعْتُ لِأُمَّتِیْ: "میں نے اپنی امت کے لئے شفاعت کی، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے مغفرت اور جنت میں داخل کرنے کی دعا فرمائی کہ امت محمدیہ کے تمام افراد بالاخر جنت میں داخل ہوں گے، جہنم میں ہمیشہ کے لئے کوئی نہیں رہے گا، کوئی اپنی سزا بھگتنے کے بعد، کوئی شفاعت کے ذریعے، کوئی اللہ کے فضل سے۔

فَخَرَرْتُ سَاجِداً: "میں سجدہ میں گر گیا۔" اس سے مراد امام شافعی کے نزدیک سجدہ شکر ہے۔ مگر احناف کے نزدیک اس سے مراد دو رکعت ہے، صرف سجدہ مراد نہیں ہے، سجدہ سے مراد بھی نماز ہے کہ اہم جزء بول کر پورا عمل مراد لیا گیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب سجود الشکر)، وهکذا فی البیهقی ۲/۳۷۰ واسناده شدید الضعیف لکن شاهده موجود فی کتب الاحادیث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

(۲۱۲) بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے قیام کی فضیلت کا بیان

رات کے کچھ حصے میں تہجد ادا کیا کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً﴾

(سورۃ الاسراء: ۷۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشادگرامی ہے: ”رات کے کچھ حصے میں نماز تہجد ادا کرو، یہ تمہارے لئے ایک زائد عمل ہے، امید ہے کہ تمہارا رب تم کو مقام محمود پر کھڑا کردے گا۔“

تشریح: فَتَهَجَّدْ: تہجد یہ هجود سے ہے، یہ متضاد معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی سونے کے بھی آتے ہیں اور بیداری کے بھی۔ ”به“ ضمیر کا مرجع قرآن ہے، مطلب یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ بیدار رہا کرو۔ ابن کثیر تہجد کے بارے میں حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ الْبَصرِيُّ: هُوَمَا كَانَ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَ يُحمَلُ عَلَى مَاكَانَ بَعْدَالنَّوْمِ (۱)

ترجمہ: ”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز تہجد ہر اس نماز پر صادق آتا ہے جو عشاء کے بعد پڑھی جائے، ہاں تعامل کی وجہ سے اس کو کچھ نیند کے بعد محمول کیا جاتا ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ نماز تہجد میں سونا شرط نہیں مگر عموماً آپ ﷺ اور صحابہ کا عمل اس طرح رہا کہ وہ رات میں سونے کے بعد بیدار ہو کر تہجد پڑھتے تھے، اس لئے افضل صورت تہجد کی یہی ہوگی کہ سونے کے بعد اٹھ کر پڑھے۔

نَافِلَةً لَّكَ: اس میں مفسرین کی دو رائے ہیں: (۱) پہلا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پر زائد فرض ہے یعنی تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی، (۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ نفل آپ ﷺ پر زائد ہے۔ (۲)

مَقَامًا مَحْمُوْدًا: اس سے مراد شفاعت کبری ہے، مطلب یہ ہے کہ میدان محشر میں جب تمام بنی آدم پریشان ہوں گے تو آپ ﷺ سفارش کریں گے اور پھر حساب وکتاب شروع ہوجائے گا۔

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) معارف القرآن ۵/۵۰۱

ایمان والوں کے پہلو اُن کے بستروں سے دور رہتے ہیں

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (سورة سجده: ١٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشادگرامی ہے: ”(ایمان والے) ان کے پہلو اُن کے بستروں سے دور رہتے ہیں۔“

تشریح: جمہور مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک آیت بالا سے مراد تہجد کی نماز ہے، یہی بات حسن بصری، مجاہد، مالک اور اوزاعی رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت بالا عشاء کی نماز سے پہلے نہ سونے اور جماعت عشاء کا انتظار کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آیت بالا ان لوگوں کے متعلق ہے جو مغرب، اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھتے ہیں۔ اور

ابودرداء، قتادہ اور ضحاک وغیرہ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ آیت بالا سے وہ لوگ مراد ہیں جو عشاء کی نماز جماعت سے ادا کریں اور پھر صبح کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ آیت بالا کے بارے میں جتنے بھی اقوال ہیں ان میں آپس میں کوئی تضاد نہیں، سب ہی اقوال آیت بالا کا مصداق بن سکتے ہیں۔ (۱)

تہجد پڑھنے والے قیامت کے دن بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔ (۲)

(۱) تفسیر ابن کثیر
(۲) تفسیر مظہری

ایمان والے رات کو تھوڑا سا سوتے ہیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ (سورة الذاريات: ١٧)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔''

تشریح: آیت بالا میں مؤمنین کی صفت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ رات کو سوتے کم ہیں اور جاگتے زیادہ ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ آیت بالا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ متقین حضرات رات کو جاگتے اور عبادت کرنے کی مشقت اٹھاتے ہیں اور بہت کم سوتے ہیں۔

حضرت ابن عباس، قتادہ، مجاہد وغیرہ کی رائے آیت بالا کے بارے میں یہ ہے کہ اس میں ''ما'' نفی کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو تھوڑا سا حصہ ان پر ایسا بھی آتا ہے جس میں وہ سوتے نہیں بلکہ عبادت کرتے ہیں، اس مفہوم کے لحاظ سے اب آیت بالا میں وہ سب حضرات داخل ہوجائیں گے جو رات کے کسی بھی حصہ میں عبادت کرتے ہیں۔ حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ عشاء کی نماز سے پہلے نہ سوئیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (۱)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ بنوتمیم کے ایک شخص نے میرے والد سے کہا اے ابواسامہ! ہم اپنے اندر وہ صفت نہیں پاتے جو اللہ جل شانہ نے متقین کے لئے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ: ''كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ'' ہمارا حال تو یہ ہے: ''قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا تَقُوْمُ'' یعنی رات میں بہت کم جاگتے اور عبادت کرتے ہیں، اس پر میرے والد نے اس کا جواب یہ دیا:

طُوْبٰى لِرَجُلٍ اِذَا نَعَسَ وَاتَّقَى اللّٰهَ اِذَا اسْتَيْقَظَ. (۲)

ترجمہ: ''بشارت ہے اس شخص کے لئے جس کو نیند آئے تو وہ سوجائے، مگر بیدار ہو تو تقویٰ اختیار کرے۔''

مطلب یہ ہے کہ مقبولیت صرف رات کو جاگ کر عبادت کرنے ہی میں منحصر نہیں ہے۔ جو شخص نیند سے مجبور ہو رات کو

زیادہ نہ جاگے مگر بیداری میں وہ گناہوں سے بچے وہ بھی مبارک بادی کے قابل ہے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر وھکذا فی معارف القران
(۲) تفسیر ابن کثیر وھکذا فی معارف القران

آپ ﷺ رات کو اتنا قیام فرماتے کہ پاؤں پر ورم آجاتا

(۱۱۶۰) ﴿وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَقَدْغُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلَا أَكُوْنَ عَبْداً شَكُوْراً؟﴾. (متفق عليه. وعن المغيرة بن شعبة نحوه، متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا، پس میں نے ایک دن آپ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟'' (بخاری) حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی اسی طرح کی روایت بخاری ومسلم میں موجود ہے۔

لغات: ❖ تتفطر: قدماه: تفطر وانفطر: پھٹنا۔ قدم کا تثنیہ قدما ہے، یہ باب سمع قدم معنی آنا، اور باب افعال سے پیش قدمی کرنا، باب تفعیل سے آگے کرنا۔

تشریح: یہ روایت ''باب المجاھدہ'' میں گذر چکی ہے، مصنف علیہ الرحمۃ دوبارہ یہاں پر اس لئے ذکر فرما رہے ہیں کہ اس میں رات کی نماز کا ذکر ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر اللہ جل شانہ کے جس قدر احسانات ہوں تو اس کو اتنا ہی اللہ جل شانہ کی عبادت کرنا چاہئے۔

تخریج حدیث: سبق تخريجه في باب المجاهدة.

نوٹ: راوی حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ کو فرمایا کہ تہجد پڑھا کرو

(۱۱۶۱) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَ فَاطِمَةَ لَيْلاً ؛ فَقَالَ: "أَلَا

تُصَلِّيَانِ؟ ﴾ (متفق عليه).

"طرقه" أتاه ليلاً.

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر رات کو تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا تم (تہجد) کی نماز نہیں پڑھتے؟'' (بخاری ومسلم)

طرقه: ان کے پاس رات کو آئے۔

لغات: ❖ طرق: طرق يطرق (ن) طرقاً وطروقاً ۔ القوم: رات کے وقت آنا، یا رات کے وقت آنے والا مہمان۔

طرقه: رات کے وقت آنا۔

تشریح: اَلاَ تُصَلِّيَانِ؟ کیا تم (تہجد) کی نماز نہیں پڑھتے؟ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے تہجد کی نماز کی کہ اتنی فضیلت والی نماز سے کوئی محروم نہ ہوئے، یہاں تک کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو فرض کر دیتا۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب التهجد (باب تحريض النبى صلى الله عليه و سلم على قيام الليل والنوافل من غير ايجاب وغيره)، وصحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب ما روى فى من نام الليل اجمع حتى اصبح). والنسائى، و ابن حبان ٢٥٦٦، و هكذا فى البيهقى ٢/ ٥٠٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عبد اللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کو تہجد پڑھ لیا کرے

(١١٦٢) ﴿وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللّٰهُ عنهم عَنْ اَبِيْهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ" قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لاَ يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلاَّ قَلِيْلاً﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبد اللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کو قیام کر لیا کرے۔ حضرت سالم کہتے ہیں اس کے بعد میرے والد (عبد اللہ) رات کو بہت کم سوتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نعم الرجل: نعم: افعال مدح میں سے ہے اور غیر منصرف ہے۔ نعم الرجل: بہت اچھا شخص ہونا۔

تشریح: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ الله "عبداللہ اچھا آدمی ہے۔" علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں جہاں ایک طرف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا ذکر ہے تو دوسری طرف تنبیہ ہے اہتمام تہجد کے لئے۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کی تعریف اس کے سامنے کرنے سے اس میں عجب اور غرور پیدا نہیں ہوگا تو اس کی تعریف اس کے منہ پر کی جاسکتی ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف فرمائی "نعم الرجل" کے ساتھ کی (کہ عبداللہ اچھا آدمی ہے)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة (باب مناقب عبد الله بن عمر رضی الله عنهما)، وصحیح مسلم، واحمد ۶۳۳۸/۲، والترمذی، وابن حبان ۷۰۷۰، وهکذافی البیهقی ۵۰۱/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۸۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تہجد پڑھنے کے بعد چھوڑنا نہیں چاہئے

(۱۱۶۳) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَاعَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ: كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبد اللہ! تو فلاں شخص کی طرح نہ ہونا وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کو عبادت کے لئے اٹھنا چھوڑ دیا۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖مثل: مثل (ن) مثولا۔ فلانا: مانند ہونا۔ مثل: شبهٌ نظیر، مشابہ جمع امثال.

تشریح: لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ فلاں شخص کی طرح نہ ہوجانا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کوئی صحابی ہوں گے جو تہجد کی نماز پڑھتے تھے مگر پھر اس کو چھوڑ دیا، ان کی یہ بات جب آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو کو بطور نصیحت کے یہ فرمایا کہ تم اس صحابی کی طرح نہ ہوجانا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کسی عمل کو نہیں کرتا یہ بھی اچھا نہیں، اس سے زیادہ برا یہ ہے کہ اس کو کرنے کے بعد چھوڑ بیٹھے اسی لئے آپ ﷺ کی مسنون دعاؤں میں آتا ہے:

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ [۱] ہم زیادتی کے بعد نقصان کے واقع ہونے سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب ما یکره من ترک قیام اللیل لمن کان یقومه وغیره)، و صحیح مسلم کتاب الصیام (باب النهی عن صیام الدهر)، والنسائی، و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مشکوۃ

صبح تک سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کردیتا ہے

(۱۱٦٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى أَصْبَحَ! قَالَ: "ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنَيْهِ أَوْقَالَ: فِيْ أُذُنِهِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ رات کو صبح ہونے تک سویا رہا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آدمی وہ ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کردیا، یا فرمایا اس کے کان میں۔“ (راوی کو شک ہے) (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بال: بال (ن) بولا و مبالا: پیشاب کرنا۔

تشریح: مَازَالَ نَائِماً حَتّٰى اَصْبَحَ: ”وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے۔“

صبح سے کون سی نماز مراد ہے؟

بعض علماء فرماتے ہیں اس سے مراد تہجد کی نماز ہے اور بعض کے نزدیک فجر کی نماز ہے۔ (۱)

بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهِ: ”شیطان اس کے کان میں پیشاب کردیتا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ حقیقتاً ایسا ہوتا ہے کہ شیطان پیشاب کردیتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین سے مروی ہے کسی دن ان کی آنکھ نہ کھلی تہجد یا فجر میں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا آدمی ان کے کان میں پیشاب کررہا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں پیشاب کرنا یہ کنایہ ہے کہ شیطان اس شخص کو ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے اور یہ اصول ہے جس چیز کو آدمی ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے اس پر پیشاب کردیتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ صحیح بخاری کتاب التهجد (باب اذا نام و لم يصل بال الشيطان فی اذنه وغيره)، و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين (باب ما روى فيمن نام الليل اجمع حتى اصبح)، و ابن ماجه، و ابن حبان ٢٥٦٢، و هكذا فی البيهقی ١٥/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۱۴۲/۳ (۲) مرقاۃ ۱۴۳/۳

شیطان گدی پر تین گرہ لگا دیتا ہے

(۱۱۶۵) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ، ثَلاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ، اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلّٰى، اِنْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيْطاً طَيِّبَ النَّفْسِ، وَ اِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ﴾

متفق عليه. قافية الرأس: آخره.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر جب وہ سوتا ہے تو تین گرہیں لگا دیتا ہے، ہر گرہ پر وہ منتر پڑھتا ہے تیرے لئے رات بہت لمبی ہے پس خوب سو، اگر وہ بیدار ہوکر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ وضوء بھی کر لے تو ایک گرہ اور کھل جاتی ہے، پھر اگر اس نے نماز بھی پڑھی تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے ورنہ اس کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ وہ بدمزاج اور سست ہوتا ہے۔''

(بخاری و مسلم)

قافیۃ الراس: اس سے مراد سر کا پچھلا حصہ (گدی)

لغات: ❖قافية الرأس: گدی (ج) أَقْفٍ، أَقْفِيَة، أَقْفَاء، قُفُوْن.

تشریح: يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ. ''شیطان ہر ایک کی گدی پر گرہ لگا دیتا ہے۔'' گرہ سے مراد حقیقتاً گرہ لگانا ہے، اس کی تائید میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ گرہ لگانا یہ کنایہ ہے سستی سے اور بعض علماء فرماتے ہیں مراد اس گرہ لگانے سے اس کو قابو کرنا ہے۔ (۱)

مقصد یہ ہے اس گرہ لگانے سے کہ شیطان آدمی کو اس کے مقصد سے روکتا ہے۔

فَأَصْبَحَ نَشِيْطاً طَيِّبَ النَّفْسِ: وہ صبح ہشاش بشاش اور پاکیزہ نفس کے ساتھ کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص شیطان کے فریب میں نہیں آتا اور اٹھ کر نماز، ذکر وغیرہ میں مشغول ہوجاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا تمام دن اللہ کی رحمتوں کے ساتھ گزرتا ہے اور دن بھر وہ بشاشت کے ساتھ رہتا ہے۔

اس کے برخلاف جو شخص شیطان کے مکر میں پھنس جاتا ہے تو اس کا دن بھر غفلت اور سستی کے ساتھ گزرتا ہے اور دن بھر کے کام کاج میں بھی اس کو کوئی خاص کامیابی نہیں ملتی۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب عقد الشیطان علی قافية الراس اذا لم یصل باللیل)، و صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب ما روی فی من نام اللیل اجمع حتی اصبح)، والامام مالک فی مؤطئه ٤٢٦، و احمد ٧٣١٢/٣، و ابوداؤد، والنسائی، وابن حبان ٢٥٥٣، و هکذا فی البیهقی ١٦١٥/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۱۴۱/۳ و ہکذا مظاہر حق ۷۹۳/۱
(۲) مرقاۃ ۱۴۲/۳، وکذا مظاہر حق ۷۹۳/۱ و روضۃ المتقین ۱۸۱/۳ و ہکذا فی نزہۃ المتقین

تہجد پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں

(١١٦٦) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوا السَّلَامَ، وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ﴾. رواه الترمذی و قال حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پھر تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔“ (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ افشو۔ السلام: افشی افشاء۔ الشیء: پھیلانا سرہ لفلان: ظاہر کرنا۔

تشریح: حدیث بالا باب ”فضل السلام والامر بافشائه“ میں گذر چکی ہے۔ یہاں پر علامہ نووی رحمہ اللہ دوبارہ اس لئے ذکر فرما رہے ہیں کہ اس میں بھی تہجد کی فضیلت مذکور ہے کہ اس کی برکت سے آدمی جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب فضل السلام والامر بافشائه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۵۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

فرض کے بعد سب سے اہمیت والی نماز تہجد کی ہے

(١١٦٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ وَ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ اللہ کے نزدیک پہلے محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔''

لغات: ❖ الفریضة: فرض روزہ، زکوٰۃ وغیرہ، مقرر کردہ حصہ جمع: فرائض.

تشریح: صَلاۃُ اللَّیلِ: ''سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔'' بہتر نماز تہجد کی نماز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نفس پر بہت زیادہ مشقت آتی ہے اور اس نماز میں اخلاص بھی زیادہ ہوتا ہے، نیز یہ کہ اس تہجد کی نماز سے فرض نمازیں درجہ کمال واتمام کو پہنچتی ہیں۔ یعنی جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو فرض نماز کو بھی خشوع وخضوع سے پڑھے گا۔ (۱)

جنید بغدادی کا کام آنے والا عمل

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

تَاهَتِ الْعِبَادَاتُ وَ فَنِيَتِ الْإِشَارَاتُ وَ مَا نَفَعَنَا اِلَّا رَكْعَاتٌ صَلَّيْنَاهَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ. (۲)

ترجمہ: ''وہ باتیں جو حقائق ومعارف کی بیان کرتا تھا سب ختم ہوگئی، مجھے تو صرف نماز کی ان چند رکعتوں نے فائدہ دیا جو آدھی رات کو پڑھا کرتا تھا۔''

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل صوم المحرم)، واحمد ۸۵٤۲/۳ والنسائی وابن ماجه و ابن حبان ٣٦٣٦ والدارمی ١٧٥٧ ۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۸۰۴/۱

(۲) مظاہر حق ۸۰۵/۱

تہجد کی دو رکعت میں ایک رکعت ملا کر تین وتر بنالینا ہے

(١١٦٨) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم قَالَ: "صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْبِوَاحِدَةٍ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے، پس جب تم کو صبح صادق کا خطرہ ہو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر بنالو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ خفت: خاف (س) خوفا و خیفاً و مخافة و خیفة و تخوف: گھبرانا، احتیاط کرنا، ڈرنا، صفت (خائف) جمع: خائفون.

تشریح: رات کی نماز دو دو پڑھنا افضل ہے

صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى: "رات کی نماز دو، دو رکعت ہے۔" جمہور اور صاحبین کے نزدیک رات کی نماز دو، دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک رات کی نماز چار، چار رکعات کر کے پڑھنا افضل ہے۔ جمہور علماء کی دلیل تو حدیث بالا ہی ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے جس میں وہ فرماتیں ہیں:

مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَ لَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعاً فَلاَ تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعاً فَلاَ تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلاَثاً (۱)

ترجمہ: "آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کے گیارہ رکعات پڑھتے تھے، چار رکعات پڑھتے، پس نہ پوچھو کہ وہ کتنی حسین اور کتنی لمبی ہوتی تھیں؟ چار رکعات پڑھتے، پس ان کے حسن اور لمبائی کی بابت مت پوچھو، پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت کا ہے اگر کوئی چار رکعات پڑھے یا دو رکعات پڑھے سب کے نزدیک جائز ہوگا۔"

فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ: ایک رکعت کے ساتھ تہجد کی دو رکعت کو ملا کر تین رکعات کر کے وتر بنالو، یہ مطلب نہیں ہے کہ وتر کی صرف ایک رکعت منفرداً پڑھی جاتی تھی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب صلاة النبی صلی الله علیه وسلم)، و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب صلاة اللیل مثنی مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل)، والامام مالک فی مؤطئه ۲۶۹، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۲۴۲۶، وهکذا فی البیهقی ۳/۲۱ و ۲۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ۱/۱۵۴ باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ وصحیح مسلم ۱/۲۵۴ باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل۔

وتر تین رکعات ہیں

(۱۱۶۹) ﴿وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعات ہے، پس جب تجھے صبح صادق کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت کے ساتھ وتر بنالے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ مثنى مثنى: دو دو، کہا جاتا ہے "اتو اثناء و مثنى" وہ لوگ دو دو آئے۔ غیر منصرف ہے اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ رات کو پڑھی جانے والی نماز دو، دو رکعت کر کے پڑھنا چاہئے، امام شافعی اور صاحبین وغیرہ کے نزدیک اگر کوئی چار چار کر کے پڑھ لے تب بھی جائز ہوگا ان کے نزدیک۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک رات کی نماز کو ایک سلام سے چار چار رکعات پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی دو دو کر کے پڑھے تو تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہوگا۔

تہجد میں ایک رکعت ملانے کا مطلب

يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ: ایک رکعت کے ساتھ وتر بنالے۔ امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: رات کی دو رکعت کے ساتھ ایک مزید رکعت ملا دے تاکہ تین بن جائے اور پھر یہ تین وتر بن جائے گی۔ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حدیث بالا سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ وتر کی ایک رکعت مستقل تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھی جائے [1] ایک روایت میں آتا ہے کہ "صلوة بتيراء" تنہا ایک رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تخریج حدیث: صحيح بخاری کتاب الوتر (باب ساعات الوتر)، وصحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح القدیر شرح ہدایہ

آپ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں تہجد پڑھی ہے

(۱۱۷۰) ﴿ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُوْمَ مِنْهُ وَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کسی مہینے میں تو اس طرح روزہ رکھنا چھوڑ دیتے کہ ہم گمان کرتے کہ اس مہینے میں آپ روزہ ہی نہیں رکھیں گے اور پھر کبھی روزہ رکھتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ آپ ﷺ اس مہینے میں کوئی روزہ چھوڑیں گے نہیں، اسی طرح رات کا حال تھا کہ آپ چاہیں کہ آپ ﷺ کو رات کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھیں مگر آپ پڑھتے ہوئے دیکھ لیتے اور اگر چاہتے کہ آپ ﷺ کو سویا ہوا نہ دیکھیں مگر

سویا ہوا دیکھ لیتے۔" (بخاری)

لغات: ❖ یفطر: افطر ۔ الصائم: کھانا پینا۔ فطر (ن ض) فطرا وفطراً و فطوراً ۔ الصائم: روزہ دار کا افطار کرنا۔

تشریح: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ اَنْ لَا يَصُوْمَ مِنْهُ.

"کسی مہینے میں تو اس طرح روزہ رکھنا چھوڑ تے تھے کہ ہم گمان کرتے تھے کہ اس مہینے میں تو روزہ ہی نہیں رکھیں گے۔"

مطلب یہ ہے کہ نفلی روزے میں کوئی مستقل معمول نہیں تھا، کوئی مہینہ ایسا بھی ہوتا جس میں آپ ﷺ روزہ نہ رکھتے یہاں تک کہ آخر ایام میں روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے اور کبھی آپ مسلسل اس طرح روزہ رکھتے کہ گمان ہونے لگتا کہ پورا مہینہ ہی آپ ﷺ روزہ رکھیں گے مگر پھر آپ ﷺ بالکل چھوڑ دیا کرتے تھے۔

وَكَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا رَأَيْتَهُ: تم چاہتے کہ آپ ﷺ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھیں مگر تم پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے۔

مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز پڑھتے، پھر آرام فرما لیتے اور کبھی ابتدا میں آرام فرماتے۔ درمیانی شب میں نماز پڑھتے اور کبھی آخری شب میں آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کو رات کے ہر حصے میں نماز پڑھتا ہوا بھی اور آرام کرتا ہوا بھی پایا گیا۔ (۱)

اللهم صل و سلم دائما ابداً على حبيبك خير الخلق كلهم

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب التهجد و كتاب الصوم (باب ما يذكر من صوم النبى صلى الله عليه وسلم وافطاره) واحمد ۱۲۰۱۲/۴، والترمذى، والنسائى، وابن حبان ۲۶۱۷، و هكذا فى البيهقى ۱۷/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱۸۴/۳

آپ ﷺ پچاس آیات کے برابر تہجد میں سجدہ فرماتے

(۱۱۷۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً ۔ تَعْنِيْ فِي اللَّيْلِ. يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلَاةِ﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے، اس سے مراد حضرت عائشہ کی رات کی نماز ہے، اپنا سر اٹھانے سے پہلے اتنا لمبا سجدہ کرتے کہ جتنی دیر میں تم میں سے ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے، پھر اپنی دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس نماز کی اطلاع دینے کے لئے موذن آتا۔''

لغات: ❖ قدر: القدر (مصدر) چیز کی انتہاء، بغیر کمی زیادتی کے برابر ہونا، کہا جاتا ہے ''هذا قدر ذاک'' یہ اس کے مماثل اور مساوی ہے۔ قدر (ض) قدراً۔ الامر: تدبیر کرنا۔ الشیء بالشیء: اندازہ کرنا، مقدار کے مطابق کرنا۔

تشریح: إِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً ''آپ ﷺ تہجد کی گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔'' عموماً آپ ﷺ کی تہجد آٹھ رکعات ہوتی تھی اور پھر آخر میں تین وتر اس حساب سے گیارہ رکعت بن جاتی تھی۔

يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً:

آپ ﷺ اتنا لمبا سجدہ فرماتے جیسے کہ تم میں سے کوئی آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ علماء فرماتے ہیں جتنا لمبا قیام ہوگا اسی حساب سے رکوع اور سجدہ ہوگا، آپ ﷺ تہجد میں لمبی قرأت فرماتے تھے اس لئے آپ ﷺ کا تہجد میں سجدہ بھی لمبا ہوتا تھا۔

يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ: ''دو رکعت پڑھتے نماز فجر سے پہلے۔'' آپ ﷺ عموماً تہجد کی نماز کے بعد وتر پڑھتے۔ اور جب طلوع فجر ہوجاتا تو پھر دو رکعت فجر کی سنتیں پڑھ کر کچھ دیر استراحت فرماتے تاکہ رات کی عبادت سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے وہ دور ہوجائے اور فجر کے فرض بشاشت کے ساتھ ادا کئے جاسکیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب صلاة النبی صلی الله علیه وسلم)، واحمد ۲۵۰۶۳/۹، وابوداؤد، والترمذی، رواه امام مالک فی مؤطنه ۲۶۵، والدارمی ۳۳۷/۱، وابن حبان ۲۴۶۷، وهکذا فی البیهقی ۴۴/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نبی کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا

(۱۱۷۲) ﴿وَ عَنْهَا قَالَتْ: مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ. فِيْ رَمَضَانَ وَ لَا فِيْ غَيْرِهٖ. عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّيْ أَرْبَعاً، فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ! ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعاً، فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ! ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثاً. فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: ''يَاعَائِشَةُ! إِنَّ

عَیْنَیَّ تنَامَانِ وَ لَا یَنَامُ قَلْبِیْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں (تہجد) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے، پہلے چار رکعت پڑھتے اس کے عمدہ اور حسن اور لمبی ہونے کے بارے میں نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے پس اس کے بھی حسن اور عمدہ اور لمبی ہونے کے بارے میں مت پوچھو، پھر تین رکعت پڑھتے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا وتر پڑھنے سے پہلے آپ سوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یزید: زاد یزید زیداً وزیادۃً۔ الشیء: بڑھانا، زیادہ کرنا۔ افعال سے زیادہ کرنے کے معنی بھی مستعمل ہے۔

تشریح: یُصَلِّیْ اَرْبَعاً: ''چار رکعت پڑھتے۔'' اس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ استدلال کرتے ہیں کہ رات کی نماز چار چار کر کے پڑھنا زیادہ اجر کا موجب ہے، کیونکہ چار رکعات میں مشقت زیادہ ہے دو رکعت کے بنسبت، اگر کوئی دو، دو کر کے بھی پڑھے تو تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہوگا۔

اِنَّ عَیْنَیَّ تنَامَانِ وَ لَا یَنَامُ قَلْبِیْ: میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت تھی کہ ان کے سونے سے وضو باقی رہتا تھا، بخلاف امت کے کہ ان کے سونے سے وضوء فاسد ہو جاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب صلاة النبی صلی الله علیه وسلم)، و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی الله علیه وسلم)، رواه امام مالک فی موطئه ۲۶۵، واحمد ۲٤۱۲۸/۹، والترمذی، والنسائی، وابن حبان ۲٤۳۰۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی

اکثر آپ ﷺ رات کے پہلے حصہ میں آرام فرماتے اور آخری حصے میں تہجد پڑھتے

(۱۱۷۳) ﴿وَ عَنْهَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنَامُ أَوَّلَ اللَّیْلِ، وَ یَقُوْمُ آخِرَهُ فَیُصَلِّیْ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کے پہلے حصے میں سو جاتے تھے اور رات کے آخری حصے میں اُٹھتے اور نماز پڑھتے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ ینام: نام ینام نوماو نیاما: اونگھنا یا سونا، مرنا۔ النوم: بمعنی نیند۔ یہ نائم کی جمع یا اسم جمع، کہا جاتا ہے ''رجل نوم

ونوام: بہت سونے والا مرد، اوراسم النیمة، نامت السوق: بازار کا ماند پڑنا الریح: ہوا کا رک جانا، نومه تنویماً: سلانا، نوم الرجل: خوب اچھی طرح سونا، ناومه مناومة: سونے میں غالب ہونا، النائم: سونے والا جمع نیام و نوام، استنام استنامة۔ الرجل: سونا، نیند چاہنا۔

تشریح: وَ یَقُوْمُ آخِرَہٗ فَیُصَلِّیْ: ''رات کے آخری حصے میں اٹھتے اور نماز پڑھتے۔'' حدیث بالا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثریتی معمول بیان کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز آخری شب میں زیادہ پڑھتے تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار ابتدائی رات میں اور کبھی درمیانی شب میں بھی آپ ﷺ نے تہجد پڑھی ہے تاکہ امت کے لئے آسانی ہوجائے کہ رات میں جس حصے میں بھی تہجد پڑھنا چاہے پڑھ سکتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التهجد (باب من نام عندالسحر)، وصحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیه وسلم)، واحمد ۱۰/۲۶۲۱۶، وابن ماجه، والنسائی، وابن حبان ۲۵۸۹۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تہجد کی نماز آپ ﷺ کی بہت لمبی ہوتی تھی

(۱۱۷۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً، فَلَمْ یَزَلْ قَائِماً حَتّٰی ھَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ. قِیْلَ: مَاھَمَمْتَ؟ قَالَ: ھَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَ أَدَعَہٗ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ برابر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا۔ ان سے پوچھا گیا آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا؟ آپ نے جواب دیا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ ﷺ کو چھوڑ دوں۔''

لغات: ❖ هممت: هم (ن) هما۔ بالشیء: ارادہ کرنا، چاہنا۔ هم (ن) هما و مهمة۔ الامر فلاناً: غمگین کرنا۔ اور افتعال سے اہتمام کرنا، اور اسی سے مہتمم ہے۔

تشریح: نوٹ: یہ حدیث ''باب المجاهدة'' میں گذر چکی ہے۔

فَلَمْ یَزَلْ قَائِماً حَتّٰی ھَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ: ''آپ ﷺ برابر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے ایک برے کام (بیٹھنے) کا ارادہ کرلیا۔'' حدیث بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے رات کا قیام جتنا لمبا ہوسکے اتنا ہی افضل اور بہتر ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ اگر نفل نماز میں ایک دو آدمی شامل ہوجائیں اور جماعت کی شکل بن جائے تو جائز ہے، احناف کے نزدیک تین

سے زائد کی نفلی جماعت صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مقتدی تھک جائے تو وہ بیٹھ سکتا ہے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب المجاهدة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تہجد میں رکوع اور سجدہ بھی قیام کی طرح لمبا ہوتا تھا

(۱۱۷۵) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَالْمِائَةِ، ثُمَّ مَضٰى، فَقُلْتُ: يُصَلِّيْ بِهَافِيْ رَكْعَةٍ، فَمَضٰى، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ، فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلاً إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ، سَبَّحَ، وَ إِذَامَرَّبِسُوَالٍ، سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ، تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْواً مِنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ قَامَ طَوِيْلاً قَرِيْباً مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، فَكَانَ سُجُوْدُهُ قَرِيْباً مِنْ قِيَامِهِ.﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو آپ ﷺ نے سورہ بقرہ پڑھنی شروع کی، میں نے دل میں کہا سو آیتوں پر آپ رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ ﷺ نے تلاوت جاری رکھی۔ میں نے خیال کیا کہ آپ یہ سورت پوری نماز (دو رکعتوں) میں ختم فرمائیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے تلاوت جاری رکھی، پھر میں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ اس کے ساتھ (یعنی سورت ختم کر کے) رکوع فرمائیں گے، لیکن اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ نساء پڑھنی شروع کر دی اور پھر وہ ساری سورت پڑھ لی۔ پھر آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران شروع فرما دی اور وہ بھی ساری پڑھ لی۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ جب آپ ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ تسبیح کرتے۔ اور جب کسی سوال والی آیت کی تلاوت کرتے تو اللہ سے سوال کرتے۔ اور جب کسی پناہ مانگنے والی آیت تلاوت فرماتے تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا، پس آپ ﷺ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھنا شروع کیا اور آپ کا رکوع بھی آپ کے قیام کے برابر تھا، پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد پڑھا۔ پھر آپ ﷺ دیر تک کھڑے رہے تقریبا اتنا جتنا آپ نے رکوع فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ نے سجدہ فرمایا اور اس میں آپ

سبحان ربی الاعلی پڑھتے رہے اور آپ ﷺ کا یہ سجدہ بھی قیام کے برابر تھا۔" (مسلم)

لغات: ❖ نحواً: النحو مثل، مقدار، جانب، جنت، راستہ مثل، قصد وارادہ، نحا ینحو نحواً۔الشیء: قصد کرنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب المجاهدة" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کو دوبارہ اس لئے ذکر کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے قیام اللیل کا ذکر آ رہا ہے کہ آپ ﷺ رات کو لمبی لمبی رکعات پڑھا کرتے تھے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب استحباب تطویل القرآن فی صلاة اللیل).

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفة الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

لمبی قیام والی نماز افضل ہے

(۱۱۷۶) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "طُوْلُ الْقُنُوْتِ﴾. (رواه مسلم)

اَلْمُرَادُ بِالْقُنُوْتِ: اَلْقِيَامُ.

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کون سی نماز افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لمبے قیام والی۔"

لغات: ❖ القنوت: قنت (ن) قنوتاً: اطاعت کرنا۔ نماز میں کھڑا ہونا، اللہ کے سامنے خاکساری کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں قیام والی نماز کو افضل بتایا جا رہا ہے۔

نماز میں لمبا قیام افضل ہے یا کثرت سجدہ؟

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ایک روایت میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لمبا قیام افضل ہے۔

دوسرا مذہب: امام شافعی رحمہ اللہ کا مفتی بہ قول اور امام محمد رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک کثرت رکعات اور کثرت سجدہ افضل ہے۔

تیسرا مذہب: امام ابو یوسف علیہ الرحمہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ دن میں تکثر رکعات افضل ہے اور رات میں لمبے قیام والی نماز بہتر ہے۔ (۱)

حدیث بالا سے بھی امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہو رہی ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بہتر نماز لمبے قیام

والی ہے۔"

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب افضل الصلاۃ طول القنوت)، واحمد ۱٤۳۷۵/۵ وابن ماجة وابن حبان ۱۷۵۸، و هکذا فی البیهقی ۸/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) معارف السنن ۴۸۰/۳

اللہ جل شانہ کوسب سے زیادہ محبوب نماز اور روزہ داؤد علیہ السلام والا ہے

(۱۱۷۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَ يَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَ يَنَامُ سُدُسَهُ وَ يَصُوْمُ يَوْماً وَ يُفْطِرُ يَوْماً﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ جل شانہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ آدھی رات سوتے تھے، اس کے تیسرے حصے میں عبادت کے لئے اٹھ جاتے اور اس کے چھٹے حصے میں (پھر) سوجاتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ چھوڑ دیتے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖سدسه: سدس (ن) سدسا. القوم: چھٹا حصہ لینا، السُّدُس: چھٹا حصہ۔

تشریح: اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ "اللہ جل شانہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔" اور وہ یہ ہے کہ آدھی رات سوتے اور پھر تیسرے حصے میں عبادت کے لئے اٹھ جاتے اور اس کے چھٹے حصے میں پھر سوجاتے تھے۔ اس طریقے سے نماز پڑھنے سے آدمی دوتہائی تقریباً سوئے گا۔ اور جب اس کا نفس اتنی دیر آرام کرے گا تو پھر جو عبادت کی جائے گی اس میں پوری فرحت و بشاشت ہوگی۔ (۱)

یَصُوْمُ یَوْماً وَ یُفْطِرُ یَوْماً: "ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔" اس طرح روزہ رکھنے میں ایک طرف محنت و مشقت بھی زیادہ ہوتی ہے اور کچھ درمیانی دن میں کھانے پینے کو بھی مل جاتا ہے (جو ایک دن کا وقفہ ہوتا ہے) صاحب نزہۃ المتقین فرماتے ہیں رات کا قیام اور دن کے روزے اس ترتیب داؤدی پر کرنا مستحب ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب صوم داؤد علیه السلام)، و صحیح مسلم کتاب

الصیام (باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به)، واحمد ٦/٦٥٠١ـ وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجة، وابن حبان ٣٥٢، و مصنف ابن عبد الرزاق ٧٨٦٤، والدارمی ٢/٢٠، و هکذا فی البیهقی ٤/٢٩٥، ٢٩٦ـ

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۷۹۸ روضۃ المتقین ۳/۱۸۸

(۲) نزہۃ المتقین

دن اور رات میں قبولیت کی ایک گھڑی ضرور آتی ہے

(۱۱۷۸) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ: "إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً، لَايُوَافِقُهَارَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيْراً مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذٰلِکَ كُلَّ لَيْلَةٍ﴾(رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ رات میں ایک ایسی گھڑی ہے اور اس میں دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی کا سوال کرے تو اللہ جل شانہ اسے ضرور عطاء فرمادیتے ہیں، اور یہ گھڑی ہر رات کو ہوتی ہے۔''

لغات: ❖ساعة: گھنٹہ، گھڑی، لمحہ: جمع ساعات.

تشریح: اِلَّا اَعْطَاهُ: ''ہر شب میں ایک گھڑی ایسی ضرور آتی ہے جس میں بندہ جو کچھ بھی مانگتا ہے اللہ جل شانہ اس کو ضرور عطاء فرمادیتے ہیں۔''

یہ گھڑی کب آتی ہے؟

رات کی اس گھڑی کو اللہ جل شانہ نے چھپا رکھا ہے، جیسے کہ ساعت جمعہ، لیلۃ القدر وغیرہ، تاکہ لوگ اس کو تلاش کرنے میں زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ بعض علماء نے فرمایا نصف شب کا وقت یہ ساعت قبولیت کا ہے اور بعض نے آخری شب سحری کا وقت مراد لیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب فی اللیل ساعة مستحبات فیها الدعاء)، واحمد ٥/١٤٣٦١، وابن حبان ٢٥٦١ـ

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تہجد کے شروع میں دو رکعت ہلکی سی پڑھنا چاہئے

(۱۱۷۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَاقَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحِ الصَّلَاةَ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رات کو عبادت کے لئے کھڑا ہوتو وہ نماز کا آغاز دو مختصر رکعتوں سے کرے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ فَلْيَفْتَتِحْ: افتتح الامر بكذا: شروع کرنا۔ فتح (ف) فتحاً۔ الباب: دروازہ کھولنا۔

تشریح: بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ: ''دو ہلکی رکعت پڑھے۔'' بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ دو ہلکی رکعتوں سے تحیۃ الوضوء مراد ہے، اس کو مختصر پڑھنا مستحب ہے (۱) مگر دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ دو ہلکی رکعتیں بھی تہجد کی نماز ہوتی تھیں جو تحیۃ الوضوء کے قائم مقام بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اس وقت تحیۃ الوضوء کے لئے علیحدہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب الدعاء فى صلاة الليل و قيامه) واحمد ۷۷۵۲/۳، وابوداؤد، وابن حبان ۲۶۰۶، ومصنف ابن ابی شيبة ۲۷۳/۲، وكذافى البيهقى ۶/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۹۰/۳
(۲) مظاہر ۸۷۷/۱

آپ ﷺ تہجد کی ابتداء میں دو رکعت مختصر پڑھتے تھے

(۱۱۸۰) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاقَامَ مِنَ اللَّيْلِ اِفْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو اپنی نماز کو ہلکی پھلکی دو مختصر رکعتوں سے شروع فرماتے تھے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ فَلْيَفْتَتِحْ: افتتح الامر بكذا: شروع کرنا۔ فتح (ف) فتحاً۔ الباب: دروازہ کھولنا۔

تشریح: علماء حدیث بالا سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تہجد میں ابتداء دو رکعت آپ ﷺ کی اتباع میں ہلکی پڑھنا چاہئے، پھر اس کے بعد لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا چاہئے۔ اور ابتداء میں دو ہلکی رکعتوں کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ

اس طرح پڑھنے سے نیند کا اثر ختم ہوجائے گا اور عبادت میں کامل نشاط پیدا ہوجائے گا پھر لمبی لمبی رکعتیں پڑھنے میں خوب دل لگے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب الدعاء فی صلاۃ اللیل و قیامه)، واحمد ۲٤۰۷۲/۹۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین، وکذا روضۃ المتقین ۱۹۰/۳

آپ ﷺ تہجد کی بھی قضا فرماتے تھے

(۱۱۸۱) ﴿وَ عَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَافَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْغَيْرِهِ، صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے کسی درد یا کسی اور وجہ سے رات کی نماز رہ جاتی تو آپ ﷺ دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ وجع: الوجع: مرض یا تکلیف جمع وِجَاع وَأَوْجَاع. وجع يوجع وجعاً: مریض اور دردمند ہونا۔ اس کے مضارع میں یجع اور یا جع واؤ کو حذف کرکے یا الف سے بدل کر بھی بولتے ہیں۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی رات کی نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوجاتی تو آپ ﷺ دن میں اس کو قضاء کر لیتے تھے، یہی مفہوم ایک دوسری روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا عَمِلَ عَمَلاً اَثْبَتَهُ، وَكَانَ اِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ مَرِضَ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً. (۱)

ترجمہ: ''آپ ﷺ جب کام کرتے تو اس کو مستقل کرتے اور جب آپ ﷺ رات کو سوتے رہتے یا بیماری کی وجہ سے نہ اٹھ پاتے تو دن میں آپ ﷺ بارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت اور نفل کی عادت ہو تو بعد میں اس کو پڑھ لے تاکہ عادت باقی رہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب جامع صلاۃ اللیل و من نام عنه أو مرض). و ابوداؤد، والترمذي، والنسائی، و ابن حبان ۲٤۲۱، و مصنف عبد الرزاق ٤۷۱٤۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) روضۃ المتقین ۱۹۰/۳

رات کے وظیفہ دن میں پورے کئے جاسکتے ہیں

(۱۱۸۲) ﴿وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْعَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مقررہ وظیفے یا اسی قسم کی کسی چیز سے رہ جائے، پس وہ اسے فجر اور ظہر کی نماز کے دوران پڑھ لے تو اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے کہ گویا اس نے وہ (وظیفے) رات کو ہی پڑھا ہے۔"

لغات: ❖ حزبه: حزبه (ن) حزبا۔ الويل والغم: پہنچنا، لاحق ہونا، سخت ہونا، حزب القرآن: ایک حصہ مقرر کر کے پڑھنا۔ الحزب: حصہ، ورد، وظیفہ، لوگوں کی جماعت، ہتھیار، پارٹی ج أحزاب.

تشریح: یہ روایت پہلے "باب المحافظة" میں گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رات کی عبادت میں آدمی کی کچھ عادت بن جاتی ہے، مثلاً آٹھ رکعت نماز پڑھنے کی اور ایک یا دو حصہ قرآن کی تلاوت کرنے کی، تو اب عموماً آدمی اس کو پورا کرتا ہی ہے۔ اگر کسی دن اس کو نیند کا غلبہ ہوجائے اور یہ رات کے اعمال کو پورا نہ کرے تو اب یہ ظہر سے پہلے پہلے پورا کرلے تو اس کو پورا ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کی قضاء ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی جو عادت ہے وہ باقی رہے۔ (۱)

تخريج حديث: صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب جامع صلاة الليل و من نام عنه أومرض)، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٢٦٤٣، والدارمی ٣٤٦/١، و كذا فی البيهقی ٤٨٤/٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱۱۲/۲

اللہ رحم فرمائے اس عورت پر جو تہجد میں اپنے مرد کو اٹھائے

(۱۱۸۳) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّى وَ أَيْقَظَ اِمْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأَةً قَامَتْ مِنَ

اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ﴾ (رواه ابو داؤد بإسناد صحيح)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو عبادت کرے اور نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔“ (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

لغات: ❖ نضحت: نضح (ف ض) نضحاً۔ فی وجهه الماء: پانی کے چھینٹے دینا۔البیت بالماء: پانی چھڑکنا۔علی الماء: چھڑکنا۔

تشریح: نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا: ”اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔“ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو ایک دوسرے کو اٹھانے کی کوشش وسعی کی جائے، شریعت کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح میاں، بیوی دنیاوی کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں اسی طرح ان کو دینی امور اور طاعت الٰہی، عبادت خداوندی میں بھی ایک دوسرے کے مددگار ہونا چاہئے، اگر ان میں سے کسی کو سستی ہو جائے تو دوسرا اس کی مدد کردے۔ (۱)

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کی عبادت میں معاون و مددگار بننا چاہئے اور ایک دوسرے کو عبادت میں مشغول کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب قیام اللیل)، واحمد ۷۴۱۴/۳، والنسائی، و ابن ماجه، و ابن حبان ۲۵۶۷، والحاکم ۱۱۶۴/۱، و کذا فی البیهقی ۵۰۱/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۸۰۲/۱

(۲) روضۃ المتقین ۱۹۲/۳

مرد کو چاہئے کہ بیوی کو تہجد میں اٹھائے

(۱۱۸۴) ﴿وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا. أَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعاً، كُتِبَا فِي الذَّاكِرِيْنَ وَالذَّاكِرَاتِ﴾. (رواه ابو داؤد بإسناد صحيح)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب

آدمی اپنے گھر والوں کو بیدار کرے اور پھر وہ دونوں نمازیں پڑھیں یا اکٹھی دو رکعتیں پڑھیں تو ان دونوں کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔" (ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے)

لغات: ❖ أيقظ: ايقاظاً و يقظ تيقظاً۔ فلاناً: بیدار کرنا، جگانا الغبار: غبار اڑانا، ابویقظان: مرغ.

تشریح: حدیث بالا میں اس شخص کی خصلت کا ذکر ہے جو اپنی بیوی کو نوافل اور عبادت کے لئے آمادہ کرتا ہے اور پھر دونوں اللہ کی عبادت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

كُتِبَا فِي الذَّاكِرِيْنَ وَالذَّاكِرَاتِ: "تو ان کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہ سورت احزاب آیت نمبر ۳۵ "ان المسلمین والمسلمات الخ" کی طرف اشارہ ہے جس میں نیک مردوں اور نیک عورتوں کی چند صفات کو بیان کرنے کے بعد ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد كتاب الصلاة (باب قيام الليل)، وابن ماجه، و ابن حبان ۲۰٦۸، والحاكم ۱۱۸۹، وكذا في البيهقي ۲/۵۰۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین وکذا روضۃ المتقین ۳/۱۹۲

جب اونگھ آنے لگے تو نماز کو مؤخر کردینا چاہئے

(۱۱۸۵) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَ هُوَ نَاعِسٌ، لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو اسے چاہئے کہ وہ سو جائے یہاں تک کہ اس سے اس کی نیند دور ہوجائے، اس لئے کہ جب تمہارا ایک آدمی اونگھتا ہوا نماز پڑھتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ استغفار کی جگہ وہ اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ ناعس: نعس (ف، ن) نعساً۔ الرجل: اونگھنا، صفت مذکر ناعس جمع: نُعَّس. فليرقد: رقد يرقد (ن) رقدًا بمعنی سونا۔

تشریح: اِذَانَعَسَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ: ''نماز میں اونگھ آ ئے۔'' مطلب یہ ہے کہ نماز میں جتنا خشوع وخضوع اور حضور قلب ہوگا اتنا ہی نماز قبولیت کے زیادہ قریب ہوگی۔تو حالت نوم (نیند) یہ خشوع وخضوع سے مانع ہے، اور صرف مانع ہی نہیں بلکہ ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ آدمی نیند میں کہنا کچھ چاہتا ہے اور کہتا کچھ ہے، جیسے کہ حدیث بالا میں بھی فرمایا جارہا ہے کہ کرنا استغفار چاہتا ہے مگر نیند میں ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو برا کہنے لگتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوضوء (باب الوضوء من النوم)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب امرمن نعس فی صلاته بأن یرقد)، والامام مالک فی موطئه ۲۵۹، واحمد ۲۵۷۱۹، وابوداؤد، والترمذی، وابن ماجه، وابن حبان ۲۵۸۳، والدارمی، و مصنف ابن عبد الرزاق ۴۲۲۲، و کذا فی البیهقی ۱۶/۳۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جب تہجد میں دوبارہ نیند آنے لگے تو تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہئے

(۱۱۸۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلٰى لِسَانِهٖ، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ، فَلْيَضْطَجِعْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کوعبادت کے لئے کھڑا ہواور قرآن کو پڑھنا اس کی زبان پر مشکل ہورہا ہے، پس اس کو کوئی علم نہ ہوکہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ لیٹ جائے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ فاستعجم: استعجم: عجز سے ساکت ہونا۔القرأة: پڑھنے پر قادر ہونا علیہ کلام: دشوار ہونا مبہم ہونا۔ اور عجم (ن) یعجم عَجمًا، بے زبان ہونا۔ فصیح اللسان پر قادر نہ ہونا۔ یا عجمی ہونا۔

تشریح: فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ: ''پس اس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اس کو چاہئے [illegible] لیٹ جائے۔'' مطلب یہ ہے کہ آدمی رات کو اٹھا تاکہ اللہ جل شانہ کی عبادت کرے، اور بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کا اظہار [illegible] ڑی دیر کے بعد اس کو سستی اور اونگھ آنے لگی تو اب اس کو چاہئے کہ تھوڑی دیر آرام کرلے تاکہ چستی لوٹ آئے اور پُر نشاط اور دل جمعی کے ساتھ اللہ کی عبادت کر سکے۔

علماء فرماتے ہیں جس طرح اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنے کو منع فرمایا جارہا ہے تو اسی طرح ہر وہ وقت جس میں خشوع و خضوع اور حضور قلب حاصل نہ ہوسکے اس وقت بھی نماز نہ پڑھے، اس سے فراغت کے بعد پڑھے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب امر من نعس فی صلاته او استعجم علیه القرآن)، واحمد ۸۲۳۸/۳، ابوداؤد، وابن ماجه، وابن حبان ۲۵۸۵، ومصنف عبدالرزاق ۴۲۲۱، و کذا فی البیهقی ۱۶/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

(۲۱۳) بَابُ اِسْتِحْبَابِ قِيَامِ رَمَضَانَ وَ هُوَ التَّرَاوِيُحُ

قیام رمضان یعنی تراویح کے مستحب ہونے کا بیان

جو رمضان میں قیام کرے اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۱۰۷) ﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔"

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ احتسابًا: احتسب ۔ الامر: گمان کرنا، شمار کرنا ماعند فلان: آزمائش کرنا عندالله خیرا: ثواب کی امید کرنا۔ یہ باب حسب کے علاوہ لغت فصیح میں بفتح العین زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَّ احْتِسَاباً "جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کرے۔" مطلب یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت کلام پاک کرے اور اگر یہ بیت اللہ میں ہے تو اس کے ساتھ ساتھ طواف وغیرہ کرے۔

صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ مراد ہیں (جو چھوٹے چھوٹے گناہ ہوتے ہیں) اور کبیرہ گناہوں کے لئے تو توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور اگر کوئی ایسا خوش

نصیب بندہ ہے جس کے نامہ اعمال میں گناہ نہ ہوتو یہ رات کا قیام اس کے لئے جنت کے درجات بلند ہونے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔[1]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب صلاۃ التراویح وکتاب الصوم، (باب من صام رمضان ایماناواحتسابا)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین، (باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح)، ومالک فی موطئه، واحمد ۸۵۸٤/۳، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۲۵٤٦، والدارمی ۲٦/۲، وکذا فی البیھقی ٤۹۲/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی وکذا روضۃ المتقین ۹۴/۳

آپ ﷺ رمضان کے قیام کی رغبت دلاتے تھے

(۱۱۸۸) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ، فَيَقُوْلُ: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے قیام میں رغبت دلاتے، بغیر اس کے کہ آپ اس کے واجب ہونے کا حکم فرماتے، پس آپ ﷺ فرماتے: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا تو اس کے پہلے کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔“ (مسلم)

لغات: ❖ بعزیمۃ: العزیمۃ: مؤکد ارادہ، منتر، جمع عزائم۔ یرغب: بمعنی رغبت دلانا، رغب سمع سے معنی راغب ہونا۔ اس کا صلہ الی اور علی دونوں مستعمل ہے لیکن جب علی صلہ آتا ہے تو معنی اعراض کرنا ہوتا ہے۔

تشریح: يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ ”رغبت دلاتے تھے رمضان کی رات کے قیام کی۔“

قیام سے مراد تراویح کا پڑھنا ہے

اس سے علماء استدلال فرماتے ہیں کہ تراویح کا پڑھنا سنت موکدہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کی بہت ترغیب دی ہے۔ اور رمضان کی رات کا قیام (تراویح) یہ خود آپ ﷺ سے بھی ثابت ہے بلکہ تین راتوں کوتو آپ ﷺ نے اجتماعی تراویح بھی پڑھائی، پھر ارشاد فرمایا: کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہوجائے، اس لئے خواہش کے باوجود آپ ﷺ نے صحابہ کو اجتماعی تراویح نہیں پڑھائی، مگر بعد میں فرض ہونے کا کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اجتماعی تراویح کا اہتمام شروع ہوگیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(٢١٤) بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ أَرْجٰى لَيَالِيْهَا

شب قدر کے قیام کی فضیلت اور اس کے واقع ہونے کی رات کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ الخ﴾ (سورۃ القدر)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور آپ (ﷺ) کو کیا معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس (جبرائیل) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلام ہے، وہ شب قدر طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شان نزول سورۃ لیلۃ القدر

آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا ذکر فرمایا: کہ وہ ساری رات عبادت کرتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لئے نکل جاتا، ایک ہزار مہینے تک اس نے یہ عمل کیا، اس پر اللہ جل شانہ نے سورۃ قدر نازل فرمائی، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ (۱)

لیلۃ القدر کا معنی

قدر کے لغت میں کئی معنی آتے ہیں: (۱) عظمت، (۲) تقدیر وحکم، (۳) تنگی وغیرہ۔

❶ یہ رات بھی عظمت والی ہے، نیز آدمی بھی توبہ واستغفار سے عظمت والا بن جاتا ہے۔

❷ تقدیر وحکم: ایک سال کے تمام معاملات اس رات کو فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ہیں جو کچھ اس سال میں ہونے والا ہوتا ہے وہ سب اس رات میں فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

❸ بمعنی تنگی: فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

اس رات میں قرآن بھی نازل ہوا اور باقی تمام کتب سماوی نازل ہوئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مصحف شریف بھی

رمضان کو، تورات چھٹی رمضان کو، انجیل تیرہویں رمضان کو، زبور اٹھارویں رمضان کو اور قرآن مجید شب قدر میں نازل ہوا۔ (۲)

یہ رات بڑی فضیلت والی ہے، اس ایک رات کی عبادت تراسی سال چار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس رات میں عبادت کرنے والوں کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

دوسری روایت میں آتا ہے جو اس رات کی خیر و برکت سے محروم ہوا حقیقتاً محروم ہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا اس رات میں کیا دعا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ. (۳) ''اے اللہ! آپ ہمیں معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند فرماتے ہیں میری غلطیوں کو معاف فرمادیں۔''

شب قدر کب آتی ہے؟

اس بارے میں علماء کے تقریباً چالیس اقوال ہیں؛ زیادہ تر لوگوں کی رائے یہ ہے جس میں امام مالک، شافعی، احمد، سفیان ثوری اور ابوقلابہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں فرماتے ہیں کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے اور طاق راتوں میں اکثر آتی ہے مثلاً: ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، نیز حدیث میں بھی آتا ہے: ''تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.'' شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ: ''روح'' سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت جبرائیل امین ہیں، بعض نے کہا کہ کوئی اور فرشتہ ہے۔

---

(۱) تفسیر مظہری و فتح القدیر
(۲) تفسیر مظہری و قرطبی
(۳) تفسیر قرطبی و مشکوٰۃ

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ ﴾ (سورۃ دخان: ۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''کہ ہم نے اس قرآن کو بابرکت رات میں اُتارا ہے۔''

لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ: اس سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک شب قدر ہے جو رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے۔

قرآن کے شب قدر میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے پورا قرآن آسمان دنیا میں اس رات میں نازل کردیا گیا، پھر تیئیس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کرکے آپ ﷺ پر نازل کیا گیا۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ہر سال میں جتنا قرآن نازل ہونا مقدر ہوتا تھا اتنا ہی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کردیا جاتا تھا۔ (۱)

اور لیلۃ القدر سے مراد شب قدر ہے جو رمضان میں آتی ہے اس کی تائید قرآن کی دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً:
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنْزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ کہ ''رمضان کے مہینے میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (۲)
إِنَّآأَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ''ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔'' (۳)
بعض لوگوں نے ''لَیْلَةٍ مُّبَارَکَةٍ'' سے شعبان کی پندرھویں رات مراد لی ہے، مگر جمہور مفسرین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ (۴)

(۱) تفسیر قرطبی (۲) سورۃ قدر آیت: ۱ (۳) سورۃ بقرۃ آیت ۱۸۵ (۴) تفسیر ابن کثیر

شب قدر میں عبادت کرنے والے کے پہلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۱۸۹) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ: "مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ إِیْمَاناً وَاحْتِسَاباً، غُفِرَ لَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تقدم: آگے بڑھنا، پہلے ہونا القوم: قوم سے سابق ہونا۔ قدم یقدم (سمع) معنی آنا۔ قدّم تَقْدِیْمًا کسی کو آگے پیش کرنا۔

تشریح: مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ ''جو شب قدر میں قیام کرے۔'' رات کے قیام سے مراد یہ ہے کہ وہ رمضان کی راتوں میں تراویح کے اہتمام کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن کریم اور اللہ کا ذکر کرے اور عشاء اور فجر کی جماعت کی نماز بھی نہ چھوٹے تو ایسے شخص کو خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ اس شخص کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (۱)
لَیْلَةَ الْقَدْرِ: شب قدر کو عبادت کرے اگرچہ اس کو شب قدر کا علم بھی نہ ہو کیونکہ شب قدر کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب صلاۃ التراویح وکتاب الایمان وکتاب الصوم (باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا)، وصحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین (باب الترغیب فی قیام رمضان وهوالتراویح).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۱۹۶

بعض صحابہ کو خواب میں شب قدر دکھا دی گئی تھی

(۱۱۹۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رِجَالاً مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرىٰ رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ﴾

(متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت (عبد اللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو خواب میں آخری سات راتوں میں شب قدر دکھلائی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں آخری سات راتوں میں ایک جیسے خواب آتے ہیں، پس جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ آخری راتوں میں اسے تلاش کرے۔''

لغات: ❖ تواطأت: واطاء مواطاءۃً۔ فلاناً علی الامر: موافقت کرنا۔ فلیتحر: تحر یتحر تحرًا. بمعنی تلاش کرنا، ڈھونڈنا۔

تشریح: فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ ''آخری سات راتوں میں۔'' علماء فرماتے ہیں آخری سات راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جو بیس رمضان کے بعد سے ۲۷ شب تک ہوتی ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ آخری سات راتیں مراد ہیں یعنی تیئسویں شب سے انتیسویں شب تک۔ (۱)

فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ: ''جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔'' اس کے اندر بھی اوپر کے دونوں احتمال مراد ہیں یعنی بیس سے ستائیس رمضان یا تیئسویں شب سے انتیسویں شب تک، مگر دوسرا احتمال علماء کے نزدیک راجح ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر (باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر) وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل لیلۃ القدر).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/ ۳۷۱

(۲) مظاہر حق ۲/ ۳۷۱

آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے

(۱۱۹۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِالْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَ يَقُوْلُ: "تَحَرَّوْالَيْلَةَالْقَدْرِفِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے: کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تحروا: تحری قابل استعمال کو طلب کرنا، دو چیزوں میں سے اولی کو طلب کرنا، تلاش کرنا۔ حری (ض) حریاً ۔ الشیء: گھٹنا، کم ہونا۔

تشریح: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ "تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔" حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے جو پانچ طاق راتیں ہیں یعنی ۲۱ ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ویں، ان میں سے ایک شب قدر ہوتی ہے، اس کو مبہم رکھا گیا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ راتوں میں جاگیں۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب فضل ليلة القدر (باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشرالاواخر)، وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب فضل ليلة القدر).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

شب قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے

(۱۱۹۲) ﴿وَعَنهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

تشریح: لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِالْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ. ''لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔'' اکثر علماء فرماتے ہیں لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے اور پھر آخری عشرے کی بھی طاق راتوں میں

زیادہ احتمال ہے، آپ ﷺ اعتکاف بھی اسی کی تلاش میں کرتے تھے کہ جس رات میں بھی آ جائے، اعتکاف کرنے والا اس کو پالے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر (باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر)

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں خود بھی جاگتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے

(۱۱۹۳) ﴿وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور خوب کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ جد: جد یجد (ض، ن) جداً: کوشش کرنا، جد (ض) جداً۔ فی القوم: عالی مرتبہ ہونا۔ احیاء: بمعنی زندہ کرنا، حیی (سمع) معنی زندہ ہونا۔

تشریح: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ: ''آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ خود بھی رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔'' جاگنے سے مراد رات میں عبادت کرنا ہے، مثلاً نماز پڑھنا، یا ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا وغیرہ۔ اور یہ عموماً پوری دس راتوں تک آپ کا معمول رہتا تھا۔

سوال: مَاسَهِرَ جَمِيْعَ اللَّيْلِ كُلَّهُ: کہ پوری رات آپ ﷺ نہیں جاگتے تھے۔ اور حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری رات جاگتے تھے؟

جواب: عام راتوں کے بارے میں یہ ہے مگر رمضان کی آخری دس رات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (۱)

شَدَّ الْمِئْزَرَ: ''تہبند کو مضبوط باندھتے۔'' مطلب یہ ہے کہ اس آخری عشرے میں آپ ﷺ بہت زیادہ مجاہدہ اور عبادت کرتے تھے۔ یا یہ جملہ کنایہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں سے ان دس راتوں میں صحبت اور مباشرت نہیں فرماتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر (باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان) وصحیح مسلم کتاب الاعتکاف (باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان) واحمد ۲۴۱۸۶/۹،

وابوداؤد والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۳۴۳۷، وکذا فی البیهقی ۳۱۳/۴۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وکذا فی روضۃ المتقین ۱۹۹/۳

آپ ﷺ جتنی عبادت آخری عشرے میں فرماتے کسی اور دنوں میں نہ فرماتے تھے

(۱۱۹۴) ﴿وَعَنهَا قَالَت: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، يَجتَهِدُ فِي رَمَضَانَ مَالَا يَجتَهِدُ فِي غَيرِهٖ، وَفِي العَشرِ الأَوَاخِرِ مِنهُ، مَالَا يَجتَهِدُ فِي غَيرِهٖ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں جتنی مشقت کرتے تھے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے، اور رمضان کے آخری عشرے میں اتنی مشقت کرتے تھے اتنی اس کے علاوہ کسی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یجتهد: اجتهد وتجاهد. فی الامر: کوشش کرنا اور پوری طاقت صرف کرنا۔ جهد یجهد (ف) جهدًا: کوشش کرنا، محنت کرنا۔

تشریح: مَالَا يَجتَهِدُ فِي غَيرِهٖ: ''اتنی مشقت اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔'' حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عام دنوں میں بھی بہت زیادہ عبادت کا اہتمام فرماتے تھے، مگر خاص کر کے آخری عشرہ رمضان میں اس اہتمام میں بہت زیادہ اضافہ ہوجاتا تھا اور اس کی راتوں کو بھی جاگنے کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے مہینے کو دوسرے مہینوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو آخری عشرے کو بقیہ رمضان پر حاصل ہے۔ [1]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الاعتکاف (باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان) واحمد ۲۶۲۴۸/۱۰، والترمذی، وکذا فی ابن ماجه ۱۷۶۷۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

شب قدر میں پڑھنے کی دعا

(۱۱۹۵) ﴿وَعَنهَا قَالَت: قُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيتَ إِن عَلِمتُ أَيَّ لَيلَةٍ

لَیْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِیْهَا؟ قَالَ: "قُوْلِی: اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے اگر مجھے علم ہوجائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: تم یوں کہو: اللھم انک عفو الخ "اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرمادے۔''

(ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ العفو: (مصدر) درگزرکرنا، معاف کرنا، عفا یعفو عفواً: عنه وماله وذنبه وعفا عن ذنبه: درگزر کرنا۔

تحب: محبت کرنا، افعال سے، مجرد ضرب سے۔

تشریح: قَالَ: قُوْلِی: اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ: شب قدر میں پڑھنے کے لئے آپ ﷺ نے یہ دعا ارشادفرمائی۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی: ترجمہ: ''اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرمادے۔'' علماء فرماتے ہیں یہ دعا بہت ہی جامع دعاؤں میں سے ہے کہ اس دعا میں دنیا و آخرت میں ہر قسم کی بھلائی کو جمع کردیا گیا ہے کہ مغفرت و بخشش وہ عظیم دولت ہے جو ہر خیر و بھلائی کا نقطہ عروج ہے، اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں کوئی سوال طلب عافیت و بخشش سے بہتر نہیں ہے۔[1]

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الذکر والدعاء (باب ای الدعاء افضل؟)، وابن ماجه والنسائی، فی عمل الیوم واللیلة، ۸۷۸ واسناده صحیح.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/ ۳۷۵

(۲۱۵) بَابُ فَضْلِ السِّوَاکِ وَ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

مسواک کی فضیلت اور فطری چیزوں کا بیان

اگر مجھ کو اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو مسواک کا حکم دیتا

(۱۱۹۶) ﴿عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْلَا أَنْ

أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اپنی امت یا (فرمایا) لوگوں کے مشقت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اشق: شق (ن) شقاً ومشقة۔ الامر: دشوار ہونا علی فلان: مشقت میں ڈالنا۔ شقّ: پھاڑنا، شق کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اس کی جمع شقوق و شقاق آتی ہے۔

تشریح: لَوْلَاأَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ: ”اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔“ مطلب حدیث بالا کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی امت سے بے پناہ شفقت ومحبت تھی اس وجہ سے مسواک کا حکم ہر نماز کے ساتھ نہیں دیا، اگر دے دیا جاتا تو پھر اگر مسلمان اس میں سستی کی وجہ سے اس پر عمل نہ کر سکتے تو گناہ گار ہو جاتے، لہٰذا فرض نہ ہونے کی صورت میں اگر کوئی اب عمل نہ کرے تو اب اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجمعة (باب السواک یوم الجمعة) وصحیح مسلم کتاب الطهارة (باب السواک)، ومالک فی مؤطئه، وأحمد ۷۳۴۳/۳، وابوداؤد، والترمذی، و النسائی وابن ماجه، وابن حبان ۱۰۶۸، والدارمی ۶۸۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نیند سے بیدار ہو کر بھی مسواک فرماتے تھے

(۱۱۹۷) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاقَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ﴾ (متفق علیه)

"اَلشَّوْص" اَلدَّلْکُ.

ترجمہ: ”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنا منہ مبارک مسواک سے صاف کرتے۔“ (بخاری ومسلم)

الشوص: بمعنی: ملنا، صاف کرنا۔

لغات: ❖ یشوص: شاص فاه بالسواک: منہ کو مسواک سے صاف کرنا، شاصه یشوصه (ن) ویشاصه شوصاً: جگہ سے ہلانا، ہاتھ سے ملنا، دھونا۔

تشریح: یَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاکِ: "جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو اپنا منہ مبارک مسواک سے صاف فرماتے۔" مطلب یہ ہے کہ جب آدمی سو کر اٹھتا ہے تو اس کے منہ کا ذائقہ بدبو کی وجہ سے بدلا ہوا ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک فرماتے تھے۔ اور اس وقت بھی مسواک کرنا علماء نے مستحب لکھا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، وصحیح مسلم، واحمد ۱۰/۲۳۴۷۵، وابوداؤد، و النسائی، والدارمی ٦٨٥، وابن حبان ١٠٧٢، ومصنف ابن ابی شیبة ١٦٨/١، وكذا فی البیهقی ٣٨/١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۰۱/۳۔

تہجد میں بھی آپ ﷺ مسواک کا اہتمام فرماتے تھے

(۱۱۹۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: "كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ، فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ، وَيُصَلِّيْ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم آپ ﷺ کے لئے آپ کی مسواک اور وضوء کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے، پس جب اللہ چاہتا اٹھا دیتا تو آپ ﷺ مسواک کرتے اور پھر وضوء فرما کر نماز پڑھتے۔"

(مسلم)

لغات: ❖ فیتوسک: تسوک تسوکا واستاک إستِیَاکاً: مسواک کرنا، السواک (مصدر) جمع سوک و (المسواک) جمع مساویک: دانت صاف کرنے کی لکڑی، مسواک۔

تشریح: فَيَتَسَوَّكُ وَ يَتَوَضَّأُوَيُصَلِّيْ: "جب آپ ﷺ سو کر بیدار ہوتے تو مسواک کرتے اور پھر وضوء کرتے اور نماز پڑھتے تھے۔" سونے سے منہ میں ایک بدبو سی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو دور کرنے کے لئے مسواک بہت مفید ہے۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات آپ ﷺ کی منشاء کو دیکھ کر عمل کرتی تھیں کہ آپ ﷺ مسواک کو پسند فرماتے تھے، اس لئے وہ اس کا پہلے ہی سے اہتمام کر لیتی تھیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطهارت (باب السواک) قطعة من حدیث طویل، احمد ٢٤٣٢٣/٩، وابوداؤد ١٣٤٢، وابن حبان ٢٤٤۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

مسواک کرنے کی تاکید

(۱۱۹۹) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں مسواک کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔" (بخاری)

لغات: ❖ اکثرت: اکثر الرجل: بہت مالدار ہونا بہت لانا الشیء: بہت کرنا، بہت شمار کرنا، بہت پانا۔ کثر باب کرم سے بمعنی زیادہ ہونا۔ السواک: بمعنی مسواک. ساک یسوک (ن) سوکًا. مسواک کرنا۔

تشریح: مسواک کرنے کی اہمیت

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کہ مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام مسواک کرنے کی اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے اپنی ڈاڑھوں پر خوف ہوگیا۔ (۱)

اسی طرح حضرت جابر کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دو رکعتیں جو مسواک کے ساتھ پڑھی جائیں وہ ستر رکعتیں بغیر مسواک کے پڑھنے سے بہتر ہے۔ (۲)

ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول نقل کیا ہے کہ اگر تمام شہر والے مسواک کا انکار کردیں تو ہم ان سے اس طرح قتال کریں گے جس طرح مرتدین سے قتال کیا جاتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجمعة (باب السواک یوم الجمعة)، واحمد ۱۲۴۶۱/۴، والنسائی، والدارمی ۶۸۱، وابن حبان ۱۰۶۷، وکذا فی البیهقی ۳۵/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) السعایۃ ۱۱۲/۱ (۲) السعایۃ ۱۱۲/۱ (۳) البحر الرائق ۳۸/۲

گھر میں داخل ہونے کے بعد بھی آپ ﷺ مسواک فرماتے تھے

(۱۲۰۰) ﴿وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت شریح بن ھانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جب آپ ﷺ گھر

تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے، کیا کام کرتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: مسواک فرماتے تھے۔" (مسلم)

لغات: ❖ بيته: بات (ض، س) بيتاً وبياتاً وبيتوتةً ومبيتاً ومباتاً۔ في المكان: شب باشی کرنا۔فلانا وعنده: کسی کے پاس رات میں آنا۔ البيت: جمع بيوت وابيات: گھر۔

تشریح: گھر میں داخل ہونے کے بعد مسواک کرنے کی حکمت

إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ: "جب آپ ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ مسواک فرماتے تھے۔" علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں امت کو تعلیم دینا مقصد ہے کہ آدمی جس طرح صاف ستھرا ہوکر باہر نکلتا ہے تو اسی طرح صاف ستھرا گھر والوں کے ساتھ بھی رہنا چاہئے۔ (۱)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں ہر شخص کے لئے تاکید کی جارہی ہے کہ جب بھی وہ گھر میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سب سے پہلے مسواک کرے، کیونکہ اس سے منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے اور اس سے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب السواک)، واحمد ۹/۲۴۸۴۹۔ و ابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۱۰۷۴، وابن ابی شيبة ۱/۱۶۸، وكذا في البيهقي ۱/۳۴۔

راوی حدیث حضرت شریح بن ھانی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: شریح، کنیت: ابوالمقدام، اصلاً تو یمنی ہیں مگر کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں میں سے تھے۔ اکثر یہ اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں، والد کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی روایت نقل کرتے ہیں، یحیٰ بن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

وفات: بقول ابوحاتم سجستانی کے ان کو ۷۸ھ میں قتل کردیا گیا تھا۔ (تقریب)

ان سے ان کے بیٹے ابوالمقدام، شعبی اور حکم بن عقبہ روایت نقل کرتے ہیں۔

---

(۱) مظاہر حق ۱/۳۲۰

(۲) فتح الباری بحوالہ مظاہر ۱/۳۲۰ وکذا فی روضۃ المتقین ۳/۲۰۳

آپ ﷺ زبان پر بھی مسواک فرماتے تھے

(۱۲۰۱) ﴿وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهِ﴾. (متفق عليه، وهذا لفظ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسواک کا کنارہ آپ ﷺ کی زبان مبارک میں تھا۔'' (بخاری ومسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

لغات: ❖ طرف السواک: مسواک کا ٹکڑا، الطرف: ہر شیء کا منتہی، گوشہ، ٹکڑا، شریف، جمع: اطراف. لسان: معنی زبان، جمع السنة ولسن وغیرہ آتی ہے۔

تشریح: طَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ: ''مسواک کا کنارہ آپ ﷺ کی زبان مبارک میں تھا۔'' حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان پر مسواک کا پھیرنا یہ بھی مستحب ہے۔

مسواک کرنے کا طریقہ

پہلے اوپر کے جبڑے میں داہنی طرف، پھر اوپر کے بائیں طرف، اس کے بعد نیچے کے داہنے طرف، پھر بائیں جانب۔[1]

علامہ، صاحب حلیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عرضاً دانتوں میں مسواک کرنی چاہئے اور طولاً زبان پر۔

مسواک کی لکڑی

ہر قسم کی لکڑی سے مسواک کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ لکڑی نقصان دینے والی نہ ہو، انار، بانس، ریحان، چنبیلی کی لکڑی سے مسواک کرنا مکروہ ہے، سب سے بہترین مسواک کے لئے پیلو کے درخت کی لکڑی ہے جس کی آپ ﷺ نے تعریف بھی فرمائی ہے۔ اور خود اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اس کو استعمال بھی فرمایا ہے۔ اس کے بعد زیتون کی لکڑی کو پسند کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوضوء (باب السواک)، وصحیح مسلم کتاب الطهارة (باب السواک)، واحمد ۲٤۲٥۸/۹، وابن ماجه ۲۸۹، وابن حبان ۱۰٦۷، والدارمی ٦۸٤، وکذافی البیهقی ۳٤/۱ واسناده جید.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) کبیری۔

مسواک کرنا اللہ میاں کی رضامندی کا ذریعہ ہے

(۱۲۰۲) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ﴾ (رواه النسائی، وابن خزیمة فی صحیحه بأسانید صحیحة)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔'' (مسلم ابن خزیمہ نے اسے صحیح سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔)

لغات: ❖ مطهرة: المَطهرة والمِطهرة: لوٹا، طہارت حاصل کرنے کا مکان، کہا جاتا ہے "السواک مطهرة للفم" یعنی مسواک منہ کی صفائی کا سبب ہے جمع مطاهر.

تشریح: **مسواک کرنے کے فوائد**

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ: ''مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے۔''

مسواک کے متعدد فوائد احادیث میں بیان کیے گئے ہیں مثلاً:

1. منہ کی صفائی کرتی ہے،
2. فراخی اور تو انگری پیدا کرتی ہے،
3. روزی کو آسان کرتی ہے،
4. منہ کو خوشبودار بناتی ہے،
5. سر کے درد کو روکتی ہے،
6. نظر کو تیز کرتی ہے،
7. معدہ کو صحیح کرتی ہے،
8. بدن کو قوت دیتی ہے،
9. حافظہ اور عقل میں اضافہ کرتی ہے،
10. عرش کے اٹھانے والے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔

علماء نے لکھا کہ مسواک کا ادنی فائدہ یہ ہے کہ اس سے منہ کی بدبو دور ہوتی ہے اور اعلیٰ فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ یاد دلاتی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: نسائی کتاب الطهارة (باب الترغیب فی السواک)، وصحیح بخاری کتاب الصوم تعلیقا.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ملخصا طحطاوی ص: ۳۸۔

(۲) نفس مصدر۔

فطری چیزیں پانچ ہیں

(۱۲۰۳) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْخَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ﴾ (متفق عليه الاستحداد: حلق العانة، وهوحلق الشعر الذی حول الفرج.)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: فطری چیزیں پانچ ہیں: (۱) ختنہ کرنا، (۲) زیرناف بال صاف کرنا، (۳) ناخن تراشنا، (۴) بغل کے بال اکھیڑنا، (۵) مونچھیں کٹوانا۔''

الاستحداد: زیرناف بال صاف کرنا، یہ ان بالوں کومونڈھنا ہے جوشرم گاہ کے اردگرد ہوتے ہیں۔

لغات: ❖ الختان: الختان والختانة: ختنه الختانة: ختنہ کرنے کا پیشہ۔ ختن (ن، ض) ختناً۔ الشیء: کاٹنا الصبی: ختنہ کرنا۔ خَتَنٌ: بمعنی داماد۔

تشریح: حدیث بالا میں فطری چیزیں پانچ بیان کی جارہی ہیں، جب کہ اس کے آگے والی روایات میں دس بیان کی گئی ہیں، اس میں آپس میں کوئی تعارض نہیں، حدیث بالا میں پانچ ہے دس کی نفی نہیں ہے، وہاں دس ہیں۔

❶ اَلْخِتَانُ: ختنہ کرنا، اس کے معنی مرد کے عضومخصوص کی اس چمڑی کو کاٹنا جوسفاری کو چھپائے ہوئے ہوتی ہے۔ (۱)

یہ شعائر اسلام میں سے ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاَصْلُ اَنَّ الْخِتَانَ سُنَّةٌ وَهُوَمِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ وَخَصَائِصِهِ فَلَوِ اجْتَمَعَ اَهْلُ بَلْدَةٍ عَلٰی تَرْکِهٖ حَارَبَهُمُ الْإِمَامُ. (۲)

ترجمہ: ''اصل ختنہ کرنا سنت مؤکدہ ہے اور یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور اسلام کی خصوصیت ہے، اگرتمام شہر والے ختنہ کروانا چھوڑ دیں تو سلطان ان کے خلاف جنگ کرے گا۔''

❷ اَلْاِسْتِحْدَادُ: زیرناف بال صاف کرنا۔ اس کو مونڈوانا ہے، اس طرح افضل اور بہتر ہے کہ لوہے کی چیز سے بال مونڈے جائیں۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

اَلْحَلْقُ اَفْضَلُ لِمُوَافَقَتِهِ الْخَبَرِوَقَدْقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هُوَ بِمَا اَحْدَثُوْا مِنَ النَّفِيْسَةِ يَعْنِی النُّوْرَةَ. (۳)

ترجمہ: ''مونڈوانا افضل ہے کیونکہ وہ حدیث کے ارشاد کے مطابق ہے اور اس لئے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ نورہ کا استعمال انسان کی ایجادکردہ ترقیات کے قبیل سے ہے۔''

❸ وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ: ناخن کاٹ کر کے دفن کرنا اولی ہے، بلکہ بدن کے بال اور ناخن اور ہروہ جز جوبدن سے چنا ہوا ہو اس کودفن کردینا چاہیئے۔ (۴)

❹ وَنَتْفُ الْاِبِطِ: بغل کے بال اکھاڑنا، کاٹنا بھی صحیح ہے مگر افضل اکھاڑنا ہے، جس کوابتداء سے عادت ہو، پہلے دائیں بغل

کا، پھر بائیں بغل کا لینا چاہئے خود کرنا افضل ہے، ضرورت کی وجہ سے دوسروں سے کرواسکتے ہیں۔

⑤ وَقَصُّ الشَّارِبِ: مونچھ کتروانا سنت ہے وہ بھی مبالغہ کے ساتھ، اس طرح کے تمام بال پست کردیئے جائیں۔ حضرت انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلْإِحْفَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الْحَلْقِ، کہ کتروانا حلق سے افضل ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب اللباس (باب قص الشوارب) وصحیح مسلم کتاب الطھارۃ (باب خصال الفطرۃ)، واحمد ۳/۷۱۴۲، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه ۲۹۵، وابن حبان ۵۴۷۹، وکذافی البیھقی ۱/۱۴۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) اللؤلؤ والمرجان ۱/۶۵،

(۲) درمختار ۵/ ۶۵۶،

(۳) المغنی ۸۷،

(۴) الطرائف والظرائف ۳/۱۲۲

دس چیزیں فطری ہیں

(۱۲۰۴) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ا: "عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ" قَالَ الرَّاوِي: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ؛ قَالَ وَكِيْعٌ وَهُوَ أَحَدُ رُوَاتِهِ: اِنْتِقَاصُ الْمَاءِ؛ يعني: اَلْإِسْتِنْجَاءَ﴾ (رواہ مسلم)

"البراجم" بالباء الموحدة والجيم، وهي: عقد الأصابع "وإعفاء اللحية" معناه: لايقص منها شيئا.

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطری ہیں: ① مونچھیں کٹوانا، ② داڑھی بڑھانا، ③ مسواک کرنا، ④ ناک میں پانی ڈالنا، ⑤ ناخن کاٹنا، ⑥ جوڑوں کو دھونا، ⑦ بغل کے بال اکھاڑنا، ⑧ زیر ناف بال مونڈھنا، ⑨ استنجاء کرنا، راوی نے کہا کہ میں دسویں بات بھول گیا ہوں۔ شاید کہ وہ کلی کرنا ہو۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہ بھی اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں: انتقاص الماء: کا معنی استنجاء کرنا ہے۔" (مسلم)

البراجم: باء کے زبر اور جیم کے زیر کے ساتھ: انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں۔ اعفاء اللحیۃ: بمعنی داڑھی میں سے کچھ بھی نہ کاٹا جائے۔

لغات: ❖ البراجم: قبیلہ تمیم کی ایک شاخ، انگلیوں کے جوڑ۔ البراجم جمع ہے البرجمۃ کی، ہاتھ پیر کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں، انگلیوں کے جوڑ کی پشت۔

تشریح: ''یہ دس چیزیں فطری ہیں'' یعنی انسان کی فطرت میں داخل ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ سنتیں ہیں سب نے ہی اس پر عمل کیا ہے، جو حسب ذیل ہیں۔

❶ مونچھیں کٹوانا: اس کے بارے میں مولانا زکریا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایک جماعت علماء سلف کی اس طرف گئی ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے، لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے، لیکن کتروانے میں بھی ایسا مبالغہ کے مونڈ نے کے قریب ہوجائے۔ (۱)

مونچھ کے دائیں جانب سے کترنے کی ابتداء کرنا مستحب ہے۔ (۲)

❷ داڑھی بڑھانا: داڑھی رکھنا واجب ہے، متعدد روایات میں اس کی ترغیب آئی ہے، اس مسئلہ میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے، مثلاً احناف کی مستند کتاب درمختار میں ہے: ''كَذَايَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ'' (۳) کہ اسی طرح مرد پر اپنی داڑھی منڈوانا حرام ہے۔

شافعی مذہب کی مستند کتاب ''الام'' میں خود امام شافعی رحمہ اللہ نے داڑھی منڈانا حرام فرمایا ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ پوری داڑھی بلاکسی عذر کے منڈانا حرام ہے۔ (۴)

مالکی مذہب کی مستند کتاب شرح رسالہ میں ہے:

وَ يُمْنَعُ حَلْقُهَا اَلشَّيْبُ مِنْهَاوَ نَتْفُهٗ وَيُحْرَمُ عَقْدُهَاوَضَفْرُهَا (شرح رسالہ ابوزید)

''داڑھی منڈانا منع ہے، اس میں سے سفید بال نوچنا اور منڈانا بھی منع ہے، داڑھی کو بٹنا اور اس میں گرہ لگانا بھی حرام ہے۔''

حنبلی مذہب کی مستند کتاب کتاب الاقناع میں ہے:

وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِوَيَحْرُمُ حَلْقُهَا ''داڑھی چھوڑنا ضروری ہے، اس کا منڈانا حرام ہے''(۵)

❸ مسواک کرنا: مسواک کرنے کے بھی متعدد روایات میں فضائل وارد ہوئے ہیں، ایک روایت میں آتا ہے: مسواک کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز ستر گنا زیادہ ثواب دلاتی ہے۔ (۶)

مسواک پیلو وغیرہ نرم لکڑی کی ہونی چاہئے۔ (۷)

❹ ناک میں پانی ڈالنا: اس سے ناک کی صفائی ہوجاتی ہے، مگر روزے کی حالت میں ناک میں پانی اس طرح چڑھانا کہ ماغ تک پہنچ جائے منع ہے، ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

بَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِماً. (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

"ناک میں اچھی طرح پانی چڑھا کر صفائی کیا کرو الا یہ کہ تم روزہ کی حالت میں ہو۔"

❺ ناخن کاٹنا: ناخن تراشنے کے لئے شریعت میں کوئی پابندی نہیں ہے، جس انگلی سے چاہے شروع کریں، جس پر چاہیں ختم کریں، البتہ دائیں ہاتھ سے شروع کرنا سنت ہے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَلَمْ يَثْبُتْ فِي كَيْفِيَّتِهِ شَيْءٌ وَلَا فِي تَعْيِيْنِ يَوْمٍ لَهُ." (۸)

"کہ ناخن کاٹنے میں کوئی کیفیت منقول نہیں ہے اور نہ ہی کسی دن کی تعیین ضروری ہے۔"

❻ جوڑوں کو دھونا: بدن کا ہر وہ حصہ جہاں پر میل جمنے کا احتمال ہو اس کو صاف کرنا، مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے یہ اصول معلوم ہو گیا کہ جسم کی صفائی اور اپنی ہیئت اور صورت کی درستی اور ہر ایسی چیز کا ازالہ اور اس سے اجتناب جس سے گھن آئے اور کراہیت پیدا ہو، احکام فطرت میں سے ہے اور طریقہ انبیاء ہے۔" (۹)

❼ بغل کے بال اکھاڑنا: بغل کے بال اکھاڑنا اصل سنت ہے، مگر یہ وہی کر سکتا ہے جس نے ابتداء سے عادت ڈالی ہو، ورنہ بعد میں کرنے سے زخمی ہو جائے گا اور اگر مونڈوایا جائے تب بھی جائز ہے (شامی) اگر اکھاڑا اور نوچا جائے تو تین فائدے ہوں گے: (۱) بو کم سے کم پیدا ہو گی، (۲) بال چبھیں گے نہیں، (۳) بال تاخیر سے نکلیں گے۔

❽ زیر ناف بال مونڈھنا: اصل مونڈھنا ہے اور اگر کوئی نورہ یا کوئی اور چیز سے صاف کرے تب بھی جائز ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے فتاویٰ ہندیہ سے نقل کیا ہے: "لَوْ عَالَجَ بِالنُّوْرَةِ يَجُوْزُ" کہ اگر نورہ وغیرہ بھی استعمال کرے تب بھی جائز ہے۔ (۱۰)

❾ استنجاء کرنا: یہ بھی امور فطرت سے ہے جب کہ یہ اپنے مخرج سے نہ بڑھی ہو، اور اگر نجاست مخرج سے بڑھ چکی ہو تو اب اس کا صاف کرنا ضروری ہے۔ استنجاء کرنا یہ بھی انبیاء کی سنتوں میں سے ہے، اس میں پتھر اور پانی دونوں کا استعمال بہتر ہے، ورنہ ایک بھی کافی ہو جائے گا مگر جب مخرج سے نجاست باہر نکل چکی ہو تو اب پانی سے دھونا ضروری ہوگا۔

❿ کلی کرنا: یہ بھی نظافت و طہارت کے لئے ہے، یہ کلی وضوء میں سنت اور غسل میں فرض ہے، روزہ کی حالت میں غرغرہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اگر اس کی وجہ سے گلے میں پانی چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (۱۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطهارة (باب خصال الفطرة)، وابوداؤد، والترمذی، و النسائی، وابن ماجه ۲۹۳، واحمد فی مسنده ۲۵۱۱۴/۹۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شمائل ترمذی: ۹۳۔

(۲) عمدۃ القاری شرح بخاری۔

(۳) علائی درمختار مع المختار۵/ ۳۵۹۔
(۴) عبادی شرح منہاج درشرح فصل عقیقہ۔
(۵) اقناع، فصل فی الامتشاط والادھان۔ مصنف: ابوالنجا شرف الدین موسیٰ حجازی مقدسی ۹۶۸ ہجری
(۶) بیہقی فی شعب الایمان۔
(۷) عمدۃ القاری۔
(۸) بذل المجھود ۱/ ۳۳۔
(۹) معارف الحدیث ۳/ ۶۲۔
(۱۰) شامی، وکذا مغنی لابن قدامہ ۱/ ۸۶۔
(۱۱) نفع المفتی والسائل: ۲۵۔

مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ

(۱۲۰۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ احفوا: الشوارب: حف (ن) حفا وحفافاً. الشیء: چھلکا اتارنا اللحیة: مونڈنا یا کترنا۔ الوجه: بال دور کرنا۔ واعفوا: عفا یعفو عفواً وعفی یعفی عفیا۔ الشعر: بالوں کو چھوڑ دینا، یہاں تک کہ لمبے اور زیادہ ہوجائیں۔ اعفی اعفاء۔ الشعر: بالوں کو بڑھنے کے لئے چھوڑ دینا۔

تشریح: أَحْفُوا الشَّوَارِبَ: مونچھ کو تراشو۔ اس سلسلہ میں حضرت انور شاہ کشمیری رئیس المحدثین فرماتے ہیں کہ:
اَلْإِحْفَاءُ أَفْضَلُ مِنَ الْحَلْقِ. [۱]
کہ تمام بال قینچی سے اچھی طرح تراشنا یہ افضل اور پسندیدہ ہے اس سے کہ اس کو مونڈا جائے کہ وہ مونڈنے کے قریب ہوجائے۔ [۲]

ائمہ اربعہ کے نزدیک ایک مشت سے کم داڑھی کرنا حرام ہے

أَعْفُوا اللِّحٰی: داڑھی بڑھاؤ۔ علماء فرماتے ہیں جس طرح داڑھی منڈانا حرام ہے تو اسی طرح ایک مشت سے کم رکھنا بھی منع ہے، اسی پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔ [۳]
مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک مشت کی تحدید صریحاً اگرچہ کسی حدیث میں نہیں آتی غالباً اس کی وجہ یہ

ہے کہ صحابہ سے ایک مشت داڑھی رکھنا تو سب سے ثابت ہے اور اس سے کم کا رکھنا کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں تھا۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب اللباس (باب اعفاء اللحی)، وصحیح مسلم کتاب الطهارة (باب خصال الفطرة)، مالک فی مؤطئه، والنسائی، والترمذی وغیرهم من ائمة الحدیث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فیض الباری ۴/۳۸۰

(۲) بذل المجہود ۱/۳۳

(۳) مثلاً دیکھیں: بذل المجہود ۱/۳۳ شوافع کی مستند کتاب عبادی شرح منہاج، مالکی مذہب کی مستند کتاب منہل ۱/۲۸۶، امام احمد بن حنبل کے مذہب کی کتاب المغنی لابن قدامہ، اصحاب الظواہر کی المحلی ۲/۳۲۰ وغیرہم

(۴) معارف الحدیث ۲/۳۱۷

(۲۱۶) بَابُ تَأْكِيدِ وُجُوبِ الزَّكَاةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تاکید اور اس کی فضیلت اور اس سے متعلقہ مسائل کا بیان

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (سورة البقرة: ۴۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

تشریح: وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ: اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسی نماز پڑھی جائے جس کے اندر خشوع وخضوع بھی ہو جو تعدیل ارکان، سنن، مستحبات کی رعایت اور اوقات جماعت کی پابندی، ان سب کے مجموعہ کا نام ''أَقِيمُوا الصَّلَاةَ'' ہے۔ (۱)

وَآتُوا الزَّكَاةَ: لفظ ''زکوٰۃ'' یہ زکی سے مشتق ہے جس کے معنی نمو کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں حسی یا معنوی اضافہ ہوتا ہے، حسی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مال کی مقدار بڑھا دیتے ہیں اور معنوی کا مطلب یہ ہے کہ غلط جگہ پر استعمال ہونے سے اللہ حفاظت فرما لیتے ہیں۔ (۲)

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۵۲

(۲) فتح الباری ۳/۱۶۸

اللہ کی اطاعت اخلاص سے کریں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (سورة البينة: ٥)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''انہیں اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے، اس کی طرف یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی مضبوط دین ہے۔''

تشریح: آیت بالا میں اہل کتاب کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ ان کو ان کی کتابوں میں یہی اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد قرآن پر اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں گے۔

وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ: یہاں پر قیمۃ سے بظاہر ''کتب'' کی صفت ہے، اور بعض علماء کے نزدیک یہ قلت کی صفت ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کو ان کتابوں میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی عبادت و اطاعت کو خالص اللہ کے لئے کرتے رہیں گے اور نماز اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں گے اور یہ عبادت کرنا صرف ان کی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ یہ ہر ملت یا تمام کتب قیمۃ میں حکم موجود ہے۔

خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ شریعت محمدیہ نے اہل کتاب کو احکام دیئے ہیں، وہ بعینہ وہی ہیں جو پہلے ان کو ان کتابوں میں بھی دیئے گئے تھے ان کو یہ احکام مان لینا چاہئے، اگر کچھ مختلف احکام ہوتے تو ان کی مخالفت کا کچھ بہانا بھی ہوتا اب وہ بھی نہیں ہے۔ (۱)

آپ لوگوں کے مال سے زکوٰۃ وصول فرمائیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (سورة التوبه: ١٠٣)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کریں اور انہیں پاک کریں اور اس کے ذریعے سے ان کا تزکیہ کریں۔''

تشریح: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حکم فرمایا جا رہا ہے کہ آپ صدقہ وصول کر کے مسلمانوں کا تزکیہ فرمائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ وصدقات انسان کے اخلاق وکردار کی طہارت و پاکیزگی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، نیز کہ صدقے کو صدقہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خرچ کرنے والا اپنے

دعویٰ ایمان میں سچا ہے۔ [1]

پوری امت محمدیہ کا اتفاق ہے آیت بالا میں خطاب اگرچہ آپ ﷺ کو ہے مگر یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر شخص جو آپ ﷺ کے قائم مقام مسلمانوں کا امیر ہوگا وہ اسی حکم کا مخاطب اور مامور ہوگا اس کے فرائض میں یہ داخل ہوگا کہ مسلمانوں کی زکوٰۃ وصدقات کو وصول کر کے اس کو صحیح جگہ پر لگائے، اس پر واضح دلیل حضرت ابوبکر کا زکوٰۃ کا وصول کرنا ہے۔ [2]

(۱) ابن کثیر (۲) قرطبی

ارکان اسلام پانچ ہیں

(۱۲۰۶) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں، ② نماز قائم کرنا، ③ زکوٰۃ ادا کرنا، ④ بیت اللہ کا حج کرنا اور ⑤ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بنی الاسلام: بنی (ض) بنیاً وبناء وبنیانا وبنیة وبنایة۔ البیت: گھر تعمیر کرنا۔ بناء عمارت، جمع ابنیاء آتی ہے۔ إیتاء: معنی ادا کرنا، دینا، اور باب ضرب سے معنی ہے: آنا۔

تشریح: یہ روایت اس سے پہلے "باب الامر والمحافظة على الصلوات المكتوبات" میں گذر چکی ہے۔

یہاں پر دوبارہ اس حدیث کو اس لئے لایا جارہا ہے کہ اس میں اسلام کے ارکان خمسہ میں سے زکوٰۃ کا بیان ہورہا ہے کہ جس کے پاس نصاب موجود ہو اس کو چاہئے کہ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کرے۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الايمان (باب دعاؤكم ايمانكم)، و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان اركان الاسلام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے دیہاتی آدمی کو اسلام کی تعلیم دی

(۱۲۰۷) ﴿وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ، ثَائِرَ الرَّأْسِ، نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ، وَلاَ نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ، حَتّٰى دَنَامِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: "لا، إِلَّاأَنْ تَطَوَّعَ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَصِيَامُ شَهْرِرَمَضَانَ" قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: "لا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ" قَالَ: وَذَكَرَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ الزَّكَاةَ، فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: "لا، إِلَّاأَنْ تَطَوَّعَ" فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَ اللّٰهِ لا أَزِيْدُ علىٰ هَذَا وَلا أَنْقُصُ مِنْهُ ؛فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس اہل نجد میں سے ایک آدمی آیا جس کے سر کے بال پراگندہ تھے۔ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سنتے تھے مگر ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا، پس وہ آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔مگر یہ کہ تو خوشی سے کچھ پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزوں کا رکھنا، اس نے پوچھا کہ کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر روزے فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو خوشی سے (نفلی) روزے رکھے۔

راوی نے کہا اس کے لئے آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا تو اس نے کہا: اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔مگر یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔ پس اس آدمی نے یہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیری اللہ کی قسم! میں اس پر کوئی زیادتی کروں گا نہ اس میں کوئی کمی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کامیاب ہوگیا اگر اس نے سچ کہا۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ دوی صوته: گنگناہٹ، دوی (ض) دویا گنگناہٹ سنائی دینا۔ دوی تدویة۔ السحاب: گرجنا۔الصوت: گنگناہٹ سنائی دینا۔

تشریح: جَاءَ رَجُلٌ: "ایک آدمی آیا۔"

اس آدمی سے کون مراد ہے؟

بعض محدثین نے ضمام بن ثعلبہ کہا ہے (۱) مگر علامہ نووی اور انور شاہ کشمیری رحمہما اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں ضمام بن ثعلبہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی مبہم ہے۔ (۲)

ثَائِرَ الرَّأْسِ: بال بکھرے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی دور دراز سے سفر کر کے آیا تھا۔ (۳)

يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ: "اسلام کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔"

سوال: اس نے شہادتین کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: اسلام سے مراد شرائع الاسلام ہے اس لئے شہادتین کا ذکر نہیں کیا گیا، کیونکہ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس نے کہا تھا "فاخبره شرائع الاسلام" شرائع الاسلام کے بارے میں اس کو خبر دی۔ کہ اسلام لانے کے بعد کیا کیا چیزیں فرض ہیں۔ (۴)

سوال: حدیث بالا میں حج کا ذکر نہیں ہے باقی ارکان اسلام کا ذکر تو موجود ہے؟

جواب ❶: راوی کا تصرف ہے، یہ آپ ﷺ نے ذکر کیا تھا مگر اس کا ذکر راوی نے نہیں کیا۔ (۵)

جواب ❷: یا اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

وَ اللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ: "بخدا میں اس میں نہ اضافہ کرونگا نہ کمی کرونگا۔"

سوال: اسلام کے احکامات اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں تو اس نے کیوں کہا کہ میں صرف انہی باتوں پر عمل کرونگا نہ اس سے کچھ زائد کرونگا اور نہ کچھ کمی۔

جواب: نفی ایک چیز کی ہوتی ہے مگر مبالغہ کلام میں پیدا کرنے کے لئے اس کی ضد کو بھی بیان کر دیا جاتا ہے، مثلاً خریدنے والا یہ کہتا ہے کہ اس چیز میں کچھ کمی و بیشی ممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ مراد کمی ہوتی ہے زیادتی نہیں، یہاں پر بھی کمی مراد ہے کہ اس میں کمی نہیں کرونگا زیادتی تو کرونگا۔ (۶)

أَفْلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ: کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، اس کے سامنے اس لئے نہیں کہا کہ اس کے جانے کے بعد وحی آئی تھی اس کے جنتی ہونے کے بارے میں۔ (۷)

یا اس کے سامنے اس لئے نہیں فرمایا کہ اس سے غرور نہ آجائے اس لئے اس کے جانے کے بعد یہ بشارت سنائی۔ (۸)

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب الزكاةمن الاسلام وغيره) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان الصلوات التى هى احداركان الاسلام)، ومالك فى مؤطئه ٤٢٥، و ابوداؤد، والنسائى، وابن حبان ١٧٢٤، والدارمى ١٥٧٨، وكذا فى البيهقى ٢/٤٦٦۔

راوی حدیث حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے مختصر حالات:

نام: طلحہ ابومحمد کنیت۔ فیاض اور خیر لقب، والد کا نام عبید اللہ، والدہ کا نام صعبہ تھا، حضرت طلحہ کا نسب چھٹی پشت میں جناب رسول اللہ سے مل جاتا ہے۔
ولادت: ہجرت نبوی سے چوبیس پچیس سال پہلے پیدا ہوئے۔
اسلام: سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں بصرہ گئے، وہاں ایک راہب نے آپ کی آمد کی بشارت دی، پھر ابوبکر کی دعوت سے اسلام میں داخل ہوگئے۔
غزوات میں شرکت: غزوہ بدر کے موقعہ پر وہ مدینہ میں موجود تھے، اس کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور بیعت رضوان میں بھی موجود تھے، دوسرے خلفاء کی عہد کی جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔

حضرت طلحہ بہت زیادہ سخی تھے، فقراء اور مساکین کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ سے زیادہ بغیر طلب کے دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اللہ نے ان کو مال بھی خوب دیا تھا، ان کی روزانہ کی اوسط آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔ (طبقات بن سعد)
وفات: جنگ جمل میں شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر باسٹھ یا چونسٹھ سال کی تھی، اسی میدان میں اولاً مدفون ہوئے مگر یہاں پر پانی جمع ہوجاتا تھا، خواب میں دیکھا گیا کہ فرمارہے تھے کہ میری قبر کو محفوظ جگہ پر منتقل کردو۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر کا مکان دس ہزار درہم میں خرید کر وہاں پر منتقل کردیا، اتنے دنوں کے بعد بھی جسم بالکل محفوظ تھا، یہاں تک کے آنکھوں کے قریب جو کافور لگایا گیا تھا وہ بھی موجود تھا۔ (اسد الغابۃ ۳/۱۶۱)
مرویات: ان سے ۳۸ روایات مروی ہیں، دو بخاری و مسلم دونوں میں ہے اور بخاری میں دو اور مسلم میں تین منفرد ہیں۔

مزید حالات کے لئے دیکھیں:

(۱) طبقات ابن سعد ۳/۱۵۳ (۲) اسد الغابۃ ۳/۵۹ (۳) فتح الباری ۷/۶۶ (۴) سیرت ابن ہشام ۲/۳۱۵ (۵) تہذیب التہذیب وغیرہ۔

---

(۱) فتح الباری ۱/۱۰۶
(۲) فیض الباری ۱/۱۳۷
(۳) امداد الباری ۴/۶۶۵
(۴) فتح الباری ۱/۱۰۷
(۵) عمدۃ القاری ۱/۲۶۸
(۶) فضل الباری ۱/۵۰۵
(۷) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۸۸
(۸) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۸۸

اسلام کی دعوت آہستہ آہستہ دینی چاہئے

(۱۲۰۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: "اُدْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا: تم ان کو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی دعوت دو۔ اگر وہ تمہاری مان لیں تو پھر ان کو اس کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اس بات کو بھی تسلیم کرلیں تو ان کو اس بات کی دعوت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے لے کر انہی کے غریبوں میں لوٹا دی جائے گی۔''

لغات: ❖ فأعلمهم: اعلمه الامرو بالامر: جتادینا، اطلاع دینا۔ أَعْلَم افعال سے اور ثلاثی مجرد میں یہ باب سمع سے آتا ہے معنی جاننا اور تعلیم باب تفعیل سے ہے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب المحافظة علی الصلوات المکتوبات'' میں گذر چکی ہے۔ یہاں پر زکوٰۃ کی اہمیت کو بتانے اور اغنیاء سے لے کر فقراء میں تقسیم کرنے کے مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے دوبارہ ذکر کر رہے ہیں۔ نیز حدیث بالا میں دعوت وتبلیغ کے حکیمانہ اسلوب کو بھی بیان کیا جارہا ہے کہ آہستہ آہستہ دین پر لایا جائے، ایک جز پر آ جائے، پھر دوسری بات پر لایا جائے، پھر تیسری بات پر لایا جائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الزکاۃ (باب وجوب الزکاۃ)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب الدعاء الی الشهادتین).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

کلمہ کا زبان سے اقرار کرنے والا بھی اپنے جان و مال کو محفوظ کرلے گا

(۱۲۰۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کرلئے مگر اسلام کے حق کی وجہ سے، اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اقاتل الناس: قاتله يقاتل مقاتلة وقتالا باب مفاعلہ سے باہم مقابلہ کرنا، جنگ کرنا، دشمنی کرنا۔ اور قتل باب نصر سے معنی قتل کرنا، مار ڈالنا۔

تشریح: حدیث بالا بھی "باب تحریم الظلم" میں گذر چکی ہے۔ اس کو بھی علامہ نووی رحمہ اللہ اس لئے دوبارہ لا رہے ہیں کہ اس میں بھی زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے پر آپ ﷺ نے ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اگر ایسا کرلیں گے تو ان کے جان و مال سب محفوظ ہو جائے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان (باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ الخ) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد کچھ عرب کے قبیلے مرتد ہو گئے

(۱۲۱۰) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَفَرَمَنْ كَفَرَمِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْالاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَ نَفْسَهُ إِلَّابِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ"؟! فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ. وَ اللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالاً كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَوَ اللّٰهِ مَاهُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلفیہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض قبیلے کافر ہوگئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کیسے لوگوں سے لڑیں گے جب کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اللہ کی توحید کا اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلیں، جس نے یہ اقرار کرلیا اس نے اپنے مال اور اپنی جان کو سوائے حق اسلام کے مجھ سے محفوظ کرلیا اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان میں فرق

کریں گے، اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ اونٹ باندھنے والی رسی بھی جو وہ آپ ﷺ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے مجھ کو نہیں دیں گے تو ان سے جہاد کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم زیادہ دیر نہیں ہوئی مگر مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لئے ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے اور میں نے جان لیا کہ یہی (یعنی ابوبکر کی رائے) حق ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ فعرفت: عرف (ض) عِرْفةً وعِرْفَانًا وعِرفاناً ومعرفةً۔ الشیء: پہچاننا، جاننا۔ عقالا: بمعنی رسی، اس کی جمع اعقال و عقول آتی ہے۔

تشریح: كَفَرَمَنْ كَفَرَمِنَ الْعَرَبِ: ''عرب کے بعض قبیلے کافر ہو گئے۔'' علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد چار قسم کا ارتداد پھیل گیا تھا۔

1. بت پرستی شروع کر دی تھی،
2. اقرار توحید کے قائل رہے، مگر رسالت کے منکر ہو گئے اور جھوٹے مدعی نبوت کو اپنا نبی بنا لیا۔
3. صرف زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا، کہ یہ نبی کے ساتھ خاص تھی، زکوٰۃ کا لینا اب زکوٰۃ کا حکم ختم ہو گیا،
4. زکوٰۃ خلیفہ کو دینے سے انکار کرنے لگے کہتے تھے کہ ہم جس کو چاہیں گے خود تقسیم کریں گے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''كَفَرَ مَنْ كَفَرَمِنَ الْعَرَبِ'' کو مجازاً کافر کہا گیا ہے ورنہ وہ سب کافر نہیں تھے، اول وہ طبقہ تو حقیقتاً کافر تھا جب کہ آخری دو طبقہ کو کفر کے قریب ہونے کی وجہ سے کافر کہہ دیا گیا۔ [1]

حضرت ابوبکر کا جہاد کرنا

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاس: ''میں لوگوں سے جہاد کروں گا۔'' مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز کا منکر کافر اور مرتد ہے اور سمجھانے سے بھی وہ نہ سمجھے تو اب اس کو قتل کیا جائے گا، تو اسی طرح منکر زکوٰۃ کو کہ جو سمجھانے سے بھی وہ نہ سمجھے تو اس کے خلاف قتال کیا جائے گا، کیونکہ نماز بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابتداء اس معاملہ میں جو تردد رہا اس کا منشاء صورت واقعہ کی تشخیص میں اختلاف تھا، حضرت عمر یہ سمجھ رہے تھے کہ مانع زکوٰۃ صرف ایک عمل سے بغاوت کا جرم کر رہے ہیں اور حالات کی نزاکت کا تقاضہ یہ ہے کہ ابھی باغیوں سے جنگ نہ کی جائے، جب کہ حضرت ابوبکر کی تحقیق یہ تھی کہ منکر زکوٰۃ یہ منکر نماز کی طرح ہیں، جس طرح منکر نماز مرتد ہے تو اسی طرح منکر زکوٰۃ بھی مرتد ہے۔ [2]

مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاةِ وَالزَّكَاةِ: علامہ نووی فرماتے کہ حضرت ابوبکر نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منکر نماز سے جنگ کرنا صحابہ کے درمیان متفق علیہ مسئلہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے مختلف علیہ (منکر زکوٰۃ) کو متفق

علیہ (منکر نماز) پر قیاس کیا۔ [۳]

قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ الخ: حضرت عمر، حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہما) کی رائے اور قوت دلیل سے متاثر ہوئے اور فوراً تسلیم کرلیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی پر حق واضح ہوجائے تو اس کو تسلیم کر لینا چاہئے، ضد کی وجہ سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الزکاۃ (باب وجوب الزکاۃ)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب الامر بقتال الناس الخ)، وابوداؤد، والنسائی وغیرهم من ائمة الحدیث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری (۲) فیض الباری ۴/۳ (۳) شرح مسلم للنووی

جنت میں داخل کروانے کے اعمال

(۱۲۱۱) ﴿وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيمُ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَ تَصِلُ الرَّحِمَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک اللہ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اخبرنی: اخبرہ وخبرہ. الشیء وبالشیء: آگاہ کرنا، خبردار کرنا۔ کہا جاتا ہے "اخبرہ خبورہ: یعنی اس نے اطلاع دی ہر اس چیز کی جو اس کے پاس تھی۔

تشریح: وَتَصِلُ الرَّحِمَ: "صلہ رحمی کرو۔" علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ صلہ رحمی کو ذکر کیا جارہا ہے صلہ رحمی کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے۔ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ رشتے داروں کے ساتھ ہر حال میں اچھا معاملہ کرنا اور ان سے تعلقات کو قائم رکھنا، اگرچہ رشتے دار بدسلوکی کریں، تب بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

صلہ رحمی کے فضائل

ایک روایت میں آتا ہے کہ: رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خاندان میں محبت، مال میں برکت اور موت میں آسانی کا سبب ہوتا ہے۔ [۱]

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: جو شخص روزی میں وسعت و فراخی چاہتا ہو اور عمر کو دراز تو اس کو چاہئے کہ وہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ (۲)

اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: جو رشتہ اور ناتہ کو توڑے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۳)

آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو دخول جنت کے لئے صرف تین اعمال بتائے ہیں:

(۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) صلہ رحمی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حقوق کی دو قسم ہے:

(۱) حقوق اللہ، (۲) حقوق العباد۔

پھر حقوق اللہ کی دو قسم ہے:

(۱) بدنی و (۲) مالی۔

زکوٰۃ سے مالی کی طرف اشارہ کیا اور روزہ سے جسمانی کی طرف۔

اور حقوق العباد میں سے صلہ رحمی کو بیان فرمایا، تو تین لفظ میں پوری شریعت پر عمل کرنے کی راہنمائی آپ ﷺ نے فرما دی۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الزکوۃ (باب وجوب الزکوۃ)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة)، واحمد ۹/۲۳٦٠٩، والنسائی، و ابن حبان ٣٢٤٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوایوب (خالد بن زید) انصاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۳۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ الترمذی ۲/۱۹

(۲) مشکوٰۃ ۴۱۹

(۳) مشکوٰۃ ۴۱۹

(۴) فتح الملہم ۱/۱۷۷

کسی کو جنتی دیکھنا ہو تو اس دیہاتی کو دیکھ لے

(۱۲۱۲) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ أَعْرَابِیًّا أَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ، دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِی الزَّکَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ" قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، لَا أَزِیْدُ عَلٰی هٰذَا. فَلَمَّا وَلّٰی، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَرَّهٗ أَنْ یَنْظُرَ إِلٰی رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ

إِلٰى هَذَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی فرمائیں جب میں وہ کروں تو جنت میں داخل ہوجاؤں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا، نماز قائم کر اور فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ پس وہ دیہاتی پیٹھ پھیر کر چلا تو نبی کریم نے فرمایا: جسے کوئی جنتی دیکھنا پسند ہو تو وہ اس کو دیکھ لے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ دلنی: دله (ن) دلالة و دلولة و دليلى. الى الشىء و عليه: راستہ دکھانا، راہنمائی کرنا۔

تشریح: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتٰى: ''ایک دیہاتی صحابی آئے۔'' اس سے کون مراد ہیں، بعض نے اس سے مراد سعد بن الاحزم لیا ہے کیونکہ ایک دوسری روایت میں حضرت سعد بن الاحزم خود کہتے ہیں: ''اَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم الخ'' علامہ عینی نے کہا کہ اس سے مراد قبیلہ قیس کا ایک آدمی ہے جس کو ابن المنتفق کہا جاتا ہے۔ (۱)

تَعْبُدُ اللّٰهَ: آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو چند فرائض اسلام بتلائے تاکہ وہ محفوظ کر کے عمل کر سکے۔

اس دیہاتی کا نام عشرۂ مبشرہ میں تو نہیں ہے؟

مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هَذَا: جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

سوال: عشرہ مبشرہ صحابی میں اس دیہاتی صحابی کا تو ذکر نہیں؟

جواب: عشرہ مبشرہ تو وہ ہیں جن کو ایک ہی مجلس میں آپ ﷺ نے جنت کی خوشخبری سنائی، اس کے علاوہ مزید کئی لوگوں کو جنت کی بشارت نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے دی گئی۔ اس میں ازواج مطہرات بھی ہیں ان میں حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں اور اس میں یہ آدمی بھی ہے اس کے لئے اور بھی لوگ ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الزکاة (باب وجوب الزکاة)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری ۸/ ۲۴۱، فتح الملہم ۱/ ۱۷۷

(۲) نزهة المتقين

آپ ﷺ نے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے پر بیعت لی

(۱۲۱۳) ﴿وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَ النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بايعت: بايعه مبايعة: باہم معاہدہ کرنا، باہم عقد وبیع کرنا۔ البيعة: عہد و پیمان۔ مجرد میں یہ باب ضرب سے آتا ہے جو بیع وشراء دونوں معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح: یہ حدیث "باب النصيحة" میں گذر چکی ہے۔ باب کی مناسبت کی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ذکر کر رہے ہیں کہ اس میں زکوٰۃ ادا کرنے پر آپ ﷺ نے بیعت لی ہے۔

علماء فرماتے ہیں نماز اور زکوٰۃ بدنی اور مالی عبادت میں سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اس لئے اس کو ذکر کر دیا، ورنہ تمام ہی دین مراد ہے، جیسے کہ دوسری روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت کی اس بات پر کہ وہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الزكوة (باب البيعة على إيتاء الزكوة)، وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان ان الدين النصيحة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

(۱۲۱٤) ﴿وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ، وَلاَ فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ، فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِيْنُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيْدَتْ لَهُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيُرٰى سَبِيْلُهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ﴾

قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَالْإِبِلُ؟ قَالَ: وَلاَصَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَابِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَاكَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيْلاً وَاحِدًا، تَطَؤُهُ

بِاَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهُ بِاَفْوَاهِهَا، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرَاهَا، فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيُرٰى سَبِيْلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ.

قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَالْبَقَرَةُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: وَلَاصَاحِبِ بَقَرَةٍ وَلَا غَنَمٍ لَايُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَاكَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، لَايَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ، تَنْطِحُهُ بِقُرُوْنِهَا، وَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا، كُلَّمَا مَرَّعَلَيْهِ اُوْلَاهَا، رُدَّعَلَيْهِ اُخْرَاهَا، فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ، فَيُرٰى سَبِيْلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ."

قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: "اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ، فَأَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَارِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلٰى اَهْلِ الْإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا، وَلَارِقَابِهَا؛ فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهُ اَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْإِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ، اَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدُ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ، وَ كُتِبَ لَهُ عَدَدُ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا، وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَامَرَّبِهَا صَاحِبُهَاعَلٰى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَايُرِيْدُاَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَدَدَمَاشَرِبَتْ حَسَنَاتٍ."

قِيْلَ: يَارَسُوْلَ الله! فَالْحُمُرُ؟ قَالَ: "مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِشَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ. وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ. ﴾ (متفق علیه)

وهذالفظ مسلم

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو سونے چاندی کا مالک ان کا حق (زکوۃ) ادانہیں کرتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو (سونے چاندی کے) اس کے لئے آگ کے تختے بنائے جائیں گے اوران کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھراس کے ساتھ اس کے پہلو، اس کی پیشانی اوراس کی پشت کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی، انہیں دوبارہ آگ میں تپایا جائے گا (اوران سے داغا جائے گا) حساب کتاب کے اس دن میں یہ عمل جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی،

یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ پس وہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔"

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! اونٹوں (کی زکوٰۃ) کا معاملہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کا جو مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا اور اس کا (ایک) حق یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی باری والے روز ان کا دودھ ضرورت مندوں کے لئے دوہا جائے (یہ بھی وہ نہ کرے) تو جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے مالک کو ایک چٹیل میدان میں ان اونٹوں کے سامنے منہ یا پیٹھ کے بل گرا دیا جائے گا۔ یہ اونٹ اس وقت اتنے موٹے ہوں گے جو وہ زیادہ سے زیادہ دنیا میں موٹے رہے تھے، ان میں سے وہ ایک بچے کو بھی گم نہیں پائے گا، وہ اسے اپنے کھروں سے اس کو روندیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹیں گے، جب اس کا پہلا اونٹ گزر چکے گا تو اس پر اس کا آخری اونٹ پھر لوٹا دیا جائے گا (یعنی اول سے آخر تک سب بار بار اسے روندتے اور کاٹتے گزریں گے) اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے، پس وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھے گا۔

عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! پس گایوں اور بکریوں کا مسئلہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی گایوں اور بکریوں کا مالک ہے، وہ ان میں ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اسے ان کی وجہ سے منہ یا پیٹھ کے بل چٹیل میدان میں گرا دیا جائے گا، ان میں سے وہ کسی کو گم نہیں پائے گا (اسی طرح) ان میں کوئی بکری یا گائے مڑے ہوئے سینگوں والی ہوگی، نہ بغیر سینگ کے اور نہ کوئی ٹوٹے ہوئے سینگوں والی ہوگی، (اس قسم کی بکریوں کی ضرب شدید نہیں ہوتی) یہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اپنے کھروں سے روندیں گی، جب اس پر اس کی پہلی بکری یا گائے گزر چکے گی تو اس پر اس کی آخری بکری یا گائے لوٹا دی جائے گی (یعنی بار بار اسے سینگوں سے مارتے اور پیروں سے روندتے ہوئے گزریں گی، ایک مرتبہ گزر جانے پر دوبارہ، سہ بارہ گزریں گی اور) اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، (یہ عمل دہرایا جاتا رہیگا) یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔ پس وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھے۔

آپ سے سوال کیا گیا، اے اللہ کے رسول! گھوڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آدمی کے لئے بوجھ (گناہ کا باعث) ہیں۔ دوسرے وہ جو آدمی کے لئے (فقر و فاقہ سے) پردہ ہیں، اور ایک وہ آدمی کے لیئے اجر ہیں پس وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے بوجھ (گناہ کا باعث) ہیں یہ وہ ہیں جنہیں آدمی دکھلاوے فخر اور اہل اسلام کے مقابلے کے لئے پالے پس یہ گھوڑے اس کے لئے بوجھ گناہ کا

باعث ہوں گے۔ پس وہ قسم جو آدمی کے لئے پردہ ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہیں کوئی آدمی اللہ کی راہ میں (یعنی سوال کی ذلت سے بچنے کے لئے) باندھے (پالے) پھر وہ ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کا حق نہ بھولے (یعنی کسی ضرورت مند کو اس پر سوار کرنے سے یا عاریتاً دینے سے انکار نہ کرے) تو یہ گھوڑے اس کے لئے پردہ ہیں (جن سے وہ اپنی ضروریات کا انتظام کرلیتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس کی غربت و مسکینی بے نقاب نہیں ہوتی) اور لیکن وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے اجر (کا باعث) ہیں، یہ وہ ہیں جنہیں کوئی آدمی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اہل اسلام کی خاطر کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے۔ پس یہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ کھائیں گے تو اس کے لئے ان کی کھائی ہوئی گھاس کی تعداد کے مطابق نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان کی لید اور پیشاب کی تعداد کے مطابق بھی نیکیاں لکھی جائیں گی (حتیٰ کہ) کوئی گھوڑا اپنی رسی تڑوا کر ایک ٹیلے یا دو ٹیلوں پر چڑھتا اور کودتا پھرے تو اس حالت کے دوران بھی وہ جتنے قدم چلتا اور لید پیشاب کرتا ہے، ان کی تعداد کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیکیاں لکھ دیتا ہے اور گھوڑے کا مالک جب اس کو لے کر کسی نہر سے گزرے جس سے وہ گھوڑا پانی پیئے، حالانکہ مالک اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کرے (تو بھی) اللہ تعالیٰ اس کے پیئے ہوئے گھونٹوں کے برابر اس کو نیکیاں عطا فرمائے گا۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ؟ گدھوں کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر گدھوں کے بارے میں اس مخصوص اور جامع آیت کے سوا اور کچھ نازل نہیں کیا گیا۔ ''جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا (قیامت والے دن) وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا، اسے دیکھ لے گا (سورۂ زلزال، ۷، ۸۔ بخاری و مسلم۔ الفاظ مسلم کے ہیں)

لغات: ❖ صفحت له: صفح ـ الشيء: لمبا چوڑا کرنا المكان: مکان میں چوڑے پتھروں کا فرش لگانا۔ الصفيحة: ہر چوڑی چیز کا ظاہر، چوڑی تلوار، چوڑا پتھر، جمع صفائح و صفح. بطح لها: بطحه (ف) بطحاً: منہ کے بل گرانا، بچھانا۔ تنطحه: نطحه (ف، ض) نطحاً ـ الثور ونحوه: بیل کا سینگوں سے مارنا۔ فلانا: دفع کرنا، ہٹانا۔ نواء: دشمنی، مقابلہ، ناواہ مناوۃ و نواء: فخر کرنا، مقابلہ کرنا، دشمنی کرنا۔ استنت: استن الماء: پانی گرنا الفرس گھوڑوں کا آگے پیچھے دوڑنا۔

تشریح: وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا: ''پانی پلانے کی باری والے دن اس کا دودھ ضرورت مندوں کو دیا جائے۔'' مطلب یہ ہے کہ حق سے مراد واجب نہیں ہے بلکہ انسانی ہمدردی کے لئے ہے کہ پانی پلانے والے دن مساکین جمع ہو جائیں گے اس امید کے ساتھ کہ کچھ دودھ مل جائے گا، تو ان کو کچھ دے دیا جائے۔ یا حدیث بالا کو محمول کیا جائے گا صاحب مضطر اور اضطراری کیفیت والے پر، یا یہ زکوٰۃ کے واجب ہونے سے پہلے کی بات ہے بعد میں یہ حق ختم کر دیا گیا۔ (۱)

كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُوْلَاهَا رُدَّعَلَيْهِ اُخْرَاهَا. مطلب یہ ہے کہ جب اس کا پہلا اونٹ گذر چکے تو اس پر اس کے آخری اونٹ کو لوٹا دیا جائے گا، اسی طرح سے چکر چلتا رہے گا۔ بعض محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اصل عبارت یوں ہے:

كُلَّمَامَرَّعَلَيْهِ اُخْرَاهَارُدَّعَلَيْهِ اُوْلَاهَا کہ جب اس پر آخر تک گذر جائے گا تو پھر ابتداء سے دوبارہ اس پر سے گذرا جائے گا۔ (۲)

گھوڑے تین نیتوں سے پالے جاتے ہیں

اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: گھوڑے کی تین قسم بتائی جارہی ہے۔ اس میں دومرتبہ فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔ پہلے فی سبیل اللہ سے مراد نیت صالحہ ہے یعنی گھوڑے پالنے کا مقصد یہ ہے کہ اس گھوڑے کے ذریعہ سے اپنی ضروریات کو پورا کرے۔ اور دوسرے فی سبیل اللہ: سے مراد جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنا ہے، پہلی نیت کی رو سے گھوڑے پالنا پردہ پوشی کا ذریعہ ہے۔

خلاصہ حدیث: حدیث بالا میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو ڈرایا جارہا ہے کہ ان کو قیامت کے دن مالوں اور جانوروں کے ذریعہ ہی عذاب دیا جائے گا۔ جہنم کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری كتاب الزكاة (باب اثم مانع الزكاة) (مختصرا)، و صحيح مسلم كتاب الزكاة (باب اثم مانع الزكاة)، واحمد ۳/۷۵٦٦، وابوداؤد، وكذا في البيهقي ۱/۸۱ من مكان متعددة بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۲) مرعاۃ شرح مشکوٰۃ ۳/٦

(۳) نزہۃ المتقین

(۲۱۷) بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

رمضان کے روزوں کے فرض ہونے، ان کی فضیلت اور ان سے متعلقہ دوسرے احکام کا بیان

رمضان میں اللہ نے قرآن نازل فرمایا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾"

اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ، وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضاً اَوْ عَلٰی سَفَرٍ، فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۱۸۳)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا یہ لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے اور ہدایت و باطل کے درمیان تمیز کرنے والی دلیل ہے، پس جو شخص اس مہینے کو پالے اس کو چاہئے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔''

تشریح: درمیانی آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّاماً مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضاً اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ، وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.

(آگے کی آیت ترجمہ کے ساتھ اوپر موجود ہے)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے اس طرح فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دنوں میں، لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔ اور اس کی طاقت نہ رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔ پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے، لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزہ رکھنا ہی ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔''

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جناب رسول اللہ ﷺ تک تمام ہی شریعتوں میں روزہ فرض رہا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ان امتوں کے روزے تمام حالات اور صفات میں امت محمدیہ علی صاحبها ألف صلاۃ وسلام کے روزوں کے مشابہ ہوں، حقیقت یہ ہے کہ تعداد میں بھی کمی بیشی ہوتی رہی، نیز روزے کے ایام اور اوقات میں بھی فرق تھا۔

فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ: اگر آدمی ایسا بیمار ہوجائے کہ روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو، یا کم از کم اڑتالیس میل کا سفر کر رہا ہو تو اب ان کے لئے یہ رخصت ہے کہ روزہ نہ رکھیں، مگر بعد میں اس کی

قضاء ضروری ہے۔

فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ: اس کی قضاء کرنا ضروری ہے۔ مگر اس کی قید نہیں لگائی جارہی ہے کہ وہ ترتیب وار ہو یا غیر مسلسل ہو بلکہ آدمی کو اختیار دیا جائے گا جیسے چاہے ان روزوں کی قضاء کرلے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ: مطلب یہ ہے کہ جو مریض یا مسافر ہیں تو ان کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ تو اب اس کو ابتداء اسلام میں اس بات کی اجازت تھی کہ وہ روزے کے بدلے میں فدیہ دے دیں، مگر بعد میں یہ حکم عام لوگوں کے لئے تو منسوخ ہوگیا اب صرف ان لوگوں کے لئے باقی ہے جو ایسے بوڑھے ہیں جن کو صحت کی امید نہ ہو۔ (۱)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ: رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔ اور قرآن کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے شب قدر میں نازل ہوا، جیسے ارشاد خداوندی ہے: "اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ" کہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔

مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ: جو شخص ماہ رمضان میں موجود ہو اس پر لازم ہے کو پورے مہینہ کے روزے رکھے۔

اس سے پہلی آیت میں جو روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا اختیار تھا وہ اس آیت سے منسوخ ہوگیا۔ رمضان کا مہینہ پالینا شرعاً تین طریقوں سے ہوسکتا ہے: (۱) خود رمضان کا چاند دیکھ لے، (۲) کسی معتبر شہادت سے چاند دیکھنا ثابت ہوجائے، (۳) شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد رمضان شروع ہوجائے گا۔

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ: بیمار اور مسافر کو رخصت ہے کہ وہ دوران بیماری اور دوران سفر روزہ نہ رکھیں، مگر بعد میں اس کی قضاء کرنا ضروری ہوگا، یہ جملہ پہلی آیت میں بھی آچکا تھا مگر جب اس آیت میں روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا اختیار منسوخ کیا گیا تو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید بیمار اور مسافر کی بھی رخصت منسوخ ہوگی کہ وہ ہر حال میں روزہ ہی رکھیں، اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ جملہ دوبارہ ذکر کردیا گیا کہ بیمار اور مسافر کے لئے اب بھی رخصت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں مگر بعد میں قضاء کرلیں۔ (۲)

---

(۱) احکام القران للجصاص

(۲) معارف القران ۱/۴۵۰

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَهُ.

"اس باب سے متعلقہ احادیث پہلے باب میں کچھ گذر چکی ہیں، اور کچھ حسب ذیل ہیں۔"

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا

(۱۲۱۵) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ

عَزَّوَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَ لَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ صَائِمٌ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: اِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهٖ وَ اِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ﴾ (متفق عليه)

وهذالفظُ روايةِ الْبخاری، و فی رواية له: "يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ وَ شَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِيْ، اَلصِّيَامُ لِيْ وَ أَنَا أَجْزِيْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا"

وَفِي روايةٍ لمسلمٍ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ: اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ: يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِيْ. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَ لَخَلُوْفُ فِيْهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ."

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزہ کے، کہ وہ صرف میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دونگا۔ اور روزہ ایک ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو دل لگی (جماع) کی بات نہ کرے اور نہ شور مچائے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ کہہ دے کہ میں تو روزے سے ہوں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (آپ ﷺ) کی جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ جل شانہ کے یہاں مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے، روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں جس سے وہ خوش ہوتا ہے ① جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو اپنے روزہ کھولنے سے خوش ہوتا ہے ② اور جب اپنے رب سے ملے گا تو خوش ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں اور اسی بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ اپنا کھانا اور اپنی خواہش میری خاطر چھوڑتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور (باقی دوسری) نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر انسان کے عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: مگر روزے کا معاملہ دوسری نیکیوں سے مختلف ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا، میری وجہ سے ہی وہ اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے

وقت۔ اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ اور یقیناً اس کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

لغات: ❖ یصخب: صخب (س) صخباً: شور مچانا۔ الخلوف: خلف (ن) خلوفاً وخلافة۔ فم الصائم: منہ کی بو کا متغیر ہونا۔ خلوفًا (مصدر) تغیر. اجلی: الاجل: سبب، وجہ، کہا جاتا ہے: من اجلک فعلت هذا: تمہاری وجہ سے میں نے ایسا کیا۔

تشریح: فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ: ''روزہ میرے لئے ہے'' اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزے میں جتنا اخلاص ہوتا ہے اتنا دوسری عبادات میں نہیں روزہ ایسی عبادت ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ صرف روزہ دار ہی کو ہوتا ہے اور دوسروں کو نہیں۔ (۱)

دوسرا یہ کہ روزہ میں جتنا نفس کشی اور جسم و بدن کا ہلکان ونقصان ہے اتنا دوسری عبادات میں نہیں۔ ان سب وجوہات کی وجہ سے فرمایا جارہا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور قیامت کے دن بدلہ میں ہی اس کا دوں گا۔ اور بعض محدثین فرماتے ہیں یہ لفظ ''اُجْزٰی بِهٖ'' ہے کہ میں ہی اس کا بدلہ بن جاؤنگا۔

فَرْحَتَانِ: ''روزے دار کو دو خوشیاں ہیں۔'' ایک افطار کے وقت، کیونکہ اس وقت اللہ جل شانہ کا حکم جو روزہ رکھنے کا تھا اس کی تکمیل کا وقت ہوتا ہے یا یہ کہ روزہ کی وجہ سے اس کے دل میں ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے جو خوشی کا سبب ہے۔ (۲)

وَلَخُلُوْفُ فِیْهِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ: ''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ اللہ کو روزہ دار کی منہ کی بو مشک سے زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے، یا یہ کہ قیامت کے دن روزہ دار کے منہ سے مشک کی خوشبو آئے گی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب وجوب صوم رمضان)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل الصیام)، واحمد ۳/۳۴۹۳۔ والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۳۴۲۲، ومالک فی موطئه ٦٨٩ وكذافی البیهقی ٤/٣٠٤ وغیرهم من ائمة الحدیث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۲۲۔

(۲) روضۃ المتقین ۳/۲۲۴

روزہ رکھنے والے کو باب ریان سے جنت میں داخل کیا جائے گا

(۱۲۱۶) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ

مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَاعَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَاخَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِدُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِدُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِدُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ." قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاعَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ، فَهَلْ يُدْعٰى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَ أَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوشخص اللہ کے راستے میں کسی چیز کا جوڑا دے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہتر ہے، پس جوشخص نمازیوں میں سے ہوگا اسے ''باب الصلوٰۃ'' (نماز) سے پکارا جائے گا۔ جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الجہاد'' سے پکارا جائے گا اور جو روزہ رکھنے والا ہوگا اسے ''باب الریان'' سے پکارا جائے گا۔ اور جو صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الصدقۃ'' سے پکارا جائے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جس کو ان دروازوں میں سے کسی سے پکارا جائے اس کو تو کچھ نقصان نہیں ہوگا کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہوگے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ انفق: انفق المال: خرچ کرنا، انفق: محتاج ہونا، توشہ ختم ہونا۔ نفق مجرد سے آتا ہے اور انفق افعال سے آتا ہے۔ نودی: صیغہ ماضی مجہول، معنی: پکارنا اور بلانا۔

تشریح: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ "جوشخص اللہ کے راستے میں جوڑا خرچ کرے۔'' جوڑے سے مراد دوگھوڑے یا دوبکرے یا دوگائے وغیرہ، یا مطلب یہ ہے کہ نر اور مادہ کو ایک ساتھ خرچ کرے تاکہ یہ صرف دو ہی نہ رہے بلکہ ان کی نسل چلتی رہے اور اس کو ان سب کا ثواب ملتا رہے۔ (۱)

دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ: ''نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا'' مطلب یہ ہے جس میں جس عبادت کا غلبہ ہوگا کہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ اس میں نوافل کو بھی ادا کرتا ہو اس کو اس کے دروازے سے بلا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (۲)

دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ "روزہ داروں کو ''باب الریان'' سے بلایا جائے گا۔'' ''ریان'' کہتے ہیں سیرابی کو، روزہ دار کو ''باب الصوم'' کے بجائے باب ریان سے بلایا جائے گا، اس میں اشارہ کیا جارہا ہے دنیا میں روزے کی حالت میں جو پیاس لگی تھی اب تم ہمیشہ کے لئے اس پیاس سے محفوظ ہوگئے ہو۔

أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ: ''تم ان میں سے ہو'' اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کو تمام ہی اعمال

کا غلبہ اور اہتمام کامل تھا۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ جس میں خود پسندی یا تکبر نہ آتا ہو تو اس کے منہ پر تعریف کرنا جائز ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب الریان للصائمین)، و صحیح مسلم کتاب الزکاۃ (باب من جمع الصدقۃ واعمال البر)، ومالک فی موطئہ، واحمد ۸۷۹۸/۳، والترمذی، و النسائی، وابن حبان ۳۰۸، وابن ابی شیبۃ ۷/۳، و کذا فی البیہقی ۱۷۱/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۲) روضۃ المتقین ۲۲۵/۳
(۳) نزہۃ المتقین

روزہ دار کے لئے جنت کا ایک دروازہ مخصوص ہے

(۱۲۱۷) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَاباً يُقَالُ لَهُ: اَلرَّ يَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ﴾. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ریان'' کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے اس کے سوا اس سے کوئی داخل نہیں ہوگا کہا جائے گا: روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے ان کے سوا اس سے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔ جب وہ داخل ہوجائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا پس کوئی اور اس سے داخل نہیں ہوگا۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الریان: روی (س) رَیّاً ورِیاً وروی. من الماء: سیراب ہونا، صفت: ریان مؤنث ریا جمع رواء، ـ الشجر: سیراب ہونا۔

تشریح: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟: ''روزے دار کہاں ہیں؟''۔ یہاں روزے دار سے مراد صرف رمضان کے روزے رکھنے والے نہیں ہیں بلکہ مراد وہ اہل ایمان ہیں جو رمضان کے روزوں کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی بکثرت نفلی روزے رکھنے کا اہتمام رکھتے ہیں۔ ان روزے داروں کی خصوصی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ان کو مخصوص دروازے سے جنت میں داخل کر کے اس دروازے کو پھر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم، (باب الریان للصائمین)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل الصیام)، والترمذی، والنسائی، وابن حبان ٣٤٢٠، وابن ابی شیبة ٥/٣، وکذا فی البیهقی ٣٠٥/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الطالبین ۱۳۵/۲ وکذا روضۃ المتقین ۲۲۶/۳۔

اللہ کے راستہ کا ایک دن کا روزہ آدمی کو جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیتا ہے

(١٢١٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰہُ بِذٰلِکَ الْیَوْمِ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ اس ایک دن کے بدلے میں اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال دور کر دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ باعد ـ اللہ: دور کرنا: ابعدہ وبعدہ وباعدہ: دور کرنا۔ باعد باب مفاعلہ سے اور مجرد میں یہ باب کرم سے مستعمل ہے معنی دور ہونا۔

تشریح: یَوْماً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: محدثین فرماتے ہیں "فی سبیل اللہ" عام ہے اس میں سفر جہاد بھی شامل ہے اور سفر حج بھی، سفر عمرہ بھی، یا اعلاء کلمہ کے لئے جو سفر ہو وہ سب اس میں داخل ہیں۔ (۱)

ایسا آدمی اگر ایک روزہ بھی رکھتا ہے تو اس کی فضیلت گھر میں بیٹھنے والے سے بہت زیادہ ہوگی کہ اس کو ستر سال کی مسافت کے بقدر جہنم سے دور کر دیا جائے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب السیر (باب فضل الصوم فی سبیل اللہ)، وصحیح مسلم، کتاب الصیام (باب فضل الصیام فی سبیل اللہ لمن یطیقہ)، واحمد ١١٤٠٦، والترمذي، والنسائی وابن ماجہ، وابن حبان ٣٤١٧، وکذا فی البیهقی ٢٩٦/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۳۶۱/۲۔

روزہ رکھنے سے ماقبل کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۲۱۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اس کی برکت سے اس کے تمام صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ صام: صام یصوم صوماً وصیاما واصطام: روزہ رکھنا، چلنے پھرنے، بولنے کھانے پینے سے رک جانا صفت: صائم جمع صائمون. نوٹ: چلنے پھرنے اور بولنے وغیرہ سے رک جانا "صوم" کے لغوی معانی ہیں نہ کہ شرعی واصطلاحی۔

تشریح: حدیث بالا میں روزے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ جو رمضان کے روزے رکھے تو اس کی برکت سے اس کے تمام صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور اگر کوئی خوش نصیب بندہ ایسا ہو کہ اس کے صغائر گناہ نہ ہوں تو یہ روزے اس کے لئے رفع درجات کا ذریعہ بن جائیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب من صام رمضان ایماناً الخ) و صحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل الصیام)، واحمد ۷۱۷۳، وابن حبان ۳۴۳۲، والنسائی وغیرہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۲۹۔

رمضان میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں

(۱۲۲۰) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ صفدت. الشیطان: صفده (ض) صَفْداً وصُفُوداً وصَفَّدهٔ: قید کرنا، ہتھکڑی کرنا۔ أصفدهٔ: قید کرنا مالاً: دینا۔ الصفد: بخشش، بندھن جمع أصفاد.

تشریح: فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ: ”جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“ مطلب یہ ہے کہ اس مہینہ کے شروع ہوتے ہی اللہ جل شانہ کی رحمت کا نزول شروع ہوجاتا ہے اوراس کو جنت میں جانے والے اعمال کی توفیق عطاء ہوتی رہتی ہے جودخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ (۱)

غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ: ”جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔“ مطلب یہ ہے کہ اس مہینہ میں روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جوجہنم میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں۔ کبیرہ گناہ سے روزہ دار خود بچتا رہتا ہے اور صغیرہ گناہ روزے کی برکت سے خود معاف ہوجاتے ہیں۔ (۲)

صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ: ”شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ شیاطین میں جو سرکش اور سرغنہ ہوتے ہیں ان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر نہیں ہوتے۔

نیز رمضان میں روزے رکھنے کی وجہ سے انسان میں قوت حیوانیہ مغلوب ہوجاتی ہے جو گناہوں کا باعث ہوتی ہے، اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اورقوی ہوتی ہے جو آدمی کو طاعات اور نیکی پر آمادہ کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے رمضان میں آدمیوں سے گناہ کم صادر ہوتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب هل یقال رمضان أو شهر رمضان؟) و صحیح مسلم (أول کتاب الصیام)، واحمد ۳/۹۲۱۵، والنسائی، وابن حبان ۳۴۳۴، و کذا فی الدارمی ۱۷۷۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۳) مظاہر حق ۲/۲۹۵

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو

(۱۲۲۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَإِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ﴾. (متفق علیه وهذا لفظ البخاری)

وفی روایة مسلم: ”فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْماً.“

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو اور اگر بادل چھا جائے تو پھر شعبان کے تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔“ (بخاری ومسلم) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے اگر تم پر بادل چھا جائے تو تیس دنوں کے روزے رکھو۔

لغات: ❖ غبی علیکم: غبی یغبی غباً وغباوۃ۔ الشیء وعنہ: ناسمجھ ہونا، کند ذہن ہونا۔ الشیء علیہ: مخفی رہنا۔ غم علیکم: غم۔ علیہ الامر: پوشیدہ ہونا، مشتبہ ہونا۔ غمہ (ن) غماً: ڈھانپ لینا، غمگین کرنا۔

تشریح: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو۔'' مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جب تک چاند نہ دیکھ لو یا معتبر شہادت اور معتبر ذرائع سے چاند ہونا معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک روزہ نہ رکھو اور نہ عید مناؤ۔

فَاِنْ غَبِيَ عَلَيْكُمْ: غَبِيَ اور غُمَّ لغت میں دونوں کے ایک ہی معنی آتے ہیں، یعنی بادلوں کا چھا جانا، مطلع کا ابر آلود ہونا۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزوں کو شروع کیا جائے، اسی طرح ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کر کے عید الفطر منائی جائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الھلال فصوموا)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الھلال والفطر لرویۃ الھلال)، واحمد ۹۸۶۰/۳ والنسائی وابن حبان ۳٤٤۲ والدارمی ۱٦۸۵ ودارقطنی ۲۱٥۳ وکذا فی البیھقی ٤/۲۰٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۲۱۸) بَابُ الْجُوْدِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوْفِ، وَالْاِكْثَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْهُ

رمضان المبارک میں سخاوت اور نیک اعمال کی کثرت اور آخری عشرہ میں مزید اضافہ کرنے کا بیان

آپ ﷺ جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ رمضان میں قرآن کا دور کرتے تھے

(۱۲۲۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ

النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ، فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ" ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملتے تو اور بھی زیادہ سخاوت کرنے والے ہوجاتے۔ اور جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملتے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ سے جب جبرئیل علیہ السلام ملتے تو بھلائی میں تیز ہوا سے بھی زیادہ آپ ﷺ سخاوت کرنے والے ہوجاتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اجود الناس: جاده (ن) جوداً: بخشش میں غالب ہونا، الاجود: اسم تفضیل، سب سے زیادہ فیاض، سخی۔ الريح المرسلة: تیز ہوا المرسلة: لمبا ہار جو سینہ تک واقع ہو جمع مرسلات. المترسلات: ہوائیں یا فرشتے یا گھوڑے۔

تشریح: اَجْوَدَ النَّاسِ: "جود" کہتے ہیں بغیر طلب کے دینا تا کہ سائل کو ذلت نہ ہو، دوسرا معنی بہت زیادہ دینا۔ [1]

آپ ﷺ عطا کرتے تھے بغیر طلب کے بھی اور بہت زیادہ عطا کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ کی سخاوت کی مثالیں کتب احادیث میں کثرت سے مذکور ہیں۔ مثلاً: ایک مرتبہ بحرین سے ایک لاکھ درہم آئے، آپ ﷺ اس کو تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ ایک درہم بھی اپنے لئے نہیں رکھا۔ [2]

آپ ﷺ کے پاس مرض الموت میں چند دنانیر تھے، آپ ﷺ نے جب تک ان کو تقسیم نہیں کروا دیا اس وقت تک آپ ﷺ کو سکون نہیں ملا۔ [3]

وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ: آپ ﷺ ویسے بھی بہت سخی تھے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا تھا اور پھر رمضان میں اس سخاوت میں مزید اضافہ ہوجاتا تھا۔ [4]

رمضان میں سخاوت میں اضافہ کی ایک وجہ یہ تھی کہ رمضان نیکیوں کا مہینہ ہے، انسان کی طبیعت میں نیکی کرنے کی رغبت ہوتی ہے، اس کا اثر آپ ﷺ کی طبیعت پر بھی ہوتا تھا اور سخاوت میں بہت زیادہ اضافہ ہوجاتا تھا، یا وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تھی اور فرشتے میں دنیا کی کسی چیز کی کوئی حرص اور رغبت نہیں ہوتی تو یہ اثر آپ ﷺ میں بھی منتقل ہوتا تھا۔

کتنے قرآن کا دور ہوتا تھا؟

فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ: قرآن کا دور فرماتے تھے۔

سوال: یہ کتنے قرآن کا دور ہوتا تھا؟

جواب: علماء کے دونوں قول ہیں: پہلا یہ کہ جتنا قرآن نازل ہو چکا تھا اتنے ہی کا دور ہوتا تھا، دوسرا یہ کہ تمام قرآن کا دور ہوتا مگر بعد میں آپ ﷺ غیر نازل شدہ حصہ بھول جاتے تھے۔ (۵)

اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ: "بالخیر" اس سے مراد مال بھی ہوسکتا ہے اور علم بھی۔'' مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہوا چلتی ہے، ہر جگہ پہنچتی ہے اور ہر ایک کو اس سے فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی سخاوت سے اور آپ ﷺ کے علم نبوت سے بھی ہر ایک کو فائدہ ہوتا تھا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری (کتاب بدء الوحی)، وصحیح مسلم کتاب الفضائل (باب کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اجود الناس)، واحمد ۲٦١٦/١، وابن حبان ٦٣٧٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تاج العروس/ ۳۲۷

(۲) بخاری ۱/ ٦۰

(۳) مشکوٰۃ وطبقات ابن سعد ۲/ ۲۳۷

(۴) شرح طیبی ۴/ ۲۰۹

(۵) فتح الباری ۹/ ۴۵۔ ایضاح بخاری ۱/ ۱۰۵ تقریر بخاری شریف ۱/ ۹۷

آخری عشرۂ رمضان میں آپ ﷺ خود بھی جاگتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے

(۱۲۲۳) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: "كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَ أَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کے شروع ہوجاتے ہی رات کو خود بھی (عبادت کے لئے) جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمر کس لیتے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ المئزر: المئزر والمئزرۃ جمع مآزر: تہبند، کہا جاتا ہے "شدللا مر مئزرۃ" جبکہ مستعدی ظاہر کرے۔ نصر مؤزر'' پوری مدد۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب فضل قیام لیلة القدر" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ اس لئے دوبارہ لا رہے ہیں کہ آپ ﷺ رمضان مبارک کے مہینے میں بہت زیادہ عبادت کا اہتمام فرماتے تھے۔ خاص کر کے آخری عشرہ میں تو بہت

زیادہ اس میں اضافہ ہوجاتا اور خود بھی جاگنے کا اہتمام فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

وَشَدَّ الْمِئْزَرَ: ''کمر کو خوب کس لیتے۔'' یہ کنایہ ہے کثرت عبادت سے، یا کنایہ ہے بیویوں کے پاس نہ جانے سے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃالقدر (باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان)، وصحیح مسلم کتاب الاعتکاف (باب اعتکاف العشرالاواخرمن رمضان).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۱۹) بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقُدِّمِ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ اِلَّا لِمَنْ وَصَلَهُ بِمَاقَبْلَهُ، أَوْوَافَقَ عَادَةً لَّهُ بِأَنْ كَانَ عَادَتُهُ صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَوَافَقَهُ

نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے روزے رکھنے کی ممانعت، سوائے ان لوگوں کے جو اس کو ماقبل سے ملانے کا، یا پیر اور جمعرات کے روزہ رکھنے کے عادی ہوں اور پھر یہ نصف اخیر اس کی عادت کے موافق ہوجائے

رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہیں رکھنا چاہیے

(۱۲۲٤) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر وہ شخص جو پہلے ہی سے ان دنوں کا روزہ رکھنے کا عادی ہو تو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یتقدمن: تقدم: آگے بڑھنا، مقدم ہونا۔ کہا جاتا ہے "تقدم رمضان بصوم یوم" رمضان شریف سے پہلے ایک روزہ رکھنا۔

تشریح: لاَ يَتقَدَّ مَنَّ اَحَدُ كُمْ رَمَضَانَ: کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ رمضان سے ایک دو دن پہلے سے استقبال رمضان میں روزہ رکھنا منع ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ جس کی پیر اور جمعرات کے روزے رکھنے کی عادت ہے، یا صوم داؤدی کی عادت ہو کہ ایک دن روزہ، دوسرے دن افطار تو اب ایسا شخص رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ اس کا یہ روزہ استقبال رمضان کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا یہ روزہ اپنے معمول کا ایک حصہ ہے۔ [۱]

رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں رمضان کے روزے میں اضافہ ہو جائے گا۔ [۲]

تخریج حدیث: صحیح بخاری كتاب الصوم (باب لايتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين) وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب لاتقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين) واحمد ۷۲۰٤/۷، وابوداؤد، والترمذی، وابن ماجه، وابن حبان ۳۵۸٦، ومصنف عبدالرزاق ۷۳۱۵، والدارمی ۱٦۸۹، ومصنف ابن ابی شیبة ۲۳/۳ وكذا فی البیهقی ۲۰۷/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین
(۲) نزہۃ المتقین

اگر چاند نظر نہ آئے تو پھر پورے تیس روزے رکھنا چاہئے

(۱۲۲۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ، وَصُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَإِنْ حَالَتْ دُوْنَهٗ غَيَايَةٌ فَأَكْمِلُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْماً﴾

رواه الترمذی و قال: حديث حسن صحيح "الغياية" بالغين المعجمة وبالياء المثناة من تحت المكرزة وهی: السحابة.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھنا چھوڑ و، اگر چاند کے ورے بادل حائل ہو جائے تو پھر تیس دن پورے کرو۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

الغیایۃ: غین اور دو یاء کے ساتھ بمعنی: بادل۔

لغات: ❖ غياية: الغياية: آفتاب کی شعاع کی روشنی، ہر وہ چیز جو انسان پر سایہ انداز ہو، جیسے بادل، گرد وغبار، کنویں کی

گہرائی جمع غیابات آتی ہے۔

تشریح: لَا تَصُوْمُوْا قَبْلَ رَمَضَانَ: ''رمضان سے پہلے روزہ مت رکھو۔'' رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے تا کہ رمضان کے روزے میں اضافہ نہ ہوجائے۔

صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِه: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔'' روزہ چاند دیکھ کر رکھنا چاہیئے اور چاند ہی دیکھ کر عید منانا چاہیئے، اگر چاند یقینی طور سے نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن مکمل کر کے روزہ رکھنا شروع کرنا چاہیئے۔ (۱)

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو لوگوں پر واجب کفایہ ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصوم (باب ما جاء ان الصوم لرؤية الهلال). وابوداؤد، والنسائی، واحمد ۱/۱۹۸۵، وابن ابی شیبة ۳/۲۰، وابن حبان ۳۵۹۰، والدارمی ۱۰۶۸۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) تعلیق الصبیح

نصف شعبان کے بعد روزہ نہیں رکھنا چاہیئے

(۱۲۲۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "إِذَا بَقِیَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا﴾. (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کا آدھا مہینہ باقی رہ جائے تو تم روزے مت رکھو۔'' (ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ بقی: بقی (س) بقاء وبقی (ض) بقیاً: ہمیشہ رہنا، ثابت رہنا۔ اور باب افعال سے إبقا کے معنی ہے باقی رکھنا۔ نصف: آدھا جمع انصاف آتی ہے۔

تشریح: اِذَا بَقِیَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُوْمُوْا: جب شعبان کا آدھا مہینہ باقی رہ جائے تو روزہ مت رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ شعبان کی ۱۵ تاریخ کے بعد روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، یہ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ رمضان کے روزے جو فرض ہیں اس میں کمزوری نہ آجائے جس کی وجہ سے رمضان کے روزے رکھنا دشوار ہوجائے۔ (۱)

نیز اس ممانعت کا تعلق امت کی آسانی اور مشقت سے ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کی ممانعت کا تعلق ان لوگوں کے لئے ہیں جن کو روزہ رکھنے کے بعد کمزوری آجائے ہاں جس کے اندر قوت ہو تو ان کے لئے حرج نہیں

ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصوم (باب ماجاء فی کراھیة الصوم فی النصف الثانی من شعبان)، واحمد ۹۷۱۳/۳، وابوداؤد، وابن حبان ۳۵۸۹، ومصنف عبدالرزاق ۷۳۲۵، وکذافی البیھقی ۲۰۹/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۳۰۶/۲ (۲) مرقاۃ

شک والے دن میں روزہ رکھنا منع ہے

(۱۲۲۷) ﴿وَعَنْ اَبِی الْیُقْظَانَ عَمَّارِبْنِ یَاسِرٍ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: "مَنْ صَامَ الْیَوْمَ الَّذِیْ یُشَکُّ فِیْہِ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ﴾. (رواہ ابوداؤد والترمذی و قال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے شک والے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔'' (ابوداؤد، ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

لغات: ❖ صام: صام یصوم صوما وصیاما واصطام: روزہ رکھنا، چلنے، پھرنے، بولنے، کھانے پینے سے رک جانا
صفت: صائم جمع صائمون.

تشریح: یوم شک سے کون سا دن مراد ہے؟

شک کا دن شعبان کی تیسویں تاریخ جس میں بادل یا شہادت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے شک پیدا ہوگیا ہو، آیا رمضان شروع ہوگیا ہے یا ابھی شعبان کی تیسویں تاریخ ہے۔ تو یوم شک کے دن رمضان کا روزہ یا کسی واجب کا روزہ رکھنا مکروہ ہے، اور نفل روزہ بھی اس دن رکھنا مکروہ ہے، مگر وہ شخص جس کا پیر اور جمعرات یا ہر مہینہ کے آخر کے ایک دو روزہ رکھنے کی عادت ہو تو اب ایسے شخص کے لئے مکروہ نہیں ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، وسنن الترمذی وقال حسن صحیح، وابن حبان ۳۵۸۵، والدارمی ۱٦۸۲، والدارقطنی ۱۵۷/۲، وکذافی البیھقی ۲۰۸/٤ وغیرھم من ائمة الحدیث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۰۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، وکذا روضۃ المتقین ۲۳۵/۳

(۲۲۰) بَابُ مَايُقَالُ عِنْدَرُؤْيَةِ الْهِلَالِ

چاند دیکھنے کے وقت کون سی دعاء پڑھی جائے؟

چاند دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا

(۱۲۲۸) ﴿عَنْ طَلْحَةَ بِنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَابِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّىْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ، هِلَالُ رُشْدٍوَخَيْرٍ﴾. (رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب چاند دیکھتے تو یوں دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا الخ ''اے اللہ اس کو ہم پر امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما، اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اے اللہ! یہ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہو۔'' (ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔)

لغات: ❖ يشك: شك (ن) شكاً ۔ في الامر: شبہ کرنا، صفت: شاک. شكك يشكك تشكيكا معنی شک میں ڈالنا، شک میں پڑنا۔ الهلال: پہلی تاریخ کا چاند جمع اهلة.

تشریح: آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ چاند دیکھ کر یہ دعا مانگتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّىْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ هِلَالُ رُشْدٍوَخَيْرٍ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ اس چاند کو ہمارے اوپر امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما، اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اے اللہ! یہ ہدایت اور خیر کا چاند ہو۔ علماء فرماتے ہیں جو بھی چاند دیکھے اس کے لئے سنت ہے کہ مسنون دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھے آپ ﷺ کی اتباع میں۔''(۱)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الدعوات (باب مايقول عندرؤية الهلال)، وأحمد ۱/۱۳۹۷، والدارمی ۱۶۸۵، وابن حبان ۸۸۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزهة المتقين، وروضة المتقين ۳/۳۳۶۔

(۲۲۱) بَابُ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَتَأْخِيْرِهِ مَا لَمْ يَخْشَ طُلُوْعَ الْفَجْرِ

سحری کھانے کی اور اس میں تاخیر کرنے کی فضیلت، بشرطیکہ طلوع فجر کا خطرہ نہ ہو

سحری میں برکت ہے

(۱۲۲۹) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَسَحَّرُوْا، فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً" ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سحری کھایا کرو اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اهله: هل (ن) هلا۔ المطر: زور سے برسنا الهلال: نیا چاند نکلنا۔ کہا جاتا ہے ''اللهم اهله علينا بالامن'' اے اللہ! نکال اس چاند کو ہم پر امن، ایمان اور سلامتی کے ساتھ۔''

تشریح: فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً: ''سحری کھانے میں برکت ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ سحری کے وقت اُٹھ کر سحری کھالینا چاہئے، تھوڑا ہی کھالے کیونکہ اس وقت کھانے میں برکت ہے کہ اس سحری کے کھانے سے آدمی میں دن بھر قوت و توانائی رہتی ہے۔[1]

بخلاف اس کے کہ آدمی سونے سے پہلے ہی کھا کر سوجائے، اس سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلام کی تعلیمات میں انسانی کمزوریوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔[2]

سحری میں برکت اس لئے فرمایا گیا ہے کہ یہ روزہ دار کو طاقت دیتی ہے اور اس کے لئے روزے کو آسان کر دیتی ہے۔[3]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب برکۃ السحور). وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل السحور)، واحمد ٤/١١٩٥٠، وابن حبان ٣٤٦٦، وابن ماجه، ومصنف عبدالرزاق ٧٥٩٨ وكذا فى البيهقى ٤/٢٣٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۳۷ (۲) مرقاۃ (۳) نزھۃ المتقین

سحری اور نماز کے درمیان وقفہ کم ہوتا تھا

(۱۲۳۰) ﴿وَعَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلَاةِ قِيْلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً﴾. (متفق عليه).

ترجمہ: ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، ان سے پوچھا گیا کہ سحری کے ختم ہونے اور نماز کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ توانہوں نے فرمایا: پچاس آیات کی مقدار۔''

لغات: ❖ تسحروا: تسحر: سحری کھانا۔ سحرہ: جادو کرنا۔ سحری دینایا کھلانا، گذا دینا، مشغول کرنا۔ کم: کتنا۔ اس کی دوقسمیں ہیں، (۱) استفهاميه، (۲) كم خبريه.

تشریح: حدیث بالا میں نماز اور سحری کا وقت بتایا جارہا ہے کہ تقریباً پچاس آیات پڑھنے کے بقدر وقفہ ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری بالکل آخری وقت میں کھانی چاہئے کہ حدیث بالا میں پچاس آیات پڑھنے کے بقدر بتایا گیا ہے اور عموماً پچاس آیات آدمی دس پندرہ منٹ کے اندر پڑھ لیتا ہے۔ تو صبح صادق سے دس پندرہ منٹ پہلے سحری کھانا یہ زیادہ فضیلت کی بات ہوگی۔

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الصوم (باب قدر كم بين السحور مع صلاة الفجر). وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب فضل السحور وتاكيد استحبابه). والترمذى، والنسائى، و ابن ماجه ۱۶۹۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۳۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

سحری ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان پر ختم کرو

(۱۲۳۱) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ؛ بِلَالٌ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ" قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا اَنْ يَنْزِلَ هٰذَا وَيَرْقٰى هٰذَا﴾. (متفق عليه).

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے دو موذن تھے، (۱) حضرت بلال، (۲) حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما، پس آپ ﷺ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم لوگ کھاتے اور پیتے رہو، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے دیں۔ اور ان دونوں اذانوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ

ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ کم: کم کی دو قسمیں ہیں: ① استفہامیہ، اور اس کا ممیّز منصوب ہوتا ہے جیسے "کم درهماً لک" یعنی تمہارے کتنے درہم ہیں: ② کم خبریۃ، بمعنی کثیر: اس کا ممیّز مجرور ہوتا ہے جیسے "کم عبدٍ" اور "عبیدٍ ملکت" میں بہت غلاموں کا مالک ہوں۔ یرقی: رقی (س) رقیا ورقیاً. الجبل وفیه والیه: پہاڑ پر چڑھنا۔ کہا جاتا ہے "ارق علی ظلعک" یعنی اپنی طاقت کے مطابق چڑھو اور اپنے نفس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔

تشریح: كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بَلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ: "دو موذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم۔'' علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد اقدس میں دو موذن تھے اور دو اذانیں ہوتی تھیں، پہلی اذان کا مقصد یہ تھا کہ روزے دار اگر سحری کھا رہے ہیں تو وہ متنبہ ہوجائیں کہ سحری کا وقت ختم ہونے والا ہے اور یہ اذان حضرت بلال دیا کرتے تھے، اس کے فوری بعد دوسری اذان ہوتی تھی جو اس بات کا اعلان تھی کہ جو لوگ کھا پی رہے ہیں اب ختم کردیں، اور یہ اذان حضرت ابن ام مکتوم دیا کرتے تھے۔

خلاصہ: یہ ہوا کہ سحری کو دیر سے کھانا مستحب ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ صبح صادق کا ہی خطرہ ہونے لگے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک افطار جلدی اور سحری کو آخری وقت میں کھائیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاذان (باب اذان الاعمی)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر)، واحمد ۲/۴۵۵، والترمذی ۲۰۳، وکذافی النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) رواہ البخاری ومسلم واحمد بحوالہ نزہۃ المتقین۔

سحری کھانا امت محمدیہ کی خصوصیت ہے

(۱۲۳۲) ﴿وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فَصْلُ مَابَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ فصل: فصل (ض) فصلاً۔ الشیء: جدا کرنا، علیحدہ کرنا اور اسی سے ہے "فصل الخصومات" یعنی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا فصل بهما: فاصلہ ہونا، فرق ہونا۔

تشریح: مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَصِیَامِ اَھْلِ الْکِتَابِ اَکْلَۃُ السِّحْرِ: ''ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کھانے کا ہے۔'' اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے مذہب میں سونے سے پہلے کھانا ہے، سو کر کھانا کھانا حرام تھا، ابتداء اسلام میں یہی حکم تھا مگر بعد میں سحری کھانا برکت اور فضیلت کی چیز بنادی گئی، اور دوسری طرف سحری کھانے سے اہل کتاب کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل السحور)، واحمد ۱۷۸۱۷/۶، والترمذی، والنسائی، والدارمی ۱۶۹۷، وابن حبان ۲٤۷۷، ومصنف ابن ابی شیبة ۸/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳۱۰/۲۔

(۲۲۲) بَابُ فَضْلِ تَعْجِیْلِ الْفِطْرِ وَمَا یُفْطَرُ عَلَیْهِ وَمَا یَقُوْلُهُ بَعْدَ الْاِفْطَارِ

جلد افطار کرنے کی فضیلت اور اس چیز کا بیان جس سے افطار کیا جائے اور افطار کے بعد کی دعا

امت بھلائی پر رہے گی جب تک کہ افطار جلدی کرے گی

(۱۲۳۳) ﴿عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ برابر بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ عجلوا: عَجَّل یُعَجِّل تعجیلًا: جلدی کرنا۔ لایزال: معنی ہمیشہ رہا۔ بخیر: اسم تفضیل بمعنی اخیر ہے۔

تشریح: غروب کے فوری بعد افطار کرنے میں تاخیر نہ کی جائے، حدیث بالا میں اس طرح کرنے میں بھلائی پر رہنے کی بشارت سنائی جارہی ہے اور دوسری طرف اہل کتاب کی مخالفت بھی آجائے گی، کیونکہ ان کے نزدیک افطار تاخیر سے ہوتا ہے یہاں تک کہ ستارے نکل آئیں۔ (۱)

اہل روافض کے یہاں بھی تاخیر پر عمل ہوتا ہے، لہٰذا جلدی کرنے سے ثواب بھی ملے گا اور ان لوگوں کی مخالفت بھی خود

بخود ختم ہو جائے گی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب تعجیل الافطار)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل السحوروتاکیداستحبابه)، ومالک فی مؤطئه ٦٣٨، واحمد ٢٢٨٦٨/٨، و الترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ٣٥٠٢ و کذافی البیهقی ٢٣٧/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۴۱/۳۔

آپ ﷺ افطار جلدی کرتے تھے

(١٢٣٤) ﴿وَعَنْ اَبِی عَطِیَّةَقَالَ: دَخَلْتُ أَنَاوَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ: رَجُلاَنِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كِلاَهُمَالاَ یَأْلُو عَنِ الْخَیْرِ: اَحَدُهُمَایُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ، وَالْاٰخَرُیُؤَخِّرُالْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ فَقَالَتْ: مَنْ یُّعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ؟ قَالَ: عَبْدُ اللّٰهِ. یَعْنِی اِبْنَ مَسْعُوْدٍ. فَقَالَتْ: هٰكَذَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رواه مسلم. قوله: "لا یألو" أی لا یقصرفی الخیر.

ترجمہ: ''حضرت ابوعطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت مسروق رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو ان سے حضرت مسروق نے عرض کیا: کہ اصحاب محمد ﷺ میں سے دو آدمی ہیں جو بھلائی کے کام میں کوتاہی نہیں کرتے، ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے مغرب اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟ حضرت مسروق رحمہ اللہ نے کہا: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

لا یألو: بمعنی بھلائی کے کام میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔

لغات: ❖ یألوا: الا (ن) الواً والواً والیاً والی تالیةً وائتلی ایتلاء۔ فی الامر: کوتاہی وسستی دکھلانا۔

تشریح: حدیث بالا میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ سحری تاخیر سے کرتے اور افطاری جلدی، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ اسی طرح کرتے تھے، اس کے بمقابل حضرت ابوموسی اشعری کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ افطاری میں تاخیر کرتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، ممکن ہے:

❶ ان کا یہ عمل بیان جواز کے لئے ہو،

❷ یا کسی عذر یا مصلحت کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں،

❸ یا کبھی کبھار ایسا کیا ہو گا جس کو حضرت مسروق رحمہ اللہ نے بیان کر دیا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب فضل السحور)، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی.

راوی حدیث حضرت ابوعطیہ کے مختصر حالات:

ان کے نام میں اختلاف ہے۔ مالک بن عامر، بعض کہتے ہیں مالک بن ابی عامر تھا یا مالک بن ابن عوف ہے، یہ تابعی ہیں اور قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے، عموماً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں اور ان کو اسحاق و اعمش وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔

وفات: ۸۷ھ کے قریب میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی وغیرہ نے روایت اپنی کتابوں میں نقل کی ہے۔

اللہ کے محبوب بھی وہ بندے ہیں جو افطار جلدی کرتے ہیں

(۱۲۳۵) ﴿وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: "أَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْراً﴾. (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو ان میں سے افطار میں جلدی کرنے والے ہیں۔ ترمذی۔ صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔"

لغات: ❖ عز: عز (ض) عزاً وعزة وعزازة: عزیز ہونا، قوی ہونا، ضعیف ہونا۔ رجل عز قوی: کہا جاتا ہے: جیء به عزاً بزاً: اس کو جس طرح سے ہو لے آؤ۔ عجلوا: عجل: جلدی کرناہ: سبقت کرنا، برانگیختہ کرنا، عجل (س) عجلاً وعجلة: جلدی کرنا۔

تشریح: اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْراً: "میرے بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں۔" حدیث بالا میں افطار جلدی کرنے والے کو خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہونے کی فضیلت حاصل ہو رہی ہے، نیز جلدی افطار کرنے سے اتباع سنت بھی حاصل ہوتی ہے اور اہل کتاب اور اہل روافض کی مخالفت بھی ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصوم (باب ماجاء فی تعجیل الافطار)، واحمد ۸۳٦۸/۳، وابن

حبان ۳۵۰۷، وهكذافي البيهقي ۲۳۷/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

سورج غروب ہوتے ساتھ افطار کر لینا چاہیئے

(۱۲۳۶) ﴿وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَاأَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَاوَأَدْبَرَالنَّهَارُمِنْ هٰهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات (اندھیرا) ادھر سے آجائے اور دن (اجالا) ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو یقیناً روزہ دار نے افطار کر لیا۔''

لغات: ❖ اقبل: اقبل الليل: رات کا قریب ہونا۔ اقبل عليه: متوجہ ہونا۔ قبل (ف) قبلا۔ اليوم: دن کا قریب ہونا۔ تمر: معنی کھجور، اس کا واحد تمرة ہے۔

تشریح: غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ: ''سورج غروب ہو جائے تو یقیناً روزہ دار نے افطار کر لیا۔'' مطلب یہ ہے کہ غروب شمس ہو جائے تو روزہ افطار کا وقت قریب ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شرعی اعتبار سے روزہ افطار کرنے والا بن گیا اگرچہ اس نے ابھی تک کوئی چیز نہیں کھائی ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصوم (باب متى يحل فطرالصائم؟)، و صحيح مسلم كتاب الصيام (باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار)، واحمد ۱۹۲/۱، وابوداؤد والترمذى، وابن حبان ۳۵۱۳ وابن ابى شيبة ۱۱/۳ ومصنف عبدالرزاق ۷۵۹۵ وكذافي البيهقى ۲۱٦/٤

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

افطار کھجور کے علاوہ بھی کیا جاسکتا ہے

(۱۲۳۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ إِبْرَاهِيمَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سِرْنَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَصَائِمٌ فَلَمَّاغَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: يَافُلَانُ! اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْأَمْسَيْتَ؟ قَالَ: "اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ: اِنَّ عَلَيْكَ نَهَاراً، قَالَ: "اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا" قَالَ: فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: "إِذَارَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ

هٰهُنَافَقَدْ أَفْطَرَالصَّائِمُ" وَ أَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ الْمَشْرِقِ﴾ (متفق عليه).

قوله: "اجدح" بجيم ثم دال ثم حاء مهملتين أي: اخلط السويق بالماء.

ترجمہ: "حضرت ابوابراہیم عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے جب کہ آپ ﷺ روزے سے تھے، پس جب سورج غروب ہوگیا تو آپ ﷺ نے لوگوں میں سے کسی سے فرمایا: اے فلاں! سواری سے اترو اور ہمارے لئے ستو گھول دو۔ تو اس نے کہا اگر آپ ﷺ کچھ اور شام کریں (تو اچھا ہوگا)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سواری سے اترو اور ستو گھول دو۔ اس نے عرض کیا ابھی تو کچھ دن باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ راوی حدیث حضرت عبد اللہ کہتے ہیں پس وہ سواری سے اترے اور ستو گھولا، پس آپ ﷺ نے ستو کو نوش فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ رات ادھر (مشرق) سے آگئی ہے تو روزہ والے کا روزہ کھل گیا اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔"

"اجدح" پہلے جیم اور پھر دال اور پھر حاء بمعنی: پانی میں ستو گھولنا۔

لغات: ❖ فاجدح لنا: صیغہ امر۔ جدح (ف) جدحاً واجدح واجتدح ۔ السويق: ستو گھولنا، جدح السويق في اللبن: دودھ میں ملانا۔

تشریح: يَافُلَانُ! اِنْزِلْ: "اے فلاں! اتر۔" بعض روایات میں "یا بلال" کے الفاظ آتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غروب شمس کے یقینی ہونے کے بعد پھر افطار میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے جیسے کہ اوپر کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کھجور کے علاوہ دوسری چیز سے بھی روزہ کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الصوم (باب متى يحل فطر الصائم)، وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار)، واحمد ۱۹۴۱۲/۷، وابوداؤد، و ابن حبان ۳۵۱۱، ومصنف عبد الرزاق ۷۵۹۴، ومصنف ابن ابی شيبة ۳/۱۰، وكذا في البيهقى ۲۱۶/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۴۴/۳

افطار کھجور سے کرنا چاہئے

(۱۲۳۸) ﴿وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: "إِذَا أَفْطَرَأَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْعَلٰى تَمْرٍفَإِنْ لَمْ يَجِدْفَلْيُفْطِرْعَلٰى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ" (رواه ابوداؤد والترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت سلمان بن عامر الضبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اس کو چاہئے کہ چھوارے سے افطار کرے، اگر وہ نہ پائے تو پانی سے افطار کرے، اس لئے کہ پانی خوب پاکیزہ ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی۔ صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح: کھجور سے افطار کرنے کے فوائد

فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ: ''کھجور سے افطار کرے۔'' علماء فرماتے ہیں شریعت نے کھجور سے افطار کرنے کو اس لئے فرمایا کہ جب معدہ خالی ہوتا ہے تو اس وقت میں جب شیرینی معدہ میں پہنچتی ہے تو اس سے بدن کو بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے قوائے جسمانی میں قوت جلدی سرایت کر جاتی ہے۔ کھجور نہ ہونے کی صورت میں پھر پانی سے افطار کرنے کو فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ بھی ظاہری و باطنی طہارت اور پاکیزگی کے لئے سبب ہے۔

تخريج حديث: سنن ابی داؤدکتاب الصيام (باب مايفطر عليه)، وسنن الترمذي ابواب الصوم (باب مايستحب عليه الافطار)، واحمد ١٦٢٢٥/٥، وابن ماجه ١٦٩٩، وابن حبان ٣٥١٤ والدارمی ٢/٧ ومصنف عبد الرزاق، ٧٥٨٧، ومصنف ابن ابی شيبة ١٠٧/٣، وكذافی البيهقی ٢٣٨/٤۔

راوی حدیث حضرت سلمان بن عامر الضبی کے مختصر حالات:

نام: سلمان، (رضی اللہ عنہ) والد کا نام عمار، سلسلہ نسب یہ ہے: سلمان بن عامر بن اوس بن حجر بن عثمان بن عمرو بن الحارث الضبی۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ بخاری اور اصحاب السنن نے ان سے روایت نقل کی ہے، مگر امام مسلم نے ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

مرویات: ان سے ۱۳ روایات مروی ہیں۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اسد الغابۃ (۲) مختصر التلقیح۔ تہذیب التہذیب وغیرہ۔

آپ ﷺ کھجوروں سے افطار کرتے تھے

(۱۲۳۹) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَن يُّصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَاحَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ. (رواه ابو داؤد والترمذی و قال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ کھولتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چند چھواروں سے، اور اگر وہ بھی نہ ہوتے تو پھر پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔'' ابوداؤد، ترمذی۔ صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: کھجور سے افطار کرنے میں جدید سائنس کی تحقیق

جسے کھجور میسر ہو وہ اس سے روزہ افطار کرے جسے وہ نہ ملے وہ پانی سے کھول لے کیونکہ وہ بھی پاک ہے۔ روزے کے بعد توانائی کم ہوجاتی ہے اس لئے افطاری ایسی چیز سے ہونی چاہئے جو زود ہضم اور مقوی ہو۔

کھجور کا کیمیائی تجزیہ

proteins -------------- 2.0

fats -----------------/

Carbohydrates -------------24.0

Calories -----------------2.0

Sodium ------------------4.7

Potassium -----------------754.0

Calcium -------------------67.9

Magnesium -----------------58.9

Copper----------------------0.21

Iron ----------------------1.61

Phosphorus --------------638.0

Sulphur ------------------ 51.6

Chlorine ------------------ 290.0

اس کے علاوہ اور جوہر (Peroxides) بھی پایا جاتا ہے۔ صبح سحری کے بعد شام تک کچھ کھایا پیا نہیں جاتا اور جسم کی کیلوریز (Calories) یا حرارے مسلسل کم ہوتے رہتے ہیں، اس کے لئے کھجور ایک ایسی معتدل اور جامع چیز ہے جس سے حرارت اعتدال میں آجاتی ہے اور جسم گوناگوں امراض سے بچ جاتا ہے۔ اگر جسم کی حرارت کو کنٹرول نہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل امراض پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں۔

✦ لو بلڈ پریشر (Low blood Pressure) فالج (Paralysis) لقوہ Facial Paralysis اور سر کا چکرانا وغیرہ۔

✦ غذائیت کی کمی کی وجہ سے خون کی کمی کے مریضوں کے لئے افطار کے وقت فولاد (Iron) کی اشد ضرورت ہے اور وہ کھجور میں قدرتی طور پر میسر ہے۔

✦ بعض لوگوں کو خشکی ہوتی ہے ایسے لوگ جب روزہ رکھتے ہیں تو ان کی خشکی بڑھ جاتی ہے اس کے لئے کھجور چونکہ معتدل ہے اس لئے وہ روزہ دار کے حق میں مفید ہے۔

✦ گرمیوں کے روزے دار کو چونکہ پیاس لگی ہوتی ہے اور وہ افطار کے وقت اگر فوراً ٹھنڈا پانی پی لے تو معدے میں گیس، تبخیر اور جگر کی ورم (liver Inflamation) کا سخت خطرہ ہوتا ہے، اگر یہی روزہ دار کھجور کھا کر پھر پانی پی لے تو بے شمار خطرات سے بچ جاتا ہے۔[1]

اگر کھجوریں نہ ملیں تو پھر پانی سے افطار کرے کیونکہ اللہ جل شانہ نے اس کو پاک صاف اتارا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصیام (باب مایفطرعلیه)، وسنن الترمذی ابواب الصوم (باب مایستحب علیه الافطار)، واحمد ۱۲٦٧٦/٤، الدارقطنی ۱۸٥/۲، وکذافی البیهقی ۲۳۹/٤ و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سنت نبوی اور جدید سائنس ۱۸۶/۱

(۲۲۳) بَابُ اَمْرِ الصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهٖ وَجَوَارِحِهٖ عَنِ الْمُخَالَفَاتِ وَ الْمُشَاتَمَةِ وَ نَحْوِهَا

روزے دار کو اپنی زبان اور دوسرے اعضائے جسم کی ناجائز کاموں اور گالی گلوچ وغیرہ سے حفاظت کرنے کا حکم

روزہ کی حالت میں فحش باتیں کرنا منع ہے

(۱۲٤۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَ لَا یَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْقَاتَلَهُ فَلْیَقُلْ: إِنِّیْ صَائِمٌ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو وہ دل لگی کی باتیں نہ کرے اور نہ شور وغل کرے، پس اگر کوئی اس کو گالی گلوچ دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں تو روزے سے ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ افطر: افطر. الصائم: کھانا اور پینا۔ فطر (ن، ض) فطراً ۔ الشیء: پھاڑنا۔ فطراً وفطراً وفطوراً ۔ الصائم: روزہ دار کا افطار کرنا۔

تشریح: حدیث بالا یہ ''باب وجوب صوم رمضان'' میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کو باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر فرما دیا ہے کہ جس طرح روزہ دار کے لئے کھانا، پینا، بیوی کے پاس جانا ناجائز ہے تو اسی طرح اپنی زبان اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے اس کو غلط استعمال کرنا عام وقتوں میں جائز نہیں تو پھر روزے کی حالت کیسے جائز ہو جائے گا؟۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب هل يقول انى صائم اذاشتم)، و صحیح مسلم (باب حفظ اللسان للصائم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جو جھوٹ نہ چھوڑے تو اس کے روزے کی اللہ کو کوئی پروا نہیں

(۱۲۴۱) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ قول الزور: جھوٹی بات، تزور: جھوٹ بولنا الشیء: کسی چیز کو پسند کر کے اپنے لئے خاص کرنا۔ زور: جھوٹ کو آراستہ کرنا الکلام: باطل ٹھہرانا، جھوٹ کی طرف نسبت کرنا۔

تشریح: قَوْلَ الزُّوْرِ: جھوٹ بولنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کرنا جس سے گناہ ہوتا ہے مثلاً: جھوٹی گواہی دینا، غیبت کرنا، بہتان تراشی کرنا یا کسی پر افتراء پردازی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ قرآن میں بھی آتا ہے: "وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ" [1]

یعنی روزہ دار نے اپنی زبان کو غلط باتوں سے بچایا اور نہ برے افعال واعمال سے حفاظت کی تو اب اللہ جل شانہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے یا نہ چھوڑے، اس کو روزے کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ [2]

خلاصہ یہ ہوا کہ امور حسیہ کھانا، پینا اور جماع سے روزے کی حالت میں بچنا ضروری ہے تو اسی طرح امور معنویہ غیبت، جھوٹ، بداخلاقی وغیرہ سے بچنا بھی ضروری ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب من لم یدع قول الزور) احمد ۳/۹۸٤٦، وابوداؤد، والترمذی، وابن حبان ۳٤۸۰، وکذافی البیهقی ٤/۲۷۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ الحج آیت ۳۰
(۲) تعلیق الصبیح
(۳) نزہۃ المتقین

(٢٢٤) بَابُ فِيْ مَسَائِلَ مِنَ الصَّوْمِ
روزے کے چند مسائل کا بیان

بھولے سے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(١٢٤٢) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَانَسِیَ أَحَدُکُمْ فَأَکَلَ أَوْشَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَ سَقَاهُ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بھول کر کھا، پی لے تو اسے اپنا روزہ پورا کر لینا چاہئے، کیونکہ اللہ جل شانہ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔"

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ نسی. نسی ینسی نسیاً ونسیانا ونسایة و نسوة ـ الشیء: بھولنا۔ نسیان ہوجانا اور باب افعال سے اسکا معنی ہے بھلادینا۔ کما فی القرآن: وما انسانیه الا الشیطان الخ.

تشریح: فَإِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ "بھول کر کھانے پینے والے کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔" ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد وغیرہ کے نزدیک یہ حکم عام ہے خواہ روزہ فرض ہو یا نفل ہو۔ روزہ دار بھولے سے کھا، پی لے تو معاف ہے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں رمضان میں بھولے سے کھا، پی لے تو اب قضاء کرے گا غیر رمضان میں اس پر قضاء نہیں آئے گی۔ (۱)

احناف کی مشہور کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ کھانے پینے میں جماع کرنا بھی داخل ہوگا کہ اگر کوئی بھولے سے کر لے تو معاف ہے، روزہ باقی رہیگا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب اذا اکل أوشرب ناسیا) وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب اکل الناسی وشربه وجماعه لایفطر)، وأحمد ۱۰۳۵۲/۳، وکذافی البیهقی ۲۲۹/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۲) ہدایہ

روزے کی حالت میں غرارہ کرنا منع ہے

(۱۲٤۳) ﴿ وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ؟ قَالَ: "أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَ خَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ وَ بَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِماً" ﴾ (رواه ابوداؤدوالترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وضوء کے متعلق بتلائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کامل طریقے سے وضوء کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو، ناک میں پانی ڈالنے کا خوب اہتمام کرو۔ مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو۔'' (ابوداؤد وترمذي اور امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ الاستنشاق: ناک میں پانی ڈالنا: یہ باب استفعال، افتعال اور استفعال وغیرہ سے مستعمل ہے تنسق وانتسق واستنسق ـالماء فی انفه: ناک میں پانی ڈالنا۔

تشریح: وَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ: ''اچھی طرح وضوء کرو۔'' کامل وضوء میں یہ بھی داخل ہے کہ انگلیوں کے درمیان خلال کرے جب کہ پانی پہنچ چکا، ہو اگر نہ پہنچا ہو تو خلال کر کے پانی پہنچانا فرض ہوگا۔ اسی طرح ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا اور اسی طرح غرارہ کرنا، مگر روزے کی حالت میں احتیاط ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ناک یا منہ کے ذریعہ سے پانی اندر چلا جائے تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصیام (باب الصائم یبالغ الاستنشاق)، وسنن الترمذی ابواب الصوم (باب ماجاء فی کراهیة مبالغة الاستنشاق للصائم)، احمد ١٦٣٨٠/٥، وکذافی البیهقی ٧٦/١۔

راوی حدیث حضرت لقیط بن صبرہ کے مختصر حالات:

نام: لقیط، والد کا نام عامر بن صبرہ بن عبد اللہ بن منتفق، ان کو لقیط بن صبرہ کہتے ہیں یعنی دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اسلام: بنو منتفق کے وفد کے ساتھ آئے تھے اور اس وقت مسلمان ہو گئے۔

مرویات: ان سے چند روایات منقول ہیں، بخاری نے ان سے اپنی تاریخ میں تو روایت نقل کی ہے مگر اپنی صحیح میں کوئی روایت نہیں لی، اسی طرح امام مسلم نے بھی کوئی روایت ان سے نقل نہیں کی، ان سے اصحاب السنن نے روایات لی ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۴۹۔

جنبی آدمی روزہ رکھ سکتا ہے

(١٢٤٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَ يَصُوْمُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پر (کبھی کبھار) اس طرح فجر ہوتی کہ آپ ﷺ اپنی زوجہ سے جنبی ہوتے، پھر آپ ﷺ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے۔“

لغات: ❖ يدركه: ادرک۔الشيء: اپنے وقت پر پہنچنا۔ الشيء لله: لاحق ہونا۔ ادرک یدرک ادراک افعال سے معنی کسی چیز کو پانا، یا حاصل کرنا۔

تشریح: وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهٖ ”آپ ﷺ اپنی زوجہ سے جنبی ہوتے۔“ حدیث بالا کا مطلب علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو جنابت ہو جائے تو طلوع فجر سے پہلے غسل کرنا اس پر ضروری نہیں، اسی حالت میں وہ روزے کی نیت کر لے اور پھر بعد میں نہا لے، اسی پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

البتہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جنبی آدمی روزہ نہیں رکھ سکتا، پہلے وہ پاک ہو، پھر روزے کی نیت کرے۔

تخريج حديث: صحيح بخارى كتاب الصوم (باب اغتسال الصائم)، وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب صحة صوم من طلع عليه الفجروهوجنب)، ومالك فى موطئه ٦٤٣، وابوداؤد، والترمذى، وأحمد فى مسنده ٢٥٨٦٩/١٠۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے بھی جنبی حالت میں روزہ رکھا ہے

(١٢٤٥) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتَا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُباً مِّنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُوْمُ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بغیر احتلام کے حالت جنابت میں صبح فرماتے، پھر روزہ رکھ لیتے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حلمٍ: الحلم (مصدر) خواب جمع احلام.

تشریح: يُصْبِحُ جُنُباً: ''صبح جنابت کی حالت میں کرتے۔'' جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کا حکم ''اِلیٰ نِسَائِكُمْ'' یہ رات کے آخری اجزاء جو طلوع فجر سے متصل ہے اس وقت تک (روزے رکھنے والے کے لئے بھی) جائز ہے تو اس کو غسل کا تو موقعہ ملتا نہیں اس لئے جمہور علماء کے نزدیک جنبی حالت میں روزے کی نیت کرنا صحیح ہے۔ (١)

مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ: ''بغیر احتلام کے۔'' اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرما رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ احتلام کی وجہ سے جنبی نہیں ہوتے تھے بلکہ جماع کرنے کی وجہ سے ہوتے تھے۔ کیونکہ احتلام یہ شیطانی وسوسہ سے ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ تھے۔ (٢)

خلاصہ یہ ہے کہ جنبی آدمی خواہ جماع سے ہو یا احتلام سے، روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔ جماع یہ تو اختیاری عمل ہے تو اس میں روزہ رکھنے کی اجازت ہے تو احتلام یہ تو غیر اختیاری عمل ہے تو اس میں تو بدرجہ اولی روزہ رکھنا درست ہوگا۔ (٣)

تخریج حدیث: صحيح بخاری كتاب الصوم (باب اغتسال الصائم) وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب)، ومالک فی موطئه ٦٤٤، وابو داؤد، والترمذی ايضا.

نوٹ: راوی یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (٢) میں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حالات (٨٢) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(١) نزہۃ المتقین (٢) مرقاۃ وکذا مظاہر ٢/٣٣١ (٣) مرقاۃ وکذا مظاہر ٢/٣٣١

(٢٢٥) بَابُ بَيَانِ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ وَ شَعْبَانَ وَالْاَشْهُرِ الْحُرُمِ

محرم، شعبان اور حرمت والے مہینوں کے روزے کی فضیلت

رمضان کے بعد افضل ترین روزہ محرم کے مہینہ کا ہے

(١٢٤٦) ﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَفْضَلُ

الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَ أَفْضَلُ الصَّلاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ: صَلاةُ اللَّيْلِ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ المحرم: قمری سال کا پہلا مہینہ جس کے لئے ذمہ ہو۔ حرّم الشيء: حرام کرنا، حرم الصلوة: نماز کی تکبیر تحریمہ باندھنا، حرام: ضد حلال.

تشریح: اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ: ''رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔''

محرم کے روزے سے کیا مراد ہے؟

بعض علماء نے اس سے مراد یوم عاشوراء لیا ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً محرم کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر اشارہ ہے۔

شَهْرُ اللّٰهِ: اللہ کے مہینے۔

سوال: کیا صرف محرم کا مہینہ اللہ کا ہے باقی مہینے نہیں؟

جواب: محرم کے مہینہ کو اور شرف وفضل کے اللہ کی طرف منسوب کر دیا گیا جیسے بیت اللہ، ناقۃ اللہ وغیرہ۔ (۱)

اَفْضَلُ الصَّلاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلاةُ اللَّيْلِ: ''فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔''

فرض کے بعد سنت مؤکدہ کا درجہ ہے نہ کہ تہجد کا

پہلا جواب: یہ تاویل کی جائے کہ فرض کے اندر ہی واجب اور سنت موکدہ داخل ہیں کیونکہ یہ فرض کی تکمیل کے لئے ہوتی ہیں اس کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی ہوگی۔

دوسرا جواب: بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ مشقت اور ریاء ونمائش سے پاک ہونے کے لحاظ سے تہجد کی نماز فرض کے بعد سب سے افضل ہے اور تاکید اور اہمیت کے لحاظ سے سنت موکدہ فرض کے بعد سب سے افضل ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الصيام (باب فضل صوم المحرم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) [illegible] (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ

شعبان کے اکثر ایام کا آپ ﷺ روزہ رکھتے تھے

(۱۲۰۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ شَهْرٍ

أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ ﴾

وَ فِي رِوَايَةٍ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلاً. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے، آپ ﷺ شعبان کا پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے۔''

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ سوائے چند دنوں کے شعبان کے باقی روزے رکھتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ شھر: (مصدر) نیا چاند، چاند، دانا، مہینہ جمع اَشْھُر و شُھُور.

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ شعبان کے مہینے میں اکثر روزہ رکھتے تھے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے شعبان کے پورے مہینے کا روزہ بھی رکھا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں ایک سال آپ ﷺ شعبان کے مہینے میں اکثر دنوں کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے سال پورے شعبان کا روزہ رکھتے، تو جس طرح جس نے آپ ﷺ کو دیکھا اس طرح روایت کو نقل کر دیا۔ (۱)

شعبان کے مہینے میں روزے رکھنے کی حکمت

ایک روایت میں آتا ہے کہ اس مہینے میں اعمال رب العالمین کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ جب اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو آپ ﷺ روزے کی حالت میں ہوں۔ (۲)

مگر امت کو بطور شفقت کے آپ ﷺ نے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا منع فرمایا ہے تاکہ رمضان کے مہینے میں کمزوری نہ آجائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب صوم شعبان) و صحیح مسلم کتاب الصیام (باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان) والنسائی بألفاظ متقاربة.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۳۴۴

(۲) رواہ النسائی عن اُسامۃ رضی اللہ عنہ

ہر مہینہ میں تین روزہ رکھنے سے آدمی کو ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے

(١٢٤٨) ﴿وَعَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ أَبِيهَا أَوْ عَمِّهَا أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ

انطَلَقَ، فَأَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍوَقَدْ تغَيَّرَتْ حَالُهُ وَ هَيْئَتُهُ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمَاتعْرِفُنِيْ؟ قَالَ: "وَمَنْ أَنْتَ؟" قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ، الَّذِيْ جِئتُکَ عَامَ الْأَوَّلِ. قَالَ: "فَمَاغَيَّرَکَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ" قَالَ: مَا أَكَلْتُ طَعَاماً مُنْذُفَارَقْتُکَ اِلَّا بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَذَّبْتَ نَفْسَکَ" ثُمَّ قَالَ: "صُمْ شَهْرَالصَّبْرِ، وَيَوْماًمِّنْ كُلِّ شَهْرٍ" قَالَ: زِدْنِيْ، فَإِنَّ بِيْ قُوَّةً، قَالَ: "صُمْ يَوْمَيْنِ" قَالَ: زِدْنِيْ. قَالَ: "صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ" قَالَ: زِدْنِيْ. قَالَ: "صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ" وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا، ثُمَّ (رواہ ابو داؤد و "شہر الصبر" رمضان)

ترجمہ: ''حضرت مجیبہ باہلیہ اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر ایک سال کے بعد آپ ﷺ کے پاس آئے تو ان کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں وہ باہلی ہوں جو آپ ﷺ کی خدمت میں گزشتہ سال آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں یہ تبدیلی کیسے آگئی؟ تم تو اچھی صحت والے تھے۔ انہوں نے عرض کیا میں جب سے آپ ﷺ سے جدا ہوا ہوں صرف رات کو کھانا کھایا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے نفس کو عذاب میں مبتلا کیا۔ پھر فرمایا: تم صبر کرنے والے مہینے (یعنی رمضان) کا روزہ رکھو اور ہر مہینے میں ایک روزہ۔ انہوں نے کہا: میرے لئے اور اضافہ فرمادیں کیونکہ مجھ میں قوت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مہینے میں دو دن کے روزے رکھ لیا کرو۔ انہوں نے کہا: کچھ اور اضافہ فرمادیں آپ ﷺ نے فرمایا: تین دن کے روزے رکھ لیا کرو، انہوں نے عرض کیا میرے لئے کچھ اور اضافہ فرمادیں آپ ﷺ نے فرمایا: حرمت والے مہینوں میں بعض روزے رکھو اور پھر چھوڑ دو۔ حرمت والے مہینوں میں بعض روزے رکھو اور چھوڑ دو۔ حرمت والے مہینوں میں بعض روزے رکھو اور چھوڑ دو، اور آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ پس انہیں ملایا پھر انہیں چھوڑ دیا۔'' (ابوداؤد)

صبر والے مہینے سے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔

لغات: ❖ فارقتک: فارقه فِرَاقاً ومُفَارقَةَ: جدا ہونا، الگ ہونا۔

تشریح: عَنْ اَبِيْهَا: ان صحابی کا نام عبداللہ بن حارث باہلی ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ چچا یا والد میں سے کون ہیں۔

قَالَ بَاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا: بقول ابن غسلان تین انگلیوں کو پہلے ملایا پھر چھوڑ دیا کیونکہ تیسرے کو ملانے میں قوت ہے جو دو کے ذریعے پیدا ہونے والی کمزوری کا ازالہ کردیتی ہے۔

صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ''تین دن کا روزہ رکھ لیا کریں'' کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے تو تین دن کے روزے کا ثواب تیس دن کے برابر ہے اس طرح آدمی اللہ کے نزدیک صائم الدہر شمار ہو جائے گا۔

یہ کمزور لوگوں کے لئے فرمایا گیا ہے مگر جس میں صحت و طاقت ہو تو ان کو صوم داؤدی رکھنے کو کہا گیا ہے کہ ایک دن روزہ رکھیں اور دوسرے دن ناغہ کریں تا کہ انسان روزے کا عادی بھی نہ ہو کیونکہ عادی ہونے کی صورت میں روزے کی مشقت محسوس نہیں ہوتی اور جب ایک دن چھوڑ کر روزے رکھے گا تو انسان روزے کا عادی نہیں ہوگا بلکہ ہر دوسرے دن جب وہ روزہ رکھے گا تو روزے کی مشقت بھی اسے محسوس ہوگی۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصیام (باب صوم اشھر الحرم) رجال اسنادہ ثقات

راویہ حدیث حضرت مجیبہ باہلیہ عن ابیہا او عمہا کے مختصر حالات:

نام: ان کا نام: مجیبۃ ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے یہ مرد کا نام ہے مگر صحیح قول علماء کا یہی ہے کہ یہ عورت کا نام ہے (تقریب)

عن ابیہا: والد کا نام عبد اللہ بن الحارث الباہلی ہے۔ او عمہا: چچا کا نام ابو موسیٰ ہے۔

مرویات: ان سے چند روایات مروی ہیں جن کی تعداد مجہول ہے۔

(۲۲۶) بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهٖ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ

ذوالحجہ کے پہلے دس دن میں روزہ اور دوسری نیکیوں کی فضیلت کا بیان

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی عبادت اللہ کو بہت پسند ہے

(۱۲۴۹) ﴿ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَامِنْ أَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا أَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ'' يَعْنِيْ: اَيَّامَ الْعَشْرِ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی دن ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ جل شانہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ

میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال لے کر جہاد کے لئے نکلا ہو اور پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا۔'' (یعنی شہید ہو گیا) (بخاری)

لغات: ❖ الجهاد: جاهد مجاهدة و جهداً: پوری طاقت صرف کرنا۔ الجهاد (مصدر) دین کی حفاظت اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جنگ۔

تشریح: مَامِنْ اَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ يَعْنِيْ اَيَّامَ الْعَشْرِ.

''ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔'' ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ایسے ہیں کہ اس میں حج کے ارکان کی ادائیگی ہوتی ہے تو کچھ مسلمان تو اس نعمت سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں مگر بہت سے مسلمان جو حج پر نہ جا سکے ہوں تو ان کی دل جوئی کے لئے شریعت نے یہ عمل بتا دیا کہ وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے ان دنوں میں خوب اعمال کریں۔ اسی وجہ سے ایک روایت میں ان دنوں کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر فرمایا گیا اور اس کی راتوں کی عبادت کو شب قدر کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

اور انہی دنوں کی قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے قسم کھائی ہے: ''وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ'' کے اندر۔[1]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العیدین (باب فضل العمل فی ایام التشریق) واحمد ۱۹۶۸، وابوداؤد، والترمذی، وابن ماجه، والدارمی ۲/۲۵، وابن حبان ۳۲۴، وکذا فی البیهقی ۴/۲۸۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

(۲۲۷) بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُوْرَاءَ وَتَاسُوْعَاءَ

یوم عرفہ، دسویں محرم اور نویں محرم کے روزہ کی فضیلت کا بیان

یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت

(۱۲۵۰) ﴿عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ: ''يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے عرفہ کے روزہ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے روزوں کا کفارہ بنتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یکفر: گناہ مٹانا، کفارہ ہوجانا۔ کفر اللہ ولہ الزّنب: معاف کرنا، گناہ مٹانا۔ کفر بمعنی انکار کرنا، نہ ماننا۔ یہ مجرد اور مزید فیہ دونوں سے استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ: ''عرفہ کے دن کا روزہ۔'' عرفہ نویں ذی الحجہ کے دن کو کہتے ہیں، اسی دن میں حجاج کرام عرفات میں وقوف کرتے ہیں جو حج کا اہم رکن ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا، اس دن حاجیوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اللہ سے خوب دعا ذکر وغیرہ میں مشغول رہیں، ان لوگوں کے لئے روزہ رکھنا درست نہیں ہوگا، مگر غیر حاجیوں کے لئے اس دن میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ اگر اس دن کا صرف روزہ رکھ لیا تو دو سالوں کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں ایک گزشتہ اور دوسرا آئندہ سال کا، اور اگر اس شخص کے گناہ نہ ہوں تو اب درجات بلند ہوجاتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھروصوم یوم عرفۃ)، وابوداؤد، والترمذی والنسائی وأحمد ۲۲٦۸٤/۸، ومصنف عبدالرزاق ۷۸۲٦، وابن حبان ۳٦۳۱، وکذا فی البیھقی ۲۸٦/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ (حارث بن ربعی) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عاشوراء کا روزہ

(۱۲۵۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَ أَمَرَ بِصِيَامِهٖ﴾. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ عاشوراء: محرم کی دسویں تاریخ، العَشُوری والعاشور والعاشوراء والعاشوری. عشر یعشر (ن) عشرًا: دس یا دسواں ہونا۔

تشریح: عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم آپ نے کیوں فرمایا؟ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ: ''اس دن کے روزے رکھنے حکم فرمایا۔''

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا: کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: یہ بڑا عظیم دن ہے اسی دن میں ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ نے نجات دی تھی، فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں غرق کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر کے اس دن کا روزہ رکھا تھا اس لئے ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ نے خود عاشوراء کا روزہ رکھا

اورصحابہ کوروزہ رکھنے کاحکم دیا۔[1]

علماءفرماتے ہیں ابتداء میں عاشوراء کا روزہ واجب تھا مگر جب رمضان کے روزے کی فرضیت ہوئی تو عاشوراء کے روزے کا وجوب منسوخ ہوگیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب صیام عاشوراء)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب صوم عاشوراء)، واحمد ١/٢٦٤٤، وابوداؤد، وابن ماجه، والدارمی ٢/٢٢، وابن حبان ٣٦٢٥، وکذا فی البیهقی ٤/٢٨٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

صوم عاشوراء سال گذشتہ کے گناہوں کے لئے کفارہ ہے

(١٢٥٢) ﴿وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنْ صِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ: "یُکَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے یوم عاشورہ کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: یہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ سئل: (ماضی مجهول) سوال کیا گیا، سال یسال سُؤالا وسوالا۔ سال مَسْئَلَة کی بھی ایک لغت ہے۔
السنة: معنی سال، جمع سنون و سنوات آتی ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں عاشوراء کے دن کے روزے رکھنے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ اس دن کے روزہ سے آدمی کے گذشتہ سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ علماء کی تحقیق یہی ہے کہ اس سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ کے لئے توبہ استغفار کرنا ضروری ہے۔[1]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب استحباب صیام ثلاثة ایام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ (حارث بن ربعی) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۵۵۔

عاشوراء کے روزے کے ساتھ ایک روزہ اور رکھنا چاہئے

(١٢٥٣) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَئِنْ

بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ۹ محرم کا روزہ بھی ضرور ساتھ میں رکھوں گا۔“ (مسلم)

لغات: ❖ بقيت: بقي (س) بقاء وبقى (ض) بقيا: ہمیشہ رہنا، ثابت رہنا۔ قابل: القابل (فاعل) آئندہ سال، آمادہ قبول متاثر جمع قبلة.

تشریح: لَئِنْ بَقِيْتُ اِلٰى قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ: ”اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نویں تاریخ کو ضرور روزہ رکھوں گا۔“ آپ ﷺ نے یہ تمنی ظاہر فرمائی تھی مگر اس کے بعد آئندہ سال محرم آنے سے پہلے پہلے آپ ﷺ دنیا سے وصال فرما گئے۔ (۱)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاشوراء کا روزہ رکھنا تو مستحب ہے، مگر اس کے ساتھ یہودیت کی مخالفت میں ایک دن پہلے نویں تاریخ کا یا ایک دن بعد گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب ای یوم لصیام فی عاشوراء) و کذافی ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۵۵

(۲) فتح القدیر شرح ہدایہ

(۲۲۸) بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

شوال کے چھ روزوں کے مستحب ہونے کا بیان

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

(۱۲۵٤) ﴿عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کے برابر ہے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ الدھر: زمانہ طویل: لمبی مدت، دہر عصر کا مترادف ہے۔ **دھر (ف) دھراً. القوم وبالقوم امر مکروہ:** قوم پر امر ناپسندیدہ واقع ہونا۔

تشریح:

شوال کے چھ روزے مستحب ہیں

رمضان کے بعد شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے سے پورے سال کا ثواب ملتا ہے اور یہ روزے رکھنا مستحب ہے جیسے کہ علامہ نووی نے کہا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثوابِ کم از کم دس ملتا ہے تو ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھنے سے اس کو دس مہینے کا ثواب ملا اور پھر چھ روزے کی وجہ سے دو مہینے کا ثواب ملا تو اس طرح پورے سال کا ثواب ہوگا اگر اسی طرح ہر سال کرتا رہا تو پوری زندگی روزے رکھنے کا ثواب ملتا رہے گا۔ (۱)

علامہ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مستحب ہے جب کہ امام مالک کے نزدیک یہ مستحب نہیں ہے۔ (۲)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے: "اِسۡتِحۡبَابُ صِیَامِ سِتَّةٍ مِنۡ شَوَّالٍ" کہ شوال کے چھ روزے مستحب ہونے کے بیان میں۔ (۳)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوال کے چھ روزے امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہیں خواہ متفرق طور پر رکھے جائیں یا پے در پے رکھے جائیں۔ (۴)

اسی طرح فتاویٰ دار العلوم اور دوسرے فتاویٰ میں بھی اس کو مستحب کہا گیا ہے۔ (۵)

مزید تحقیق کے لئے دیکھیں: بذل المجہود ۴/۱۷۵، اوجز المسالک ۳/۹٦، فتح الملہم ۳/۱۸۷، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/۵۴۴ وغیرہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباع الرمضان)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوایوب (خالد بن زید) انصاری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۳۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) المصالح العقلیۃ وکذا روضۃ المتقین ۳/۲۵٦

(۲) میزان شعرانی ۲/۲۵۹

(۳) اعلاء السنن ۹/۱۵۳

(۴) البحر الرائق ۲/۲۵۸

(۵) فتاویٰ دار العلوم، ۱/۳۸۸

(۲۲۹) بَابُ اِسۡتِحۡبَابِ صَوۡمِ الۡاِثۡنَیۡنِ وَالۡخَمِیۡسِ

پیر اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے کا بیان

پیر کے دن روزے رکھنے کی فضیلت

(۱۲۵۵) ﴿عَنۡ اَبِیۡ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنۡ صَوۡمِ یَوۡمِ الۡاِثۡنَیۡنِ فَقَالَ: "ذٰلِکَ یَوۡمٌ وُلِدتُّ فِیۡهِ، وَیَوۡمٌ بُعِثۡتُ، أَوۡ أُنۡزِلَ عَلَیَّ فِیۡهِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دن وہ ہے جس میں میری پیدائش ہوئی اور اسی دن مجھے نبوت ملی، یا اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔'' (مسلم)

لغات: ❖ بعثت فيه: مبعوث ہونا، پیدا کیا ہوا، بھیجا ہوا، بعثه (ف) بعثاً وتبعاثا: تنہا بھیجنا۔ ولدت: معنی پیدا کیا گیا یا مولود بچے کو کہتے ہیں۔

تشریح: صَوۡمِ یَوۡمِ الۡاِثۡنَیۡنِ: ''پیر کے دن کا روزہ۔'' پیر کے دن روزے کے بارے میں فرمایا کہ یہ میری ولادت اور نبوت ملنے کا دن ہے۔ ولادت تو پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، نبوت کی ابتداء پیر کے دن سترہ رمضان سے شروع ہوئی ہے۔[1]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ (حارث بن ربعی) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/ ۲۵۷۔

پیر اور جمعرات کے دن اللہ کے دربار میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

(۱۲۵۶) ﴿وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُعۡرَضُ الۡاَعۡمَالُ یَوۡمَ الۡاِثۡنَیۡنِ وَالۡخَمِیۡسِ، وَأُحِبُّ أَنۡ یُعۡرَضَ عَمَلِیۡ وَاَنَا صَائِمٌ. (رواه الترمذی و قال: حدیث، حسن ورواه مسلم بِغَیۡرِ ذِکۡرِ الصَّوۡمِ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں، پس میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل جب پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام مسلم نے اس کو روزے کے ذکر کے بغیر روایت کیا ہے۔)

لغات: ❖ تعرض: عرض (ض) عرضاً۔ الشیء بفلان: پیش کرنا۔الشیء علیه: دکھلانا۔ افعال وغیرہ سے بمعنی پیش کرنا، سامنے کر دینا۔

تشریح: تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْس: پیر اور جمعرات کے دن اعمال اللہ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں۔

سوال: ایک دوسری روایت میں ہر صبح وشام اعمال پیش کئے جانے کا ذکر ہے؟

جواب: روزانہ ہر عمل تفصیلی طور پر پیش کئے جاتے ہیں اور پھر پیر اور جمعرات کو اجمالی طور سے پیش کئے جاتے ہیں۔ صبح وشام والی حدیث کی یہ تاویل کی جائے گی کہ فرشتے بندوں کے صبح کے اعمال، رات کے اعمال سے پہلے اور رات کے اعمال، صبح کے اعمال سے پہلے اوپر لے جاتے ہیں مگر اللہ کے سامنے پیش پیر اور جمعرات کے دن ہی کرتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن الترمذي ابواب الصوم (باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس) وصحیح مسلم کتاب البر (باب النهی عن الفحشاء والتهاجر).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۳۵۸۔

پیر کے دن کے روزے کا اہتمام

(۱۲۵۷) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ﴾. (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پیر اور جمعرات کے روزہ کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔'' ترمذی، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

لغات: ❖ یتحری. الامر: فضیلت دینا، قصد کرنا۔ یہ باب تفعل سے ہے اور مجرد سے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے باب ضرب وسمع وغیرہ ہے۔

تشریح: يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ: آپ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس

کی وجہ دوسری حدیث میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس دن میں میری پیدائش ہوئی ہے اور اسی دن میں دین فطرت دنیا میں نازل ہونا شروع ہوا ہے تو اس کے شکرانہ میں روزہ رکھتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ کے دربار میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اس دن میں روزے سے ہوں۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصوم (باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس)، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٣٦٤٣، واحمد ٢٤٥٦٢ واسناده حسن.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

---

(٢٣٠) بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ ثَلاثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَالْأَفْضَلُ صَوْمُهَا فِي الْأَيَّامِ الْبِيضِ وَهِيَ الثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ، وَقِيلَ الثَّانِيْ عَشَرَ وَالثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ

ہر مہینے تین روزے رکھنے کے مستحب ہونے کا بیان، افضل یہ ہے کہ ایام بیض کے تین روزے ہر مہینے میں رکھے جائیں اور یہ چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ ہے اور بعض علماء کے نزدیک ۱۲، ۱۳، ۱۴ تاریخ ہے مگر مشہور اور صحیح بات پہلی والی ہے

آپ ﷺ کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تین باتوں کی وصیت

(١٢٥٨) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِيَامِ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتَيِ الضُّحٰى وَ أَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی، ① ہر مہینے تین روزے رکھنا، ② چاشت کی دو رکعتیں پڑھنا، ③ سونے سے پہلے وتر ادا کر لینا۔“ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الضحی: چاشت، آفتاب، بیان۔ ضحی یضحی ضحاً وضحاء: دھوپ لگنا۔ شهر: مہینہ جمع اشهر وشهور آتی ہے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "بيان فضل صلاة الضحى" میں گذر چکی ہے۔ دوبارہ علامہ نووی رحمہ اللہ اس لئے لا رہے ہیں کہ حدیث میں بھی ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنے کی آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی ہے جس سے مہینے کے تین روزے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: صحيح بخاری كتاب التهجد (باب صلاة الضحى)، وصحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب استحباب صلاة الضحى).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو ہر مہینے تین روزے رکھنے کی وصیت فرمائی تھی

(١٢٥٩) ﴿وَعَنْ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَوْصَانِیْ حَبِیْبِیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَمْ أَدَعُهُنَّ مَاعِشْتُ: بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحَى وَبِأَنْ لَاأَنَامَ حَتّٰى أُوْتِرَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے حبیب ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے، میں انہیں زندگی میں کبھی نہیں چھوڑوں گا، (۱) ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا، (۲) چاشت کی نماز، (۳) سونے سے پہلے وتر ادا کر لینا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اوصانی: اوصى ايصاء ـ فلانا بكذا: حکم دینا، کسی کام کا عہد لینا۔ وصى يصى وصيا (ض) مجرد میں ضرب وغیرہ سے مستعمل ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی تین دن کے روزے رکھنے کی آپ ﷺ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی ہے، اگر آدمی ہر مہینے تین دنوں کے روزے کا اہتمام کرتا رہے تو ہر نیکی دس گنا ثواب کے لحاظ سے اس کو تین دن کا ثواب تیس دن کا ملتا ہے، تو اس لحاظ سے جو مہینے میں تین دنوں کے روزہ رکھے تو اس کو پوری زندگی روزہ رکھنے کا ثواب مل جائے گا۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب استحباب صلاة الضحى) وكذا ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء (عویمر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ہر مہینے تین روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے

(١٢٦٠) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ "صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا سارا سال روزہ رکھنے کے برابر ہے یا ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ شهر (مصدر) نیا چاند، چاند، دانا، مہینہ جمع اشهر وشهور. آتی ہے۔ الدهر: زمانہ، وقت، جمع دهور، ادهر آتی ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی مہینہ کے تین روزے رکھنے کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ صرف تین روزہ رکھنے سے آدمی کو پورے مہینے روزے رکھنے کا ثواب اور اگر ہر مہینے اس پر عمل کرتا رہے تو پھر ہمیشہ پوری زندگی روزے دار کا ثواب اس کو ملے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصوم (باب صوم داؤد علیه السلام)، وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر) وقد تقدم تخریجه ایضا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۶۰۔

مہینے کے کسی بھی دن میں تین روزہ رکھ سکتے ہیں

(۱۲۶۱) ﴿وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَهْرٍ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ يَصُوْمُ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت معاذہ عدویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ہاں، میں نے پوچھا مہینے کے کون سے حصے میں روزہ رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا آپ ﷺ یہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ یہ مہینے کا کون سا حصہ ہے روزہ رکھتے تھے۔"

لغات: ❖ يبالي: بالي يبالي مبالاة وبلاء وبالة وبالا ـ الامر وبالامر: پرواہ کرنا۔ نعم: یہ حرف ایجاب میں سے ہے۔ اور مدح کے لئے بھی مستعمل ہے۔ جیسے نعم الرجل زید.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ کے کسی بھی دنوں میں تین روزے رکھ لینا کافی ہیں جس دن بھی چاہے روزہ

رکھ لے، ہاں ایام بیض میں ان روزوں کو رکھنا زیادہ فضیلت کی بات ہوگی۔ ''ایام بیض'' یہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الصیام (باب استحباب صیام ثلاثۃایام من کل شھر)، واحمد ۹/۲۵۱۸۱، و ابوداؤد، والترمذي، وابن ماجه، وابن حبان ٣٦٥٤، وكذا في البيهقي ٤/٢٩٥۔

راویہ حدیث حضرت معاذہ عدویہ کے مختصر حالات:

نام: معاذۃ، والد کا نام عبداللہ اور کنیت ام الصہباء ہے، شوہر کا نام صلہ بن اشیم ہے، بصرہ کی رہنے والی تھیں، محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا آنا جانا رہتا تھا، اس لئے ان کی احادیث کو وہ نقل بھی کرتی ہیں، بہت زیادہ عبادت کرنے والی تھیں۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے حکیم بن سنان سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے ایک خادمہ نے جو حضرت معاذہ عدویہ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں بتایا کہ معاذہ عدویہ ساری رات عبادت کرتی تھیں اور جب ان پر نیند کا غلبہ ہوجاتا تو ٹہلنے لگتیں اور پھر اپنے نفس کو مخاطب فرماتیں: اے نفس! نیند تو تیرے سامنے ہے اور تیرا اس سے سابقہ پڑے گا تو پھر سولینا۔ خادمہ کا بیان ہے حضرت معاذہ عدویہ یہ فرماتی جاتیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی (صفوۃ الصفوۃ ۴/۱۴)

مرویات: ان سے اصحاب صحاح ستہ نے روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

ایام بیض کے روزے

(١٢٦٢) ﴿وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَاصُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًافَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ" ﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مہینے کے تین دن کے روزے رکھنے کا ارادہ کرے تو ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا روزہ رکھو۔'' (ترمذی، اور صاحب ترمذي نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ ایام البیض: قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کے دن۔

تشریح: حدیث بالا میں ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ کے روزے رکھنے کو ارشاد فرمایا جارہا ہے۔

مہینے کے کن دنوں میں تین روزے رکھنا چاہئے؟

ہر مہینے کے تین روزے رکھنے کے بارے میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو بارہ صورتیں بن جاتی ہیں۔

❶ غیر معین، پورے مہینہ میں جب چاہے تین روزے رکھ لے۔
❷ مہینے کی ابتداء میں تین روزے رکھے (پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کو)
❸ مہینہ کے کسی بھی ہفتہ اتوار اور پیر کے دن رکھے۔
❹ مہینہ کے کسی بھی منگل، بدھ اور جمعرات کے دن رکھے۔
❺ ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو۔
❻ مہینے کے کسی بھی پیر منگل اور بدھ کو رکھے۔
❼ مہینے کے کسی بھی جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کو رکھے۔
❽ پہلا روزہ نو چندا پیر کو پھر دو روزے دو جمعراتوں میں۔
❾ پہلا روزہ نو چندی جمعرات کو اور پھر دو روزے دو شنبے کو۔
❿ پیر اور جمعرات اور پھر ہفتہ کو۔
⓫ ہر عشرہ میں ایک روزہ۔
⓬ مہینے کے آخری دنوں میں تین روزے رکھے۔

مقصد یہ ہے شریعت کا کہ مہینے میں تین روزے رکھنے ہیں، جس میں جس کو سہولت ہو شروع کردے، تمام ایام برابر ہیں، باقی ایام بیض کی فضیلت زیادہ ہوگی۔

تخریج حدیث: سنن الترمذي ابواب الصوم (باب ماجاء فى صوم ثلاثة ايام من كل شهر) والنسائى وابن حبان ٣٦٥٥، ومصنف عبدالرزاق ٧٨٧٤، واحمد فى مسنده ٢١٤٠٨/٨، وكذا فى البيهقى ٢٩٤/٤، واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٦١) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے تھے

(١٢٦٣) ﴿وَعَنْ قَتَادَ ةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ أَيَّامِ الْبِيْضِ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ﴾. (رواه أبو داؤد)

ترجمہ: ”حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔“ (ابوداؤد)

تشریح: ایام بیض: ۱۳، ۱۴، ۱۵، تاریخ کو ایام بیض (روشن دن) کہا جاتا ہے، کیونکہ ان راتوں میں چاند کی روشنی اول سے آخر رات تک رہتی ہے، گویا پوری رات روشن اور چمکدار رہتی ہے۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کو "بیض" اس لئے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کی وجہ سے آدمی کے اندر سے گناہوں کی تاریکی دور ہو جاتی ہے اور اس کا دل روشن اور چمک دار ہو جاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصیام (باب فی صوم الثلاث من کل شهر)، و النسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۳۶۵۱، واحمد ۲۰۳۳۸/۷، وکذا فی البیهقی ۲۹۴/۴ واسناده جید.

راوی حدیث حضرت قتادہ بن ملحان کے مختصر حالات:

نام: قتادہ، والد کا نام ملحان، آخر میں بصرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی، علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو حدیث نقل کی ہے۔ (اسد الغابۃ)

(۱) روضۃ المتقین ۲۶۱/۳ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

آپ ﷺ سفر وحضر دونوں حالتوں میں ایام بیض کے روزے رکھتے تھے

(۱۲۶۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَ لَاسَفَرٍ﴾. (رواه النسائی بإسناد حسن)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضر اور سفر دونوں حالتوں میں ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑتے تھے۔" (نسائی نے حسن اسناد کے ساتھ نقل کی ہے)

لغات: ❖ فطر: افطر و فطر ۔ الصائم: افطار کرانا، ناشتہ دینا۔ فطر الشیء: پھاڑنا، افطر الصائم: روزہ دار کا کھانا اور پینا، افطار کا وقت قریب ہونا، صفت (مفطر) جمع مفاطیر. کہا جاتا ہے "قوم مفاطیر" حضر: الحضر والحضرة: موجودگی، پہلو، نزدیکی، مکان کے سامنے کا صحن، حضرت (ن) حضوراً وحضارة: موجود ہونا۔ حضارةً، شہر میں مقیم ہونا۔

تشریح: ایام بیض کے روزے کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ ﷺ ہر حال میں خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں، ایام بیض کے روزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنا مستحب بھی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن النسائی کتاب الصیام (باب صوم النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۶۱/۳

(۲۳۱) بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، وَفَضْلِ الصَّائِمِ الَّذِیْ یُؤْکَلُ عِنْدَہٗ، وَدُعَاءُ الآکِلِ لِلْمَاکُوْلِ عِنْدَہٗ

جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اور اس روزے دار کی فضیلت جس کے پاس کھانا کھایا جائے اور مہمان کا میزبان کے لئے دعا کرنا

جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا تو اس کو بھی مثل روزے دار کے ثواب ملتا ہے

(۱۲۶۵) ﴿عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مِثْلَ أَجْرِہٖ، غَیْرَ أَنَّہٗ لَا یَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَیْءٌ﴾ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا اس کے لئے اس روزے دار کے مثل اجر ملے گا۔ بغیر اس روزے دار کے ثواب سے کچھ کمی ہو۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ صام: صام یصوم صوماً وصیاما واصطام: روزہ رکھنا، چلنے پھرنے، بولنے کھانے پینے سے رک جانا صفت: صائم جمع صائمون.

نوٹ: چلنے پھرنے اور بولنے وغیرہ سے رک جانا "صوم" کے لغوی معانی ہیں نہ کہ شرعی واصطلاحی۔

تشریح: مَنْ فَطَّرَ صَائِماً: روزہ کھلوایا۔ یعنی اس کو ایسی چیز پیش کی جس سے اس نے روزہ افطار کر لیا، خواہ وہ کھجور ہو یا پانی کا گھونٹ یا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز۔

ایک دوسری روایت جس کے راوی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اس میں رمضان کی قید کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جس نے رمضان میں افطار کروایا کہ وہ اس کے گناہوں کی بخشش اور آگ سے آزادی کا باعث ہوگا اور افطار کروانے والے کو اتنا ہی اجر ملے گا اور اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اتنی چیز تو نہیں پاتا کہ جس سے وہ روزہ دار کو افطار کروائے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ یہ اجر تو ایک کھجور سے یا پانی یا

دودھ کے گھونٹ سے افطار کروانے والے کو بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں افطار کروانے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے آپس میں محبت اور میل جول میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصوم (باب ماجاء فی الاعتکاف اذاخرج منه)، و احمد فی مسنده ۱۷۰۳۰/۶، و ابن ماجه، وابن حبان ۳٤٦۹، والدارمی ۱۷۹۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ (۲) نزہۃ المتقین

روزے دار کے لئے فرشتے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے

(۱۲٦٦) ﴿وَعَنْ أُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِ طَعَاماً فَقَالَ: "كُلِيْ" فَقَالَتْ: إِنِّيْ صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ حَتّٰى يَفْرَغُوْا﴾ وَرُبَّمَا قَالَ: حَتّٰى يَشْبَعُوْا (رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے گھر آپ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم بھی کھالو جب ام عمارہ نے کہا میں تو روزہ دار ہوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزے دار کے پاس جب کھانا کھایا جائے تو اس کے کھانے سے فارغ ہونے تک فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں اور بعض دفعہ فرمایا: ان کے سیر ہونے تک دعا کرتے رہتے ہیں۔'' (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ يفرغوا: فرغ (ف، ن) وفرغ (س) فراغا وفُروغاً۔ من العمل: کام سے خالی ہونا۔ من الشیء: پورا کرنا، تمام کرنا۔ فارغ، خالی، آسودہ، بیکار۔

تشریح: حدیث بالا میں اس روزہ دار کی فضیلت کا ذکر ہے جس کے سامنے کھانا کھایا جائے کہ اس کی وجہ سے فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک اس روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الصوم (باب ماجاء فی فضل الصائم اذا اکل عنده)، و احمد ۲۷۵٤۲/۱۰، وابن ماجه، وابن حبان ۳٤۳۰، ومصنف عبدالرزاق ۷۹۱۱، و الدارمی ۱۷۳۸، و مصنف ابن ابی شیبة ۸٦/۳۔

راویہ حدیث حضرت ام عمارہ الانصاریہ کے مختصر حالات:

نام: نسیبہ: نام، ام عمارہ: کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان ''نجار'' سے تعلق رکھتی تھیں۔

نکاح: پہلا نکاح زید بن عاصم سے اور پھر دوسرا نکاح عربہ بن عمرو سے ہوا۔

اسلام: بیعت عقبہ میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں ایک یہ بھی تھیں۔ غزوہ احد میں شریک تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں کو روک رہی تھیں۔ بیعت الرضوان، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شریک ہوئیں۔

حضرت ابوبکر کے زمانے میں یمامہ کی جنگ ہوئی، اس میں بھی شریک تھیں کیونکہ جب مسیلمہ کذاب نے ان کے ایک لڑکے حبیب کو شہید کیا تھا تو انہوں نے منت مانی کہ مسیلمہ قتل ہوگا یا میں خود ماری جاؤنگی، اس جنگ میں ان کو ۱۲ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کٹ گیا تھا اور اسی جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا تھا۔

وفات: ان کی تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔

مرویات: ان سے تین روایات منقول ہیں اور سب اصحاب السنن نے نقل کی ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲٦۳/۳۔

ضیافت کے بعد کی دعا

(۱۲٦۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَیْتٍ، فَأَکَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْطَرَعِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَةُ﴾. (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے روٹی اور زیتون کا تیل آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کو کھا لیا پھر فرمایا: افطرعندکم الصائمون الخ ''روزے دار نے تمہارے پاس افطار کیا نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کی۔'' (ابوداؤد، اس کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

لغات: ❖ الابرار: جمع ہے البر و البار کی بمعنی نیکوکار، بھلائی کرنے والا، بہت نیکی کرنے والا، سچا اس کی جمع ابرار و بررة آتی ہے۔ بر بالکسر، نیکی، بر بالضم، گیہوں، اور برّ بالفتح معنی ہے خشکی۔

تشریح: اَفْطَرَ عِندَ کُمُ الصَّائِمُوْن: ''روزے داروں نے تمہارے پاس افطار کیا'' علماء فرماتے ہیں کہ یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس شخص کا سا بدلہ عطاء فرمائے جو لوگوں کو روزہ افطار کرواتا ہے۔[1]

نیز حدیث بالا میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ آدمی حسب توفیق و استطاعت مہمان نوازی کرے۔ نیز یہ بھی مستحب ہے کہ روزہ دار اس شخص کے لئے دعا بھی کرے جس نے اس کو افطار کروایا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الاطعمة (باب الدعاء لرب الطعام)، واحمد ۱۲٤۰۹/٤، ومصنف عبد الرزاق ۱۹٤۲٥ و کذا فی البیهقی ۲۸۷/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین۔

کتاب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

(۲۳۲) بَابُ فَضْلِ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف کی فضیلت کا بیان

آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے

(۱۲٦۸) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَ وَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یعتکف: عکفه (ن، ض) عکفا عن الامر: منع کرنا۔ ہ علی الامر: کسی چیز پر روکے رکھنا۔ عکف واعتکف وتعکف۔ فی المکان: بندرہنا۔ العاکف (فاعل) مقیم جمع عاکفون وعکف وعکوف.

تشریح: يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ''رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔'' آپ

ﷺ نے رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف ہمیشہ فرمایا ہے جب سے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، اسی وجہ سے فقہاء کے نزدیک رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ ہے۔

علامہ عینی نے حضرت ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا ہے کہ وہ نہایت ہی حیرت وتعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس عمل کو آپ ﷺ نے کبھی نہیں چھوڑا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے وہ اسے نظر انداز کردیتے ہیں؟![1]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاعتکاف (باب الاعتکاف فی العشرالاواخر) وصحیح مسلم کتاب الاعتکاف (باب اعتکاف العشرالاواخرمن رمضان)، وابوداؤد، وکذافی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری ۱۱/۲۷۵۔

آپ ﷺ ہمیشہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے

(۱۲۶۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ توفاه: توفى توفياً: پورا ہونا حقه: پوراحق لینا، توفاه الله: موت دینا۔ توفى فلان: فلاں مرگیا فلاں کو مُتَوَفّٰی اور اللہ کو مُتَوَفِّی کہیں گے۔

تشریح: حَتّٰى تَوَفَّاهُ: ''یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔'' آپ ﷺ نے ہمیشہ مدینہ منورہ میں اعتکاف فرمایا ہے اسی وجہ سے درمختار میں لکھا ہے: کہ یہ سنت موکدہ علی الکفایہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو سب کی طرف سے ذمہ اتر جائے گا ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔[1]

ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ ''آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔'' ازواج مطہرات اپنے گھروں میں اعتکاف کرتی تھیں، اس لئے فقہاء فرماتے ہیں عورتوں کو گھروں میں اعتکاف کرنا چاہئے اور یہ ان کے لئے مستحب ہے۔ گھر میں کوئی جگہ مخصوص کر کے وہاں اعتکاف کریں پھر بلا ضرورت اس جگہ سے وہ نہ نکلیں، یہ حصہ ان کے لئے مسجد کے حکم میں ہوجائے گا۔[2]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاعتکاف (باب الاعتکاف فی العشر الاواخر)، و صحیح مسلم کتاب الاعتکاف (باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) شامی (۲) مظاہر حق ۲/۳۷۸

جس سال آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا

(۱۲۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ اَیَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ قبض ۔ المریض: قریب المرگ ہونا، مرنا۔ یعتکف: معنی اعتکاف کرنا، ٹھہرنا مسجد میں عبادت کی نیت سے، یا ماہ رمضان میں عشرۂ اخیر میں عبادت کی نیت سے روکنا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس دن کا اعتکاف بھی سنت سے ثابت ہے مگر عام عادت طیبہ دس دن ہی کی تھی، اس لئے فقہاء کے نزدیک سنت موکدہ آخری دس دن کا ہی اعتکاف ہے۔

آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیوں فرمایا؟

ہر سال ایک دور قرآن کا کیا کرتے تھے مگر اس سال میں دو دور فرمایا اس لئے بیس دن کا اعتکاف فرمایا، یا اس سے پہلے سال کا اعتکاف رہ گیا تھا اس کی قضاء بھی آپ نے فرمائی۔ (۱)

یا یہ کہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری سال تھا، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کا وقت قریب تھا اس لئے وصال محبوب کو کمال شوق کا اظہار تھا۔ اس میں امت کے لئے بھی تعلیم ہے کہ آخری وقت میں نیکی اور بھلائی میں خوب اضافہ کردے اور اللہ رب العزت کی ملاقات اور اس کے سامنے اپنی پیشی کے لئے اطاعت و فرمانبرداری اور نیکوکاری کے ذریعہ پوری پوری تیاری کرے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاعتکاف (باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) عمدۃ القاری ۸/۱۵۷ (۲) طیبی شرح مشکوٰۃ، مظاہر حق ۲/۳۸۰

كتاب الحج

حج کی فضیلت کا بیان

(۲۳۳) بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهٖ

حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

جس کو استطاعت ہو تو وہ بیت اللہ کا حج کرے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے، اور جس نے کفر کیا تو بیشک اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے۔''

تشریح: علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت آیت بالا کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔

نیز علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت بالا میں کئی طرح کی تاکیدیں جمع کردی گئی ہے مثلاً ''للہ'' میں لام یہ ایجاب کے لئے ہے یعنی ضروری ہونے کو بتایا گیا ہے۔ ''عَلَى النَّاسِ'' لوگوں پر لازم ہے۔ نیز ''وَمَنْ كَفَرَ'' جو حج نہ کرے اس کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ''غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ'' جو حج نہ کرے تو اللہ اس سے بے پرواہ ہیں، یہ جملہ غصہ پر دلالت کرتا ہے۔ [1]

وَمَنْ كَفَرَ: ائمہ اربعہ کے نزدیک حج فرض ہونے کے بعد جو مرجائے تو کافر تو نہیں ہوگا، جب تک وہ حج کی فرضیت کا انکار نہ کرے، گناہگار ضرور ہوگا، یا یہ جملہ بطور تہدید اور دھمکی کے ہے کہ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والا کافروں جیسا عمل کررہا ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہ جملہ ان لوگوں کے لئے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت و استطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اس عمل سے کافروں کی مثل ہورہے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

(۱۲۷۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ، قَالَ: "بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، ① گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ② نماز قائم کرنا، ③ زکوٰۃ ادا کرنا، ④ بیت اللہ کا حج کرنا، ⑤ رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حج: حجه (ن) حجاً: قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا، صفت: حاج جمع حجاج وحجيج وحج، الحاج (فاعل) مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے والا۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "باب الامر بالمحافظة على الصلوات المكتوبات" میں گذر چکی ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ اس کو دوبارہ اس لئے ذکر کر رہے ہیں کہ اس میں اسلام کی بنیادی عبادات میں سے حج کو بیان کیا جارہا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان (باب دعاء کم ایمانکم)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان ارکان الاسلام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حج پوری زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے

(۱۲۷۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا" فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْقُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "ذَرُوْنِیْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَ اخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ

تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ پس تم حج کرو، ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے اپنا سوال تین بار دہرایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا ضروری ہوجاتا اور پھر تم اس کی طاقت نہ رکھتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم مجھے چھوڑے رکھو جب تک کہ میں تمہیں چھوڑے رکھوں۔ اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔ پس میں جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو تم اسے طاقت کے مطابق پورا کرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ فرض: فرض (ض) فرضاً۔ الامر: فرض کرنا، معین کرنا۔ الحج: بمعنی حج کرنا، مقامات مقدسہ کی زیارت کرنا حج کے لغوی معنی ہے قصد وارادہ کرنا۔

تشریح: فَقَالَ رَجُلٌ اَکُلَّ عَامٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ ''ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر سال حج فرض ہے؟''

سوال کرنے والے صحابی کا نام دوسری حدیث میں اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتا ہے انہوں نے حج کو دوسری عبادتوں پر مثلاً نماز، روزہ اور زکوٰۃ پر قیاس کر کے یہ سوال کرلیا کہ حج بھی ہر سال فرض ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہوجاتا، کیونکہ میں یہ جواب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب دیتا بغیر اس کے حکم سے میری زبان سے کوئی تشریعی بات نہیں نکلتی اگر ہر سال فرض ہوجاتا تو اتنی طاقت ہر ایک میں کہاں ہے کہ وہ ادا کرسکے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الحج (باب فرض الحج مرة فی العمر)، واحمد فی مسنده ۳/۱۰۶۱۲، والنسائی، وابن حبان ٤ ۳۷۰، ۱۸، ۲۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

سب سے افضل عمل جہاد کے بعد حج مبرور ہے

(۱۲۷۳) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَیُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: اَلْجِھَادُفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَبْرُوْرٌ﴾ (متفق علیه).

"اَلْمَبْرُوْرُ" ھُوَالَّذِیْ لَا یَرْتَکِبُ صَاحِبُہٗ فِیْہِ مَعْصِیَةً.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی

راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ پھر فرمایا: حج مبرور" (بخاری ومسلم)

"اَلْمَبْرُوْرُ" وہ حج ہے جس میں حاجی اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرے۔

لغات: ❖ حج مبرور: المبرور۔ من الافعال: شبہ، جھوٹ، خیانت سے خالی۔ سبیل: راستہ، طریقہ اس کی جمع سبل، اسبل آتی ہے۔ الجھاد: جہاد کوشش پے ہم کو کہتے ہیں۔ یا دین کی سربلندی کے لئے قتال کو 'جہاد' کہتے ہیں۔

تشریح: اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟: "کون سا عمل سب سے افضل ہے؟" یہ سوال ایک ہے، مگر آپ ﷺ نے احادیث میں اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں، کبھی حالات کو دیکھ کر اور کبھی سائل کی حالت کو دیکھ کر جواب عطا فرماتے تھے۔ (۱)

اَلْجِهَادُفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ فرمایا حج مبرور۔

سوال: حج کا درجہ جہاد سے پہلے کا ہے مگر حدیث بالا میں جہاد کے بعد حج کو بیان کیا جارہا ہے؟

جواب: قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ ابتداء اسلام کی حدیث ہے، جہاد کی فرضیت پہلے ہوئی اور پھر اس کے بعد حج کی ہوئی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اس وقت کا مسئلہ ہو جب کہ جہاد رکن بن جاتا ہے یعنی خدانخواستہ کفار حملہ کردیں تو پھر ہر شخص پر جہاد فرض عین ہوجاتا ہے تو اس صورت میں یہ حج پر مقدم ہوجاتا ہے۔

حج مبرور کی تعریف

حج مبرور حج مقبول کو کہتے ہیں ایسا حج جس میں گناہ نہ ہو یا ایسا حج جس میں ریاء وسمع نہ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان (باب من قال ان الایمان ھوالعمل). و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال)، واحمد ۷۶۹۳/۳، والترمذی، و النسائی، والدارمی ۲۰۱/۲، وابن حبان ۱۵۳، و کذافی البیہقی ۱۵۷/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی ۶۳/۱

(۲) فتح الباری ۷۸/۱

جس نے حج کے ایام میں کوئی گناہ نہ کیا تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۲۷۴) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

جس نے حج کیا اوراس نے اس میں کوئی فحش اور بے ہودہ بات نہیں کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہ اس طرح لوٹتا ہے جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یفسق: فسق (ن، ض) وفسق (ک) فسقاً وفسوقاً: حق وصلاح کے راستے سے ہٹ جانا، بدکار ہونا۔ لم یرفث: بمعنی بے ہودہ بات کرنا باب نصر سے مستعمل ہے۔

تشریح: یَرْفُثْ: رفث کے معنی جماع کرنا، فحش گوئی میں مبتلا ہونا، عورتوں کے ساتھ ایسی باتیں کرنا جو جماع کا داعیہ بنتی ہوں۔

یَفْسُقْ: مطلب یہ ہے کہ حج کے دوران کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص خالصۃ اللہ کے لئے حج کرے اور اس حج کے دوران وہ جماع اور فحش گوئی میں مبتلا نہ ہو اور نہ گناہ کی کسی صورت کو اختیار کرے تو اب یہ شخص جب حج کر کے واپس آئے گا تو گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوگا جیسے کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب فضل الحج المبرور)، وصحیح مسلم کتاب الحج (باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة)، وأحمد فی مسنده ۷۱۳۹، والترمذی، والدارمی، وابن حبان ۳۶۹۴، وکذا فی البیهقی ۲۶۲/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے درمیانی گناہوں کے لئے کفارہ ہے

(۱۲۷۵) ﴿وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَابَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ جزاء: بدلہ عوض، پھل۔ جزی (ض) جزاء ـالرجل بکذا اوعلی کذا: بدلہ دینا۔ جزی فلاناحقه: ادا کرنا، جزی الشیء: کافی ہونا۔

تشریح: اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَابَيْنَهُمَا: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

عمرے کا حکم

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عمرہ حج کی طرح فرض ہے، احناف کے نزدیک عمرہ سنت موکدہ ہے۔ حدیث بالا میں عمرہ کی فضیلت کا بیان ہے کہ اس کی برکت سے درمیانی مدت کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور حج مقبول کی فضیلت یہ بیان کی جارہی ہے کہ اس سے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں اور آدمی کو جنت میں داخل کروانے کے لئے کافی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العمرة (باب وجوب العمرةوفضلها)، وصحیح مسلم کتاب الحج (باب فی فضل الحج والعمرةویوم عرفة)، ومالک فی موطئه، ٧٧٦، وأحمدفی مسنده ٩٩٥٥/٧، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٣٦٩٦، وکذا فی البیهقی ٣٤٣/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عورتوں کا جہاد حج مبرور ہے

(١٢٧٦) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، اَفَلَانُجَاهِدُ؟ فَقَالَ: "لٰكِنْ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتی ہیں کیا جہاد نہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے (عورتوں) لئے افضل جہاد حج مبرور ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ افضل (اسم تفضیل) فضل میں بڑھا ہوا۔ (الفضل) مصدر: احسان، زیادتی، بقیہ۔ فضل (ن) و فضل (س) فضلاً: باقی رہنا، زائد ہونا، افضل ـ علیه: بڑھنا، بھلائی کرنا، مہربانی کرنا، زیادہ ہونا۔

تشریح: اَفْضَلُ الْجِهَادِحَجٌّ مَبْرُوْرٌ: ''افضل جہاد حج مبرور ہے۔'' محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں حج کو عورتوں کے لئے عام وقتوں میں جہاد سے افضل کہا گیا ہے مگر جب کہ جہاد فرض عین ہو جائے یا دشمن شہر میں داخل ہوگئے ہوں۔ تو اب اس صورت میں جہاد ہی کو مقدم کیا جائے گا اور اس میں یہ زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی یا کھانا پکانا وغیرہ کریں گی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب فضل الحج المبرور)، وکتاب الجهاد، (باب فضل الجهاد)، واحمد ٢٤٤٧٦/٩، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٣٧٠٢، ومصنف عبدالرزاق ٨٨١١، وکذا فی البیهقی ٣٢١/٤۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عرفہ کے دن میں سب سے زیادہ لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے

(۱۲۷۷) ﴿وَ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَامِنْ يَوْمٍ أَكْثَرمِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًامِنَ النَّارِمِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندے کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یوم عرفة: نویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں عرفة: مکہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔ عرف (ض) عرفة وعرفانا و معرفة ـ الشيء: پہچاننا، جاننا بذنبه: اقرار کرنا ـه: بدلہ دینا للامر: صبر کرنا۔

تشریح: مَامِنْ يَوْمٍ اَكْثَرمِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًامِنَ النَّارِ: ''کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتے ہوں۔'' حدیث بالا میں یوم عرفہ کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن میدان عرفات میں اپنے بندوں پر رحمت خاص نازل فرماتے ہیں اور ملائکہ پر ان کے ذریعہ سے فخر کرتے ہیں اور پھر ان کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الحج (باب فضل الحج والعمرة ویوم عرفة)، و النسائی ۳۰۳، وابن ماجه، والحاکم ۱/۱۷۰۵، وکذا فی الدارقطنی ۲۷۶۶۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۷۴۔

رمضان کا عمرہ حج کرنے کے برابر ہے

(۱۲۷۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً ـ أَوْحَجَّةً مَعِيْ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے یا (یہ فرمایا) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ تعدل: عدل (ض) عدلاً ـ السهم: تیر کو سیدھا کرنا ـ فلانا بفلان: برابری کرنا بربه: شرک کرنا۔ عدل (ک)

عدالة: عادل ہونا، گواہی کے قابل ہونا۔ **عدل** (س) **عدلا:** ظلم کرنا۔

تشریح: تَعْدِلُ حَجَّةً: حج کے برابر ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی نے رمضان میں عمرہ کرلیا تو اس کے فرض حج کی طرف سے یہ عمرہ ادا ہوجائے گا اور پھر فرض حج ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ اجر وثواب کے لحاظ سے فرمایا جارہا ہے کہ رمضان کے عمرہ کا ثواب حج والا ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العمرۃ (باب العمرۃ فی رمضان)، وصحیح مسلم کتاب الحج (باب فضل العمرۃ فی رمضان)، وأحمد ۲۰۲۵/۱، وابن حبان ۳۷۰۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

کیا والد کی طرف سے حج ہوسکتا ہے؟

(۱۲۷۹) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِيْ الْحَجِّ، أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخاً كَبِيْراً، لاَ يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ ایک عورت نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور میرے بوڑھے باپ پر اس وقت حج لازم ہوا ہے جب کہ وہ سواری پر ٹھہر نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ شیخاً: بڑھاپا شاخ یشیخ شیخاً وشُیوخة وشِیوخة وشیوخیَّة وشَیْخُوخة و شَیْخُوخِیَّة: بوڑھا ہونا۔ یہ باب ضرب سے مجرد میں مستعمل ہے۔

تشریح: اَدْرَكَتْ اَبِىْ شَيْخاً كَبِيْراً: ”میرے بوڑھے باپ پر اس وقت حج لازم ہوا ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ اس بڑھاپے میں وہ مسلمان ہوئے ہیں یا اب ان کے پاس اتنا مال آیا ہے جس پر حج فرض ہوجاتا ہے۔

لاَ يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ: ”سواری پر وہ ٹھہر نہیں سکتے۔“ مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے کمزور اور ضعیف ہیں کہ سواری پر بھی بیٹھ نہیں سکتے گر جاتے ہیں، باقی ارکان وافعال حج کی ادائیگی تو الگ ہے وہ تو بدرجہ اولی ادا نہیں کرسکتے۔

أَفَأَحُجَّ عَنْهُ؟: ”کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟“ علماء فرماتے ہیں کہ دوسرے کی طرف سے آدمی حج اس وقت کرسکتا ہے جب کہ وہ اخراجات بھی برداشت کرے اور وہ اس کا حکم بھی دے یا مرتے وقت وہ وصیت کر کے مرا ہو۔

ممکن ہے کہ اس کے والد نے اخراجات بھی دیئے ہوں گے اور حکم بھی دیا ہوگا اس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے تم حج کرسکتی ہو۔ اور بعض کے نزدیک والدین اس سے مستثنیٰ ہیں کہ اولاد اپنے والدین کی طرف سے حج کرنا چاہیں تو

کر سکتے ہیں اگر چہ انہوں نے نہ حکم دیا تھا اور نہ ہی وصیت کی تھی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب وجوب الحج وفضله)، وصحیح مسلم کتاب الحج (باب الحج عن العاجز لزمانة، و هرم و نحوهما الخ)، ومالک فی موطئه ۸۰۶، وأحمد ۳۲۳۸/۱، والترمذی، والنسائی، والدارمی ۱۸۳۱، و ابن حبان ۳۹۸۹، و ابن ماجه ۲۹۰۹، و کذا فی البیهقی ۳۲۸/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

کیا معذور والد کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے؟

(۱۲۸۰) ﴿وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ؟ قَالَ: "حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ﴾ (رواه ابو داؤد، والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت لقیط بن عامر سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے والد بہت بوڑھے ہیں وہ حج کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی عمرے کی اور نہ ہی سفر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرلو۔" (ابوداؤد و ترمذی)

لغات: ❖ شیخٌ: بوڑھا، عمر رسیدہ، سردار، امیر جماعت، یا قبیلہ کا بڑا، گاؤں کا چودھری جمع شیوخ، اشیاخ، شیخة، مشیخة وغیرہ آتی ہے، شاخ یشیخ (ض) شیخاً معنی بوڑھا ہونا۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص پر حج فرض ہوا وہ بذات خود حج پر جانے سے معذور ہو اور وہ معذوری ایسی ہے کہ جو موت تک ختم ہونے والی نہ ہو مثلاً بڑھاپے کا ضعف، نابینا ہونا، پاؤں کا کٹ جانا وغیرہ، تو اب اس کی طرف سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ معذور آدمی اپنی طرف سے حج کرنے والے کو حج کے اخراجات دے اور اسے اپنی طرف سے حج کا حکم بھی دے۔ اور ایسے شخص کی طرف سے مرنے کے بعد حج کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ وصیت کر کے مرے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اولاد اگر اپنے والدین کی طرف سے فرض حج کرے تو اس صورت میں حکم اور وصیت شرط نہیں، اس لئے حدیث بالا میں تاویل یہ کی جائے گی کہ اس عورت کو اس کے والد نے اخراجات بھی دیئے ہوں گے اور حکم بھی دیا ہوگا، اس لئے آپ نے فرمایا کہ والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرلو۔ یا بعض علماء کی وہ تاویل کہ والدین اس قانون سے مستثنیٰ ہیں تو اب بھی کوئی اشکال باقی نہیں ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب مناسک الحج (باب الرجل یحج عن غیره)، و سنن الترمذی ابواب

الحج (باب ماجاء فی الحج عن الشیخ)، واحمدفی مسنده ١٦١٨٤، والنسائی، وابن حبان ٣٩٩١، وکذافی البیهقی ٣٢٩/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲۵۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۶۴۸/۲۔

نابالغ کا حج

(١٢٨١) ﴿وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَ أَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ﴾. (رواه البخاری).

ترجمہ: ”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج الوداع میں حج کرایا گیا جب کہ میری عمر سات سال کی تھی۔“ (بخاری)

لغات: ❖ حجة: جمع حجج: سال، ایک دفعہ کا حج، حج (ن) حجا: حج کرنا، قصد کرنا، اماکن مقدسہ کی زیارت کرنا۔ اور حاج کی جمع حجاج آتی ہے۔

تشریح: کیا نابالغ بچے کا حج ہوجاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نابالغ بچہ کا حج درست ہے اس کو نفلی حج کا ثواب ملے گا۔ مگر دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب یہ بچہ بالغ ہوجائے گا اور اس پر حج فرض ہوجائے گا تو اب دوبارہ اس کو حج کرنا ہوگا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں۔ نابالغی کی حالت میں جو حج کیا ہے اس کی وجہ سے اس کے ذمہ بالغ ہونے کے بعد جو اب حج فرض ہوا ہے وہ ساقط نہیں ہوگا، اب اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب حج الصبیان)، والترمذی ٩٢٦ ایضا.

راوی حدیث حضرت سائب بن یزید کے مختصر حالات:

نام: سائب، والد کا نام یزید بن سعید بن ثمامہ کندی ہے، امام زہری فرماتے ہیں یہ قبیلہ ازد (یمن کے رہنے والے) تھے مگر ان کا شمار کنانہ میں کیا جاتا تھا، یہ عمر کندی کے بھانجے ہیں۔

ولادت: سنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے ان سے زہری اور محمد بن یوسف عموماً روایت نقل کرتے ہیں۔

مرویات: ان سے کئی روایات منقول ہیں۔

وفات: ان کا انتقال ۸۰ھ میں ہوا۔

بچے کے حج کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا

(۱۲۸۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: "مَنِ الْقَوْمِ؟" قَالُوْا: اَلْمُسْلِمُوْنَ. قَالُوْا: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: "رَسُوْلُ اللّٰهِ" فَرَفَعَتْ اِمْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ''روحاء'' مقام پر ایک قافلے کو ملے تو پوچھا: کون لوگ ہو؟ انہوں نے بتلایا مسلمان ہیں، انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا رسول۔ ایک عورت نے ایک بچہ کو اٹھایا اور پوچھا کیا اس کے لئے حج ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اس کا اجر تمہیں ملے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ نعم: کلمہ ایجاب ہے اور اس میں چار لغت اور ہیں: نَعِم و نِعِم و نَعَام و نَعَم اور یہ چار معانی میں آتا ہے:

❶ خبر کے بعد واقع ہو تو حرف تصدیق ہے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ کے جواب میں نعم ہو تو اس کے معنی قائم کے ہوں گے۔

❶ امر و نہی کے بعد واقع ہو تو حرف وعد ہوگا جیسے: اضرب زیداً کے جواب میں نعم أعدک بضربه کے معنی میں ہوگا۔

❸ اور استفہام کے بعد واقع ہو تو حرف اعلام ہوگا جیسے اقام زیدٌ کے جواب میں نعم اعلمک بقیامه کے معنے میں ہوگا۔

❹ اور جب صدر کلام میں واقع ہو تو فائدہ تاکید کا ہوتا ہے۔

تشریح: نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ: ہاں اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔ چھوٹے بچے کو حج کروانا جائز ہے اور اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا۔ لیکن جب اس بچہ پر بلوغت کے بعد حج فرض ہوا تو دوبارہ اس کو فریضہ حج کی ادائیگی ضروری ہوگی، نابالغ حالت میں کیا ہوا حج یہ کفایت نہیں کرے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب صحة حج الصبی)، ومالک فی موطئه ۹۶۱، واحمد ۱/۱۸۹۸، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن حبان ۱۴۴، والحمیدی ۵۰۴، وکذا فی البیهقی ۵/۱۵۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے پاس صرف ایک ہی سواری تھی

۱۲۸۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ

وَكَانَتْ زَامِلَتُهُ﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کجاوہ پر حج کیا اور وہی آپ ﷺ کی سواری تھے۔“ (بخاری)

لغات: ❖ رَحْلٍ: کجاوہ، منزل، قیام گاہ۔ جمع: رِحَال، أَرْحُل. رحل (ف) الی: منتقل ہونا، البعیر: کجاوہ کسنا، سوار ہونا۔

تشریح: حَجَّ: اس سے مراد حجۃ الوداع والا ہی حج ہے کیونکہ اس حج کے علاوہ آپ ﷺ نے کوئی دوسرا حج نہیں کیا۔

عَلٰی رَحْلٍ: سفر کے لئے برتن، سواری وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جب حج فرمایا تو آپ ﷺ کی سفر والی سواری الگ نہ تھی بلکہ ایک ہی سواری پر آپ ﷺ سوار بھی تھے اور کچھ کھانے پینے کی چیز بھی تھی۔

محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث بالا میں ایک طرف تو آپ ﷺ کی تواضع کو بیان کیا جارہا ہے تو دوسری طرف آپ ﷺ کے سامان کو بتایا گیا ہے کہ معمولی سے سامان کے ساتھ آپ ﷺ نے حج ادا فرمایا تھا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب الحج علی الراحل).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین۔

حج کے مہینوں میں بقدر ضرورت تجارت کر سکتے ہیں

(۱۲۸٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ وَمِجَنَّةُ، وَذُوْ الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَأَثَّمُوْا أَنْ يَتَّجِرُوْا فِي الْمَوَاسِمِ، فَنَزَلَتْ: "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِنْ رَّبِّكُمْ" فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنۃ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت میں بازار تھے تو صحابہ کرام حج کے مہینوں میں کاروبار کو گناہ خیال کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”لیس علیکم جناح الخ“ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو یعنی حج کے مہینوں میں۔“ (بخاری)

لغات: ❖ تاثموا: اثم (ن، ض) اثماً ـ اللہ فلانا کذا: گنہگار قرار دینا اور سزا دینا اثّمہ: گناہ کی طرف منسوب کرنا۔ اثمہ: مبتلائے گناہ کرنا، الاثم ج آثام والمأثمۃ والماثم: ناجائز فعل، گناہ، جرم۔

تشریح: حدیث بالا سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ حج کے ایام میں بقدر ضرورت تجارت کی اجازت ہے اگرچہ کمال اسی

میں ہے کہ ایام حج میں مکمل توجہ، دھیان اللہ جل شانہ کی طرف رکھے اور تجارت نہ کرے اور خوب اپنے وقت ذکر و عبادت میں صرف کرے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الحج (باب التجارۃ ایام الموسم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق وکذا روضۃ المتقین ۳/۲۸۰

کتاب الجهاد

جہاد کا بیان

(٢٣٤) بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ

جہاد کی فضیلت کا بیان

مشرکین سے جنگ کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً، وَ اعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورة التوبة: ٣٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: تم تمام مشرکوں سے جنگ کرو جیسے کہ وہ تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہیں۔"

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مشرکین تم سے "اشہر حرم" میں لڑائی کریں تو پھر تم بھی ان سے لڑائی کرو۔

اشہر الحروم کی تفصیل

چار مہینوں کو "اشہر حرم" کہا جاتا ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں:

(۱) ذی القعدہ، (۲) ذی الحجہ، (۳) محرم (۴) رجب۔ ماہ رجب کے معاملہ میں عرب کے دو قول مشہور تھے، بعض لوگ اس مہینہ کو رجب کہتے تھے جس کو ہم رمضان کہتے ہیں اور بعض لوگ رجب اس کو کہتے تھے جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان میں آتا ہے تو یہی دوسرا والا مراد ہے۔

شروع میں ان مہینوں میں قتل وقتال کرنا حرام تھا اس کوتو منسوخ کردیا گیا مگر اب بھی اس کی حرمت اور احترام باقی ہے۔
تو خلاصہ یہ ہوا کہ ان چار مہینوں میں اگر مشرکین تم سے لڑائی کرتے ہیں تو تم بھی لڑائی کرو۔

جہاد فرض ہونے کا اعلان

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ؛ وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة بقره: ٢١٦)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تم کو ناپسند ہے، یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خراب ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

تشریح: آیت بالا میں جہاد کے فرض ہونے کا اعلان کیا جارہا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں بظاہر آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر ہر حال میں فرض ہے مگر قرآن میں دوسری آیات اور آپ ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ہر حال میں فرض عین نہیں ہے بلکہ یہ فرض کفایہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس فرض کو ادا کرے تو باقی مسلمان سبکدوش سمجھے جائیں گے۔ ہاں کسی زمانہ یا کسی ملک میں کوئی جماعت بھی فریضہ جہاد ادا کرنے والی نہ ہو تو سب گناہ گار ہوجائیں گے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۱/۵۱۷

ہر حال میں اللہ کے راستے میں نکلو

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا. وَجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

(سورة توبه: ٤١)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ’’نکلو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔‘‘

تشریح: خِفَافًا وَثِقَالًا: اس کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہے۔ حسن بصری، ضحاک، مجاہد، قتادہ اور عکرمہ وغیرہ کے بقول جوان ہو یا بوڑھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول ہتھیار کم ہوں یا زیادہ۔ حضرت عطیہ عوفی کے بقول سوار ہو یا

پیدل۔ حضرت ابن زید کے بقول تم جائداد والے ہو یا نہ ہو جس کا چھوڑنا تم کو پسند نہ ہو۔ بعض کے بقول چست ہو یا چست نہ ہو۔ بعض کے نزدیک نادار تنگدست ہو یا مالدار فراخدست ہو۔ نیز بعض کے نزدیک کاموں میں مشغولیت ہو یا فراغت ہو۔ بعض کے نزدیک بیمار ہو یا تندرست ہو۔ بعض کے نزدیک بال بچوں والا ہو یا نہ ہو۔ بہر حال مختلف مفسرین نے مختلف تفسیریں فرمائی ہیں مراد سب کی یہ ہے کہ ہر حال میں تم جہاد کرو تم بھاری ہو یا ہلکے، مگر بعد میں کچھ معذورین کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۲۹۱/۵

اللہ نے جنت کے بدلے میں مسلمانوں کے جان و مال کو خرید لیا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ، وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ. وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ، فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ، وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾. (سورۃ توبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

تشریح: شان نزول ان اللّٰہ اشتریٰ الخ

بیعت عقبہ کے شرکاء کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى: اس آیت کو سن کر سب سے پہلے براء بن معرور اور ابوالہیثم اور اسعد وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا کہ ہم اس معاملہ میں تیار ہیں کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچیں گے تو آپ ﷺ کی حفاظت اور حمایت کریں گے، اس طرح حفاظت کریں گے جیسے کہ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کی کرتے ہیں، اس کے مقابلے میں سب کا مقابلہ کریں گے۔ (۱)

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ: بیعت عقبہ میں یہ معاملہ حفاظت کا ظاہراً ایک بیع و شراء کی صورت بن گئی اس لئے شروع میں ہی ''ان اللہ اشتری'' سے اس کو تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اسی بیع میں تم نے نفع کا سودا کیا ہے کہ اپنی جان و مال یہ سب فانی ہے ختم ہونے والا ہے اور جنت یہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سنو! یہ کیسے نفع کی تجارت ہے؟ جو اللہ نے ہر مؤمن کے لئے کی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں جان و مال عطاء فرمایا ہے اور تم اس میں سے تھوڑا خرچ کر کے جنت خرید لو۔ (۲)

(۱) معارف القرآن ۴/۴۶۷
(۲) تفسیر مظہری

گھر پر بیٹھنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَايَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً، وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْراً عَظِيْمًا. دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً، وَرَحْمَةً، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَحِيْمًا﴾ (سورة نساء: ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے، سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دیا ہے۔ بہت سے درجات جو خدا کی طرف سے ملیں گے مغفرت اور رحمت۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے، بڑے رحمت والے ہیں۔''

تشریح: مفسرین آیت بالا کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ بغیر معذوری کے جہاد میں شریک نہیں ہوتے تو وہ لوگ ایسے لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو جہاد کرنے والے ہیں۔

نیز علماء فرماتے ہیں آیت بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے کہ بعض لوگ اس کو ادا کرلیں تو باقی مسلمان سبکدوش ہو جاتے ہیں بشرطیکہ جو لوگ جہاد کر رہے ہیں وہ اس جہاد کے لئے کافی ہوں اور اگر وہ کافی نہ ہوں تو ان کے قرب و جوار کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے کہ وہ ان مجاہدین کی مدد کریں اور اگر وہ بھی کافی نہ ہو تو پھر ان کے آس پاس کے لوگوں پر فرض عین ہوتا ہے اور اگر وہ بھی کافی نہ ہوں تو پھر دوسرے مسلمانوں پر یہاں تک کہ پھر مشرق و مغرب کے ہر مسلمان پر یہ فرض ہو جاتا ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۲/۵۲۳ و تفسیر مظہری ۳/۲۲۸

ایسی تجارت جو جہنم کے عذاب سے بچالے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ، تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ، وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، وَأُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

(سورۃ صف: ۱۰ تا ۱۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک درد ناک عذاب سے بچالے، تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ ایک اور ثمرہ بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی ہے اور آپ ﷺ ان مؤمنین کو بشارت دے دیجئے۔''

تشریح: عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: ''ایسی سوداگری جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔'' آیت بالا میں ایمان اور مجاہدہ مال و جان کو ایک تجارت بتایا گیا ہے کہ جس طرح تجارت میں مال خرچ کرنے اور محنت کرنے کے صلہ میں کچھ نفع حاصل ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے کے بدلے میں اللہ جل شانہ کی رضا اور آخرت کی جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اسی کو قرآن میں دوسری جگہ پر اسی طرح فرمایا گیا ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾. (۱)

ترجمہ: ''اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کا سودا جنت کے بدلے میں کرلیا ہے۔''

وَأُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ: اور تمہیں ایک دوسری (نعمت) بھی اللہ دے گا جسے تم چاہتے ہو، وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ پر ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ. (۲)

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تم کو فتح و نصرت سے نوازے گا۔'' اس فتح و نصرت کا پہلا مصداق فتح خیبر اور اس کے بعد فتح مکہ ہے اور بعض نے فارس اور روم کی عظیم الشان سلطنتوں پر مسلمانوں کی فتح یابی کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ (۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اصل چیز تو آخرت کی نعمتیں ہیں مگر انسان جلد باز ہے، یہ نقد نعمت دنیا میں بھی چاہتا ہے تو اس کے لئے دنیاوی فتح یا بی اللہ عنایت فرما دیتے ہیں مگر اصل تو آخرت کے ہی وعدے ہیں۔

(۱) سورۃ توبہ آیت ۱۱۱
(۲) سورۃ محمد آیت نمبر ۷
(۳) زادالمسیر ۸/۱۸

﴿وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَشْهُورَةٌ﴾
''اس باب میں بہت سی آیات مشہور ہیں۔''

قرآن میں اس عنوان پر بہت سی آیات ہیں مثلاً:

۱ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ. (۱)
''ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ، مارو اور پکڑو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔''

۲ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. (۲)
''جہاد کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

۳ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوفَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ. (۳)
''اور اگر اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کے ذریعے بعض کو دفع کرنا نہ ہوتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر بڑے مہربان ہیں۔''

۴ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُفِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ. (۴)
''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے زور دفع نہ کرتا تو گرجے گھر اور یہودیوں کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب ڈھا دیئے جاتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔''

۵ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُونَ. (۵)
''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔''

(۱) سورۃ توبہ آیت: ۵
(۲) سورۃ بقرۃ آیت ۲۴۴
(۳) سورۃ بقرۃ آیت: ۲۵۱
(۴) سورۃ حج آیت ۴۰
(۵) سورۃ توبہ آیت: ۲۹

﴿وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فِیْ فَضْلِ الْجِهَادِفَاَكْثَرُمِنْ اَنْ تُحْصَرَفَمِنْ ذٰلِكَ﴾
''جہاد کی فضیلت میں احادیث اتنی کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ جسکا احاطہ کرنا مشکل ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔''

سب سے افضل عمل

(۱۲۸۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ''اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ''اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ'' قِیْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ''حَجٌّ مَبْرُوْرٌ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج مبرور۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الجهاد: جاهد مجاهدة و جهاداً: پوری طاقت صرف کرنا۔ الجهاد (مصدر) دین کی حفاظت اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جنگ۔

تشریح: حدیث بالا ''باب الحج'' میں گذر چکی ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ دوبارہ اس لئے لائے کہ اس میں جہاد کی اہمیت کو بیان کیا جارہا ہے کہ اس کو حج سے بھی مقدم کیا گیا ہے بعض روایات میں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری و مسلم

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

سب سے افضل عمل وقت پر نماز کا پڑھنا ہے

(۱۲۸۶) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَیُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ اِلَی

اللّٰہِ تَعَالٰی؟ قَالَ: "اَلصَّلاۃُ عَلٰی وَقْتِھَا" قُلْتُ: ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: "بِرُّالْوَالِدَیْنِ" قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِھَادُفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا عمل اللہ جل شانہ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ برٌّ: والبار: بمعنی نیکوکار، بھلائی کرنے والا، بہت نیکی کرنے والا، سچا جمع: ابراروبررۃ. بر بالفتح خشکی، بر، بالکسر نیکی، بر بالضم معنی گیہوں۔

تشریح: حدیث بالا یہ "باب برالوالدین وصلۃ الارحام" میں گذر چکی ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ نے دوبارہ اس کا تذکرہ اس لئے کیا کہ اس حدیث میں بھی جہاد کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب فضل الجهاد والبر)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب کون الایمان باللہ تعالٰی افضل الاعمال)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

سب سے افضل عمل اللہ پر ایمان لانا ہے

(۱۲۸۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! أَیُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ، وَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِہٖ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ افضل (اسم تفضیل) فضل میں بڑھا ہوا (الفضل) مصدر: احسان، زیادتی، بقیہ۔ فضل (ن) وفضل (س) فضلاً: باقی رہنا، زائد ہونا، افضل ۔ علیه: بڑھنا، بھلائی کرنا، مہربانی کرنا، زیادہ ہونا۔

تشریح: اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟

مختلف احادیث میں مختلف اعمال کو افضل الاعمال بتایا گیا ہے، اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ یہاں پر "من" پوشیدہ ہوتا ہے یعنی "من أفضل الأعمال" کہ افضل اعمال میں سے یہ بھی ہے۔ یا مختلف احوال، اوقات یا جگہوں کے اعتبار سے وہ عمل افضل

ہوجاتا ہے۔ حدیث بالا میں ایمان لانے کے بعد سب سے افضل جہاد کو بتایا جارہا ہے، یہ اس وقت ہوگا جب کہ جہاد فرض ہو چکا ہو۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العتق (باب ای الرکاب افضل؟)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الایمان)، وأحمد ۲۱۳۸۹/۸، والدارمی ۳۰۷/۲، و ابن حبان ۱۵۲، ومصنف عبدالرزاق ۲۰۲۹۹، وکذافی البیهقی ۸۱/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ایک صبح یا شام اللہ کے راستے میں لگانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(۱۲۸۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرة آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار و خیار: بہت نیکی والی۔

تشریح: لَغَدْوَةٌ اور رَوْحَةٌ: میں تنوین (دو پیش) ہے اور تنوین یہ تنکیر کے لئے آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پوری صبح یا پوری شام کے لئے نہ نکلا ہو بلکہ صبح یا شام میں سے معمولی سے وقت کے لئے بھی نکلا ہو تو حدیث بالا کی فضیلت اس کو حاصل ہوجائے گی، اور وہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی تمام نعمتیں فناء ہوجائیں گی اور آخرت کی تمام نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔ (۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو پوری دنیا بھی مل جائے اور وہ ان سب کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کردے تب بھی اس سے بہت بہتر ہوگا کہ صبح یا شام اللہ کے راستے میں لگادے۔ اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحۃ کو فرمایا تھا:

﴿وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْاَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ﴾. (۲)

ترجمہ: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خرچ کرو جو کچھ زمین میں ہے تب بھی تم اس فضیلت کو حاصل نہیں کرسکتے جو صبح نکلے ہیں۔" (اللہ کے راستہ میں)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب الغدوة والروحة فی سبیل الله)، و صحیح مسلم کتاب الامارة (باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله)، وأحمد ۱۲۳۵۲/٤، وابن ماجه، و ابن حبان ٤٦٠٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق وکذا روضۃ المتقین ۳/۲۸۵ و مرقاۃ ۷/۲۲۹ (۲) تعلیق الصبیح ۴/۲۲۷

سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں

(۱۲۸۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَیُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ یُجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ فِیْ شَعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کون سے لوگ افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جو اپنے نفس اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مؤمن جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کرنے والا ہو۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ جاهد یجاهد مجاهدة: کوشش کرنا، جہاد کرنا، اللہ کے راستے میں اس کے دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرنا۔ المجاهد: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب العزلة" میں گذر چکی ہے، دوبارہ علامہ نووی علیہ الرحمۃ اس لئے لائیں ہیں کہ اس میں جہاد کرنے والے کو افضل کہا جا رہا ہے، باقی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کے دشمنوں سے جہاد کرے اور اپنے نفس و شیطان سے مجاہدہ اور دنیا کی لذتوں سے اجتناب کرتا رہے۔

اور اگر دنیا والوں کے درمیان رہنے سہنے سے دین و شریعت کو نقصان ہو رہا ہو تو اس کے لئے علاج بتایا گیا ہے کہ گوشہ نشینی اختیار کر لے۔

گوشہ نشینی افضل ہے یا لوگوں سے میل جول؟

امام شافعی علیہ الرحمۃ اور دوسرے بعض علماء کے نزدیک اختلاط رکھنا یہ افضل ہے بشرطیکہ دین میں فتن و فساد کا خطرہ نہ ہو۔ مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا فتنوں کے زمانہ پر محمول ہے، یا اس شخص کے لئے ہے جو لوگوں کی ایذاء پر صبر نہ کرسکتا

ہو، یا اس کی وجہ سے لوگ سلامت میں نہ رہتے ہوں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب أفضل الناس مؤمن)، وصحیح مسلم کتاب الامارة (باب فضل الجهاد والرباط).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۳/۲۹ ۷۔

اللہ کے راستے کا ایک دن کا پہرہ دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے

(۱۲۹۰) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحد کا پہرہ دینا دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے اور جنت میں تمہارے کسی ایک کو کوڑے کی جگہ کا مل جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں ایک شام یا ایک صبح کو چلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ العبد: آدمی، غلام جمع عَبِيْد، عِبَاد وعَبَدَة وعَبْدُوْن واَعْبُد وعُبُدان وَعِبْدَان وعِبِّدَان و أَعْبَاد ومَعْبَدَة وعِبَّدآء وعِبِّدٰى وعُبُد وعَبُد ومَعْبُوْدآء (جمع الجمع) أَعَابَد ومَعَابِدُ وأَعْبِدَة.

تشریح: حدیث بالا کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں:

پہلا مطلب: جہاد میں ایک دن کے لئے چوکیداری کرنا یہ اس مال سے بہتر ہے جو اللہ کے نام پر دیا جاتا ہے۔

دوسرا مطلب: یہ ہے کہ جہاد میں ایک دن کے لئے چوکیداری کرنا وہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل اور بہتر ہے۔ (۱)

مَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَاعَلَيْهَا:

''اور جنت میں تمہارے کسی ایک کے کوڑے جیسی جگہ کا مل جانا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔'' کوڑا عموماً چھوٹا سا ہوتا ہے اور تھوڑی ہی سے جگہ گھیرتا ہے۔ اس میں دنیا کی حقارت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا اللہ کے نزدیک کتنی حقیر ہے اور جنت اللہ کے نزدیک کتنی عزیز ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب فضل رباط یوم فی سبیل الله)، وصحیح مسلم

كتاب الامارة (باب فضل الغدوة والروحة)، وأحمد ۸/۲۲۹۳۵، وكذا في الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ (۲) روضۃ المتقین ۳/۲۸۷

ایک دن کا پہرہ دینا ایک مہینے کے روزے رکھنے سے بہتر ہے

(۱۲۹۱) ﴿وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ خَيْرٌمِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ، وَإِنْ مَاتَ فِيْهِ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ كَانَ يَعْمَلُ وَ أُجْرِیَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سرحد پر ایک رات یا ایک دن کا پہرہ دینا ایک مہینے کے روزے رکھنے اور اس کی شب میں عبادت کرنے سے بہتر ہے اور اگر اس حال میں اس کی موت آگئی تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جو وہ کرتا تھا اور اس پر اس کی (جنت میں) روزی جاری رہے گی اور وہ فتنہ (قبر میں) میں ڈالنے والے سے محفوظ رہے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ مات يموت موتاً: مرنا، ماتت الريح: ہوا کا رک جانا، مات يموت مواتاً وموتاناً۔ المكان ویران ہونا جمع (اموات، موتى وميتون).

تشریح: رِبَاطُ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ ''رباط'' کے معنی ہوتے ہیں دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھنا اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنا۔ تو حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ سرحد پر شہادت پانے والے کی خصوصیت یہ ہوگی کہ قیامت تک اس کے اعمال صالحہ لکھے جاتے رہیں گے کبھی وہ ختم نہیں کیا جائے گا۔

پہرہ دینے والا قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا: وَاَمِنَ الْفَتَّان: ''آزمائش میں ڈالنے والے سے محفوظ رہے گا'' اس سے مراد قبر کے فرشتے ہیں، منکر نکیر ہیں [1] جو قبر میں تین سوال کرتے ہیں۔ یہ وقت آدمی پر بہت ہی زیادہ مشکل اور آزمائش کا ہوتا ہے مگر سرحد کی حفاظت میں شہادت پانے والا اس آزمائش سے محفوظ رہے گا۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل الرباط فى سبيل الله عزوجل). وأحمد ۹/۲۳۷۸۸، والترمذى، والنسائى، وابن حبان ۴۶۲۳، والحاكم ۲۴۲۲، وكذا فى البيهقى ۹/۳۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۲۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۲۸۸

پہرہ دینے والے کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے

(۱۲۹۲) ﴿وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ يَنْمِيْ لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَ يُؤَمَّنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ﴾ رواه ابوداؤد والترمذي و قال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے سوائے اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد کا پہرہ دیتا ہو، بے شک اس کے عمل کو قیامت تک بڑھایا جاتا ہے اور قبر کے فتنے سے بھی اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ القبر: بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن ض) قبراً و مقبراً۔المیت: میت کو دفن کرنا، اقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا،

تشریح: يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ: حدیث بالا میں بتایا جارہا ہے کہ سرحد کی حفاظت کرنے والے کا عمل صالح موت پر منقطع نہ ہوگا، بلکہ دائمی اجر وثواب اس کو ملتا رہے گا۔ اس کی وجہ علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ سرحد کی حفاظت کرنا یہ متعدی عبادت ہے کہ اس میں سارے لوگوں کی حفاظت ہے، اس لئے اس کے لئے یہ انعام فرمایا جارہا ہے، اور دوسرا یہ کہ اس سے قبر کا سوال ہٹالیا جائے گا۔(۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب فضل الرباط)، وسنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الرباط)، وأحمد ۹/۲٤۰۰٦، و ابن حبان، ٤٦٢٤، والحاكم ۲/۲٦۳۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۱٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

اللہ کے راستے کا ایک دن کا پہرہ دوسری جگہوں کے ہزار دن کے پہرہ سے بہتر ہے

(۱۲۹۳) ﴿وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح

ترجمہ: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ

کے راستے میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا دوسری جگہوں کے ہزار دن کے پہرہ دینے سے بہتر ہے۔"

لغات: ❖ الخير: جمع خيور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع أخيار وخيار: بہت نیکی والا۔

تشریح: "رباط" حدیث میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے، ① ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، ② سرحد کی حفاظت کرنا۔ یہاں پر یہ دوسرا ہی معنی مراد ہے۔

حدیث بالا میں بھی پہرہ دینے والے کے اجر اور انعام کو بیان کیا گیا ہے جو انفرادی عبادت کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے، کیونکہ انفرادی عبادت کا فائدہ اس کی اپنی ذات کو ملتا ہے جب کہ سرحد کی حفاظت یہ اجتماعی عبادت ہے، اس کا فائدہ عام ہے، اسی وجہ سے اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الرباط)، وأحمد ٤٤٢/١، والنسائی، والدارمی ٢١١/٢، وابن حبان ٤٦٠٩، والحاكم ٢٣٨١ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۸۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

قیامت کے دن مجاہد کے خون کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی

(١٢٩٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ، لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ وَ إِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَيَّ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أُرْجِعَهُ اِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيْمَةٍ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! مَامِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ كُلِمَ؛ لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيْحُهٗ رِيْحُ مِسْكٍ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! لَوْ لَا أَنْ اَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَاقَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَبَدًا وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ، وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! لَوَدِدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُوَ، فَأُقْتَلَ﴾. (رواه مسلم، و روى البخاری بعضه). اَلْكَلْمُ: اَلْجَرْحُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لیتا ہے جو اس کی راہ میں نکلے، اس کو گھر سے نکالنے والی چیز صرف میرے راستے میں جہاد ہی کرنا ہو، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے سوا اور کچھ نہ ہو تو اللہ اس کا ضامن ہوتا ہے کہ میں اس کو جنت میں

داخل کروں یا اس کے گھر کی طرف اجر یا غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا دوں جس سے وہ نکل کر گیا تھا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اللہ کی راہ میں جو زخم لگتا ہے تو قیامت کے دن مجاہد اس حال میں آئے گا کہ گویا وہ زخم ابھی ہی لگا ہے، اس کا رنگ تو خون والا ہوگا اور اس کی مہک مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں آپ ﷺ کی جان ہے اگر مسلمانوں پر شاق ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں کبھی ایسے لشکر کے پیچھے نہ رہ جاتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے جاتا ہے، لیکن میں اس بات کی گنجائش نہیں پاتا اور ان صحابہ پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میں تو چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کردیا جاؤں پھر جہاد کروں پھر قتل کردیا جاؤں پھر جہاد کروں اور پھر قتل کردیا جاؤں۔" (مسلم، بخاری نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے)

"الکلم" بمعنی: زخم

لغات: ❖ ریح: بمعنی ہوا اس کی جمع ریاح آتی ہے، باب ضرب سے بمعنی ہوا کا چلنا، یہ عام ہے، ہر ہوا کے لئے اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں آپ ﷺ کے بے پناہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے اظہار کا بیان ہے۔ اپنی حیات طیبہ میں ہونے والی بعض جنگ میں آپ ﷺ شرکت نہ کرنے کی وجہ بھی بیان فرما رہے ہیں کہ بعض نادار اور بے سروسامان صحابہ جن کے پاس سواریاں بھی نہیں ہوتی کہ وہ جنگ میں شریک ہوسکے، جنگ میں شرکت نہ کرنے کا ان کو غم ہوگا اور ساتھ میری جدائی کا بھی افسوس ہوگا اس وجہ سے بعض مرتبہ آپ ﷺ جہاد پر تشریف نہیں لے گئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے صحابہ سے کتنی شفقت ومحبت تھی۔ (۱)

ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ: میں زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں، بار بار یہ معاملہ ہو۔ اور آخر میں آپ ﷺ نے جملہ کو "اقتل" پر کو ختم کیا ہے کہ آخر میں شہید ہو جاؤں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من یخرج فی سبیل الله وغیره) و (باب یمتنی المجاهدان یرجع الی الدنیاوتمنی المجاهدالشهادة) وغیرهما من الابواب، وصحیح مسلم کتاب الجهاد (باب فضل الجهادوالخروج فی سبیل الله)، ومالک فی موطئه۹۷۳، وأحمد۳/ ۱۶۰ ۷، و النسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٤٦١٠، وکذا فی البیهقی ۳۹/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/ ۲۹۱

مجاہد کے زخم سے قیامت کے دن بھی خون ٹپک رہا ہوگا

(۱۲۹۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ مَكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهٗ يَدْمٰى: اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ زخم کھانے والا جو اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون ٹپک رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون کے رنگ کی طرح ہوگا مگر اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ لون: بمعنی رنگ اس کی جمع الوان آتی ہے، باب ضرب سے بمعنی نرم ہونا۔ تلون (باب تفاعل) رنگ بدلنا۔ منافقت کرنا۔

تشریح: اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ ''اس خون کا رنگ خون والا ہوگا مگر اس کی بو مشک والی ہوگی۔''

حدیث بالا میں مجاہد کی امتیازی شان کو بیان کیا جارہا ہے کہ قیامت کے دن زخمی مجاہد کو زخمی حالت میں میدان محشر میں لایا جائے گا اور جس طرح دنیا میں اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اسی کیفیت سے اس کو میدان محشر میں لایا جائے گا مگر اس کے خون سے بد بو نہیں بلکہ خوشبو مہک رہی ہوگی، یہ کیفیت میدان محشر میں اس کی فضیلت کو نمایاں کرے گی۔ اسی وجہ سے علماء امت فرماتے ہیں کہ شہید کو اسی خون کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الذبائح (باب المسك)، وصحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل الجهادوالخروج فى سبيل الله)، ومالك فى موطئه، ۱۰۰۱، وأحمد ۷۳۰٦/۳، وابن حبان ٤٦٥٢ والترمذي والنسائى وكذافى البيهقى ١٦٤/٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۹۳/۳

اونٹنی کے دودھ نکالنے کے بقدر بھی اللہ کے راستہ میں نکلنے والے پر جنت واجب ہوجاتی ہے

(۱۲۹٦) ﴿وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحاً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوْنُكِبَ نَكْبَةً فَإِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ﴾ (رواه ابوداؤد والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان آدمی نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر بھی جہاد کیا جتنا کسی اونٹنی کو دوبارہ دوہنے کا فاصلہ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ اور جس کو اللہ کی راہ میں زخم لگا، یا کوئی خراش آئی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ وہ زخم یا خراش زیادہ سے زیادہ اس حالت میں ہوگی جس میں وہ تھی، اس کا رنگ زعفران جیسا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔''

لغات: ❖ مسک: بمعنی خوشبو، مُسک بضم المیم بمعنی خوراک، غذا، بفتح المیم بمعنی قبض۔ مسک تمسیکا بمعنی خوشبو لگانا، استمسک به: مضبوطی سے پکڑنا۔

تشریح: فُوَاقَ نَاقَةٍ: ''فواق'' اونٹنی کو ایک مرتبہ دودھ دوھ کر دوبارہ دوہنے تک کے درمیانی وقفہ کو کہتے ہیں، یہ معمولی سا وقفہ ہوتا ہے، اس طرح جانور زیادہ دودھ دیتا ہے۔ یہ جملہ کنایہ ہے کہ اگر کسی نے تھوڑی دیر کے لئے بھی جہاد کیا تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے، بشرطیکہ اخلاص ہو اور اس کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق اس کے ذمہ واجب نہ ہوں۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد، وسنن الترمذي وقال حسن صحيح، واحمد في مسنده ٢٢٠٧٥/٨، والنسائي، وابن ماجه، وابن حبان ٤٦١٨، والدارمی ٢٠١/٢، ومصنف عبدالرزاق ٩٥٣٤، و كذا فی البيهقی ١٧٠/٩ واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللہ کے راستے میں تھوڑی دیر قیام کرنا گھر پر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے

(١٢٩٧) ﴿وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَذْبَةٌ، فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِاعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعْبِ، وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ مُقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِيْنَ عَاماً أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ أُغْزُوافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ». (رواه الترمذي، وقال: حديث حسن)

"الفواق" ما بين الحلبتين.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آدمی کا گزر ایک ایسی گھاٹی سے ہوا جس میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا، اس کو وہ جگہ اچھی لگی، اس نے کہا کاش! میں لوگوں سے الگ ہوکر اس گھاٹی پر قیام کرلوں لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں آپ ﷺ سے اجازت لے لوں، اس نے اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہ کرو اس لئے کہ تمہارے کسی ایک آدمی کا اللہ کی راہ میں قیام (جہاد) کرنا اس کے اپنے گھر کی ستر سالہ نماز سے بہتر ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے؟ تم اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دوبارہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنے وقت کے لئے بھی جہاد کیا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔'' (ترمذی اور یہ حدیث حسن ہے)

الفُوَاقُ: ایک بار دودھ نکال کر دوبارہ نکالنے کے درمیان کا فاصلہ۔

لغات: ❖ قاتل: یقاتل مقاتلة و قتالا: بمعنی باہم جھگڑا کرنا، ایک دوسرے سے لڑنا۔ قتل (نصر) قتلا: قتل کرنا، مار ڈالنا۔

تشریح: فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِاعْتَزَلْتُ النَّاسَ: ''وہ ان کو پسند آیا اور کہنے لگے میں لوگوں سے الگ ہوکر یہاں قیام کرلوں۔'' اس جملہ میں لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنے اور لوگوں کی ایذاء وتکالیف کو برداشت کرنا یہ اس سے افضل بتایا جارہا ہے کہ آدمی سب سے الگ تھلگ ہوکر زندگی گزارے، اگر یہ ایسا کرتا ہے تو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ایسے حالات ہوجائیں کہ اپنے دین کی حفاظت کرنا مشکل ہو تو ایسی حالت میں پھر الگ تھلگ رہنے کی اجازت ہوگی۔ (۱)

وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں۔'' محدثین فرماتے ہیں کہ صحابہ کے دل میں آپ ﷺ کا کتنا احترام تھا کہ کوئی چیز اچھی بھی معلوم ہوتی مگر بغیر اجازت کے وہ کام نہیں کرتے تھے۔

اَفْضَلَ مِنْ صَلاَتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَاماً: ''اس لئے کہ تم میں سے اللہ کے راہ میں قیام کرنا یہ اپنے گھر کی ستر سال کی نماز سے بہتر ہے۔'' اس کا مطلب علماء یہ بیان کرتے ہیں جہاد کرنا نفلی نماز سے کہیں افضل ہے، کیونکہ نماز کا فائدہ نمازی کی ذات تک محدود رہتا ہے جب کہ جہاد میں اعلاء کلمۃ اللہ یعنی دین کی سربلندی ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الغدو والرواح الخ)، وأحمد ۱۰۷۹۰/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق وکذا مفہومہ فی روضۃ المتقین ۲۹۶/۳۔

اللہ کے راستے میں نکلنے کے برابر کوئی بھی عمل نہیں ہوسکتا

(۱۲۹۸) ﴿وَعَنْهُ قَالَ قِيلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَايَعْدِلُ الْجِهَادَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لاَ تَسْتَطِيْعُوْنَهُ" فَأَعَادُوْاعَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْثَلاثًا، كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: "لاَ تَسْتَطِيْعُوْنَهُ!" ثُمَّ قَالَ: "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللّٰهِ لاَيَفْتُرُ مِنْ صَلاةٍ، وَلاَ صِيَامٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾. (متفق عليه وهذا لفظ مسلم)

"وَ فِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِي: أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ؟ قَالَ: لَا أَجِدُهُ" ثُمَّ قَالَ: "هَلْ تَسْتَطِيْعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ تَقُوْمُ وَ لَا تَفْتُرُ وَ تَصُوْمُ وَ لاَ تُفْطِرُ؟" فَقَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ؟!"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے یہ سوال دو تین بار دہرایا۔ آپ ﷺ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، پھر فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو روزے دار، شب بے دار ہو، اللہ کی آیات کی تلاوت کرنے والا ہو، وہ نماز سے نہیں تھکتا ہو، نہ روزے رکھنے سے، یہاں تک مجاہد فی سبیل اللہ اپنے گھر واپس نہ لوٹ آئے۔'' (بخاری و مسلم۔ یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتادیں جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کرنے کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہوجاؤ، نماز کے لئے کھڑے ہوجاؤ اور اس میں ذرا بھی سستی نہ کرو اور روزہ رکھنے والا کبھی روزہ نہ چھوڑے، پس اس آدمی نے کہا اس کی طاقت کوئی رکھ

سکتا ہے؟

تشریح: حدیث بالا میں مجاہد کی فضیلت کو بتایا جارہا ہے کہ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ جو راتوں کو نماز میں اور دنوں میں روزہ رکھتا ہو، یہ اس وقت تک مسلسل کرے جب کہ جہاد پر جانے والا واپس نہ آجائے۔ (۱)

اس حدیث سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ فرائض کے بعد جہاد سب سے افضل عمل ہے، ایک عبادت گزار یہ ثواب گھر بیٹھے حاصل نہیں کرسکتا جو مجاہد میدان جہاد میں حاصل کرتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری (اول کتاب الجهاد)، وصحیح مسلم کتاب الامارة (باب فضل الشهادة فی سبیل الله)، وأحمد ۹۹۲۷/۳، والنسائی، وابن حبان ٤٦٢٧، ومالك فی موطئه ۹۷۳، وكذا فی البيهقی ۱۵۸/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۹۶/۳

سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہتا ہے

(۱۲۹۹) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، يَطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلٰى مَتْنِهٖ يَبْتَغِي الْقَتْلَ أَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ، أَوْ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ أَوْ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذَا الشَّعَفِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَوْدِيَةِ، يُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِيْ خَيْرٍ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہو، جب بھی کوئی جنگی آواز یا گھبراہٹ سنتا ہے تو اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اڑنے لگتا ہے، شہادت یا موت کو اس کی جگہوں سے تلاش کرتا ہے۔ یا ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی یا وادیوں میں سے کسی وادی میں اقامت اختیار کرتا ہے، نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجائے، لوگوں سے سوائے بھلائی کے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الموت: مات یموت موتاً: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً و موتانا ۔المکان ویران ہونا جمع (اموات، موتی ومیتون)۔

تشریح: یہ روایت "باب استحباب العزلة عندفسادالزمان" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ دوبارہ ذکر کر رہے ہیں کہ اس میں اس شخص کی فضیلت کا ذکر ہے جو ہمہ وقت جہاد کے لئے مستعد رہتا ہے، معمولی سی بھی آہٹ محسوس ہوتی ہے تو وہ نکل کھڑا ہوتا ہے۔ حدیث میں مجاہد کی فضیلت کے علاوہ دوسرے اس شخص کی بھی فضیلت کا ذکر ہے جو اپنے ایمان اور دین کو بچانے کے لئے دور جنگل میں نکل جائے اور وہاں پر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب الجهادو الرباط).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جنت کے سو درجے ہیں

(۱۳۰۰) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھا ہے، دو درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان کا ہے۔" (بخاری)

لغات: ❖ درجةٌ: جمع درجات بمعنی مرتبہ، سیڑھی، ڈگری، رتبہ، مرحلہ، نمبر جیسا کہ کہا جاتا ہے "الدرجة الاولی" یعنی جماعت۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں مجاہدین کے لئے اللہ جل شانہ نے سب سے اونچی جنت تیار کی ہوئی ہے جو دوسرے عبادت کرنے والوں کے لئے نہیں ہے کہ ان کے لئے جنت کے سو درجے ہیں، ان کے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جیسا زمین اور آسمان کے درمیان کا ہے، یہ سب اللہ کے دین کی بلندی چاہنے والے کے لئے ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب درجات المجاهدين فی سبيل الله)، وكذا ابن حبان ٤٦١١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جنت میں دو درجات کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے فاصلے کی طرح ہے

(۱۳۰۱) ﴿وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ

رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِیْناً، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْسَعِیْدٍ، فَقَالَ: اَعِدْهَا عَلَیَّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَاَعَادَهَا عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ: "وَأُخْرٰی یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَمِائَةَ دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ، مَابَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ" قَالَ: وَمَاهِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ". (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اظہار تعجب کیا اور کہا اے اللہ کے رسول! یہ بات میرے سامنے پھر اعادہ فرمادیں۔ آپ ﷺ نے ان کا پھر اعادہ فرما دیا، پھر فرمایا: دوسری چیز جس سے اللہ تعالیٰ بندے کے درجات سو گنا جنت میں بڑھا دیتے ہیں حالانکہ دو درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

حضرت ابوسعید نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ نیکی کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الاسلام: اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا۔العدو: دشمن کو چھوڑ دینا۔ امره الی الله: سپرد کردینا اورتم کہتے ہو "اسلمته و سلمته" جبکہ تم کسی کو چھوڑ دو اس وقت جبکہ کوئی شخص تکلیف پہنچانا چاہتا ہو۔ الشیء: قبضہ کرنا منه: بیزار ہونا۔

تشریح: علماء حدیث بالا سے استدلال کرتے ہیں کہ جنت میں جنتیوں کے درمیان اعمال کے لحاظ سے درجوں میں تفاوت ہوگا، بعض کو اوپر کے درجے ملیں گے جب کہ بعض کو نیچے کے درجے مگر دخول جنت تو اللہ کی رحمت سے ہوگا، مگر درجات اعمال کے تفاوت کے اعتبار سے ملیں گے، نیز حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں بے شمار درجات ہیں، اسی لئے تو مجاہدین کو ان میں سے سو درجے حاصل ہوں گے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب ما اعده الله تعالیٰ للمجاهدفی الجنة من الدرجات)، وأحمد فی مسنده ٤/٢/١١١٠، والنسائی، وابن حبان ٤٦١٢، وکذافی البیهقی ١٥٨/٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے

(١٣٠٢) وَعَنْ اَبِیْ بَکرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَبِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ، یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَیْئَةِ، فَقَالَ: یَا اَبَامُوْسٰی! أَأَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هٰذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ،فَقَالَ: "أَقْرَأُعَلَیْکُمُ السَّلَامَ" ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِهٖ فَأَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِهٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰی قُتِلَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ’’حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا جب کہ وہ دشمن کے سامنے تھے، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں، یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا، اس کی ظاہری حالت پراگندہ تھی اور اس نے کہا اے ابوموسیٰ! کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس چلا گیا اور کہا میں تمہیں آخری سلام کہتا ہوں اور پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی، پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چلا، دشمن پر اس سے حملہ کرتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہوگیا۔‘‘ (مسلم)

لغات: ❖ العدو: بمعنی دشمن جمع اعداء جمع الجمع اعادٍ، العادی: دشمن، ظالم، حد سے بڑھنے والا، چور۔

تشریح: إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ: "جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔" اس کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ مجاہد کا میدان جنگ میں اس حال میں ہونا کہ کفار کی تلواریں اس کے اوپر اٹھی ہوئی ہوں یہ کیفیت کا ہونا اس کے دخول جنت کا سبب ہے، ایسی حالت اس بات کی علامت ہے کہ گویا کہ اس مجاہد کے لئے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں، ادھر اس کو شہادت ہوئی اور ادھر جنت کے دروازے اس کے لئے کھل گئے۔ (۱)

ارشاد بالا سن کر ایک صحابی نے اپنی تلوار کا نیام توڑ دیا اور پھر دشمنوں کی صف میں گھس گئے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب ثبوت الجنة للشهید)، وأحمد ١٩٥٥٥/٧، والترمذی، وابن حبان ٤٦١٧، والحاکم ٢٣٨٨/٢، وکذا فی البیهقی ٤٤/٩۔

راوی حدیث حضرت ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ان کا نام عمرو یا عامر ہے، ان کے بھائی ابوبردۃ ہیں، یہ دونوں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، تابعین میں سے ہیں اور اسماء

الرجال والوں کے نزدیک ثقات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ان سے بخاری ومسلم کے علاوہ اصحاب السنن نے روایات نقل کی ہے۔
وفات: ۱۰۶ھ میں دار فانی کو خیر باد کہا۔

(۱) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۵۶/۳ وکذا الیضاح المشکوۃ

اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کی آگ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی

(۱۳۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَبْسٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ جَبْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ﴾. (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں اور پھر انہیں جہنم کی آگ بھی چھوئے۔'' (بخاری)

لغات: ❖عبد: آدمی، غلام جمع عبید، عباد وعبدۃ. عبد (ن) عبادۃً وعبودۃً وعبودیۃً ومعبداً ومعبدۃً. اللہ: اللہ کی عبادت کرنا۔ایک جاننا، خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خضوع کرنا، پرستش کرنا،

تشریح: مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ ''کسی بندے کا قدم خاک آلود نہیں ہوتا۔'' مطلب یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ میں چلتے ہوئے جب گرد وغبار پاؤں میں لگ جائے تو اس کی وجہ سے جہنم کی آگ سے حفاظت ہوجاتی ہے تو اس سے مقصد کیا ہے اور نفس جہاد کا ثواب اور جو شخص جہاد کرنے والا ہے تو اس کا اجر وثواب کیا ہوگا؟ (۱)

نوٹ: ''فی سبیل اللہ'' کے لفظ میں جہاں پر مجاہد بھی داخل ہے وہاں پر طالب علم بھی، حج کے قافلے بھی اور دین کے پھیلانے والے بھی سب ہی کو یہ لفظ شامل ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله). و أحمد ۱۰۹۳۵/۵، والترمذی، والنسائی، وکذافی البیهقی ۱۶۲/۹۔

راوی حدیث حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر کے مختصر حالات:

نام: عبدالرحمٰن، کنیت: ابوعبس، ان کی کنیت ان کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ پورا نام: عبدالرحمٰن بن جبر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدہ انصاری ہیں، بدری صحابی ہیں، بڑے فضیلت والے ہیں۔
وفات: ان کی وفات ۳۴ھ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی اور انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔
مرویات: ان سے پانچ روایات مروی ہیں، ایک بخاری میں ہے اور باقی ترمذی ونسائی وغیرہ میں ہے۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۹۹/۳ (۲) نزہۃ المتقین

اللہ کے خوف سے رونے والا جہنم میں نہیں جائے گا

(١٣٠٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ يَلِجُ النَّارَرَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَاللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلاَ يَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍغُبَارٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ﴾. (رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور کسی آدمی پر اللہ کے راستے کا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا۔''

لغات: ❖ بکی (ض) بکاءً بُکیً: رونا: صفت: باکٍ جمع بکاۃ. مونث باکیۃ جمع باکیات وبواک. بکی بکّی. المیت: میت پررونا۔ تباکی: رونے کی صورت بنانا، بہ تکلف رونا۔ البکاء والبکی: بہت رونے والا۔ التبکاء و التبکاء: گریہ یا کثرت گریہ،المَبکی: رونے کی جگہ جمع مباکی.

تشریح: لاَ یَلِجُ النَّارَ: ''داخل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے۔'' یہ اس وقت جملہ استعمال کیا جاتا ہے جب کہ وہ کام محال ہو کہ جس طرح دودھ نکلنے کے بعد تھنوں میں جانا مشکل ہے تو اسی طرح اللہ کے خوف سے رونے والے کے لئے جہنم میں جانا مشکل ہے۔ (۱)

اسی طرح سے وہ شخص جس پر گرد وغبار لگ جائے اللہ کے راستے میں تو اس کا بھی جہنم میں جانا مشکل ہے۔ حدیث میں لفظ ''دخان'' کا استعمال کیا جارہا ہے کہ جہنم جانا تو بہت دور کی بات ہے جہنم کی آگ کا دھواں جو دور تک پہنچتا ہے وہ بھی اس کو نہیں پہنچ پائے گا۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الغبارفی سبيل الله).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے

(١٣٠٥) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

”عَيْنَانِ لَا تَمُسُّهَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: دو آنکھیں ہیں جن کو آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری۔“ (ترمذی اور صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

لغات: ❖ باتت: (ض، س) بيتاً وبياتاً وبيتوتةً ومبيتاً ومباتاً. في المكان: شب باشی کرنا فلانا کسی کے پاس رات میں آنا۔ اباته: شب باشی کرانا۔ البيت: جمع بيوت وابيات.

تشریح: حدیث بالا میں دو قسم کے شخصوں کو جہنم سے برأت دی جارہی ہے۔

① جو اللہ کی عظمت و جلال اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے روئے، اگرچہ معمولی سا ہی روئے۔ ② اللہ کے راستے میں نکلنے والے لوگوں کا پہرہ دینے والا شخص۔

ان دونوں کے لئے جہنم کی آگ سے خلاصی کا اعلان کیا جارہا ہے بشرطیکہ یہ کام اخلاص نیت سے کیا گیا ہو۔

تخریج حدیث: سنن الترمذي ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء في فضل الحرس في سبيل الله)، وله شاهد في مسند أحمد ۱۷۲۱۱/۶، والدارمي ۲۰۳/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جس نے غازی کی مدد کی گویا کہ اس نے خود جہاد کیا

(۱۳۰۶) ﴿وَعَنْ زَيْدِبْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَنْ جَهَّزَ غَازِيًافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْغَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًافِيْ أَهْلِهِ بِخَيْرٍفَقَدْغَزَا﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں تیار کیا تو گویا اس نے خود غزوہ کیا اور جس آدمی نے کسی غازی کے اہل و عیال پر بھلائی کے ساتھ نگرانی کی اس نے بھی یقیناً جہاد کیا۔“

لغات: ❖ جهز يجهز تجهيزا بمعنی سامان تیار کرنا۔ غزا يغزوا غزوا بمعنی جہاد کے لئے نکلنا۔

تشریح: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا: جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ کے لئے تیار کیا تو گویا اس نے خود جہاد

کیا کیونکہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ "نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا ایسا ہے کہ گویا کہ وہ خود کرنے والا ہے۔"

اسی طرح جو لوگ اللہ کے راستے میں نکلے ہوں تو جو شخص پیچھے ان کے گھر بار کی نگرانی اور ان کے اہل وعیال کی پرورش اور ان کی دیکھ بھال کرے گا تو اس کو بھی اللہ کے راستے میں نکلنے والوں کی طرح اجر وثواب ملے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب فضل من جهز غازيا اوخلفه بخير)، وصحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل اعانة الغازى).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۷۹) کے میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۳/۳۰۷

سب سے افضل صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ کا انتظام کرنا ہے

(۱۳۰۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، أَوْمَنِیْحَۃُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، أَوْطَرُوْقَۃُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾

(رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: "حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقات میں سے سب سے افضل صدقہ اللہ کی راہ میں سایہ دار خیمہ لگانا ہے، یا اللہ کی راہ میں کسی خادم کا عطیہ دینا ہے، یا جوان اونٹنی اللہ کی راہ میں دینا ہے۔" (ترمذی، اور امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ ظلّ: جمع اظلال بمعنی سایہ، ظلل تظليلا بمعنی سایہ ڈالنا، سایہ فگن ہونا۔ تظلل واستظل: سایہ حاصل کرنا، ظلة سایہ بان جمع ظللٌ.

تشریح: ظِلُّ فُسْطَاطٍ: "سایہ دار خیمہ۔" اس سے مراد ایسا خیمہ ہے جس کے سائے سے مجاہد کو آرام وسکون حاصل ہو۔
وَمَنِیْحَۃُ خَادِمٍ: "خادم کا عطیہ دے۔" اس سے مراد بھی ایسا خادم ہے جو مجاہد کی خدمت اور اس کی مدد واعانت کرے۔
وَطَرُوْقَۃُ فَحْلٍ: "طروقہ" جوان اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو اور "فحل" کہتے ہیں طاقت ور اونٹ۔ اس سے مراد بھی یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے مجاہد کو راحت، قوت یا خوراک وغیرہ حاصل ہو اور پھر مجاہد خوب یکسوئی سے اپنا کام کر سکے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذي ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الخدمة فی سبيل الله) واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللہ کے راستے میں نکلنے والے کی مدد کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے

(۱۳۰۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ فَتًى مِنْ اَسْلَمَ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّیْ أُرِیْدُ الْغَزْوَ وَلَیْسَ مَعِيَ مَا أَتَجَهَّزُبِهٖ. قَالَ: "إِئْتِ فُلَانًا فَإِنَّهٗ كَانَ قَدْتَجَهَّزَ فَمَرِضَ" فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ: أَعْطِنِی الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ قَالَ: يَافُلَانَةُ، أَعْطِيْهِ الَّذِیْ كُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهٖ، وَلَا تَحْبِسِیْ عَنْهُ شَيْئًا، فَوَ اللّٰهِ لَا تَحْبِسِیْ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكُ لَكِ فِيْهِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسلم قبیلے کے ایک نوجوان نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس سامان جہاد نہیں جن کے ذریعے سے جہاد کا ساز وسامان تیار کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے جہاد کی تیاری کی لیکن وہ بیمار ہوگیا، وہ نوجوان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا رسول اللہ ﷺ تم کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ سامان مجھے دے دو جو تم نے جہاد کے لئے تیار کیا ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا اے فلانی اس کو وہ سامان دے دو جس کے ساتھ میں نے جہاد کی تیاری کی تھی اور اس میں سے کوئی چیز مت روکنا اللہ کی قسم اس میں سے کوئی چیز مت روکنا تا کہ تمہارے لئے اس میں برکت ڈال دی جائے۔''

لغات: ❖ السلام: سلم (س) سلامة وسلاماً. من عیب او آفة: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمه۔ وسلم علیه: السلام علیک کہنا سلم بالامر: راضی ہونا،۔الیه: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔

تشریح: حدیث بالا سے علماء یہ استدلال کرتے ہیں کہ انسان اگر خود کسی وجہ سے جہاد وغیرہ پر نہیں جاسکتا تو وہ کسی جانے والے کو سامان مہیا کردے تو اس صورت میں بھی اس کو جہاد کا ثواب مل جائے گا۔

نیز یہ بھی حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی مدد کرنا یہ اس کے مال میں خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اگر اپنا مال کسی نیک کام میں خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے پس اس کو موقعہ نہ ملے تو اسے کسی نیک کام میں خرچ کرسکتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب اعانة الغازی).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللہ کے راستے میں جانے والے کی جانشینی کرنے والے کو بھی برابر کا ثواب ملتا ہے

(۱۳۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍالْخُدْرِیّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰى بَنِیْ لِحْيَانَ، فَقَالَ: "لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا، وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا﴾. (رواہ مسلم)

وَ فِیْ رِوَايَةٍ لَهُ: "لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ" ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: "أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِیْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ."

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی طرف جہاد کے لئے جب کہ وہ کافر تھے ایک دستہ بھیجا اور فرمایا: ہر دو آدمیوں سے ایک آدمی جہاد کے لئے جائے اجر ان دونوں کے درمیان ہوگا۔''

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی جہاد کے لئے گھر سے نکلے، پھر آپ ﷺ نے بیٹھنے والے کے لئے فرمایا: تم میں سے جو شخص جہاد میں جانے والے کے گھر والوں اور اس کے مال میں بھلائی کے ساتھ جانشینی کرے گا تو اس کو جہاد میں جانے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ (مسلم)

لغات: ❖ بعث: بعثت فيه: مبعوث ہونا، پیدا کیا ہوا، بھیجا ہوا، بعثه (ف) بعثاً و تبعاثاً: تنہا بھیجنا۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں گئے اور کچھ لوگ گھر کی اور ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کریں تو ان دونوں کو ثواب برابر کا ملے گا۔ پہلی روایت میں "اَلْاَجْرُ بَيْنَهُمَا" دوسری روایت میں "مِثْلُ نِصْفَ اَجْرِ الْخَارِجِ" کہ اجر ان دونوں کے درمیان ہوگا یا اجر نصف ملے گا۔

سوال: بظاہر دونوں روایات ایک دوسرے کی مخالف ہیں، پہلی میں ہے دونوں کو اجر پورا پورا ملے گا، جب کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے اجر سے آدھا آدھا دونوں کو ملے گا۔

پہلا جواب: بعض لوگوں نے دوسری حدیث میں لفظ نصف کو زائد قرار دیا ہے کہ شاید کسی راوی نے اپنی طرف سے اس کا اضافہ کر دیا ہے۔

دوسرا جواب: حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں دونوں کے مجموعی ثواب کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصے میں جو اجر و ثواب آئے گا وہی دوسرے کے حصے میں آئے گا اور یہ ایک حصہ پورے حصہ کے برابر ہوگا۔ [1]

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب اعانة الغازی)، و احمد ٤/١١٣٠١، وابوداؤد، وابن

حبان ۴۷۲۹، وکذا فی البیھقی ۹/ ۴۰ و۴۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری باب فضل من جہز غازیا اوخلفہ بخیر

پہلے اسلام قبول کرو پھر جہاد کرو

(۱۳۱۰) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: "أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ" فَاَسْلَمَ، ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَمِلَ قَلِيْلاً وَأُجِرَ كَثِيْراً﴾. (متفق علیه و هذا لفظ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا جو لوہے کے جنگی آلات میں ڈھکا ہوا تھا اس نے آکر کہا یا رسول اللہ! میں جہاد کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اسلام قبول کرو، پھر جہاد کرو۔ پس اس نے اسلام قبول کیا اور پھر وہ لڑا اور شہید ہوگیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا سا کیا اور ثواب بہت زیادہ پالیا۔'' (بخاری ومسلم۔ یہ الفاظ بخای کے ہیں)

لغات: ❖ الحدید: بمعنی لوہا۔ حد (نصر) حدا بمعنی دھار رکھنا، تیز کرنا، حد الاسلحة: ہتھیاروں پر پابندی لگانا، حد من کذا: روک لگانا، روک تھام کرنا۔

تشریح: اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ: ''پہلے اسلام قبول کرو، پھر جہاد کرو'' اس سے علماء فرماتے ہیں کہ اسلام اور ایمان لائے بغیر کسی عمل کی کوئی جزاء نہیں ملتی اس لئے آپ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ پہلے اسلام قبول کرو پھر اس کے بعد جہاد کرنا، اگر پہلے جہاد کروگے مر بھی جاؤ گے تب بھی جہنم میں جاؤ گے۔

عَمِلَ قَلِيْلاً وَأُجِرَ كَثِيْراً: ''عمل تھوڑا کیا اور اجر کا زیادہ مستحق ہوا'' بسا اوقات تھوڑے سے عمل پر اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے بہت زیادہ اجر وثواب عطاء فرمادیتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب عمل صالح قبل القتال)، وصحیح مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهید)، وابن حبان ۴۶۰۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/ ۳۰۲۔

دنیا میں آنے کی تمنا صرف شہید ہی کرے گا

(۱۳۱۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَاأَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَاوَلَهُ مَاعَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّاالشَّهِيْدُ، يَتَمَنّٰى أَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلُ عَشْرَمَرَّاتٍ؛لِمَايَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ" ﴾وَ فِیْ رِوَايَةٍ: "لِمَايَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ" (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: جنت میں جانے والا شخص ایسا نہیں جو دنیا میں لوٹنے کو پسند کرے ۱ اوراس کے لئے زمین میں کوئی چیز ہوسوائے شہید کے وہ آرزو کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے کیونکہ بزرگی کو وہ دیکھے گا۔''

ایک اور روایت میں ہے کیونکہ شہادت کی فضیلت کو وہ دیکھے گا۔ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الشهيد: جمع شهداء بمعنی اللہ کے راستہ میں جان دیدینا۔ شهدله بكذا: گواہی دینا، اقرار کرنا، شهد علىٰ: کسی کے خلاف گواہی دینا۔ شهادة: تصدیق، گواہی، ثبوت ج شهادات.

تشریح: مَا اَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا: جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس آئے۔ علماء اس حدیث کے دومطلب بیان کرتے ہیں کہ شہداء جوتمنی کریں گے دنیا میں آنے کا اس کا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ شہداء کہیں گے اے اللہ! تو دنیا میں ہم کو واپس لوٹادے تا کہ ہم پھراور زیادہ مستعدی اور جان نثاری سے تیری راہ میں جان قربان کریں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس کردے تا کہ دنیا میں جا کر تیرے ان انعامات واکرامات کا شکرادا کریں جس سے تو نے ہم کونوازا ہے اور یہ شکریہ اسی طرح ادا ہوسکے گا کہ ہم تیری راہ میں تیرے لئے پھر جان قربان کردیں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الجهاد (باب تمنى المجاهدان يرجع الى الدنيا)، وصحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل الشهادة فی سبيل الله تعالیٰ)، وأحمد ٤/١٢٢٧٥، والنسائی، و ابن حبان ٤٦٦٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح۔ مرقاۃ

حقوق العباد کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

(۱۳۱۲) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: "يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: "اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ"

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سوائے قرض کے شہید کی ہر غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

اور ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کی راہ میں شہادت ہر چیز کا کفارہ بن جاتی ہے، سوائے قرض کے۔

لغات: ❖ کفر (ن) کفراً و کفراً الشیء: چھپانا، کہا جاتا ہے کفر درعه بثوبه: اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا (کفرا و کفرا و کفوراً و کفراناً) ایمان کی ضد بالخالق: نفی کرنا (کفراً و کفوراً و کفراناً) ناشکری کرنا بکذا: بیزار ہونا۔

تشریح: محدثین عظام حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس میں "الّا الدَین" سے مراد بقول علامہ تورپشتی صرف قرض نہیں ہے بلکہ مراد حقوق العباد ہے۔ اب حدیث بالا کا مطلب یہ ہوا کہ شہید کے تمام گناہ جو حقوق اللہ کی قبیل سے ہوں سب معاف ہو جاتے ہیں مگر جو حقوق العباد کی قبیل سے ہو، وہ معاف نہیں ہوتے۔ اور حقوق العباد خواہ مالی ہو یا غیر مالی۔ مالی مثلاً کسی کا مال لے لیا وغیرہ یا غیر مالی کسی کی غیبت وغیرہ کر لی۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) کذا فی مظاہر حق

شہید کے قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

(۱۳۱۳) وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْهِمْ، فَذَكَرَ أَنَّ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ! إِنْ قُتِلْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ، مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ! وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ

ذٰلِکَ" ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا تمام عملوں میں افضل عمل ہے، پس ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہوجاؤں تو کیا مجھ سے میری خطائیں معاف کردی جائیں گی؟ تو اس سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اگر تو اللہ کی راہ میں شہید ہوگیا جب کہ تو ثابت قدم رہنے والا ہو، ثواب کی نیت رکھنے والا، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو، نہ کہ پیچھے ہٹنے والا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے کیسے کہا تھا؟ اس نے سوال دہرایا اور کہا کہ فرمایئے اگر میں اللہ کے راستے میں شہید ہوجاؤں تو کیا مجھ سے میری غلطیاں معاف کردی جائیں گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب کہ تم ثابت قدمی اور صحیح نیت کے ساتھ آگے بڑھ کر لڑنے والے ہو، پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے نہ ہو، قرض معاف نہیں ہوگا اس لئے کہ جبرائیل امین نے مجھ کو یہ بتلایا ہے۔" (مسلم)

لغات: ❖ الجهاد: جاهد مجاهدة وجهاداً: پوری طاقت صرف کرنا۔ الجهاد (مصدر) دین کی حفاظت اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جنگ۔

تشریح: اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ "کیا میرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے" (اگر میں شہید ہوگیا)؟ شہادت ہی اللہ کے حضور میں اور اس کی راہ میں بندے کے جذبہ عبودیت اور بندگی اور کمال ایثار وقربانی کا سب سے بڑا مظہر ہے جس سے اللہ بہت ہی زیادہ خوش ہوتے ہیں اور بطور انعام کے اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

فَاِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ: جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ بتلایا ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ قرض معاف نہیں ہوتا، اس سے فرض اور حقوق العباد مراد ہیں جس کی قدرت رکھنے کے باوجود اس نے اس کی ادائیگی نہ کی ہو لیکن اگر اس کا اپنا ارادہ ادائیگی کا تھا مگر ادا نہ کرسکا اس شخص کے بارے میں امید خداوندی ہے کہ وہ اپنی طرف سے اس کے مخالف کو راضی فرمادیں گے، جیسے کہ دوسری احادیث میں آتا ہے۔[1]

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الامارة (باب من قتل فى سبيل الله كفرت خطاياه الا الدين). والامام مالك فى مؤطئه ١٠٠٣، وأحمد فى مسنده ٢٢٦٤٨/٨، والترمذي، والنسائى، والدارمى ٢٠٧/٢، وابن حبان ٤٦٥٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ (حارث) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) نزہۃ المتقین

صحابی کا جذبہ شہادت

(١٣١٤) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: أَيْنَ أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: "فِي الْجَنَّةِ" فَأَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں شہید کر دیا گیا تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں۔ تو اس نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں، پھر کفار سے لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ تمرات: تمرة کی جمع ہے بمعنی کھجور۔ اور اسم جمع تمر ہے۔ فالقی: ڈالدیا۔ انعال سے متعدی اور سمع سے لقی بمعنی ملاقات کرنا، ملنا۔

تشریح: اَيْنَ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ "میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟'' علماء فرماتے ہیں کہ اچھے عمل کے انجام کے متعلق سوال کرنا مستحب ہے کہ اس عمل پر مجھ کو کیا ملے گا۔

فِي الْجَنَّةِ: "جنت میں۔'' مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ یہ جنتی ہے یا اس کے اخلاص کو دیکھ کر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهيد)، وأحمد ٥/١٤٣١٨، والنسائی، وابن حبان ٤٦٥٣، وكذافي البيهقي ٩/٤٣ و ٩٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

غزوہ بدر میں ایک صحابی کی شہادت کی تمنا

(١٣١٥) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوْا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ، وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقْدِمَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهٗ" فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" قَالَ: يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحَمَّامِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: بَخٍ بَخٍ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَایَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ بَخٍ بَخٍ؟" قَالَ: لَا وَ اللّٰهِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّارَجَاءَ أَنْ أَکُوْنَ مِنْ أَهْلِهَا، قَالَ: "فَاِنَّکَ مِنْ أَهْلِهَا" فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهٖ، فَجَعَلَ یَأْکُلُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حُیِیْتُ حَتّٰی آکُلَ تَمَرَاتِیْ هٰذِهٖ إِنَّهَالَحَیَاةٌ طَوِیْلَةٌ! فَرَمٰی بِمَاکَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمَرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰی قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِم. "اَلْقَرَنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ: هُوَ جعبة النشاب.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ چلے یہاں تک کہ وہ مشرکین سے پہلے بدر (مقام) پر پہنچ گئے۔ مشرکین بھی آ گئے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی پیش قدمی نہ کرے یہاں تک کہ میں خود اس کے بارے میں کچھ کہوں یا کروں۔ پس مشرکین قریب ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس جنت کی طرف اٹھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سن کر عمیر بن حمام انصاری کہنے لگے یا رسول اللہ! جنت کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس نے کہا واہ واہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے واہ، واہ پر آمادہ کیا؟ اس نے کہا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! اس امید کے سواء اور کوئی بات نہیں کہ میں اس جنت میں جانے والوں میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم بھی جنت میں جانے والوں میں سے ہو۔ پس انہوں نے اپنے ترکش میں سے چند کھجوریں نکالیں ان کو کھانا شروع کر دیا پھر فرمایا: میں اپنی یہ چند کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو یہ زندگی تو لمبی ہوگی، پس جو کھجوریں ان کے پاس تھیں ان کو اس نے پھینک دیا، پھر ان مشرکین سے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔'' (مسلم)

القرن: (قاف اور راء پر زبر) بمعنی: ترکش۔

لغات: ❖ دونه: دون: بمعنی: نیچے، کہا جاتا ہے "هو دونه" وہ اس سے مرتبہ میں کم ہے، آگے، کہا جاتا ہے "مشی دونه" وہ اس کے آگے چلا، و بمعنی غیر، کہا جاتا ہے ''من دون ان یفعل'' بغیر کرنے کے، الدون: گھٹیا، حقیر کم مرتبہ۔

تشریح: قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ " کھڑے ہو جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے۔''

سوال: کیا جنت کا عرض اتنا ہی ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے؟

جواب: قرآن انسان کی عقل اور فہم کو سامنے رکھتے ہوئے کلام کرتا ہے، انسانی عقل اس سے زیادہ وسیع و عریض چیز کو نہیں جانتی، اس لئے اس کے ساتھ ہی تشبیہ دے دی گئی ہے ورنہ جنت کا عرض اس زمین و آسمان کے فاصلہ سے بہت زیادہ ہوگا۔

مَا یَحمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ: بَخٍ بَخٍ: ''کس چیز نے تم کو واہ، واہ کہنے پر مجبور کیا۔'' آپ ﷺ نے سوال کیا کہ تم نے یہ جملہ بے اختیاری طور سے زبان سے نکالا ہے، یا کسی بات پر استہزاء کا اظہار کیا ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ اس بشارت پر جو آپ ﷺ نے جنت کی دی ہے۔ حدیث بالا میں حضرت عمیر بن حمام کا جذبہ آخرت اور شوق جنت کا تذکرہ ہے کہ اس جذبہ اور شوق نے ان کو دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهيد)، وأحمد ٤/١٢٤٠١، وابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ستر قراء کی شہادت

(١٣١٦) ﴿وَعَنهُ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُعَلِّمُونَا الْقُرآنَ وَالسُّنَّةَ، فَبَعَثَ اِلَيهِم سَبْعِينَ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمْ: اَلْقُرَّاءُ، فِيهِمْ خَالِيْ حَرَامٌ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرآنَ، وَيَتَدَارَسُوْنَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ، وَكَانُوْابِالنَّهَارِيُجِيئُوْنَ بِالْمَاءِ، فَيَضَعُوْنَهُ فِيْ الْمَسْجِدِ، وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيعُوْنَهُ، وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لأَهْلِ الصُّفَّةِ، وَلِلْفُقَرَاءِ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ أنْ يَبْلُغُوْا الْمَكَانَ، فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَاعَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّاوَأَتَى رَجُلٌ حَرَاماًخَالَ أَنَسٍ مِنْ خَلْفِهِ، فَطَعَنَهُ بِرُمْحٍ حَتّٰى أَنْفَذَهُ، فَقَالَ حَرَامٌ: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْاوَإِنَّهُمْ قَالُوْا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا﴾ (متفق عليه) و هذا لفظ مسلم.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں۔ پس آپ ﷺ نے انصار میں سے ستر آدمی ان کی طرف بھیجے جن کو قراء کہا جاتا تھا، اس میں میرے ماموں حضرت حرام بھی تھے، یہ سب حضرات قرآن پڑھتے تھے، رات کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے میں گزارتے اور اسے سیکھتے، دن کو یہ لوگ پانی لاتے اور اسے مسجد میں رکھتے اور لکڑیاں جمع کر کے لاتے اور ان کو فروخت کرتے اور اس سے اہل صفہ اور فقراء کے لئے کھانا خریدتے تھے۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے بھیج دیا۔''

پس ان کو لے جانے والے ان کے دشمن ہوگئے اور ان کو منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی شہید کر دیا،

شہادت سے پہلے انہوں نے کہا اے اللہ! ہمارے نبی کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچادے کہ ہماری ملاقات تجھ سے ہوگئی ہے اور ہم تجھ سے راضی ہوگئے ہیں اور تو ہم سے راضی ہوگیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام کے پاس ان کے پیچھے سے ایک آدمی آیا اور نیزہ ان کو گھونپ دیا یہاں تک کہ وہ ان کے بدن سے آر پار ہوگیا۔ حضرت حرام نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارے بھائیوں کو شہید کردیا گیا اور انہوں نے یہ کہا اے اللہ! ہمارے نبی کو یہ بات پہنچادے کہ ہماری تجھ سے ملاقات ہوگئی ہے اور ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہوگیا ہے۔
(بخاری ومسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

لغات: ❖ بعث: بعثت فیه: مبعوث ہونا، پیدا کیا ہوا، بھیجا ہوا، بعثه (ف) بعثاً و تبعاثاً: تنہا بھیجنا۔

تشریح: جَاءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس کے سردار کا نام ابوبراء بن ملاعب الاسنہ تھا۔ خَالِيْ حَرَامٌ: ''میرے ماموں بھی تھے'' جن کا نام حرام بن ملحان تھا۔ فَعَرَضُوْا لَهُمْ: ''لے جانے والے ان کے دشمن ہوگئے۔''

لے جانے والوں نے اور ساتھ میں عصیہ اور سلیم اور رعل قبائل والوں نے ان کو شہید کردیا، ان کی تعداد ستر تھی، شہید ہونے والے اصحاب الصفہ میں سے تھے، یہ وہ لوگ تھے جو شب و روز آپ ﷺ کی صحبت میں رہ کر آپ ﷺ کے ارشادات کو سنتے اور دین کا علم حاصل کرتے تھے، ان کے معاش کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، صرف اللہ کی ذات پر توکل و اعتماد ان کا ہوتا تھا۔
(اس مضمون پر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ''اصحاب صفہ'' ہے جو مکتبہ دار العلوم سے مطبوعہ ہے)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من ینکب او یطعن فی سبیل الله)، و صحیح مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهید)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حضرت انس بن نضر کی بہادری اور ان کی شہادت

(۱۳۱۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ أَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيُرِيَنَّ اللّٰهُ مَاأَصْنَعُ. فَلَمَّاكَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّاصَنَعَ هٰؤُلَاءِ. يَعْنِيْ

أَصْحَابَهُ. وَأبرأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هؤُلاءِ. يَعْنِي الْمُشْرِكِينَ. ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُبْنُ مُعَاذٍفَقَالَ يَاسَعْدَبْنَ مُعَاذٍالْجَنَّةَوَرَبّ النَّضرِ، إِنِّي أَجِدُرِيحَهَامِنْ دُوْنِ اُحُدٍ! قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاصَنَعَ! قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَافِيْهِ بِضْعاًوَثَمَانِيْنَ ضَرْبَةًبِالسَّيْفِ أَوْطَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْرَمْيَةً بِسَهْمٍ، وَ وَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ، فَمَاعَرَفَهُ أَحَدٌإِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُرَى ـ أَوْ نَظُنُّ ـ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهِ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْامَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ اِلَى آخِرِهَا﴾. (متفق عليه و قد سبق في باب المجاهدة)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر کی لڑائی سے غیر حاضر رہے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! پہلی لڑائی جو آپ نے مشرکین سے کی، میں اس میں غیر حاضر رہا، اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے ساتھ لڑائی کا موقع دیا تو ضرور اللہ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں، پس جب احد کی لڑائی کا دن آیا، مسلمان منتشر ہوگئے تو انہوں نے کہا اے اللہ! میں تیری طرف اس کام سے معذرت چاہتا ہوں جو ان لوگوں نے (صحابہ) نے کیا ہے۔ اور تیرے سامنے اس کام سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو ان مشرکوں نے کیا ہے، پھر آگے بڑھے۔''

پس ان کا سامنا حضرت سعد بن معاذ سے ہوا تو انہوں نے فرمایا: اے سعد بن معاذ! نضر کے رب کی قسم! جنت یقیناً احد کے پہاڑ کے ورے ہے، میں اس کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ پس سعد نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! جو کچھ انہوں نے کہا ہے میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم نے ان کے جسم پر تلوار کے اسی نشانات پائے یا نیزے کے زخم یا تیر کے نشان پائے۔ اور ہم نے انہیں شہید ہونے کی حالت میں پایا اور مشرکین نے ان کا مثلہ کر کے ان کی شکل وصورت بگاڑ دی تھی، پس انہیں ان کی بہن کے سواء کوئی پہچان نہ سکا، انہوں نے بھی اسے انگلیوں کے پورے سے پہچانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سمجھتے یا خیال کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت نضر اور ان جیسے آدمیوں کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔ رِجَالٌ صَدَقُوْامَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ. ''کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو پورا کردیا جو اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔'' (مسلم باب مجاہدہ میں یہ روایت گذر چکی ہے)

لغات: ❖ نظنه: الظن: گمان اور شک ویقین کے معنی میں بھی مستعمل ہے جمع ظنون جمع الجمع اظانين. ظن (ن) ظنا: جاننا اور یقین کرنا، ظنه و اظنه و اِظنه و اظطنه، بکذا: تہمت لگانا اظنه الشيء: وہم میں ڈالنا۔ اظن فيه الناس: تہمت

کے لئے پیش کرنا۔

تشریح: یہ حدیث ''باب المجاہدہ'' میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کو دوبارہ یہاں پر ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت انس بن نضر کے جذبہ جہاد کا بیان ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا کسی نیکی کا ارادہ ہو تو اس بارے میں وہ لمبے چوڑے دعوے نہ کرے بلکہ وقت آنے پر اپنے عزم کے مطابق اپنی پوری طاقت سے اس کو کر گزرے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب قول الله تعالیٰ "من المؤمنين رجال الخ) وصحیح مسلم کتاب الامارة (باب ثبوت الجنة للشهيد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ایک خواب

(۱۳۱۸) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، فَصَعِدَ ابِيَ الشَّجَرَةَ، فَأَدْ خَلَانِيْ دَاراً هِيَ أَحْسَنُ وَ أَفْضَلُ، لَمْ أَرَقَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَّاهٰذِهِ الدَّارُفَدَارُالشُّهَدَاءِ﴾. رواه البخاري وهوبعض من حديث طويل فيه انواع العلم سيأتي في باب تحريم الكذب إن شاء الله تعالىٰ.

ترجمہ: ''حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور وہ درخت پر چڑھے، پھر مجھے انہوں نے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو بہت خوب صورت اور اعلیٰ بنا ہوا تھا، میں نے اس سے زیادہ خوب صورت گھر کبھی نہیں دیکھا۔ دونوں نے کہا یہ گھر شہداء کا ہے۔ (بخاری) یہ طویل روایت کا حصہ ہے جس میں علم کی کئی قسمیں ہیں، وہ ''باب تحریم الکذب'' میں مزید انشاء اللہ آئے گی۔''

لغات: ❖ دار: بمعنی گھر، مکان، جمع ديار، دور، ادور. دار (ن) دورًا بمعنی گھومنا، چکر لگانا۔ فصعد: صعد يصعد (ف) صعدًا معنی چڑھنا، بلند ہونا۔

تشریح: رَأَيْتُ: میں نے خواب میں دیکھا۔ رَجُلَيْنِ: اس سے مراد حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں۔ جو انسانی صورت میں آئے تھے۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1. فرشتے اپنی صورتیں، شکلیں بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔
2. انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے۔

❸ شہداء کی فضیلت کا ذکر ہے،
نیز اوران کی اس عظمت کا ذکر ہے جوان کو اللہ نے دی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجنائزهذاحدیث جزء من حدیث طویل. وأحمد فی مسنده ۲۰۱۱۵/۷، وابن حبان ٦٥٥، وکذا فی البیهقی ۸۷/۲، ۱۸۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳٦۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳۱۰/۳۔

حارثہ بن سراقہ جنت فردوس میں ہے

(۱۳۱۹) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَاتُحَدِّثُنِيْ عَنْ حَارِثَةَ، وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ؛فَإِنْ كَانَ فِيْ الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اِجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِيْ الْبُكَاءِ، فَقَالَ: "يَاأُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِيْ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام ربیع بنت براء یہ حارثہ بن سراقہ کی والدہ ہیں، مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں اور دریافت کیا آپ ﷺ سے کہ حارثہ بدر میں شہید ہو گئے تھے تو اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو پھر میں ان پر خوب رؤوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارثہ کی والدہ! وہ بے شک جنت کے باغات میں ہے اور یقیناً تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں پہنچ چکا ہے۔“ (بخاری)

تشریح: اِجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ: ”اگر وہ جنت کے علاوہ میں ہے تو میں اس پر خوب رؤوں گی۔“ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں رونے کو آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے، یہ حکم نوحہ کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ شروع میں نوحہ جائز تھا مگر بعد میں نوحہ کو حرام کر دیا گیا۔

وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى: ”تمہارا بیٹا تو جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں پہنچ گیا ہے۔“ سب سے بہترین جنت، جنت فردوس ہے، اس لئے روایت میں آتا ہے کہ جب تم جنت کا سوال کرو تو جنت فردوس کا سوال کرو۔ (۱)

نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا عمل اللہ جل شانہ کو بہت زیادہ پسند ہے، اسی لئے شہداء کے لئے وہ مقام دیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من اتاه سهم غرب فقتله)، و احمد فی مسنده

۱۲۲۵٤، وابن حبان ۹٥۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) رواہ البخاری

حضرت عبداللہ پر فرشتوں نے اپنے پروں سے سایہ کیا ہوا تھا

(۱۳۲۰) ﴿وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: جِیْءَ بِأَبِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْمُثِّلَ بِهٖ، فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهٖ فَنَهَانِیْ قَوْمٌ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَازَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس حال میں کہ ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ ان کی لاش آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی گئی، میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو کچھ لوگوں نے مجھے روک دیا، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے تمہارے والد کو اپنے پروں سے برابر سایہ کئے ہوئے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ فنهانی: نَهٰی: نهاه ينهاه نهيا. عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر "ناه" صفت مونث "ناهية" اور جس سے منع کریں اس کو منهی عنه کہتے ہیں اور النهية، النهی (مصدر)

تشریح: قَدْ مُثِّلَ بِهٖ: ''ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔'' مثلہ: کہتے ہیں ناک، کان، کاٹ دیے جائیں، آنکھیں وغیرہ نکال دی جائے، جس سے آدمی کی شکل وصورت بگڑ جائے۔

یہی حال کئی صحابہ کے ساتھ مشرکین نے بطور بغض وعناد کے کیا تھا، ان میں حضرت عبداللہ والد جابر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ اسلام نے مثلہ کرنے سے ممانعت فرمایا ہے اور فرمایا گیا کہ اگر کسی کو قتل بھی کیا جائے تو اس کی گردن ماری جائے مثلہ نہ کیا جائے۔ حضرت عبداللہ کی شکل وصورت تو مشرکین نے بگاڑ دی مگر اللہ کے نزدیک یہ ایسے مقرب بن گئے کہ فرشتے ان کو اپنے پروں سے مسلسل سایہ کئے ہوئے تھے۔

تخریج حدیث: صحيح بخاری كتاب الجهاد (باب ظل الملائكة على الشهيد)، وصحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة (باب فضائل عبدالله بن عمرو والد جابر رضي الله عنه)، وأحمد فی مسنده ٥/١٤١٩٠، والنسائی، ومصنف عبدالرزاق ٦٦٩٣، وابن حبان ٧٠٢١، وكذا فی البيهقی ٣/٤٠٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جو دل سے شہادت کی دعا مانگے اس کو شہادت کا درجہ مل جاتا ہے

(۱۳۲۱) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ تَعَالىٰ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهٖ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو سچے دل سے اللہ جل شانہ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کو شہداء کے مرتبوں پر پہنچادے گا اگرچہ اسے موت اپنے بستر پر ہی کیوں نہ آئے۔'' (مسلم)

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب الصدق" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ دوبارہ ذکر فرمارہے ہیں کہ اس میں شہادت کی تمنی اور دعا کرنے کا تذکرہ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب استحباب طلب الشهادة) و تقدم تخریجه فی باب الصدق.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

دل سے شہادت کے طالب کو شہادت کا مرتبہ مل جاتا ہے

(۱۳۲۲) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صِدْقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْلَمْ تُصِبْهُ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سچے دل سے شہادت کا طلب گار ہو تو اس کو یہ دے دی جاتی ہے، اگرچہ شہادت اسے حاصل نہ بھی ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ صدقا: صدق (ن) صدقا: بمعنی سچ کہنا، سچ بولنا، صدق فی وعده: وعدہ پورا کرنا، صدق علیه کذا: اس پر فلاں بات منطبق ہوتی ہے۔ تفعیل سے صدق دل سے ماننا وتصدیق کرنا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں اچھی نیت اور اچھے ارادے کا بیان ہے کہ آدمی خوب نیکی کے کاموں کا دل سے ارادہ کرے اور اگر وہ کچھ کر بھی نہ سکے تب بھی اس کو اس کا اجر ملے گا۔ دوسری روایت میں اسی کو فرمایا گیا: نِيَّةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ ''آدمی کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔'' کہ عمل تو تھوڑا ہی کرے گا مگر نیت تو خوب کرسکتا ہے اور اس نیت کے بقدر

اس کو اجروثواب بھی ملتا ہے۔ نیز حدیث بالا میں شہادت کی آرزو کرنے کی بھی ترغیب دی جارہی ہے کہ اگر سچے دل سے یہ آرزو کرے گا تو اس کو شہادت کا درجہ گھر بیٹھے بھی مل جائے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب استحباب طلب الشھادۃ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

شہید کو موت کی تکلیف چیونٹی کے کاٹنے کی طرح ہوتی ہے

(۱۳۲۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَایَجِدُ الشَّهِیْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَایَجِدُأَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ.﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید قتل سے اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔'' (ترمذی، امام ترمذي نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ القرصة: بمعنی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف، ڈنک مارنا، تکلیف دینا، قرصة بالاصابع: امثالھا: ایک مرتبہ کاٹنا، چٹکی بھرنا۔

تشریح: علامہ طیبی رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حدیث بالا میں اس شہید کا ذکر ہے جو اپنی جان دینے میں لذت محسوس کرتا ہے اور شہادت پر اس کا نفس خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔ (۱)

بعض دوسرے علماء نے دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ شہید کو موت کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں اور رحمتوں کی وجہ سے جو لذتیں ہوں گی اس کے مقابلہ میں موت کی تکلیف اس کو چیونٹی کے کاٹنے کے برابر محسوس ہوگی۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل المرابط)، و أحمد فی مسنده ۷۹۵۸/۳، و ابن ماجه، والدارمی ۲۴۰۸، و ابن حبان ٤٦٥٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ، حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) طیبی شرح مشکوۃ وکذا روضۃ المتقین ۳/۳۱۳

(۲) مظاہر حق ۳/۷۴۸

دشمنوں سے لڑنے کی تمنا مت کرو

(۱۳۲٤) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْهَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ: "أَیُّهَا النَّاسُ لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْئَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ، فَإِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ" ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، وَمُجْرِیَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ! اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض ان دنوں میں جب آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا، پھر آپ ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر فرمایا: اے لوگوں! دشمن سے لڑنے کی تمنی نہ کرو اور اللہ جل شانہ سے عافیت مانگو مگر جب دشمن سے مقابلہ ہوجائے تو صبر کرو اور یقین سے جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے چھاؤں میں ہے۔ پھر فرمایا: اللھم منزل الکتاب الخ. اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست دے دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ العدو: بمعنی دشمن جمع اعداء جمع الجمع اعادٍ، العادی: دشمن، ظالم، حد سے بڑھنے والا، چور۔

تشریح: حدیث بالا ''باب الصبر'' میں گذرچکی ہے یہاں کو دوبارہ ذکر کی گئی ہے کہ اس میں تلوار کے سایہ میں جنت کا راستہ بتایا گیا ہے، نیز حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے لڑائی کی تمنی نہیں کرنا چاہئے تاہم اگر لڑائی ہوجائے تو پھر فرار بھی اختیار نہیں کرنا چاہئے ثابت قدمی کا ثبوت ضروری ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب لاتمنوالقاء العدو)، وصحیح مسلم کتاب الجهاد (باب کراهیة تمنی لقاء العدو) تقدم تخریجه فی باب الصبر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

میدان جنگ میں دعا قبول ہوتی ہے

(۱۳۲۵) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "ثِنْتَانِ لَاتُرَدَّانِ، أَوْقَلَّمَا تُرَدَّانِ: اَلدُّعَاءُ عِنْدَالنِّدَاءِ وَعِنْدَالْبَأْسِ حِیْنَ یُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً﴾ (رواه ابوداؤد

باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا (یہ فرمایا) کم ہی رد کی جاتی ہیں: ① اذان کے وقت کی دعا، ② اور لڑائی کے وقت کی دعا جب کہ باہم گھمسان کا وقت ہو۔'' (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ الدعاء: دعا (ن) دعاءً ودعوی. ہ: پکارنا، رغبت کرنا، مدد طلب کرنا۔ ہ الی الامر: کسی کام کی طرف لے جانا، الدعاء (دعا کا مصدر) جمع ادعیة، الدعوة: پکار، قسم۔ الدعّاء: بہت دعا کرنے والا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی جنگ میں اسباب ظاہری سے زیادہ اللہ سے فتح ونصرت کی دعاء مانگنے کا اہتمام کرے اور اللہ کی طرف خوب متوجہ ہو اور دوران جنگ اللہ کی مدد واستعانت کو طلب کرتا رہے کہ اس وقت کی دعا بھی اللہ خوب قبول فرماتے ہیں، کبھی کسی دوسرے کی طرف توجہ اور دھیان نہ جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد كتاب الجهاد (باب الدعاء عند اللقاء)، والامام مالک فی مؤطئه: ١٥٥، والدارمی ١٢٠٠، وابن حبان ١٧٢٠، والحاكم ٧١٢/١، مصنف بن ابی شيبة ٢٢٤/١٠، وكذا فی البيهقی ٤١٠/١ واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کی غزوہ میں جاتے وقت کی دعا

(١٣٢٦) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَاغَزَاقَالَ: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِىْ وَنَصِيْرِىْ، بِكَ اَحُوْلُ، وَبِكَ أَصُوْلُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ﴾ (رواه ابو داؤد والترمذي وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ دعا فرماتے: اللهم انت عضدی الخ اے اللہ تو ہی میرا بازو ہے اور میرا مددگار ہے، تیری مدد سے ہی پھرتا ہوں اور تیری ہی توفیق سے میں دشمن پر حملہ کرتا ہوں اور لڑتا ہوں۔'' (ابوداؤد، ترمذی اور صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن درجہ کی ہے)

لغات: ❖ عضد: بمعنی بازو، ہاتھ، کہنی سے مونڈھے تک کا حصہ، جمع اعضاد وعضدٌ.

تشریح: حدیث بالا کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ ہر وقت میں اللہ ہی کی طرف توجہ و دھیان رکھنا چاہئے مگر خاص کر کے سختی کے اوقات میں جس میں لڑائی بھی شامل ہے خوب اللہ کی طرف توجہ کامل و اعتماد رکھنا چاہئے جیسے کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب مایدعی عنداللقاء)، وسنن الترمذی ابواب الدعوات (باب فی الدعاء اذاغزا)، واحمدفی مسنده ۴/۱۲۹۰۸، وابن حبان ۴۷۶۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

خوف کے وقت پڑھی جانے والی دعا

(۱۳۲۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّانَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ﴾ (رواه ابوداؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ”حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اللهم انانجعلک الخ ”اے اللہ ہم تجھ کو ہی ان کے مدمقابل قرار دیتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔“ (ابوداؤد نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ نحور: یہ جمع ہے نحر کی، بمعنی سینه، انتحر بمعنی خودکشی کرنا۔ نحر ینحر نحرًا بمعنی ذبح کرنا، نحر کرنا۔

تشریح: سختی اور خوف کے وقت میں دعائے بالا کا پڑھنا خوف اور سختی کو دور کرنے کے لئے بڑا ہی مجرب نسخہ ہے۔ آپ ﷺ اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام فرماتے رہتے اور بعد کے اکابرین کا بھی اس دعا کے پڑھنے کا معمول نقل کیا جاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الصلاة (باب یقول الرجل اذا خاف قوماً).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث اس سے پہلے گذر چکی ہے۔

گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی باندھی گئی ہے

(۱۳۲۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے بھلائی باندھ دی گئی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الخیر: اسم تفضیل کا صیغہ ''اخیر'' کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرۃ آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار وخیار: بہت نیکی والا، استخار استخارۃ: طلب خیر کرنا، اللہ: طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں کو جہاد کی نیت سے پالنا چاہئے۔ اس میں خیر اسی وقت تک ہے جب کہ اس کو صحیح نیت صحیح جذبہ کے ساتھ پالا جائے، اور اگر کسی غلط نیت اور غلط جذبہ کے ساتھ پالا جائے تو پھر اس میں خیر نہیں بلکہ اس سے شر وجود میں آئے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب الخيل معقودالخ)، وصحيح مسلم كتاب الامارة (باب الخيل في نواصيها الخير الى يوم القيامة)، والامام مالك في موطئه ١٠١٦، واحمد ٢/٤٦١٦، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٤٦٦٨، و كذافى البيهقى ٦/٣٢٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

گھوڑوں کی پیشانی میں بھلائی ہے

(۱۳۲۹) ﴿وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے بھلائی باندھی گئی ہے یعنی اجر اور غنیمت (مال)۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نواصی یہ جمع ہے ناصیۃ کی بمعنی پیشانی۔ معقود: یہ عقد سے بمعنی باندھا ہوا ہونا۔ عقد یعقد (ض) عقدًا معنی باندھنا۔

تشریح: نَوَاصِیْھَا: بمعنی: پیشانی۔ علماء فرماتے ہیں پیشانی سے صرف پیشانی مراد نہیں بلکہ اس کی ذات یعنی پورا گھوڑا مراد ہے۔ اللہ نے گھوڑے میں خیر رکھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے جہاد کیا جاتا ہے جس میں دنیا وآخرت کی خیر پوشیدہ ہے۔

اَلْاَجْرُ: بمعنی ثواب، آخرت میں ملنے والی چیز ہے۔ اَلْمَغْنَمُ: غنیمت، دنیا میں ہی اللہ عطاء فرمادیتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب الجهادماض مع البروالفاجر)، و صحيح مسلم

كتاب الامارة (باب الخيل في نواصيها الخير)، وأحمد في مسنده ١٩٣٧٢/٧، والترمذي والنسائي، وابن ماجه، والدارمي ٢٤٢٦۔

راوی حدیث حضرت عروۃ البارقی کے مختصر حالات:

نام: عروۃ، والد کا نام ابوجہد اسدی ہے، اور یہ قبیلہ بارق سے تعلق رکھتے تھے جو یمن میں ہے۔ حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا قاضی بنایا ہوا تھا، ان کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے، ان کی روایات زیادہ تر اہل کوفہ میں ہی پائی جاتی ہے۔

ابن مدینی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے عروہ اور ابوجہد ایک ہی آدمی ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عروہ یہ بیٹے ہیں اور ابوجہد یہ ان کے والد کا نام ہے۔[1]

مرویات: ان سے ۱۳ روایات منقول ہیں جن میں ایک پر بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (فتح الباری وغیرہ)

(۱) تقریب۔تہذیب التہذیب

قیامت کے دن گھوڑے کی ہر چیز تولی جائے گی

(۱۳۳۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ، وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ، فَاِنَّ شِبْعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِىْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ کے لئے گھوڑا پالا تو بے شک اس کی گھاس، اس کی سیرابی، اس کا پائخانہ اور اس کا پیشاب قیامت والے دن اس کے ترازو کے پلڑے میں رکھی جائے گی۔"

(بخاری)

لغات: ❖ فرس: بمعنی گھوڑا جمع افراس، فارس گھڑ سوار شہسوار جمع فرسان، فرس الرھان: بمعنی ریس کا گھوڑا، ریس میں شرط لگایا ہوا گھوڑا افراسۃ: گھوڑا سواری، شہسواری۔

تشریح: اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا: "اللہ پر ایمان لانے اور اس کے وعدے کو سچ جاننے کی وجہ سے۔" مطلب یہ ہے جس نے گھوڑے کو پالا اس میں اس کی نیت صرف اللہ جل شانہ کی خوشنودی ہو اور اللہ کے حکم کی فرمانبرداری ہو اور اللہ جل شانہ نے جس اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے اس کو سچا جانے۔

فَاِنَّ شِبْعَهٗ: "اس کا سیراب کرنا۔" اللہ جل شانہ اتنا خوش ہوتے ہیں کہ اس گھوڑے کی جتنی خدمت بھی وہ کرتا ہے ان

سب کا اس کو الگ الگ اجر دینے کا وعدہ فرمار ہے ہیں اور قیامت کے دن تمام ہی چیزوں کو اس کے میزان میں رکھ کر تولا جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من احتبس فرسا)، واحمدفی مسنده ۳/۸۸۷۵، والنسائی، وابن حبان ۴۶۷۳، والحاکم ۲/۲۴۵۶، وکذا فی البیهقی ۱۰/۱۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) وکذا فی روضۃ المتقین ۳/۳۱۸

ایک کا بدلہ سات سو گنا

(۱۳۳۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ، فَقَالَ: هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَکَ بِهَایَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ کُلُّهَامَخْطُوْمَةٌ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی مہار والی اونٹنی آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیرے لئے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ہوں گی جو تمام کی تمام مہار والی ہوں گی۔''

لغات: ❖ ناقة: بمعنی اونٹنی۔ ناقة مخطومة: لگام لگائی ہوئی اونٹنی۔ کل: یہ تاکید معنوی ہے، بمعنی سب، تمام۔

تشریح: مَخْطُوْمَةٌ: ''لگام ڈالی ہوئی۔'' حدیث بالا میں اخروی اجر وثواب کا ذکر کیا جارہا ہے جو اس کو آخرت میں ملے گا۔ علماء فرماتے ہیں ہر نیکی کا بدلہ اللہ جل شانہ کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سو گنا دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ عطاء فرماتے ہیں حدیث بالا میں بھی سات سو گنا کی خوش خبری دی جارہی ہے یہ مفہوم آیت قرآنیہ سے بھی ثابت ہوتا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَشَاءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ.﴾ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارة (باب فضل الصدقةفی سبیل الله وتضعیفها)، واحمد فی مسنده ۱۷۰۹۳۵، والنسائی، وا بن حبان ۴۶۴۹، والحاکم ۲/۲۴۴۹، وکذافی الدارمی ۲۴۰۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ بقرۃ آیت: ۲۶۱

طاقت تیراندازی میں ہے

(۱۳۳۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ حَمَّادٍوَیُقَالُ: اَبُوْسُعَادٍوَیُقَالُ: اَبُوْاَسَدٍوَیُقَالُ: اَبُوْعَامِرٍوَیُقَالُ: اَبُوْعَمْرٍو وَ یُقَالُ: اَبُوْالْاَسْوَدِوَیُقَالُ: اَبُوْعَبْسٍ. عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ ٍنِ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ: "وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ، أَلَااِنَّ الْقُوَّةَ اَلرَّمْیُ، أَلَااِنَّ الْقُوَّةَ اَلرَّمْیُ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوحماد اور بعض کے نزدیک ابوسعاد یا ابواسد یا ابوعامر یا ابوعمرو یا ابوالاسود یا ابوعبس عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: واعدوا لھم ما استطعتم الخ: تم ان کافروں کے مقابلے کے لئے تیاری کرو جس حد تک طاقت ہے، خبردار سن لو طاقت تیراندازی میں ہے، سن لو طاقت تیراندازی میں ہے سن لو طاقت تیراندازی میں ہے۔''

لغات: ❖ سمعت: سمع (س) سمعاً وسمعاً وسماعاً وسماعةً وسماعيةً ومسمعاً. الصوت: سننا۔ صفت (سامع) جمع سمّاع وسمعة وسامعون۔ اليه: کان لگانا، متوجہ ہونا۔ سمعه: سنانا، سمع به: عیوب کو پھیلانا، رسوا کرنا، بری باتیں سنانا اور گالی دینا۔ سمع بكذا: کسی کے متعلق کوئی چیز پھیلانا بفلان فی الناس: شہرت دینا۔

تشریح: اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَالرَّمْیُ: ''سن لو طاقت تیراندازی میں ہے۔'' علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں قرآن کی آیت: واعدوالھم ما استطعتم من قوۃ. یعنی تم کفار سے جنگ کے لئے طاقت وقوت کی جو چیز ہو اس کی تیاری کرو۔ آیت میں بھی قوۃ سے مراد رمی ہے اسی کی تفسیر آپ ﷺ نے حدیث بالا میں ارشاد فرمائی ہے۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے قوت سے مراد ہر وہ چیز فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے آدمی لڑائی میں طاقت وقوت حاصل کرتا ہو۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس جملہ کو دہرا کر اس کی اہمیت اور تاکید کو واضح فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی جس بات کی اہمیت کو بتانا مقصود ہوتا اس کا ذکر آپ ﷺ تین بار فرماتے تھے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل الرمی والحث عليه وذم من علمه ونسيه)، واحمد فی مسنده ۱۷۴۳۷/۶، وابوداؤد، وابن ماجه، والدارمی ۲۴۰۴، وابن حبان ۴۷۰۹، و الحاکم ۳۲۶۷/۲، وکذا فی البیهقی ۱۰/۱۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کہ عنقریب ملک فتح ہوں گے

(۱۳۳۳) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ أَرْضُوْنَ، وَ يَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعْجِزْ اَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ’’حضرت عقبہ بن عامر جہنی ہی سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا عنقریب تم پر زمین کے فتح کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہوجائے گا پس تم میں کوئی شخص بھی تیروں کے بارے میں کوتاہی نہ کرے۔‘‘

لغات: ❖ اسهمه: سهم کی جمع ہے بمعنی: تیر، حصہ۔ سهم ناریٌ: راکٹ نفذ (نصر) السهم نفوذا: تیر کا آر پار ہونا، معاملہ کا اختیار سے باہر ہونا، ساهمه: في شيء: قرعہ اندازی کرنا، ساهم. في العمل: حصہ لینا، شریک ہونا۔

تشریح: علماء حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی ہے کہ عنقریب بڑے بڑے ملک فتح ہوں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ نے روم اور فارس اور دوسرے ممالک پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

فَلَا يَعْجِزْ اَحَدُكُمْ اَنْ يَلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ: ’’پس تم میں سے کوئی شخص اپنے تیروں کے ساتھ کھیلنے (مشق) میں کوتاہی نہ کرے۔‘‘ محدثین اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب تم ملکوں کو فتح کر بھی چکو تب بھی تم تیراندازی کو نہ چھوڑ بیٹھنا اور اطمینان کر کے نہ بیٹھ جانا۔

حدیث بالا میں تیراندازی کو "یلھو" کھیل کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے کیونکہ کسی بھی چیز کی مشق صورت کے لحاظ سے کھیل ہی کے درجے میں سمجھی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ لوگوں کو تیراندازی کی مشق کی ترغیب دلانا مقصود ہے کیونکہ جب کسی چیز پر کھیل کا نام آجائے تو اس کی طرف طبیعت جلدی مائل ہوتی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل الرمى و الحث عليه)، وأحمد فى مسنده ١٧٤٣٨/٦، والترمذى، وابن حبان ٤٦٩٧، وكذا فى البيهقى ١٣/١٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۶۴۷۔

تیراندازی سیکھ کر بھول جائے تو وہ ہم میں سے نہیں

(۱۳۳٤) ﴿وَعَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُلِّمَ الرَّمْىَ، ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ

مِنَّا، أَوْ فَقَدْ عَصٰى﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تیراندازی سیکھی پھر اس کو چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں یا (یہ فرمایا) اس نے یقیناً نافرمانی کی۔“ (مسلم)

لغات: ❖ علم: حقیقت شیء کا ادراک، یقین و معرفت جمع علوم. العلامة: نشان، راستہ کا نشان جمع علام و علامات. العلام، و العُلام: مبالغہ کے صیغہ ہیں بمعنی بہت جاننے والا۔

تشریح: ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا: ”جس نے تیراندازی کو چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی تیر اندازی کو سیکھے ہی نہیں مگر جب سیکھ لے تو اب اس کو چھوڑے نہیں، سیکھ کر چھوڑ دینا یہ بہت برا ہے کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس نے تیراندازی میں کوئی برائی دیکھی ہے یا کوئی نقصان دیکھا ہے یا اس نے تیراندازی کے ساتھ استہزاء کیا ہے یہ سب چیزیں بری ہیں اس لئے سیکھنے کے بعد چھوڑنے کو منع کیا جارہا ہے۔ [1]

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب الامارة (باب فضل الرمى و الحث عليه)، واحمد فى مسنده ١٧٣٣٩/٦ باختلاف يسير.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) کذافی مظاہر حق ۳/۷۶۴۔

ایک تیر کی وجہ سے تین آدمی جنت میں جاتے ہیں

(١٣٣٥) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ، وَارْمُوْا، وَارْكَبُوْا، وَأَنْ تَرْمُوْا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوْا، وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَاعُلِّمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا" أَوْقَالَ: "كَفَرَهَا"﴾ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں: ① اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں بھلائی کی نیت کرے، ② تیر چلانے والے کو، ③ اور ترکش سے تیر نکال نکال کر دینے والے کو۔ تم تیر اندازی اور گھڑ سواری سیکھو، اور مجھے تمہارا تیراندازی کا سیکھنا گھڑ سواری کے سیکھنے سے زیادہ محبوب ہے اور جس

نے بے رغبتی کی وجہ سے تیراندازی سیکھنے کے بعد چھوڑ دیا تو اس نے نعمت کو چھوڑ دیا یا یہ فرمایا اس نے ایک نعمت کی ناشکری کی۔" (ابوداؤد)

لغات: ❖ کفرھا: کفر (ن) کفراً و کفراً الشیء: چھپانا، کہا جاتا ہے: کفردرعه بثوبه. اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا۔ کفرا و کفراً و کفوراً و کفراناً. ایمان کی ضد۔ بالخالق: نفی کرنا۔

تشریح: تیر کی اہمیت کو بیان کیا جارہا ہے کہ تیر ایک ہے مگر اس کے ذریعہ سے تین آدمی جنت میں پہنچ سکتے ہیں:

1. تیر بنانے والا جو صحیح جذبہ سے تیر بنائے،
2. تیر چلانے والا دشمنوں پر،
3. تیر کو پکڑانے والا۔

وَمُنْبِلَهُ: اس کے علماء نے کئی ترجمے کئے ہیں مثلاً وہ شخص جو تیر واپس لا کر دیتا ہے، یا وہ جو تیر کو پکڑاتا ہے، یا وہ جو اس کے لئے تیر تیار کرتا ہے۔

رَغْبَةً عَنْهُ: جہاد سے اعراض کرتے ہوئے یہ عمل کرے، اور اگر کسی عذر کی بناء پر کرے تو معافی کی امید ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب فی الرمی)، وأحمد فی مسنده ٦/١٧٣٣٧، والحاکم ٢/٢٤٦٧، والنسائی، و ابن ماجه، والدارمی ٢٤٠٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (١٠٢٠) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے

(١٣٣٦) ﴿وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ: "اِرْمُوْابَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِياً﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک ایسی جماعت پر سے گزر ہوا جو بطور مقابلہ تیراندازی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اولاد اسماعیل! تم تیراندازی کرو اس لئے کہ تمہارے باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) بھی تیرانداز تھے۔" (بخاری)

لغات: ❖ ارموا: رمی (ض) رمیا: بمعنی پھینکنا، ڈالنا، تیر چلانا، رمی بقذیفة: بم وغیرہ پھینکنا، رمی برصاص: گولی مارنا، رمی عنه: زائل کرنا، ہٹانا۔ رمی بکذا: الزام لگانا، عیب لگانا۔

تشریح: اِرْمُوْابَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ: "تیراندازی کرو، اے اولاد اسماعیل!" عربوں کو بنو اسماعیل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام، نبی کریم ﷺ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپ ﷺ بھی حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب التحریض علی الرمی) و أحمد ٥/١٦٥٢٨، وابن ماجه، والحاكم ٢/٢٤٦٥، ٢٤٦٦، وابن حبان ٤٦٩٣، وكذافي البيهقي ١٠/١٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۳/۳۲۳۔

تیر چلانے کا ثواب غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے

(١٣٣٧) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَلَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرَةٍ﴾ (رواه ابوداؤد، والترمذی وقال: حديث حسن صحيح).

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر چلایا پس اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔'' (ابوداؤد وترمذی، دونوں نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ سهم: تیر، حصہ: سهم ناریٌ. راکٹ نفد (نصر) السهم نفوذا: تیر کا آر پار ہونا، معاملہ کا اختیار سے باہر ہونا: ساهمه في شيء. قرعہ اندازی کرنا، ساهم في العمل: حصہ لینا، شریک ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں جہاد میں تیر چلانے کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ ایک تیر چلانے پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے آدمی کی تمنی یہ ہو کہ میں کثرت سے جہاد میں شرکت کروں اور وہاں پر خود تیر چلاؤں تاکہ خود غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے۔ (۱)

نیز ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جس نے تیر چلایا خواہ وہ تیر دشمن کو لگے یا نہ لگے ہر دو صورت میں اس کو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤدکتاب العتق باب (ای الرقاب افضل؟) وسنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل الله) احمد ٦/١٧٠١٧، ١٧٠٢١ وابن ماجه والحاكم وابن حبان ٤٦١٥ وكذافي البيهقي ١٠/٢٧٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۴۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۳۲۴

(۲) نقلہ السیوطی فی الجامع الکبیر، أنظر دلیل الفالحین ۴/۱۴۱

ایک کا بدلہ سات سو گنا تک ملتا ہے

(۱۳۳۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ یَحْیَ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کُتِبَ لَہٗ سَبْعُ مِائَۃِ ضِعْفٍ﴾ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابو یحیٰ خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے سات سو گنا اجر لکھا جاتا ہے۔'' (ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ کتب: (ن) کتابۃ: لکھنا، تصنیف کرنا، تحریر کرنا، نقش وغیرہ بنانا۔ کتب اللہ علیہ: فرض کرنا۔ کاتبہ مکاتبۃ: خط و کتابت کرنا۔ تکاتبوا: باہم مراسلت کرنا۔

تشریح: اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے پر فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ جو ایک روپیہ خرچ کرے تو اس کے بدلے میں کم از کم سات سو گنا زائد اجر ملے گا اور قرآن مجید میں آتا ہے:

وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَشَاءُ: [1] ''مزید اللہ جس کے لئے چاہے اور زیادہ اجر فرما دیں گے۔''

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب فضائل الجہاد (باب ماجاء فی فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)، و احمد ۷/۱۹۰۵۸، وابن حبان ۴۶۴۷، والحاکم ۲/۲۴۴۱۔

راوی حدیث حضرت ابو یحیٰ خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: خریم، والد کا نام فاتک الاسدی ہے اور ابو یحیٰ ان کی کنیت ہے۔ صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابی ہیں۔ اور ان کا تعلق شام سے تھا اور بعض نے ان کو اہل کوفہ میں شمار کیا ہے۔

مرویات: ان سے دس روایات منقول ہیں جو سنن میں موجود ہیں، بخاری اور مسلم نے ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۳۲۴

اللہ کے راستہ کا ایک دن کا روزہ ستر سال جہنم سے دور کر دیتا ہے

(۱۳۳۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰہُ بِذٰلِکَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِسَبْعِیْنَ خَرِیْفاً﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ اللہ کے راستہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ جل شانہ اس ایک دن کے بدلے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کے بقدر دور کر دیتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ روایت پہلے "باب الصوم" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کو دوبارہ یہاں پر اس لئے ذکر فرمارہے ہیں کہ اس میں اللہ کے راستہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

صاحب نزہۃ المتقین فرماتے ہیں یہاں پر مصنف دوبارہ اس حدیث کو اس لئے ذکر فرمارہے ہیں وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ میں تمام طاعات داخل ہیں اس میں جہاد ہے فی سبیل اللہ کا اطلاق سب پر کیا جاسکتا ہے صرف جہاد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری و صحیح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخذری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین۔

اللہ کے راستہ کا ایک دن کا روزہ زمین وآسمان کے فاصلے کے بقدر جہنم سے دور کر دیتا ہے

(۱۳۴۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَامَ یَوْمًافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِخَنْدَقاً کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ (رواہ الترمذی و قال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو

اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آسمان و زمین کے فاصلے کے بقدر خندق ڈال دیتے ہیں۔" (ترمذی اور صاحب ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ جعل (ف) جعل بمعنی بنانا، پیدا کرنا، صفت تبدیل کرنا، رکھنا، ڈالنا، گمان کرنا، مقرر کرنا۔ جعل الشیء عصریا: ماڈرن بنانا۔ جُعْلٌ و جعالۃٌ: مزدوری، حق محنت، فیس، انعام، کمیشن، محنتانہ۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک طرف تو اللہ کے راستے میں روزہ رکھنے کی فضیلت کو بیان کیا جارہا ہے کہ ایک روزہ رکھ لے تو جہنم سے اتنا دور ہو جائے گا جتنا زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔

حدیث بالا میں آرہا ہے کہ خندق کے بقدر دور ہو جائے گا، خندق سے عموماً کنایہ لیا جاتا ہے دوری کا کہ روزہ رکھنے سے وہ جہنم سے بہت دور کردیا جاتا ہے، اور پھر انسان کو سمجھانے کے لئے دوری کی مسافت زمین و آسمان کی درمیانی مسافت سے دیا گیا ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں یہاں "صوم" سے مراد روزہ نہیں بلکہ لغوی معنی یعنی روکنا ہے مطلب یہ ہے کہ جس نے ایک دن اپنے نفس کو جہاد کے لئے روکا تو اس کو جہنم سے بہت دور کردیا جاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد (باب ماجاء فی فضل الصوم فی سبیل الله)، واحمد ۳/۸۸۷٤، وكذا ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین۔

جس نے جہاد کے لئے نہ سوچا ہو تو وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرے گا

(۱۳٤۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ، وَلَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ بِغَزْوٍ، مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنَ النِّفَاقِ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس کے نفس نے جہاد کے بارے میں سوچا تو اس کی موت منافقت کی ایک خصلت پر ہوگی۔" (مسلم)

تشریح: مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ، وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ الخ: "جو اس حالت میں مرے کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ اس کے نفس نے جہاد کے لئے کبھی سوچا تو اس کی موت منافق کی خصلت پر ہوگی۔"

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ جو آدمی کسی نیک کام کی قدرت نہیں رکھتا تو کم از کم

اس کے کرنے کا ارادہ تو ضرور کرلے اور اگر نہ ظاہراً اس نے کیا اور نہ دل میں نیت کی تو یہ تو منافقوں کی علامت ہوتی ہے۔ اور یہ جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ (۱)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی عبادت کرنے کا ارادہ کرے، پھر کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو اس عبادت کے نہ کرنے کا جو وبال ہوتا ہے اتنا اس کو نہیں ہوگا جو بغیر نیت کے مرنے پر ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب ذم من مات ولم یغز)، وأحمد ۳/۸۸۷۴، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) شرح مسلم للنووی و دلیل الفالحین ۴/۱۴۴

نیت کے بقدر اجر ملتا ہے

(۱۳۴۲) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کُنَّامَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ، فَقَالَ: "إِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِلَرِجَالاًمَاسِرْتُمْ مَسِیْراًوَّلَاقَطَعْتُمْ وَادِیاًاِلَّاکَانُوْامَعَکُمْ، حَبَسَھُمُ الْمَرَضُ﴾

وفی روایۃ: "حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ" وفی روایۃ: "اِلَّا شَرَکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ" رواہ البخاری من روایۃ أنس، ورواہ مسلم من روایۃ جابر و اللفظ لہ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے جو سفر طے کیا اور جو وادی کو عبور کیا مگر تمہارے ساتھ ثواب میں شریک ہیں ان کو بیماری نے روک لیا ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے کہ عذر نے انہیں روک لیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ بخاری نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے اور مسلم نے اس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے یہاں الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغات: ❖ قطعتم: قطع (ف) قطعا: کاٹنا، کترنا، زخمی کرنا، منقطع کرنا، ختم کرنا۔ الرجاء: امید منقطع کرنا۔ المسافۃ: فاصلہ طے کرنا۔ الوقت: وقت گزارنا۔ الرحلۃ: سفر طے کرنا، دورہ ختم کرنا۔

تشریح: یہ روایت پہلے "باب الاخلاص" میں گذر چکی ہے۔ یہاں پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ ذکر کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو آدمی جہاد میں جانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چاہئے کہ وہ سچے دل سے جہاد میں جانے کی نیت تو رکھے۔اس سچی نیت کے بدولت اس کو مجاہدین والا ثواب ملے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من حبسه العذرعن الغزو) و صحیح مسلم کتاب الامارة (باب نزول النبی صلی الله علیه و آله وسلم الحجر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنے والے کو جہاد کا ثواب ملتا ہے

(۱۳۴۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ اَعْرَابِیًّا أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُذْکَرَ، وَالرَّجُلُ یُقَاتِلُ لِیُرٰی مَکَانُهٗ؟ وفی روایة: یُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً. وفی روایة: وَ یُقَاتِلُ غَضَباً، فَمَنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا، فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی تو مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی شہرت کے لئے اور ایک اس لئے لڑتا ہے تاکہ اس کا مقام معلوم ہوجائے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ کوئی بہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے، کوئی عصبیت کے لئے لڑتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص غصے کی خاطر لڑتا ہے، پس ان میں کون اللہ کے راستے میں لڑنے والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قتله (ن) قتلا وتقتالا: مار ڈالنا صفت: قاتل جمع قاتلون وقتلة وقتال. قتل القوم: بہت لوگوں کو قتل کرنا۔ قاتله قتالا مقاتلة: جنگ کرنا، دشمنی کرنا۔ ہ الله: لعنت کرنا، اور موقعہ استحسان پر کہا جاتا ہے: "قاتله الله ما اشعره."

تشریح: حدیث بالا میں جہاد میں جانے والوں کی نیت کا ذکر ہے کہ بعض تو اس لئے جہاد میں جاتے ہیں کہ مال غنیمت مل جائے گا اور بعض اس لئے جاتے ہیں کہ ان کی شہرت ہو، یا اپنی بہادری دکھانے کے لئے جنگ کرے، یا اپنے ذاتی غصے کے لئے جنگ کرے ان سب کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ ثواب تو صرف اس کو ملے گا جو صرف دینی جذبہ کی وجہ سے لڑے کہ اللہ راضی ہوجائے اور دنیا میں اسلام کے لئے جو لوگ رکاوٹ بنے ہوتے ہیں وہ ختم ہوجائیں تا کہ دین اسلام غالب آجائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب من قاتل لتکون کلمةالله هی العلیا) وصحیح مسلم کتاب الامارة (باب من قاتل)، واحمد ۷/۱۹۵۱۰، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ٤٦٣٦، وکذافی البیهقی ۹/۱٦۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبد بن قیس) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جو جہاد میں شہید ہوجائے تو اس کا پورا پورا ثواب قیامت کے دن ملے گا

(١٣٤٤) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "مَامِنْ غَازِيَةٍ، أَوْسَرِيَّةٍتَغْزُوْ، فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ اِلَّاكَانُوْا قَدْتَعَجَّلُوْاثُلُثَيْ أُجُوْرِهِمْ، وَمَامِنْ غَازِيَةٍ أَوْسَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَ تُصَابُ اِلَّا تَمَّ أُجُوْرُهُمْ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لڑنے والا گروہ یا لشکر جہاد کرے پس وہ مال غنیمت حاصل کرے اور صحیح وسالم واپس آجائے تو اس نے اپنے دو تہائی ۲/۳ دنیا میں جلد حاصل کرلیا۔ اور جو گروہ یا لشکر لڑے لیکن مال غنیمت حاصل نہ کر سکے اور شہید یا زخمی ہوجائے تو اس کے لئے ان کا پورا اجر ہے۔''

لغات: ❖ اجور: یہ اجر کی جمع ہے۔ الاجر بمعنی ثواب جمع اجور وآجار. الاجیر بمعنی مزدور، نوکر، جمع اجراء. اجر (ن ض) اجراواجارة. الرجل علی کذا: بدلہ دینا، مزدوری دینا۔ استاجر: کرایہ پر لینا۔

تشریح: حدیث بالا میں جو مجاہدین کفار سے جنگ کرتے ہیں ان کی تین صورتیں بیان کی جارہی ہیں:

1. سب سے زیادہ اجر ان مجاہدین کے لئے فرمایا جارہا ہے جو شہید ہوجاتے ہیں۔
2. یا زخمی ہوتے ہیں اور مال غنیمت وغیرہ کچھ ان کو نہیں ملتا۔
3. اور بعض وہ مجاہدین ہوتے ہیں جو میدان جنگ سے صحیح سلامت اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔ (۱)

یہ اجر میں ان سے کم تر ہوں گے جو شہید یا زخمی ہوتے ہیں اور مال غنیمت بھی ان کو نہیں ملتا۔ اسی مفہوم کی ایک دوسری

روایت آتی ہے جس میں بعض صحابہ سے یہ بات منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس حال میں اللہ کو پیارے ہوگئے کہ انہوں نے اپنے اجر کا کوئی حصہ دنیا میں نہیں لیا (یعنی وہ بغیر مال غنیمت کے شہید ہوگئے) اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کے پھل پک گئے وہ ان کو چن رہے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب بیان قدر ثواب من غزافغنم ومن لم یغنم)، وأحمد ۶۵۵۸۸/۲، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۱۴۷/۴ (۲) نزہۃ المتقین۔

میری امت کی تفریح جہاد کرنے میں ہے

(۱۳۴۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِئْذَنْ لِیْ فِی السِّیَاحَةِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "إِنَّ سِیَاحَةَأُمَّتِیْ اَلْجِهَادُفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، عَزَّوَ جَلَّ﴾ (رواه ابو داؤدباسنادجید)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے سیاحت (تفریح دنیا) کی اجازت عنایت فرمادیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کی سیاحت تو اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔'' (ابوداؤد نے اس کو نقل کیا ہے عمدہ سند کے ساتھ)

تشریح: اِئْذَنْ لِیْ فِی السِّیَاحَةِ: ''مجھے سیاحت کی اجازت دے دیں۔'' سیاحت کے عموماً معنی آتا ہے: گھومنا، پھرنا، سیر وسفر کرنا، لیکن یہاں پر سائل کا مقصد دنیا کی لذات چھوڑ کر آبادی سے دور ویرانے میں رہنا ہے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں کہ لذتوں کو چھوڑنا ہے تو اس کے لئے بہترین عمل جہاد کرنا ہے کہ اس میں آدمی کی لذتیں ٹوٹتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سیاحت سے مراد جہاد ہے، یا سیاحت سے مراد چلنا پھرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بہترین چلنا پھرنا یہ جہاد کے لئے ہے کہ اس چلنے میں کفار کی ذلت ہے اور اسلام کی عزت ہے۔ بعض محدثین اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ آدمی سیاحت اور سیر کرنے کے شوق میں جہاد جیسے فریضہ کو بھول نہ جائے، جہاد کے سفر کو مقدم کرے اپنے سیاحت کے سفر سے۔ (۱)

تخریج حدیث: سنن ابی داؤدکتاب الجهاد (باب النهی عن السیاحة)، والحاکم ۲۳۹۸/۱ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ۔ ومفہوم دلیل الفالحین ۴/ ۱۴۸

جہاد سے واپسی کا ثواب جہاد پر جانے والے کے مثل ہے

(١٣٤٦) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ﴾

(رواه ابو داؤد باسناد جيد "اَلقفلة" الرجوع، والمراد: الرجوع من الغزو بعد فراغه ومعناه: أنه يثاب في رجوعه بعد فراغه من الغزو)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد سے لوٹنا جہاد کرنے کے مثل ہے۔" (ابوداؤد نے عمدہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

قفلة: بمعنی لوٹنا اور مراد جہاد سے فارغ ہوکر لوٹنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جہاد سے فراغت کے بعد جب مجاہد لوٹتا ہے تو اس واپسی پر بھی اس کو ثواب دیا جاتا ہے۔

لغات: ❖ غزوة: غزا کا اسم مرة ہے جمع غزوات. غزاه يغزوه غزوا بمعنی: طلب کرنا، قصد کرنا۔ اغتزى اغتزاء. فلانا: قصد کرنا۔ به: مخصوص کرنا۔ الغازى: جہاد میں جاکر لوٹنے والا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جہاد سے فارغ ہوکر اپنے گھر لوٹنے والے مجاہد کو بھی اتنا اجر ملتا ہے جتنا جہاد پر جاتے وقت ثواب ملتا ہے۔ اس کی وجہ علماء نے یہ فرمائی ہے کہ یہ مجاہد اگرچہ واپس گھر آرہا ہے مگر نیت تو اس کی یہی ہے کہ دوبارہ جب بھی موقعہ ملے گا میں اپنی جان پیش کردونگا اور پھر جب بھی دوبارہ بلاوا آجائے تو پھر فوراً یہ میدان جنگ اپنے نئے حوصلوں اور امنگوں کے ساتھ پہنچ جاتا ہے۔ [1]

بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمائی تھی کہ جب مجاہدین کی ایک جماعت دشمنوں کی طرف سے اس لئے لوٹ آئی تھی کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی مجاہدین کی جماعت اپنے ساتھ کمک لے کر جانا چاہتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ [2]

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد كتاب الجهاد (باب فضل القفل فی الغزو)، وأحمد ٢/٦٦٣٦، والحاكم ٢/٢٣٩٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۱۴۸ (۲) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۳/۵۰۷، روضۃ المتقین ۳/۳۳۰

تبوک سے واپسی پر بچوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا

(١٣٤٧) ﴿وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَتَلَقَّيْتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ﴾

رواه ابوداؤد باسناد صحيح بهذا اللفظ. ورواه البخاری قَالَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

ترجمہ: ''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آئے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے چلے، پس میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔'' (ابوداؤد نے ان الفاظ کے ساتھ اس کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

اور امام بخاری نے اسے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہم بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

لغات: ❖ الصبیان: صبی کی جمع ہے۔ بمعنی بچہ۔ صبی یصبو صبوا و صبوا صبائا بمعنی بچپنے کی طرف مائل ہونا۔ بچوں کی سی خصلت اختیار کرنا۔ صفت صاب مؤنث صابیة. الرجل: بچے والا ہونا۔

تشریح: ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ: یہ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسافروں کے الوداع کہنے کے لئے جاتے تھے۔ مطلب حدیث بالا کا یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں جو پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا مدینہ سے نکل کر ثنیۃ الوداع مقام پر۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر آنے والے کا استقبال کرنا چاہئے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحيح بخاری (اول كتاب النبی صلی الله عليه وآله وسلم الی كسری وقيصر)، وسنن ابی داؤد كتاب الجهاد (باب فی التلقی)، وكذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲۸۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۱۴۹

جس نے جہاد نہ کیا تو مرنے سے پہلے مصیبت میں گرفتار ہوگا

(۱۳۴۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَمْ یَغْزُ أَوْ یُجَهِّزْ غَازِیًا أَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ، أَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ (رواه ابو داؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نہ جہاد کیا اور نہ کسی غازی کو جہاد کا سامان دے کر اس کی تیاری کروائی یا کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بہتر دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی بڑی مصیبت (یا حادثے) سے دوچار کرے گا۔''

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرة آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال ج اخیار و خیار: بہت نیکی والا۔

تشریح: حدیث بالا کا محدثین مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جہاد میں خود نہ جانا اور نہ کسی مجاہد کو سامان وغیرہ دینا اور نہ ہی جانے والوں کے گھر والوں کی حفاظت اور نگرانی کرنا تو اس جرم پر اللہ جل شانہ اس کو دنیا میں بھی عذاب دیتے ہیں۔ (۱) آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک طرف تو آدمی خود ہر وقت اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تیار رہے اور دوسرے کو بھی تیار کرے اور اگر کسی مجبوری کے تحت نہ جا سکے تو جانے والوں کے گھروں کی حفاظت کرے کہ جانے والے اپنے گھر بار کی طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب كراهية ترك الغزو)، وابن ماجه. و الدارمی ۲۴۱۸ وسنده قوی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳/۳۳۱

مشرکوں سے جہاد کرو

(۱۳۴۹) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَ سَلَّمَ قَالَ:

"جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ﴾ (رواه ابو داؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مشرکوں سے اپنے مالوں اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔'' (ابوداؤد، اس کی سند صحیح ہے)

لغات: ❖ جاهدوا: جاهد مجاهدة و جهاداً: پوری طاقت صرف کرنا، کوشش کرنا۔ مجرد میں جهد یجهد (ف) جهدًا کوشش کرنا، محنت کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں جہاد کی تین قسمیں بیان کی جارہی ہیں: (۱) جہاد بالمال، (۲) جہاد بالنفس، (۳) جہاد باللسان کہ جس طرح بھی جہاد کرنا ہو آدمی اس کے لئے ہمہ وقت تیار رہے کہ اگر مال کی ضرورت پڑے تو مال خرچ کرے، اور اگر جان کے ساتھ جہاد کی ضرورت ہو تو جان کے ساتھ جہاد کرے، اور اگر زبان سے جہاد کی ضرورت ہے تو زبان سے کرے۔ حسب ضرورت جس چیز کی ضرورت ہو اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کردے اور مقصود یہ ہو کہ ان سب کے ذریعہ سے وہ اسلام کی اور وطن کی حفاظت کرے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب كراهية الغزو)، واحمد ۱۳۶۳۹/٤، و النسائی، وابن حبان ٤٧٠٨، والدارمی ۲٤۳۱، والحاکم ۲٤۲۷/۲، وکذا فی البیهقی ۲۰/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ دن کے ابتدا میں یا سورج ڈھلنے کے بعد لڑائی کرتے تھے

(۱۳۵۰) ﴿وَعَنْ اَبِيْ عَمْرٍو وَيُقَالُ: اَبُوْحَكِيْمٍ، اَلنُّعْمَانَ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ﴾ (رواه ابو داؤد والترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابو عمرو اور بعض کے نزدیک ابو حکیم نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں حاضر رہا، اگر آپ دن کے ابتدائی حصے میں لڑائی کا آغاز نہ فرماتے تو لڑائی کو موخر کردیتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چلنے لگ جاتیں اور مدد نازل ہونے لگتی۔''
(ابوداؤد، ترمذی، اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ دو وقت لڑائی کے لئے زیادہ موزوں ہیں ان دو وقتوں میں اللہ کی طرف سے مدد

نازل ہوتی ہے، (۱) صبح سویرے، (۲) زوال شمس کے بعد۔

علماء فرماتے ہیں صبح سویرے اس لئے کہ مسلمان اس وقت میں تازہ دم ہوتے ہیں اور فضاء ٹھنڈی ہوتی ہے اور امت محمدیہ کے دن کے اول وقت میں برکت بھی دی گئی ہے۔

دوسرے زوال شمس کے بعد کہ اس وقت سورج کی روشنی ہوتی ہے ہر قسم کی دشمن کی نقل وحرکت کو دیکھنا اور سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، نیز علماء فرماتے ہیں یہ جنگی سیاست ہے جو سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے۔ (۱)

تخریج حدیث: ابی داؤد کتاب الجهاد (باب ای وقت یستحب اللقاء)، وسنن الترمذی ابواب السیر (باب ماجاء فی الساعة التی یستحب فیها القتال)، واحمد ۲۳۸۰۵/۷، و ابن حبان ۴۷۵۷، و مصنف بن ابی شیبة ۳۶۸/۱۲، و کذا فی البیهقی ۱۵۹/۹۔

راوی حدیث حضرت ابوعمرو یا ابوالحکیم نعمان بن مقرن کے مختصر حالات:

نام: نعمان، والد کا نام: عمرو بن مقرن بن عائذ مزنی ہے، کنیت ابوعمرو ہے، بعض نے ابوالحکیم کنیت بیان کی ہے، مشہور صحابی ہیں۔

اسلام: چار سو آدمیوں کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔ بصرہ میں رہے، پھر کوفہ منتقل ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نہاوند کا حاکم بنایا۔

وفات: ۲۰ھ میں مقام نہاوند میں شہید ہوئے۔

مرویات: ان سے چھ روایات مروی ہیں۔

---

(۱) نزہۃ المتقین

دشمن سے لڑنے کی تمنا مت کرو

(۱۳۵۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ، فَاصْبِرُوْا﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دشمن سے لڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کیا کرو لیکن جب آمنا سامنا ہوجائے تو پھر ثابت قدم رہو۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث بالا اسی باب میں گذر چکی ہے۔ دوبارہ بیان کر رہے ہیں کہ جنگ کی تمنا نہیں رکھنا چاہئے مگر جب شروع ہوجائے تو پھر بھاگنا بھی نہیں چاہئے، کیونکہ اللہ کی مدد بھاگنے والوں کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ جمنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: بخاری کتاب الحهاد (باب لاتمنوالقاء العدو)، وصحیح مسلم کتاب الجهاد (باب

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جنگ تو دھوکہ کا نام ہے

(۱۳۵۲) ﴿وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنگ ایک چال ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الحرب: اس کی جمع حروب معنی جنگ، لڑائی، الحرب الاهلية. خانہ جنگی۔ حرب (سمع) حربا معنی عضبناک ہونا، آگ بگولا ہونا۔ خدعة: معنی دھوکہ، چال، اس کی جمع خُدَعٌ آتی ہے۔

تشریح:

جنگ میں حکمت عملی ضروری ہے

جنگ دھوکہ کا نام ہے، آج کل کے عرف میں اس کو حکمت عملی بھی کہتے ہیں اور بہترین کمانڈر وہی کہلاتا ہے جو میدان جنگ میں اپنی تدبیر اور حکمت عملی سے دشمن کو شکست دے دے۔ جمہور علماء کے نزدیک کفار کے ساتھ کی جانے والی جنگ میں مکر وفریب جائز ہے مگر اس میں بھی دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے،

1. کھلا ہوا جھوٹ نہ بولے،
2. ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جس سے مسلمانوں نے اگر کوئی وعدہ یا عہد کیا ہوا ہے وہ ٹوٹ جائے۔

حکمت عملی کی چند صورتیں

حکمت عملی تو حالات کو دیکھ کر ہی کی جاتی ہے اس میں سے یہ بھی کر سکتے ہیں مثلاً:

1. اسلامی لشکر میدان جنگ سے ہٹ جائے،
2. جنگ بند کر دے جس سے دشمن یہ سمجھ لے کہ اسلامی لشکر میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے، پھر یک دم حملہ کر کے کفار کو شکست دے دیا جائے وغیرہ۔[۱]

تخریج حدیث: صحيح بخارى كتاب الجهاد (باب الحرب خدعة) وصحيح مسلم كتاب الجهاد (باب جوازالخداع فى الحرب)، واحمد ۱۶۸۱، وابن حبان ۴۷۶۳، ومصنف ابن ابى شيبة ۱۲/۵۳۰، وكذا فى

البیھقی ۷/ ٤٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وہکذا مظاہر حق ۳/ ۸۰۸

(۲۳۵) بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَاءِ فِيْ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَ يُغَسَّلُوْنَ وَ يُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيْلِ فِيْ حَرْبِ الْكُفَّارِ

اس جماعت کا بیان جو آخرت کے اجر کے اعتبار سے شہید ہے ان کو غسل دیا جائے گا اوران کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی برخلاف اس شخص کے جو کافروں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہو جائے (تو اس پر نہ غسل ہے اور نہ ہی نماز جنازہ ہے)

شہید کی قسمیں

(۱۳۵۳) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيْدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

(متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید پانچ ہیں: ① طاعون سے مرنے والا، ② ہیضے سے مرنے والا، ③ ڈوب کر مرنے والا، ④ دب کر مرنے والا، ⑤ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ المبطون: بمعنی بطن کی بیماری یا پیٹ کی بیماری میں مبتلا شخص۔ بطن (س) بطنا وبطن (ک) بطانۃ بمعنی عظیم البطن ہونا.

تشریح: شہید کی دو قسمیں ہیں

حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ شہید دو قسم کے ہیں: ① شہید کامل ② شہید ناقص یا شہید حکمی۔

شہید کامل

شہید کامل وہ ہے جو میدان جنگ میں ایسی حالت میں مارا جائے کہ اس کے جسم پر زخم ہو اور اس نے اس کے بعد کسی دنیاوی چیز سے نفع بھی نہ اٹھایا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جائے گا مگر نماز جنازہ پڑھی جائے گی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شہید کامل کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

شہید ناقص

اس میں شہادت کا تو ثواب ملتا ہے مگر ان کو عام مردوں کی طرح غسل وکفن دیا جاتا ہے سب کے نزدیک۔ حدیث بالا میں شہید ناقص یا شہید حکمی کو بیان کیا جارہا ہے۔

اَلْمَطْعُوْنُ: طاعون کی بیماری میں موت آئے۔ اَلْمَبْطُوْنُ: پیٹ کی بیماری کی وجہ سے موت آئے۔

صَاحِبُ الْهَدَمِ: کہ کسی عمارت یا چٹان کے گرنے سے اس کے نیچے دب کر مر جائے۔[1]

شہید ناقص میں سے یہاں پر چار کو بیان کیا گیا ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریبا ۳۸ شمار کروائے ہیں اور علماء نے بھی کچھ کم یا زیادہ بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب الشهادة سوى القتل) وصحيح مسلم كتاب الامارة (باب بيان الشهداء)، واحمد ۳/۱۰۸۹۸، وابن ماجه، والحميدى ۱۱۳٤، وابن حبان ٥٣٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۱۵۳

شہید کی مزید اقسام

(١٣٥٤) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَاتَعُدُّوْنَ الشُّهَدَاءَ فِيْكُمْ؟ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ. قَالَ: "اِنَّ شُهَدَاءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ!" قَالُوْا: فَمَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: تم اپنے میں سے کن لوگوں کو شہید شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا جو اللہ کی راہ میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تب تو میری امت میں شہداء بہت کم ہوں گے انہوں نے پوچھا پھر یا رسول اللہ! کون شہید ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کے راستے میں قتل کردیا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستے میں طبعی موت مرجائے وہ شہید ہے، جو طاعون کی بیماری سے مرجائے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے وہ شہید ہے، اور جو ڈوب کر مرجائے وہ شہید ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ماتعدون: عد یعد عدا (ن) سے بمعنی شمار کرنا، گننا۔ الغریق: بمعنی ڈوب کر مرنے والا: غرق یغرق غرقا (ن) سے بمعنی ڈوبنا، غرق ہونا۔

تشریح: اِنَّ شُھَدَاءَ اُمَّتِیْ اِذًالَقَلِیْلٌ: ''میری امت میں شہداء کم ہوں گے۔'' شہید حقیقی کے علاوہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور بھی بہت سے شہید حکمی ہیں جس کا کچھ بیان اس سے پہلی حدیث میں اور کچھ حدیث بالا میں اور کچھ آگے والی حدیث میں آرہا ہے۔

شہید حکمی کی فہرست

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اس کی تعداد ۳۷ ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

1. پیٹ کی بیماری والا،
2. پانی میں ڈوب کر مرنے والا،
3. دیوار وغیرہ گرنے سے مرنے والا،
4. ذات الجنب یعنی سینہ کے اندر کی طرف پسلیوں والے حصہ میں زخم ہوجائے اور سخت درد ہو،
5. سل کی بیماری یعنی اس بیماری میں پھیپھڑے سے منہ کے راستہ خون آتا ہے،
6. سفر میں مرنے والا،
7. مرگی کے مرض میں مرنے والا،
8. بخار میں مرنے والا،
9. مال و جان وغیرہ کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا،
10. ظلماً قتل ہو،
11. پاک دامنی کی محبت میں مرنے والا، اگر گناہ والے عشق میں مرے تو حرام اور گناہ ہے،
12. جذام وکوڑھ کی بیماری والا،

۱۳ درندے نے پھاڑا ہو،

۱۴ بادشاہ نے ظلماً مارا، اس کے خوف سے چھپا رہا اور اسی میں مرجائے۔

۱۵ موذی جانور، سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے،

۱۶ علم دین کی طلب میں خواہ تدریس ہو یا تصنیف ہو اس میں مرنے والا،

۱۷ موذن جو ثواب کی نیت سے اذان دے اور تنخواہ نہ لے،

۱۸ سچ بولنے والا تاجر؛

۱۹ جو اپنے اہل وعیال وغیرہ کے لئے طلب حلال کی کوشش کرتے ہوئے مرے۔

۲۰ سمندر کے سفر میں متلی اور قے آئے،

۲۱ روزانہ پچیس مرتبہ "اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت" پڑھنے والا،

۲۲ چاشت کی نماز کا اہتمام کرنے والا اور ہر مہینے میں تین روزہ رکھنے والا اور نماز وغیرہ سفر وحضر میں بھی نہ چھوڑنے والا مرے،

۲۳ فساد امت کے وقت سنت کا اہتمام کرنے والا،

۲۴ جو بیماری میں "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" چار مرتبہ پڑھے اور پھر اسی بیماری میں مرنے والا،

۲۵ ہر رات سورہ یٰسین کو پڑھنے والا،

۲۶ جو صبح کے وقت "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" تین بار پڑھ کر سورت حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والا،

۲۷ روزانہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سو بار درود شریف پڑھنے والا،

۲۸ سچے دل سے شہادت کی تمنا کرنے والا،

۲۹ جمعہ کے دن مرنے والا،

۳۰ کفار سے جنگ کے لئے سرحد پر گھوڑا باندھ کر رکھنے والا،

۳۱ سواری سے گر کر مرنے والا،

۳۲ طاعون کے مرض میں مرنے والا،

۳۳ جل کر مرنے والا

۳۴ جو عورت بچہ پیدا ہونے کے وقت مرے، یا نفاس کی مدت کے پورا ہونے سے پہلے مرے،

۳۵ عورت کنواری حالت میں مرے،

۳۶ طہارت میں رات گزاری اس میں مرجائے،

۳۷ جس کی زندگی تشدد سے خالی ہو اور نرم مزاج ہو کر زندگی گزارے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب بیان الشھداء)، وأحمد ۱۰۷٦٦/۳ ومصنف عبدالرزاق ۹۵۷۳، وابن ماجه وابن حبان ۳۱۸٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جو مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائے تو وہ شہید ہے

(۱۳۵۵) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ" ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کردیا جائے پس وہ شہید ہے۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال و اسباب کی حفاظت کر رہا ہو اور پھر اس کی وجہ سے وہ قتل کردیا جائے تو شہید ہوگا، اسی حدیث میں علماء نے اس شخص کو بھی داخل کیا ہے جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔[۱]

دُوْنَ مَالِهٖ: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث میں لفظ ''دون'' کا استعمال ہوا ہے دون کے اصل معنی آتے ہیں تحت، نیچے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کا مال جب چھینتا ہے تو وہ پہلے اپنے مال کو اپنے نیچے یا پیچھے کرتا ہے پھر لڑائی کرتا ہے۔[۲]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب المظالم (باب من قتل دون ماله)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب الدلیل علی ان من اخذ مال غیرہ)، واحمد۶۵۳۳/۲، وابوداؤد، والترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ
(۲) نزہۃ المتقین

جو جان کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائے تو وہ شہید ہے

(۱۳۵۶) ﴿وَعَنْ اَبِی الْاَعْوَرِ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَحَدِالْعَشَرَۃِ الْمَشْھُوْدِلَھُمْ بِالْجَنَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَشَھِیْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَشَھِیْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ، وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَھْلِہٖ فَھُوَشَھِیْدٌ" ﴾. (رواہ ابو داؤد و الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنتی ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے۔'' (ابوداؤد و ترمذی اور صاحب ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ دم: جان یا خون اس کی جمع دماء و دموء آتی ہے۔ دینہ: دین بمعنی مذہب یا مسلک جمع ادیان آتی ہے۔ دان یدین (ض) دینًا. ضرب سے قرض دینا۔

تشریح: سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دنیا میں دی گئی ہے۔

عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی

1. ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3. عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4. علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5. طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6. زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7. عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❽ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❾ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❿ سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو عشرہ مبشرہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان دس کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرحمت فرمائی، ورنہ ان کے علاوہ اور بھی بعض ہیں جن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَشَهِيْدٌ: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے مال یا جان یا اس کے اہل وعیال پر ہاتھ ڈالے اور یہ شخص مدافعت کرے، پہلے اس کو نرم انداز میں سمجھائے مگر وہ اس سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہوجائے تو اس نے بھی مارا اور اسی لڑائی میں وہ مارا جائے تو اب اکثر علماء کے نزدیک اس پر تاوان نہیں آئے گا، اور اگر اس نے اس کو مار ڈالا تو اب یہ شہید کا درجہ پائے گا۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤدکتاب السنة (باب فی قتال اللصوص)، وسنن الترمذی ابواب الدیات (باب ماجاء فی من قتل دون ماله فهوشهيد)، واحمد ۱/۱٦٥٢، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۳۱۹٤، وكذا فی البيهقی ۳/۲٦٦۔

راوی حدیث حضرت ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے مختصر حالات:

نام: سعید، ابوالاعور کنیت۔ والد کا نام زید اور والدہ کا نام فاطمہ بنت لعجہ تھا۔

اسلام: حق کی جستجو میں ایک یہودی عالم کے پاس پہنچے اس نے کہا کہ اگر تم خدا کے غضب میں آنا چاہتے ہو تو ہمارا مذہب حاضر ہے۔ اس نے کہا کہ تم دین حنیف کی اتباع کرو، اسی طرح ایک دوسرے یہودی عالم نے کہا، اس کے بعد یہ اپنی بیوی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، ان کی بیوی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن تھیں، جن کا نام فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔

غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں انہوں نے خود اپنی شجاعت دکھائی۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیاوی جاہ وحشمت سے مستغنی تھے، صرف مقام عقیق (نواح مدینہ) کی جاگیر پر گزر اوقات تھی، آخر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق میں ان کو ایک جاگیر دی تھی۔ اور یہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں جن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دی تھی۔ اور ایام جاہلیت میں اہل عرب میں سے کوئی اپنی لڑکی کو زندہ دفن کرنا چاہتا تھا تو اس کے بچانے میں مدد کرتے تھے اور جب کوئی ظالم باپ اپنی بے گناہ بچی کے حلق پر چھری پھیرنا چاہتا تھا تو اپنی کفالت میں لے لیتے اور جوان ہونے کے بعد اس کے باپ سے کہتے کہ جی چاہے تو لے لو یا میرے ہی پاس رہنے دو۔

وفات: نواح مدینہ بمقام عقیق پر ۵۰ھ یا ۵۱ھ جمعہ کے دن جب کہ عمر تقریباً ستر سال تھی اس دنیا سے رحلت فرمائی، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ میں لاکر سپرد خاک کئے گئے۔

مرویات: ان سے ۴۸ روایات منقول ہیں، دو حدیث بخاری اور مسلم میں متفق ہیں، ایک میں امام بخاری منفرد ہیں، باقی دوسری کتب حدیث میں ان کی احادیث موجود ہیں۔

چھیننے والے کو اپنا مال مت دو

(۱۳۵۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ اِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ أَخْذَ مَالِیْ؟ قَالَ: "فَلَا تُعْطِهٖ مَالَکَ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِیْ؟ قَالَ: "قَاتِلْهُ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِیْ؟ قَالَ: "فَأَنْتَ شَهِيْدٌ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهٗ؟ قَالَ: "هُوَ فِی النَّارِ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ فرمایئے کہ اگر کوئی آدمی میرا مال چھیننے کی نیت سے آئے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنا مال مت لینے دو۔ اس نے عرض کیا اگر وہ مجھ سے لڑے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی اس سے لڑو۔ اس نے کہا یہ بتلایئے اگر وہ مجھ کو قتل کردے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو تم شہید ہوگے۔ اس نے کہا یہ فرمائیں اگر میں اس کو قتل کردوں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ النار: بمعنی آگ جمع نیران. نار ینور (ن) نورًا. روشن ہونا۔ فلاتعطہ: اعطاء مصدر افعال سے بمعنی دینا اور عطا کرنا و بخشش کرنا۔

تشریح: علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں مسلمانوں کو اپنی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے مقابلہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، مسلمانوں کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ ایسے شخص سے کم ہمتی یا بزدلی کا ثبوت دے جو اس کی زندگی کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے، اب مقابلہ کرتے ہوئے یہ مر بھی جائے تو اس کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہوجائے گا اور اگر اس نے اس کو مار دیا تو وہ اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں جائے گا۔ (۱)

اگرچہ بعد میں ایمان دار ہونے کی وجہ سے جنت میں آجائے مگر ابتداءً جہنم میں وہ جائے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الایمان (باب الدلیل علی ان من قصداخذالخ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۵۴۹

(۲۳۶) بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت کا بیان

دشوار گھاٹی

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ فَکُّ رَقَبَةٍ﴾ (سورة بلد: ۱۱، ۱۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''پس وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا اور تجھے کیا معلوم گھاٹی کیا ہے؟ کہ گردن کا آزاد کرنا ہے۔''

تشریح: اَلْعَقَبَةُ: پہاڑ کی بڑی چٹان کو بھی کہتے ہیں اور دو پہاڑوں کے درمیانی راستے کو یعنی گھاٹی کو بھی کہتے ہیں، یہ دونوں ہی چیز دشمنوں سے حفاظت دلانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں کہ پہاڑ کے اوپر چلا جائے یا گھاٹی میں داخل ہوکر یہاں سے نکل جائے، یہاں آیت کا مطلب یہ ہے کہ طاعات اور عبادات ایک عقبہ کی طرح ہے کہ اس کے ذریعہ سے بھی آدمی آخرت کے عذاب سے نجات پالے گا۔ (۱)

یا مطلب یہ ہے کہ عقبہ پر جانا یہ عام طور سے دشوار ہوتا ہے تو مطلب اس صورت میں آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ نیکی کے کاموں میں آدمی کو شیطان کے وسوسوں اور نفس کے شہوانی تقاضوں کے خلاف مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ (۲)

فَکُّ رَقَبَةٍ: آخرت کی نجات کے لئے غلام آزاد کرنا بھی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے ایک صحابی نے سوال کیا یا رسول اللہ! ایسا عمل بتادیں کہ میں جنت میں داخل ہوجاؤں آپ ﷺ نے فرمایا: غلاموں کو آزاد کرنا۔ (۳)

---

(۱) معارف القرآن ۷۵۲/۸ (۲) تفسیر فتح القدیر للشوکانی (۳) مشکوۃ

غلام کو آزاد کرنے کے بدلے آدمی کو جہنم سے آزادی مل جاتی ہے

(۱۳۵۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍ مِنْہُ عُضْوًا مِنْہُ مِنَ النَّارِ حَتّٰی فَرْجَہٗ بِفَرْجِہٖ"﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک

مسلمان گردن کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کردے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے بدلے اس کی شرم گاہ کو۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اعتق: باب افعال سے بمعنی آزاد کرنا اعتاق مصدر ہے اور مجرد سے بمعنی آزاد ہونا۔ فوجه: فرج شرمگاہ کو کہتے ہیں اس کی جمع فروج آتی ہے۔

تشریح: مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً: جو مسلمان گردن کو آزاد کرے۔ اگرچہ محدثین فرماتے ہیں کہ ان فضائل میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جو کسی کافر غلام کو آزاد کرے مگر "مسلمة" کی قید لگائی گئی ہے کہ اس کے آزاد کرنے کا ثواب اور زیادہ ہوگا۔ [1]

بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ الخ: "ہر عضو کے بدلے میں اس کا عضو جہنم سے آزاد ہو جائے گا۔'' جس نے اس کو ایک مخلوق کی قید سے آزاد کروایا تو اسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام ملے گا کہ جہنم کی آگ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ جل شانہ اس کو جہنم سے آزاد کردیں گے۔

حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ: ''یہاں تک کہ شرم گاہ کے بدلے میں شرمگاہ۔'' علماء فرماتے ہیں یہاں پر شرمگاہ کا خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا کہ اسی سے آدمی غلط کام کرتا ہے تو اللہ اس کے کئے ہوئے گناہ کو بھی معاف فرمادیں گے۔ [2]

انہی فضائل کی وجہ سے صحابہ بہت کثرت سے غلاموں کو آزاد کرتے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ۳۰ ہزار غلام آزاد کئے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سے زائد غلاموں کو آزاد کیا، اسی طرح باقی صحابہ نے بھی بقدر استطاعت غلاموں کو آزاد کیا۔ [3]

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الکفارات (باب قول اللہ تعالیٰ او تحریر رقبة)، وصحیح مسلم کتاب العتق (باب فضل العتق)، واحمد ۳/۹۷۸۰، والترمذی، و ابن حبان ۴۳۰۸، وکذافی البیہقی ۱۰/۲۷۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(مزید وضاحت کے لئے سبل السلام کتاب العتق ۲/۲۳۵ دیکھیں شرح بلوغ المرام)

---

(۱) مظاہر حق ۳/۴۶۶، روضۃ المتقین ۳/۳۴۰ (۲) مظاہر حق ۳/۴۶۶ (۳) نزہۃ المتقین ودلیل الفالحین ۴/۱۵۹

عمدہ اور قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے

(۱۳۵۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ، وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" قَالَ: قُلْتُ: اَیُّ رِقَابٍ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "اَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا، وَ اَكْثَرُهَا

ثَمَناً﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے اعمال افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کون سی گردنیں (آزاد کرنا) بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جوان کے مالکوں کے نزدیک زیادہ عمدہ اور زیادہ قیمتی ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ ثمنا: جمع اثمان قیمت، بھاؤ، ریٹ ثمن اساسی اصلی: اصلی ریٹ، بنیادی قیمت، ثمن شامل: عمومی قیمت، ثمن باھظ: حد سے زیادہ قیمت، اثمان التجزیة: ریٹیل قیمت، خردہ قیمت۔

تشریح: اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ کون سے اعمال افضل ہیں؟

افضل اعمال میں یہ عمل بھی ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے اور جہاد کرے اور پھر غلاموں کو آزاد کرے، اور غلاموں میں سے جو عمدہ اور زیادہ قیمتی ہو اس کے آزاد کرنے کا زیادہ ثواب ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں جتنی زیادہ قیمتی اور محبوب چیز کو خرچ کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا، اسی کو قرآن میں اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (۱)

''تم جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں کو خرچ نہ کرو نیکی کے اعلیٰ درجہ کو نہیں پہنچ سکو گے۔''

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العتق (باب ای الرقاب افضل الخ؟)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ آل عمران آیت ۹۲

(۲۳۷) بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَی الْمَمْلُوْکِ

غلاموں سے حسن سلوک کرنے کا بیان

چند حقوق العباد

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْيَتَامٰی

وَالْمَسَاكِيْنِ، وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى، وَالْجَارِالْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (سورة نساء: ٣٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتے دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی، پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور ان کے ساتھ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے یعنی غلاموں کے ساتھ (ان سب کے ساتھ اچھا سلوک کرو)۔''

تشریح: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ: ''اللہ کی عبادت کرو۔'' اللہ کی وحدانیت اور توحید کا ذکر ہے اور تمام اعمال کی جڑ ہی اللہ کی عظمت اور خوف خدا اور تقویٰ ہے اور یہ چیز توحید اور وحدانیت سے ہی حاصل ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے اس کا ہی حق رکھا گیا اور اس کا ہی انکار سب سے بڑا گناہ بتایا گیا۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: ''والدین کیساتھ بھلائی کرو۔'' اصل اور حقیقت کے اعتبار سے تو سارے ہی احسانات و انعامات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں لیکن ظاہری اسباب کے طور سے انسان پر اللہ کے بعد اس کے والدین کے احسانات و انعامات ہیں اس لئے اللہ کی توحید کے بعد اس کا ذکر کیا جارہا ہے اور احادیث میں بھی بہت کثرت سے ان کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے تمام گناہ کو اللہ معاف فرمادیتے ہیں مگر والدین کے نافرمان کو دنیا میں ہی طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا فرماتے ہیں۔

وَ ذِى الْقُرْبٰى: ''قرابت والوں کے ساتھ۔'' والدین کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کی جارہی ہے۔ اس پر صدقہ کرنے سے آدمی کو دہرا ثواب ملتا ہے، ایک صدقہ کرنے کا، دوسرا صلہ رحمی کرنے کا۔

وَ الْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ: ''یتیموں اور مساکین کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو۔'' مطلب یہ ہے کہ لاوارث بچوں اور بے کس لوگوں کی امداد اعانت کو بھی ایسا ہی ضروری سمجھا جائے جیسے کہ والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کو سمجھا جاتا ہے۔

وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى: ''ہمسایہ رشتہ دار۔'' کہ گھر کے برابر میں ایسے آدمی کا مکان اور رہائش ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ رشتہ دار ہو تو اب ایسے پڑوسی کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا زیادہ ضروری ہوگا یا ایسا پڑوسی مراد ہے جو پڑوسی ہو اور مسلمان بھی ہو۔

وَالْجَارِ الْجُنُبِ: ''وہ پڑوسی جو تمہارے مکان کے متصل رہتا ہے۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس سے وہ شخص مراد ہے کہ وہ صرف پڑوسی ہو رشتہ دار نہ ہو، یا ایسا پڑوسی مراد ہے جو پڑوسی ہو اور مسلمان نہ ہو۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ: ''ہم پہلو ساتھی۔'' اس میں رفیق سفر اور عام مجلس یا گاڑی میں برابر میں بیٹھنے والا شخص مراد ہے۔

وَ ابنِ السَّبِیلِ: مسافر: کہ کوئی مسافر آ جائے تو اس کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کیا جائے کیونکہ اجنبی ہے اس کا شہر میں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۲/۴۱۱ تا ۴۱۳

جو خود کھاؤ غلام کو وہی کھلاؤ

(۱۳۶۰) ﴿وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَاذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَ عَلٰى غُلَامِهِ مِثْلُهَا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ أَنَّهُ سَابَّ رَجُلاً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ": هُمْ اِخْوَانُكُمْ وَ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَ لْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَايَغْلِبُهُمْ، فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت معرور بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جوڑا پہنا ہوا تھا اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ایسا ہی جوڑا تھا۔ میں نے اس کے بابت ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص (غلام) کو برا بھلا کہا اور اس کو اس کی ماں کی نسبت سے عار دلائی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے اندر جاہلیت کا اثر موجود ہے، وہ تمہارے بھائی اور تمہارے خدمت گزار ہیں جن کو اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو تو اس کو اسی میں سے کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسی میں سے اسے پہنائے جو خود پہنتا ہے۔“

اور یہ بھی فرمایا: ان پر ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کا بوجھ نہ ڈالو، اگر تم انہیں ایسے کام پر کرو تو ان کی مدد بھی کرو۔ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ ساب: سبه (ن) سباًوسبیبی: سخت گالی دینا، مقعد میں نیزہ مارنا (سباً) الحبل: رسی کو کاٹنا، سابه مسابة و سباباً گالی دینا۔

تشریح: فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ: ”اس کی ماں کی نسبت سے عار دلائی۔“ حسب و نسب سے فخر کرنا کہ میں فلاں خاندان سے ہوں اور دوسروں کو اس کی وجہ سے طعن و تشنیع کرنا یہ زمانہ جاہلیت کی عادت تھی جس کو اسلام نے ختم کر دیا اب معیار تقویٰ کو بتایا گیا ہے

کہ جس میں جتنا تقویٰ ہوگا اتنا ہی اللہ کے نزدیک مکرم ہوگا۔ (۱)

فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَ لْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ: "اس کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور اسی میں سے پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔" علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حکم بطور استحباب کے ہے وجوب کے نہیں ہے مالک پر اس غلام کا اسی حیثیت اور مقدار سے نفقہ واجب ہے جو عرف عام اور رواج ودستور کے مطابق ہو۔ (۲)

فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ: "اگر تم انہیں ایسے کام سپرد کرو تو ان کی مدد کرو" یعنی جو کام غلام سے کرنا مشکل ہو اور وہ اس کو پورا نہ کرسکتا ہو تو اس کام کی تکمیل کے لئے اس کا ہاتھ بٹا دیا جائے یا خود مدد کردو، یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے مدد کروادیں، بعض اکابرین کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ چکی پیسنے میں اپنی لونڈیوں کی مدد کرتے تھے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العتق (باب قول النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم العبد اخوانکم)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب اطعام المملوک مما یاکل)، واحمد ۲۱٤۸۸/۸، و الترمذی، وابن ماجہ ایضا.

راوی حدیث حضرت معرور بن سوید کے مختصر حالات:

نام: معرور والد کا نام سوید، یہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے، ابوامیہ کنیت ہے، کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث سنی ہیں اور ان کو اکثر اسماء الرجال نے ثقہ بتایا ہے۔

وفات: ان کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

مرویات: ان کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

---

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) شرح مسلم للنووی۔ وروضۃ المتقین ۳/۳۴۴۔ ودلیل الفالحین ۴/۱۶۳

(۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وکذا مظاہر حق ۳/ ۴۴۸

خادم کو بھی کھانے میں شریک کر لینا چاہئے

(۱۳۶۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَاأَتٰى أَحَدَكُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ، فَاِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهٗ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْلُقْمَتَيْنِ أَوْأُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، فَاِنَّهٗ وَلِیَ عَلَاجَهٗ﴾ (رواه البخاری. "الأكلة" بضم الهمزة: هی اللقمة)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لائے پس اگر وہ اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو اسے ایک دو لقمے ضرور دے دے، اس

لئے کہ اس نے اس کے پکانے کی تکلیف برداشت کی ہے۔'' (بخاری)

اکلہ: ہمزہ پر پیش بمعنی: لقمہ

لغات: ❖ طعام: بمعنی خوراک جمع اطعمة جمع الجمع اطعمات، گیہوں۔ طعم (س) طعماً و طعاماً: ۔ الطعام: کھانا طعم (ن) طعماً: آسودہ ہونا، تطعم الشیء: چکھنا، اطّعم: مزیدار ہونا، استطعم: مزہ پانا، ہ: کھانا مانگنا المطعم: کھانے کی جگہ۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے جو کھانا پکائے اس کو اصل کھانے میں سے کچھ دینا چاہئے نہ یہ کہ جب بچ جائے تب دیا جائے۔ (۱) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اسلام میں انسانی مساوات کی تعلیم دی جارہی ہے کہ کھانا تیار کرنے والے خادم کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا افضل اور بہتر ہے اس سے آدمی میں تواضع اور عاجزی پیدا ہوگی اور کھانے میں جتنے ہاتھ ہوں گے اتنی ہی کھانے میں برکت بھی ہوگی۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہوسکے تو اب کچھ تو اس کو بھی دیدیا جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، واحمد ۳/ ۷۸۱۰، وابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ومرقاۃ شرح مشکوۃ وکذا روضۃ المتقین ۳/ ۳۴۵

(۲۳۸) بَابُ فَضْلِ الْمَمْلُوکِ الَّذِیْ یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰهِ وَ حَقَّ مَوَالِیْهِ

اس غلام کی فضیلت کا بیان جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرے

جو غلام آقا کی ہمدردی کے ساتھ اللہ کی عبادت بھی کرے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے

(۱۳۶۲) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الْعَبْدَاِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِهٖ، وَ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ، فَلَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھے طریقے سے کرے تو اس کے لئے دوہرا ثواب ہے۔''

لغات: ❖ عبادة: عبد (ن) عبادةً وعبودةً وعبودیةً ومعبداً و معبدةً ۔ اللہ: ایک جاننا، خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خضوع

کرنا، پرستش کرنا، کہا جاتا ہے "ما عبدک عنی" یعنی کس چیز نے تم کو مجھ سے روکا۔ **عبده:** فرمانبردار بنانا، غلام بنانا۔

تشریح: فَلَهُ اَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ: "اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔" ① ایک ثواب تو اپنے آقا کی خدمت کرنے کا ② اللہ جل شانہ کی عبادت کرنے کا۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آقا کی خدمت کرنا بھی عبادت ہے اگر دیکھا جائے تو آقا کی خدمت بھی حقیقتاً اللہ کی ہی عبادت ہے کیونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنے کو کہتے ہیں اور آقا کی خدمت کرنے کا اللہ نے ہی حکم دیا ہے۔ جیسے کہ والدین کی خدمت کرنے والے کو ثواب ملتا ہے کیونکہ ان کی خدمت کرنے کا بھی اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے یہ شخص تو اللہ کے حکم کو پورا کر رہا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العتق (باب العبداذا احسن عبادة ربه)، وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب ثواب العبد اذا نضج لسيده)، وكذا في ابی داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

غلام کو دوہرا اجر ملتا ہے

(۱۳۶۳) ﴿وَعَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الْمُصْلِحِ أَجْرَانِ" وَالَّذِىْ نَفْسُ أَبِىْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْحَجُّ، وَ بِرُّ أُمِّىْ، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوْتَ وَ أَنَا مَمْلُوْكٌ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غلام کے لئے جو اپنے آقا کی خیر خواہی اور اپنے رب کی عبادت کرنے والا ہو تو اس کو دوگنا اجر ہے۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ کی جان ہے اگر اللہ کی راہ میں جہاد، حج اور والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنے کو پسند کرتا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الْمُصْلِحِ اَجْرَانِ: "مملوک غلام کے لئے جو اپنے آقا کی خیر خواہی اور اپنے رب کی عبادت کرنے والا ہو تو اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔" انسان جب غلام ہو تو وہ اپنی مرضی سے نہ جہاد میں جا سکتا ہے جب تک کہ آقا کی اجازت نہ ہو، اسی طرح حج پر بھی نہیں جا سکتا جب تک کہ آقا کی اجازت نہ ہو، اسی طرح والدین کی خدمت بھی نہیں کر سکتا جب تک کہ آقا کی اجازت نہ ہو اس لئے کہ غلامی میں وہ اپنے آقا کی مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا، ایسا غلام جو اپنے آقا کی مرضی کو سامنے رکھتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں بھی اس دوہرے ثواب کا حریص ہوں مگر اس غلامی میں جہاد، حج اور والدہ کی خدمت کا اگر مسئلہ نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ اعمال وہ غلامی کی

حالت میں آقا کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العتق (باب العبداذا احسن الخ)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب ثواب العبدواجرہ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

غلام کی فضیلت

(۱۳٦٤) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَمْلُوْکُ الَّذِیْ یُحْسِنُ عِبَادَةَرَبِّه وَیُؤَدِّیْ اِلیٰ سَیِّدِهِ الَّذِیْ عَلَیْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِیْحَةِ وَ الطَّاعَةِ لَهٗ أَجْرَانِ﴾. (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرتا ہے جو اس کے ذمے ہے اور اس کی خیر خواہی و اطاعت بھی کرتا ہے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔" (بخاری)

لغات: ❖ سیّدہ: سیّد بمعنی سردار، سادیسود سادة وسیادة (ن) سے بمعنی سردار ہونا، سیادت کرنا، قائد بننا، کہا جاتا ہے "یا سیّدی" اے میرے آقا۔

تشریح: یُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ: اپنے رب کی عبادت اچھے طریقے سے کرتا ہو اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرتا ہو۔

علماء فرماتے ہیں کہ غلام کے لئے اپنے آقا کی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ اس میں اللہ جل شانہ کی نافرمانی نہ ہو اور اگر نافرمانی ہوتی ہو تو اس وقت میں اپنے مالک کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العتق (باب کراھیة التطاول علی الرقیق)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبد بن قیس) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تین آدمیوں کو دوہرا اجر ملتا ہے

(۱۳٦٥) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْکِتَابِ آمَنَ بِنَبِیِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْکُ اِذَا أَدّٰی حَقَّ اللّٰهِ، وَحَقَّ مَوَالِیْهِ،

وَ رَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ہیں جن کے لئے دوہرا اجر ہے ① وہ آدمی جو اہل کتاب میں سے ہے، اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لایا اور پھر محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا۔ ② وہ غلام ہے جو اپنے اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرے۔ ③ وہ آدمی جس کی ایک باندی ہو پس اس نے اس کو ادب سکھایا اور اس کی خوب اچھی تربیت کی، اسے علم سکھایا اور خوب اچھی تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ پس اس کے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ علمها: علم (تفعيل) تعليما: سکھانا، حقیقت شیء کا ادراک، یقین ومعرفت جمع علوم. العلامة: نشان، راستہ کا نشان جمع علام و علامات۔ العلام، والعُلام: مبالغہ کے صیغہ ہیں بمعنی بہت جاننے والا۔

تشریح: حدیث بالا میں تین قسم کے لوگوں کے لئے دوہرا اجر وثواب بتایا جا رہا ہے۔

❶ یہودی ونصرانی ہو کہ پہلے اپنے نبی کی اس نے اطاعت کی اور پھر دین اسلام قبول کرنے کے بعد اب اس نے نبی ﷺ کی اطاعت شروع کر دی۔ دونبیوں کی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے اس کو دوہرا ثواب ملے گا، یہی بات قرآن میں سورت حدید میں بھی بیان کی گئی ہے۔ (۱)

❷ غلام جو اپنے آقا کی بھی اطاعت کرتا ہے تکالیف اور مشقت برداشت کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ جل جلالہ کی بندگی کرنے میں بھی مشقت برداشت کرتا ہے اس کو بھی دوہری مشقت پر دوہرا اجر ملے گا۔

❸ باندی ہو مالک نے اس کو خوب اچھی تربیت کی، اور علم سکھایا پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لی یعنی اس باندی کو وہ حق مہر بھی دے اور آزاد عورتوں والے حقوق بھی اس کو دے تو اب اس پر اس کو بھی دوہرا اجر ملے گا۔ (۲)

تخريج حديث: صحيح بخارى (باب تعليم الرجل امته وأهله)، وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب وجوب الايمان برسالة نبينا الخ)، وابوداؤد، والترمذى، والنسائى، وابن ماجه، وابن حبان ۲۲۷، و الدارمى ۲۲٤٤، وكذافى البيهقى ۱۲۸/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ حدید آیت: ۲۹،۲۸

(۲) مفہوم دلیل الفالحین ۱۲۶/۴

(۲۳۹) بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِی الْهَرَجِ وَ هُوَ الاِخْتِلاطُ وَالْفِتَنُ وَنَحْوُهَا

فتنے اور فساد کے زمانے میں عبادت کرنے کی فضیلت

فتنے اور فساد کے زمانے میں عبادت مثل ہجرت ہے

(۱۳۶۶) ﴿عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعِبَادَةُ فِی الْهَرَجِ کَهِجْرَةٍ اِلَیّ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فتنہ وفساد کے دور میں عبادت کرنا میری طرف (مدینہ) ہجرت کرنے کی طرح ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ هجر: هجره (ن) هجراً وهجراناً: قطع تعلق کرنا، چھوڑنا۔ هجر الشیء: ترک کرنا، اعراض کرنا زوجه: بغیر طلاق دیئے ہوئے الگ ہونا۔ هاجر مهاجرة۔ من البلد وعنه: ہجرت کرنا۔

تشریح: اَلْعِبَادَةُ فِی الْهَرَجِ کَهِجْرَةٍ اِلَیَّ: ''فتنہ وفساد کے دور میں عبادت کرنا ایسا ہے جیسے میری طرف ہجرت کر کے آنے والا'' حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب ہر طرف برائی ہی برائی ہو اور جگہ جگہ فتنے جنم لے رہے ہوں تو اب اس وقت میں ایک آدمی کا ان سب معمول کے خلاف عبادت پر جمنا اتنا ہی مشکل ہے جیسا کہ شروع میں مکہ جو آباء واجداد کا شہر تھا اس کو چھوڑ کر مستقل مدینہ آنا مشکل تھا۔

نیز بعض محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ فتنہ اور برائی کے دور میں اس فتنہ اور برائی سے بچنے اور حفاظت کا راستہ یہی ہوگا کہ سنت کے مطابق زندگی گزارے جیسے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں عبادت کرنا مشکل تھا مگر جن صحابہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی ان کے لئے آسان ہو گیا تھا۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الفتن (باب فضل العبادة فی الهرج)، واحمد ۲۰۳۲۰/۷، والترمذی، وابن ماجه، و ابن حبان ۵۹۵۷، ومصنف ابن ابی شیبة ۱۹۱۴۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۵۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین۔

(۲۴۰) بَابُ فَضْلِ السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْاَخْذِ وَالْعَطَاءِ وَحُسْنِ الْقَضَاءِ وَالتَّقَاضِي وَ اِرْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيزَانِ، وَالنَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيفِ، وَفَضْلِ اِنْظَارِ الْمُوسِرِ الْمُعْسِرَ، وَالْوَضْعِ عَنْهُ

خرید وفرخت، لینے دینے میں نرمی اختیار کرنے اور ناپ تول میں زیادہ اور مطالبہ میں اچھا رویہ اختیار کرنے اور ناپ تول میں زیادہ دینے کی فضیلت اور کم دینے سے ممانعت اور مالدار کا تنگدست کو مہلت دینے اور اس کو معاف کردینے کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (سورۃ بقرۃ: ۲۱۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم جو بھی بھلائی کرو گے یقیناً اللہ اسے جاننے والا ہے۔''

تشریح: آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ تم جو مال خرچ کرو یا کوئی بھی عبادت کرو گے اللہ جل شانہ اس کو اچھی طرح جاننے والے ہیں اگر اخلاص کے ساتھ کرو گے تو اس کا بہترین بدلہ ملے گا اور اگر اچھا عمل بھی لوگوں کو دکھانے یا ریاء، وسمعہ کے ساتھ کیا گیا تو اس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا بلکہ الٹا اس پر پکڑ ہوگی۔

انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کیا کرو

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَيَاقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ﴾

(سورۃ هود: ۸۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔''

تشریح: شریعت نے جہاں حقوق اللہ کی طرف لوگوں کی رہنمائی فرمائی ہے تو اسی طرح حقوق العباد کی طرف رہنمائی کی ہے۔ آیت بالا میں حقوق العباد کے اہم معاملہ ناپ وتول پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ جب ناپ وتول کرو تو پورا کرو۔

قرآن وحدیث کی رو سے ناپ تول میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ عام طور سے معاملات کا، لین دین کا معاملہ ان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہ صرف ناپ تول میں نہیں کہ دوسرے کا حق پورا پورا ادا کردیا جائے، بلکہ

ہر وہ چیز جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے ان سب کا ہی حکم ہوگا۔ خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد وشماری ہو یا کسی اور طریقے سے ہو ہر ایک میں حق دار کے حق سے کم کرنا حرام ہوگا۔ ایک حدیث میں آتا ہے جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اس کو قحط سالی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ (۱)

(۱) ابن ماجہ

ہر چیز میں کمی کرنا ناجائز ہے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(سورة المطففين ۱، ٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے جو لوگوں سے خود ناپ کر پورا لیتے ہیں مگر جب ناپ یا تول کر دوسروں کو دیتے ہیں، تو کم دیتے ہیں کیا ان کو یقین نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟''

تشریح:

شان نزول

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو اہل مدینہ میں اس وقت عادت یہ تھی کہ جب خود کسی سے سودا لیتے تو ناپ وتول کو پورا کرواتے اور جب دوسرے کو دیتے تو اس میں کمی کرتے تو سورت بالا نازل ہوئی جس سے وہ ایسے باز آئے کہ آج تک اہل مدینہ ناپ تول کے پورا کرنے میں مشہور ہیں۔ (۱)

مفسرین فرماتے ہیں مراد ناپ تول سے یہ ہے کہ ہر ایک کا پورا پورا حق ادا کیا جائے مثلاً ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں کم کرنا یہ بھی اس میں داخل ہوگا اور اس کام کے کرنے میں سستی کرنا، پورا نہ کرنا یہ بھی ناجائز ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز کے رکوع وسجود میں جلد بازی کر رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لَقَدْ طَفَّفْتَ یعنی ''تو نے اللہ کے حق میں تطفیف کی'' یعنی نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کیا، اس حدیث کو نقل کر کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: لِكُلِّ شَيْءٍ وَفَاءٌ وَ تَطْفِيْفٌ ''پورا کرنا یہ ہر چیز میں مانا جائے گا'' یہاں تک کہ نماز، وضوء، طہارت وغیرہ میں بھی، اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور حقوق العباد سب میں ہی کمی کرنا ناجائز ہوگا۔

(۱) رواہ الحاکم، وابن ماجہ بحوالہ تفسیر مظہری، معارف القرآن ۸/۶۹۴

حق دار کو بات کہنے کا حق ہے

(۱۳۶۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ، فَاَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوْهُ، فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا" ثُمَّ قَالَ: "اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهٖ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ، قَالَ: "أَعْطُوْهُ، فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً" ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے تقاضا کرنے لگا اور اس نے آپ ﷺ سے درشت رویہ اختیار کیا۔ تو صحابہ نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا، پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو اس لئے کہ حقدار کو بات کہنے کا حق ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اتنی عمر کا جانور دے دو جتنی عمر کا جانور اس کا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس جیسا تو ہم کو نہیں ملا بلکہ اس سے بہتر اور زیادہ عمر والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہی اسے دے دو اس لئے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں سب سے اچھا ہو۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔'' اس آدمی سے مراد زید بن شعبہ کنانی ہیں جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ (۱)

فَاَغْلَظَ لَهُ: ''اس نے درشت رویہ اختیار کیا'' اور اس کو آپ ﷺ نے برداشت فرمایا یہ برداشت کرنا عالی ظرفی اور خوش اخلاقی یہ نبی کا ہی خاصہ ہوسکتا ہے۔

لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا: ''حق دار کو کہنے کا حق ہے۔'' علماء فرماتے ہیں کہ حق سے مراد قرض ہے یعنی جو شخص کسی کا قرض دار ہو تو اب قرض دار اس کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو قرض خواہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ سختی سے تقاضا کرے اور ناراضگی کا اظہار کرے یہ اس کا حق ہے یہاں تک وقت پر قرض ادا نہ کرنے والے کو بھی حاکم کے سامنے اور عدالت میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ (۲)

فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو ادائیگی میں سب سے اچھا ہو'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقروض اگر اپنی مرضی سے ادائیگی کے وقت قرض سے زیادہ ادا کرے تو یہ بہتر اور مستحب ہے اور اگر صاحب مال یعنی قرض خواہ کی طرف سے زیادتی کا مطالبہ ہوگا تو یہ سود ہوگا جس کا لینا بھی حرام ہوگا اور دینا بھی حرام ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوکالۃ (باب الوکالۃ فی قضاء الدیون)، وصحیح مسلم کتاب

البیو ع (باب من استلف شیئا فقضی خیرا منہ)، واحمد ۹۳۹۹/۳، والترمذی، والنسائی، وکذا ابن ماجہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۱۶۹/۴
(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
(۳) نزہۃ المتقین

اللہ اس پر رحم کرے جو وصولی کے وقت نرمی کرے

(۱۳۶۸) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلاً سَمْحاًاِذَا بَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰی، وَاِذَا اقْتَضٰی﴾. (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور قرض کی وصولی کا مطالبہ کرتے وقت نرمی کا معاملہ کرتا ہے۔" (بخاری)

لغات: ❖ اشتری: بمعنی: خرید وفروخت، مجرد میں یہ باب ضرب سے آتا ہے۔ اور اشتری باب افتعال سے ہے۔

تشریح: رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلاً سَمْحاً اِذَابَاعَ، وَاِذَا اشْتَرٰی: "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے اور خریدتے وقت نرمی کا معاملہ کرے۔" اس کے دو مطلب ہیں پہلا مطلب یہ ہے کہ خریدتے وقت ایسا رویہ اختیار کرے جس سے بیچنے والے کو نقصان نہ ہو اور اسی طرح بیچتے وقت ایسا رویہ اختیار کرے جس سے گاہک کو نقصان نہ ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ خریدتے وقت اصل قیمت سے کچھ زیادہ دے دے اور فروخت کرتے وقت گاہک کو سامان جھکتا ہوا دے۔

وَاِذَا اقْتَضٰی: "جب خود قرض کی وصولی کا معاملہ کرے تو تب بھی نرمی کا معاملہ کرے۔" مطلب یہ ہے کہ قرض کی وصولی کے وقت ادب واحترام سے تجاوز نہ کرے اور اگر غریب ہو تو اس کو معاف ورنہ کم از کم مہلت دیدے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب البیو ع (باب السھولۃفی الشراء والبیع)، واحمد ۱٤٦٦٤/۳، وابن ماجہ، وابن حبان ٤۹۰۳، وکذا فی البیھقی ۳۵۷/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

قیامت کے دن کی نجات مقروض کو مہلت دینے میں ہے

(۱۳٦۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ: "مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی بے چینیوں سے نجات دے تو اسے چاہئے کہ تنگدست کو مہلت دے یا اس مقروض کو معاف کردے۔''

لغات: ❖ کرب: کربا: پریشان کرنا، بے چین بنانا، اکرب: عجلت کرنا، کرب: غم، پریشانی، بے چینی ج: کروب. مکروب: پریشان، بے چین۔

تشریح: فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ: ''تنگ دست کو مہلت دیدے'' یعنی ''یوخر'' کے معنی میں ہے کہ قرض کی ادائیگی میں مزید مہلت دیدے۔ (۱)

بعض لوگوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ تنگ دست کی تکلیف کو دور کردے یعنی اپنے پاس سے اسے اتنی رقم دیدے جس سے وہ اپنا قرض ادا کردے۔ ایسا معاملہ کرنے سے اللہ جل شانہ بھی اس کی قیامت کے دن کی بے چینی اور پریشانی سے حفاظت فرمائیں گے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البیوع (باب فضل انظار المعسر)، وکذا فی البیھقی ۳۵۷/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادۃ (الحارث بن ربعی) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۵۲/۳، دلیل الفالحین ۱۷۱/۴

تنگ دست پر نرمی کی وجہ سے اللہ نے بھی اس کو معاف کردیا

(۱۳۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ: اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ" ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اس نے اپنے ملازم سے کہا ہوا تھا جب تم کسی تنگ دست کے پاس آؤ تو اس سے نرمی اور درگذر کا معاملہ کیا کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگذر سے کام لے پس جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ نے اسے معاف فرمادیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ جاوَز يجاوز مجاوزة: بمعنی تجاوز کرنا، زیادتی کرنا، حد سے آگے بڑھنا۔

تشریح: تین مقام پر مستحب کا اجر زیادہ ہے فرض اور واجب سے

فَتَجَاوَزْ عَنْهُ: ''تنگ دست سے درگذر کیا کرو'' علماء فرماتے ہیں ہر جگہ پر نفل اعمال سے فرض اعمال کی فضیلت زیادہ ہے مگر تین مقام ایسے ہیں جہاں پر نفل اور سنت کا ثواب فرض اور واجب سے زیادہ ہے۔

❶ ان میں ایک یہ ہے کہ تنگ دست مفلس کو معاف کر دینا یہ مستحب ہے اور اس کو مہلت دینا فرض ہے یہاں مستحب کا ثواب یعنی بالکل معاف کر دینا اس کا اجر فرض سے زیادہ ہے۔

❷ سلام کرنے میں پہل کرنا سنت ہے، جب کہ جواب دینا واجب ہے یہاں پر بھی سنت کا ثواب واجب سے زیادہ ہے۔

❸ وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے، مگر جب نماز شروع کر لے تو وضوء کرنا فرض ہے یہاں پر بھی مستحب کا ثواب فرض سے زیادہ ہوگا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب البیوع (باب من انظرالمعسر)، وصحیح مسلم کتاب البیوع (باب فضل انظارالمعسر)، وأحمد ۷۵۸۲/۳، والنسائي، وابن حبان ۵۰۴۲، ومصنف ابن ابی شیبة ۱۹۶/۸، وکذافی البیهقی ۳۵۶/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

تنگ دست سے درگذر کرنے کی وجہ سے اللہ بھی اس سے درگذر فرماتے ہیں

(۱۳۷۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِالْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''حُوْسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَلَمْ یُوْجَدْلَهُ مِنَ الْخَیْرِ شَیْءٌ اِلَّا اَنَّهُ کَانَ یُخَالِطُ النَّاسَ، وَکَانَ مُوْسِراً، وَکَانَ یَاْمُرُغِلْمَانَهُ اَنْ یَتَجَاوَزُوْاعَنِ الْمُعْسِرِ. قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ''نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِکَ مِنْهُ، تَجَاوَزُوْا عَنْهُ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے (بنی اسرائیل) کے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب کیا گیا تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی نیکی نہیں پائی گئی کہ وہ لوگوں سے لین دین کرتا، بھلائی میں تعاون کرنے والا تھا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تنگ دست سے درگذر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ہم درگذر کرنے کے اس سے زیادہ حقدار ہیں، اس سے درگذر کرو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یخالط: خلط (ض) خلطاًوخلّط. الشیء بالشیء: ملانا، کہا جاتا ہے "خلّط المریض" بیمار نے مضر چیزیں کھائیں "خلّط فی الکلام" اس نے بکواس کی۔ خلّط فی الشیء: خراب و فاسد کرنا۔ خالطه مخالطةً و خلاطاً: ملنا، میل ملاپ کرنا، ساتھ رہنا۔ الداء فلاناً: بیماری لاحق ہونا، اختلط: ملنا۔ الخلق (مصدر) لوگوں سے ملنے والا اور چاپلوسی کرنے والا۔

تشریح: رَجُلاً مِمَّنْ قَبْلَکُمْ: "تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی تھا۔" اس کی مغفرت اللہ نے صرف اس وجہ سے کردی کہ وہ تنگ دست لوگوں سے درگذر کا معاملہ کیا کرتا تھا۔ اس میں ترغیب ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے اپنے لئے عفو اور درگذر کا معاملہ چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ کرے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ واقعہ پہلی امتوں میں سے کسی ایک آدمی کا ہے لیکن اس کے مثالی کردار کو آپ ﷺ نے بھی پسند فرمایا اور پھر اپنی امت کو بھی اس کی ترغیب دی کہ یہ عمل اللہ جل شانہ کو بہت ہی پسند ہے کہ قیامت کے دن اس کی وجہ سے آدمی کی مغفرت ہوجائے گی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البیوع (باب فضل انظار المعسر)، وأحمد ٦/٨٢ ١٧٠، والترمذی، وابن حبان ٥٠٤٧، والحاکم ٢/٢٢٢٦، وکذا فی البیهقی ٥/٣٥٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللہ بندے سے زیادہ درگذر کرنے والا ہے

(١٣٧٢) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهِ، آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَقَالَ لَهُ: مَاذَاعَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثاً. قَالَ: يَارَبِّ! آتَيْتَنِيْ مَالَكَ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِيَ الْجَوَازُ، فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُعَلَى الْمُوْسِرِ، وَأُنْظِرُالْمُعْسِرَ. فَقَالَ تَعَالٰى: "أَنَا أَحَقُّ بِذَامِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ" فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَأَبُوْمَسْعُوْدِالْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: هٰكَذَاسَمِعْنَاهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے دنیا میں کیا کیا؟ حضرت حذیفہ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "ولایکتمون الله حدیثا" کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکے گا پھر وہ بندہ جواب دے گا اے رب! تو نے اپنے پاس سے اچھا مال عطاء فرمایا تھا پس میں لوگوں

کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کرتا تھا میری عادت درگزر کرنے کی تھی۔"

پس میں خوش حال لوگوں پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں اس درگذر کرنے کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے سے درگذر کرو۔ اس پر عقبہ بن عامر اور ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بھی یہ بات آپ ﷺ کے منہ مبارک سے اسی طرح سنی ہے۔

لغات: ❖ انظر: نظر (ن، س) نظراً ومنظراً ومنظرة وتنظاراً ونظراناً ـه اليه: دیکھنا، غور سے دیکھنا (نظر (ن) نظراً فی الامر: سوچنا، فکر کرنا، اندازہ کرنا۔ الشيء: انتظار کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی تنگ دست سے درگذر کرنے اور امیر آدمی پر آسانی کرنے پر اللہ جل شانہ کی طرف سے بھی درگذر کا بدلہ ملا، کیونکہ جزاء بھی عمل کی جنس سے ہی ہوگی کہ جو معاملہ یہ دنیا میں کرتا تھا وہی معاملہ اللہ نے اس کے ساتھ قیامت کے دن فرمایا۔

فَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَاَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيُّ هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ: عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ حدیث آپ ﷺ سے اسی طرح سنی ہے۔

یہاں پر علامہ ابن علان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صرف ابومسعود سے مروی ہے اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ یہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے یہی بات مسلم شریف میں ہے وہاں ہی سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس موضوع پر کوئی روایت منقول نہیں ہے، دراصل حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی نام عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہاں ایک راوی خالد احمر کو یہ وہم ہوا کہ انہوں نے عقبہ بن عمرو کو عقبہ بن عامر بنا دیا اور پھر حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عقبہ بن عامر کو الگ الگ تصور کر لیا حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ہے عقبہ نام ہے اور ابومسعود کنیت ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البیوع (باب فضل انظار المعسر)، واحمد ۹/۲۳۴۴۴، وابن ماجه بمعناه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۱۷۳

تنگ دست کو مہلت دینے پر اللہ کے عرش کا سایہ ملے گا

(۱۳۷۳) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

"مَنْ أَنْظَرَمُعْسِراً أَوْ وَضَعَ لَهُ، أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوکسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کردے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سامنے کی جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ وضع (ضرب) وضعا: رکھنا ڈالنا، - الکتاب: تالیف کرنا، الحدیث: بات گھڑنا، یدہ علی: قابض ہونا، وضع الشیء فوق کل اعتبارا: ہر چیز پر فوقیت دینا۔

تشریح: حدیث بالا میں تنگ دست کو مہلت دینے اور اس کو معاف کرنے پر یہ فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ اس کو قیامت کے دن جب کہ لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور سورج نہایت ہی قریب ہوگا اس دن میں عرش کے سایہ کے سواء کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا اس دن میں ایسے شخص کو اللہ جل شانہ اپنے عرش کا سایہ عطاء فرمائیں گے۔ (۱)

آج کل ہمارے عرف میں معاملہ عکس ہے کہ امیر آدمیوں کو تو مہلت دے دی جاتی ہے مگر تنگ دست کو مہلت دینا لوگ پسند نہیں کرتے اور یہ سوچتے ہیں کہ یہ غریب آدمی ہے اگر مہلت دے دی تو یہ بالکل ہی قرض ادا نہیں کرے گا حالانکہ حدیث بالا کی فضیلت تو غریب آدمی کو مہلت دینے پر ملے گی۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب البیوع (باب ماجاء فی انظارالمعسر) والرفق به واحمد ۳/۸۷۱۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۱۷۴

رسول اللہ ﷺ نے قیمت جھکتی ہوئی دی

(۱۳۷۴) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْهُ بَعِيْراً (بِوُقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ أَوْدِرْهَمَيْنِ) فَوَزَنَ لَهُ فَأَرْجَحَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا تو اس کی قیمت جھکی ہوئی دی۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اشتری: باب افتعال سے بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ اور اس کا مجرد باب ضرب سے آتا ہے۔

تشریح: مستحب یہ ہے کہ جب آدمی کوئی چیز خریدے تو دینے والا بھی جھکتا ہوا دے۔ اور لینے والے کو بھی یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ وہ بھی کچھ زائد دے اس عمل میں ان کے آپس میں الفت ومحبت میں اضافہ ہوگا۔ حدیث بالا میں بھی آپ ﷺ کا عمل بتایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹ خریدا تو آپ ﷺ نے مقررہ رقم سے زیادہ دیا۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک قیراط زیادہ دیا تھا۔ بعض محدثین فرماتے ہیں آیت بالا ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اونٹ ایک سفر میں چل نہیں رہا تھا آپ ﷺ نے اس کو ہنکایا تو وہ دوڑنے لگا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ یہ مجھ کو فروخت کرو انہوں نے کردیا اور مدینہ تک آنے کی اجازت لی مدینہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب وہ اونٹ لاکر دیا تو آپ ﷺ نے اس کی قیمت دی اور اس قیمت سے زائد رقم بھی مرحمت فرمائی اور ساتھ میں وہ اونٹ بھی واپس فرمادیا۔ (بخاری ومسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب البیوع (باب شراء الدواب والحمیر)، وصحیح مسلم کتاب البیوع (باب من استلف شیئا فقضی خیر امنه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے پائجامہ خریدا تھا

(۱۳۷۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ صَفْوَانَ سوید بْنِ قَیْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِیُّ بَزًّامِنْ هجَرَ، فَجَاءَ نَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَساوَ مَنابَسَرَا وِیْلَ، وَعِنْدِیْ وَزَّانٌ یَزِنُ بِالْاَجْرِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَزَّانِ: "زِنْ وَ أَرْجِحْ﴾ (رواه ابوداؤدوالترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوصفوان سوید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور مخرمۃ عبدی ہجر کی جگہ سے کچھ کپڑا لے کر آئے تو نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک پائجامہ کا بھاؤ کیا میرے پاس ایک وزن کرنے والا آدمی تھا جو معاوضے پر وزن کرتا تھا نبی کریم ﷺ نے اس وزن کرنے والے کو فرمایا: تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ ابوداؤد، ترمذی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

تشریح: مِنْ هَجَرَ: ہجر بحرین کے قریب ایک شہر ہے۔ فَسَا وَمَنَا بِسَرَاوِیْلَ: ایک پائجامہ کا سودا کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے پہلے سے سودا کرلینا ضروری ہے۔ (۱)

اس سے آپس میں جھگڑا ختم ہوجائے گا ایسا نہیں کہ جو مرضی دے دینا پھر بعد میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ ایک دوسری

روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے وہ پاجامہ چار درہم میں خریدا تھا۔ (۲)

جمہور محققین کے نزدیک پائجامہ خریدنا تو آپ ﷺ کا ثابت ہے مگر استعمال کرنے کی کوئی صحیح روایت نہیں ملتی۔ حدیث بالا میں آپ ﷺ کی تواضع وانکساری کا بھی بیان ہے کہ آپ ﷺ خود بہ نفس نفیس چل کر خریدنے کے لئے تشریف لے گئے۔ (۳)

زِنْ وَاَرْجِحْ: ''تولو اور جھکتا ہوا تولو۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خریدنے والا طے شدہ قیمت سے کچھ زائد دے یہ بہتر اور مستحب ہے اس میں احسان بھی ہے اور اس سے معاشرے میں اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور آپس میں محبت والفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

تخريج حديث: سنن ابى داؤد كتاب البيوع (باب فى الجحان)، وسنن الترمذي ابواب البيوع (باب ماجاء فى الجحان فى الوزن)، واحمد ۷/ ۱۹۱۲۰، وابن حبان ۵۱۴۷، وابن ماجه ۲۲۲۰، وكذا فى البيهقى، ۶/ ۳۳ واسناده حسن.

راوی حدیث حضرت صفوان بن سوید بن قیس کے مختصر حالات:

نام: سوید۔ والد کا نام قیس، کنیت ابن صفوان۔ آخری زمانے میں کوفہ منتقل ہوگئے تھے۔

مرویات: ان سے چار احادیث مروی ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۳/ ۳۵۷

(۲) مظاہر حق ۳/ ۱۴۰

(۳) مظاہر حق ۳/ ۱۴۰، روضۃ المتقین ۳/ ۳۵۸

كتاب العلم

علم کا بیان

(۲٤۱) بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

علم کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً﴾ (سورة طه: ۱۱٤)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''آپ دعا کیجئے اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا دے۔''

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب اس آیت کو پڑھتے تو یہ دعا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ عِلْماً وَ اِیْمَاناً وَ یَقِیْناً. "اے اللہ میرے علم میں اور ایمان میں اور میرے یقین میں زیادتی فرما۔"

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو کسی چیز کی زیادتی کا حکم نہیں دیا سوائے علم کے کہ اس میں زیادتی کا حکم دیا ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ دعا مانگنے کی عادت تھی "اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ، وَ عَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ، وَزِدْنِیْ عِلْماً، وَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" اور ایک روایت میں: "وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ النَّارِ" کے الفاظ بھی آتے ہیں۔

علم میں ترقی کی دعا کرنے کو کہا گیا کیونکہ اس کے بغیر تو انسانیت کی تکمیل نہیں ہوسکتی اور اسی سے آدمی اپنے حقیقی مالک کو پہچانتا ہے۔ ؎

چو شمع ازپئے علم باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ الزمر: ۹)

ترجمہ: اور ارشاد گرامی ہے: "آپ (ﷺ) کہیے کہ کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں؟"

یہاں پر سوال انکاری ہے کہ یہ دونوں طبقہ برابر نہیں ہوسکتے جو خدا شناس ہیں۔ اور یہ وہ ہیں جو اللہ کی صفات جلالی و جمالی کو مانتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی رحمت سے امید باندھے ہوئے ہیں۔ دوسرا طبقہ جو یہ سب کچھ نہیں جانتے اور کرتے۔ تو سوال کیا جارہا ہے کہ یہ دونوں طبقہ برابر ہوسکتے ہیں؟ جواب نفی میں ہوگا کہ نہیں۔ بعض اہل علم نے فرمایا کہ یہ جملہ تاکیدی تو ہے لیکن بطور تنبیہ کے ہے کہ جس طرح عالم اور جاہل برابر نہیں تو اسی طرح نافرمان اور فرمانبردار بھی برابر نہیں ہوسکتے۔

صاحب تفسیر قرطبی فرماتے ہیں اس آیت میں مراد وہ علماء ہیں جو جاننے کے بعد عمل بھی کریں اور جو جانتا ہو مگر عمل نہ کرے تو وہ گویا جاہل ہی ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے: الذین یعلمون سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں اور الذین لا یعلمون سے مراد ابوحذیفہ مخزومی ہیں۔

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (سورۃ المجادلۃ: ۱۱)

ترجمہ: اور ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطاء ہوا ہے درجے بلند کردے گا۔"

اس آیت میں اہل علم سے مراد علماء باعمل ہیں یعنی اللہ باعمل اہل علم کو وہ درجات عنایت کرتا ہے جو جاہل باعمل لوگوں کو عنایت نہیں فرماتا کیونکہ ایک طرف تو عالم کو اس کے اجر کا ثواب ملتا ہے تو دوسری طرف جن کو اس نے نیک بات بتائی اور انہوں نے اس پر عمل کیا تو اس کا ثواب بھی اس عالم کو ملتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا لوگوں اس آیت کو سمجھو، یہ تم کو علم کی رغبت دلا رہی ہے، اللہ فرما رہا ہے کہ مؤمن عالم مؤمن ناواقف سے بہت درجے اونچا ہے۔

کیونکہ علم ہی تمام عبادات کی بنیاد ہے اور باقی سب چیزیں فروعات ہیں۔ اس لئے قرآن میں بار بار اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ؎

پھل پھول پتیوں پر ہے سب کی نظر نثار　　　جڑ پر نہیں نظر جس کی کہ ہے یہ سب بہار

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورة الفاطر: ۲۸)

ترجمہ: ''خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔''

اس آیت میں علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں اور مخلوقات عالم میں اس کے تصرفات پر اور اس کے احسانات وانعامات پر نظر رکھتے ہیں۔

اس آیت کے بارے میں مجاہد اور شعبی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں: اَلْعَالِمُ مَنْ خَافَ اللّٰهَ. ''عالم اس کو کہتے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔'' ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَنْ لَمْ يَخْشَ اللّٰهَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ یعنی ''جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ہے۔'' اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ مشہور تابعی ہیں، اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''عالم وہ شخص ہے جو خلوت اور جلوت دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرتا ہو اور جس چیز کی اللہ نے ترغیب دی ہو وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہو اس سے اس کو نفرت ہو۔

قرآن میں اور بہت سی آیات میں علم کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ﴾. (۱)

۲ قَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيداً بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾. (۲)

۳ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا آتِيْكَ بِهِ﴾. (۳)

۴ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا﴾. (۴)

❺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَالِلنَّاسِ وَمَايَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ﴾. (۵)

❻ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ الخ﴾ (۶)

❼ قَالَ تَعَالٰى: ﴿ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ﴾. (۷)

❽ قَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْجِئْنٰهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾. (۸)

❾ قَالَ تَعَالٰى: ﴿بَلْ هُوَآيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِىْ صُدُوْرِالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾. (۹)

❿ قَالَ تَعَالٰى: ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾. (۱۰)

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت ۱۸
(۲) سورۃ رعد آیت: ۴۳
(۳) سورۃ نمل آیت ۴۰
(۴) سورۃ قصص آیت ۸۰
(۵) سورۃ عنکبوت: آیت ۴۳
(۶) سورۃ نساء آیت: ۸۳
(۷) سورۃ اعراف آیت ۲۶
(۸) سورۃ اعراف آیت: ۵۲
(۹) سورۃ عنکبوت آیت ۴۹
(۱۰) سورۃ رحمٰن آیت: ۳، ۴

سب سے بہتر آدمی

(۱۳۷۶) ﴿وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطاء کرتا ہے۔"

لغات: ❖ يفقهه: و افقه. فقه فلانا سمجھانا۔ فقیہ بنانا۔ فقه (س) فقهاًوتفقه. سمجھنا۔ علم فقہ حاصل کرنا۔ الدين: بمعنی ملت و مذہب اس کی جمع ادیان آتی ہے۔

تشریح: حدیث بالا کا مضمون اور بھی روایات میں ملتا ہے مثلاً شرح السنۃ میں حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ قول منقول ہے کہ میں طالب علم سے افضل اور کوئی چیز نہیں جانتا۔

ایک روایت میں ہے خدا تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اس میں تین وصف کو پیدا فرما دیتے ہیں:
① دین کی سمجھ ② دنیا سے بیزاری ③ عیوب پر نظر۔
حدیث کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اس کو دین کے مسائل میں گہری نظر اور عمیق فہم عطاء فرما دیتے ہیں، ایک ہی حدیث ہوتی ہے مگر اس کے فہم میں اشخاص مختلف ہوتے ہیں۔ بعض اس کا صرف ظاہری مطلب سمجھتے ہیں، بعض اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر سینکڑوں مسائل نکالتے ہیں غرض یہ ہے کہ جس کو تفقہ فی الدین حاصل ہوگا وہ بہت ہی خوش نصیب ہوگا۔
سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر و بھلائی یہ منحصر ہے "تفقه فی الدین" والوں میں یعنی فقہاء میں حالانکہ امور خیر غیر فقہاء میں بھی پائے جاتے ہیں۔
پہلا جواب: خیراً میں تنوین تعظیم کے لئے ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ شانہ جس کے ساتھ بہت زیادہ خیر کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اس کو تفقہ فی الدین عطاء فرماتے ہیں۔
دوسرا جواب: یہ ہے کہ تنوین خیراً میں تنکیر کے لئے ہی ہے یہاں یہ کلام تنزیل الناقص بمنزلۃ المعدوم کی قبیل سے ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ غیر فقہاء کے پاس بھی بھلائی ہے مگر وہ فقہاء کے مقابلہ میں اتنی ناقص ہے کہ گویا کہ وہ کالعدم ہے۔
تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العلم، و صحیح مسلم کتاب الزکاۃ (باب النهی عن المسألة)، رواه احمد، واخرجه الترمذی عن ابن عباس، ورواه ابن ماجه عن ابی هريرة، ورواه ابن حبان ٨٩، والدارمی ٢٢٤، والطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر، ورواه الطبرانی فی الکبیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

دو قابل رشک چیزیں

(١٣٧٧) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَاوَ يُعَلِّمُهَا﴾. (متفق عليه. والمراد بالحسد: الغبطة، وهوأن يتمنى مثله)
ترجمہ: "حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسد کرنا جائز نہیں مگر دو آدمیوں پر ① وہ جس کو اللہ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس مال کو خرچ کرنے پر مسلط ہو (یعنی خوب دین کی راہ میں خرچ کرتا ہو) ② وہ جس کو اللہ نے دین کا علم عطاء کیا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی

دوسرے کو تعلیم دیتا ہو۔"

لغات: ❖ هلكته: ہلاک کرنا۔ هلكا و هلوكا و مهلكا بمعنی ہلاک ہونا یہاں مراد خرچ کرنا ہے۔ یقض: فیصلہ کرنا۔ قضى يقضي قضاء و قضياً و قضية معنی فیصلہ کرنا و يعلمها سکھانا۔ علم يعلم علماً بمعنی حقیقت علم کو پالینا۔

تشریح: لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ حدیث کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ حسد ان دو آدمیوں کے لئے جائز ہے حالانکہ دوسری نصوص سے مطلقاً حسد کا ناجائز ہونا معلوم ہوتا ہے؟

پہلا جواب: یہ ہے کہ حسد یہاں پر غبطہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حسد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا اور غبطہ کہتے ہیں کسی کی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا اس جیسی نعمت مجھ کو بھی مل جائے اور اس کے پاس بھی باقی رہے۔ تو معلوم ہوا کہ حسد ناجائز اور حرام ہے غبطہ جائز ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ حسد اپنے حقیقی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے لیکن یہ کلام بر سبیل فرض و تقدیر وارد ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض حسد کرنا جائز ہوتا تو ان دو چیزوں میں جائز ہوتا۔

یا مطلب یہ ہے جو علامہ طیبی رحمہ اللہ اور علامہ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر حسد سے مراد شدت حرص اور حسن طلب ہے اور چونکہ یہ چیز مفضی الی الحسد ہوجاتی ہے اس لئے یہاں پر اس کو حسد سے تعبیر کیا گیا ہے یا بعض نے یہ فرمایا کہ جب کوئی مصلحت دینی ہو تو حسد جائز ہے جیسا کہ کذب کے بارے میں کہا گیا ہے۔

مَالاً فَسَلَّطَهُ: "مالاً" میں تنوین ہے، بتانا یہ مقصود ہے کہ کم مال ہو یا زیادہ ہر حال میں وہ خرچ کرتا ہو (۳) حق کی قید لگائی کہ حق جگہ پر خرچ کرے۔ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل دولت فسق کے کاموں میں زیادہ خرچ کرتے ہیں یا حق کی قید اس لئے لگائی کہ وہ اس خرچ کرنے میں اسراف نہ کرے۔

اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ: "حکمت" سے مراد علم ہے، یا قرآن ہے، کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں "رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ" کے الفاظ آتے ہیں۔ دونوں کو جمع کرلیا جائے تو اس سے فہم قرآن مراد ہوگا کہ وہ اپنے دوسرے سب ہی کے بارے میں قرآن کے فہم سے فیصلہ کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آدمی اچھے کاموں کے بارے میں کم از کم تمنی رکھے۔ (۷)

تخریج حدیث: بخاری فی کتاب العلم (باب الاغتباط فی العلم والحکمة) ۱/۱۵۲، ۱۵۳۔ اخرجه مسلم فی کتاب صلوة المسافرین (باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه) ۸۱۶، ورواه احمد، والترمذی، وابن ماجه، وابن حبان ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

علم سے فائدہ اٹھانے والوں کی قسمیں

(۱۳۷۸) ﴿وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضاً، فَكَانَتْ فِيْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ فِيْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَاَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا اُخْرٰى اِنَّمَاهِيَ قِيْعَانٌ، لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ، فَعَلِمَ، وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْساً وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے مجھے ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثل بارش کی ہے جو کسی زمین پر برسے تو زمین کا بعض حصہ عمدہ و پاکیزہ ہو جو اس پانی کو اپنے اندر لے لے اور خوب سبزہ اور گھاس اگائے۔ اور بعض حصہ سخت زمین والا ہو جو پانی کو روک کر محفوظ کر لے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں اور وہ اس سے خود پئیں اور (جانور وغیرہ) کو بھی پلائیں اور زراعت کرے۔ اور بعض حصہ ایسا ہو زمین جو چٹیل بیابان ہو جو نہ پانی کو محفوظ کرے اور نہ گھاس وغیرہ اگائے۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے جو اللہ کے دین میں سمجھ رکھے اور جس علم کے ساتھ اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے فائدہ پہنچائے، خود بھی سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور اس شخص کی مثال جو اس کی طرف سر کو بلند نہیں کرتا (یعنی توبہ نہ کرے) اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔''

لغات: ❖ بعثنی: بھیجنا بعث یبعث بعثا و تبعاثا بمعنی بھیجنا (س) بعث یبعث بعثاً: نیند سے بیدار ہونا، غیث، بارش کو کہتے ہیں۔ وسقوا: پلانا: سقی یسقی سقیا بمعنی: پلانا۔ زرعوا: بونا۔ زرع یزرع زرعا: بمعنی بونا۔ قیعان یہ جمع ہے قاع کی، اس زمین کو کہتے ہیں جو بالکل برابر ہو اور اس پر کوئی چیز نہ ہو۔ یرفع: اٹھانا۔ رفع (ف) یرفع رفعا اٹھانا (ک) رفع یرفع رفعة و رفاعة بمعنی عالی مرتبہ ہونا۔

تشریح: وحی کی مثال نبی کریم ﷺ نے بارش کے ساتھ دی۔ بارش ہونے کے بعد زمین کی تین قسمیں ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح علم وہدایت کے آنے کے بعد بھی لوگ تین قسموں میں تقسیم ہوگئے۔

پہلی قسم: بارش اگر صاف ستھری پاکیزہ زمین پر برسی تو اب زمین خود بھی منتفع ہوئی کہ اس سے سبزہ وغیرہ نکلا۔ دوسرا یہ کہ اس

سبزہ سے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا۔ اسی طرح ہدایت آنے کے بعد بعض لوگوں نے علم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ تو اس شخص نے علم سے خود بھی فائدہ حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا مثلاً ائمہ اربعہ۔

دوسری قسم: زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد وہ خود تو منتفع نہیں ہوتی کہ اس سے کوئی سبزہ وغیرہ نکلتا (پتھریلی ہونے کی وجہ سے) مگر وہ اپنے اندر پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جس سے دوسروں کو فائدہ ہوجاتا ہے۔ تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد علم تو حاصل کیا اس پر خود عمل نہیں کیا مگر دوسرے کو سکھایا تو یہ شخص خود تو علم سے منتفع نہیں ہوا مگر دوسرے کو اس کی وجہ سے فائدہ پہنچ گیا یہ مثال محدثین کی ہے۔

تیسری قسم: زمین کی وہ ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد اس پر پانی نہیں ٹھہرتا تو اس بارش سے زمین کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور نہ ہی دوسرے کو اس سے کوئی فائدہ ہوا۔ تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد بعض لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا نہ خود انہوں نے فائدہ حاصل کیا اور نہ اس کے ذریعہ سے کسی اور کو کوئی فائدہ پہنچا۔ (۱)

تخریج حدیث: بخاری، و مسلم، والامام احمد فی مسندہ ۷/ ۱۹۵۹۰ وابن حبان ٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فضل الباری ۲/ ۶۸ ونزہۃ المتقین ۹۵۱

(۲) دلیل الفالحین ۴/ ۱۸۰

ہدایت سرخ اونٹوں سے بہتر ہے

(۱۳۷۹) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ رِضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "فَوَ اللّٰهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَکَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ﴾. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

لغات: ❖ یھدی: ہدایت دینا، راہنمائی کرنا، ھدی یھدی ھدیًا رہنمائی کرنا۔ خیر: اصل میں اخیر ہے کثرت استعمال سے ہمزہ حذف ہوگیا معنی اچھا، بہتر۔ النعم: اونٹ کو کہتے ہیں۔

تشریح: یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے خیبر کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمائی تھی کہ قتال سے پہلے ان کو اسلام کی طرف دعوت دینا۔ اگر ان کافروں میں سے ایک بھی مسلمان ہوجائے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔

جس کے پاس یہ ہوتے تھے وہ آدمی دنیاوی اعتبار سے بہت زیادہ خوش نصیب سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح قیامت کے دن کے لحاظ سے وہ شخص خوش نصیب سمجھا جائے گا جس کے ذریعہ سے کوئی راہ راست پر آیا ہو۔ (۱)

سرخ اونٹ کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ عرب کے نزدیک سب سے بہتر مال یہی سرخ اونٹ ہوتے تھے، اس لئے بیان کر دیا ورنہ کوئی مناسبت نہیں ہے دنیا کی فانی چیزوں کی اور آخرت جو باقی ہے وہاں کی نعمتوں کے مقابلے میں۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی المغازی (باب غزوۃ خیبر) ۵۸/۲، وصحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ (باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۱۸۱/۴

(۲) دلیل الفالحین ۱۸۱/۴

مختصر بات کا پہنچانا

(۱۳۸۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَ لَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، وَ لَا حَرَجَ، وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾. (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے پہنچا دو چاہے ایک بات ہی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔“

لغات: ❖ بلغوا: (ن) بلغ یبلغ بلوغا بمعنی پہنچنا۔ کذب: (ض) کذب یکذب کذباً بمعنی جھوٹ بولنا۔ متعمدا: قصد کرنا۔ عمد (ض) یعمد عمداً: قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔

تشریح: وَلَوْ آيَةً: آیۃ خبر ہے کان محذوف کی، کان اور اس کا اسم محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ وَ لَوْ كَانَ الْمُبَلَّغُ آيَةً. آیت سے مراد یا قرآن کریم کی آیت ہے یا مطلق۔ "الکلام المفید" ہے، تو اس صورت میں دین کی ہر بات اس میں داخل ہوگی۔ پہلے مطلب پر آیت قرآنی کی تخصیص اس کی اہمیت کی بناء پر کی گئی ہے (۱) علماء فرماتے ہیں کہ کبھی کبھار کوئی مختصر سی بات بھی آدمی کے لئے ہدایت کا باعث بن جاتی ہے ؎

ہشیار کو اک حرف نصیحت ہے کافی نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف قرآن ہی سے تبلیغ کی جائے حدیث کا کوئی ذکر نہیں؟
جواب اول: قرآن کی آیت کی تبلیغ کا حکم ہے مگر حدیث کی تبلیغ کی نفی تو نہیں کی گئی۔
جواب دوم: آیت سے لغوی معنی مراد ہے بمعنی علامت جو قرآنی آیت، حدیث نبوی، مسائل فقہ سب کو شامل ہے۔ (۲)
جواب سوم: جب آیت کی تبلیغ باوجود محفوظیت قرآن کے ضروری ہے تو حدیث کی بدرجہ اولی ضروری ہوگی۔ (۳)

حَدِّثُوا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ: بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کے سامنے نسخہ تورات پڑھا تو آپ ﷺ غصہ ہوئے اور یہاں اس حدیث میں اسرائیلیات کے نقل کرنے کا آپ ﷺ خود حکم فرما رہے ہیں؟

جواب: یہاں اس حدیث میں مراد اسرائیلی قصص، نصائح وغیرہ کا بطور عبرت کے نقل کرنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو منع فرمایا اس سے مراد احکامات کے طور پر تھا کہ اس کے احکامات اب منسوخ ہوگئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ احکامات لینے کے اعتبار سے اسرائیلی باتوں کو لینا منع ہے اور عبرت کے لئے لینا جائز ہے۔ (۴)

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا: اس جزء میں وضع حدیث والے کے لئے وعید بیان کی گئی ہے۔ اس کے حکم میں اختلاف ہے ابو محمد جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کفر قرار دیا لیکن جمہور علمائے امت اور امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ وضع حدیث اگر حلال سمجھ کر کرے تو کفر ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے۔

بعض جاہل صوفیاء نے ترغیب وترہیب کے لئے وضع حدیث کو جائز قرار دیا ہے مگر جمہور اس کو رد کرتے ہیں۔ (۵)

تخریج حدیث: البخاری فی کتاب احادیث الانبیاء (باب ماذکر عن بنی اسرائیل) ورواہ احمدفی مسندہ ۲/۶۴۹۶، والترمذی، وابن حبان ٦٢٥٦، ومصنف ابن ابی شیبة ۸/۷٦۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرعاۃ المفاتیح
(۲) تحفۃ المراۃ ص: ۱۸۸
(۳) تحفۃ المراۃ ص: ۱۸۸، نزہۃ المتقین ص: ۹۵۲۔ دلیل الفالحین ۴/۱۸۱
(۴) تعلیق الصبیح۔ الاشعۃ اللمعات۔ تحفۃ المراۃ ص: ۱۸۸
(۵) اشرف التوضیح ۱/۲۸۷

طالب علم کے لئے خوشخبری

(۱۳۸۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقاً یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّةِ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے راستے پر چلا جس میں وہ علم حاصل کر رہا ہے تو اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔“

لغات: ❖ سلک (ن) سلک یسلک سلکا و سلو کا بمعنی راستہ کی اتباع کرتے ہوئے چلنا۔ یلتمس: طلب کرنا۔ تلاش کرنا۔ حاصل کرنا (ض، ن) لمس چھونا۔ طلب کرنا۔ سھل: آسان کرنا۔ سھل یسھل سھولۃ بمعنی: نرم ہونا، آسان ہونا، سھّل بمعنی آسان کر دینا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں طلب علم کی ایک خاص فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا جارہا ہے کہ جو شخص علم دین کے حصول کے لئے اپنے وطن اور عزیز واقارب سے جدا ہو کر عیش و آرام کو چھوڑ کر نکلتا ہے تو اس کی اس ریاضت اور مشقت کی وجہ سے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔ (۱)

یا مطلب یہ ہے کہ جب طالب علم نے مصیبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کیا تو اللہ اس کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطاء فرماتے ہیں اور جب وہ اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اس بناء پر اس کا جنت میں داخلہ آسان ہو جاتا ہے۔ (۲)

یا علم کا حصول بھی سبب دخول جنت ہے۔ (۳)

اور علم کی وجہ سے وہ اعمال خیر کی طرف رہنمائی پاتا ہے اور اس علم سے اس کو حق اور باطل میں تمیز ہوگی اور غلط اور صحیح اعمال کی اس کو ہدایت ہوگی اور اس پر عمل کر کے وہ آسانی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۲۳۷

(۲) مظاہر حق ۱/۲۳۷

(۳) بذل المجہود ۵/۳۲۳

(۴) نزہۃ المتقین: ۹۵۲

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والے کا ثواب

(۱۳۸۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہدایت کی طرف

دعوت دے اس کو ایسا ہی ثواب ملتا ہے جو اس کے متبعین کو ملتا ہے، اس کی وجہ سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔"

لغات: ❖ اجور: جمع ہے اجر کی بمعنی ثواب، بدلہ۔ اجر (ن، ض) اجراً بدلہ دینا۔ تبعه: پیچھے چلنا۔ تبع یتبع تبعاً بمعنی پیچھے چلنا۔ ینقص: کم ہونا۔ نقص (ن) ینقص نقصاً بمعنی کم ہونا (ک) نقص ینقص نقاصة بمعنی: پانی میٹھا ہونا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کو دوسرے کو سکھایا اسے برابر ثواب ملتا رہے گا جب تک کوئی ایک آدمی بھی اس کے سکھائے ہوئے علم پر عمل کرتا رہے۔ (۱)

یہ اللہ کی طرف سے انعام ہے کہ آدمی کسی دوسرے کے عمل پر پڑ جانے کے لئے سبب بن جائے تو اس کو بھی پورا ثواب ملتا ہے۔ اسی کو ایک دوسری روایت میں اس طرح بیان فرمایا گیا: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ "جس کسی نے کسی کو نیک کام کی رہنمائی کی اس سے بتانے والے کو اس کام کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا۔"

حدیث بالا سے تو اتنا معلوم ہوا کہ جس کو دعوت دی وہ عمل کرے تو اس کہنے والے کو ثواب ملے گا، مگر ایک دوسری روایت میں اور زیادہ وضاحت ہے فرمایا: نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے کے لئے یہ صدقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو کوئی بات بتائی جائے اور وہ نہ بھی مانے تب بھی بتانے والے کو ثواب ہوگا۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ ہر ایک کو نیک بات بتاتا رہے کوئی مانے یا نہ مانے مگر اس کو تو ہر حال میں ثواب ملے گا۔

تخریج حدیث: رواه مسلم. و احمد، و ابوداؤد. والترمذی، وابن ماجه، رواه الطبرانی عن ابن عمر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) العلم والعلماء ص: ۹۶۔

چند صدقہ جاریہ

(۱۳۸۳) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تعَانی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَامَاتَ ابْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٍصَالِحٍ یَدْعُوْ لَهٗ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے: ① صدقہ جاریہ، ② یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، ③ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہے۔"

لغات: ❖ انقطع: ختم ہونا (ف) قطعاً جدا کرنا۔ کاٹنا۔ ینتفع: فائدہ اٹھانا (ن) نفعا: نفع دینا یدعوا: دعی (ن) دعاء ودعوی پکارنا۔ دعا کرنا۔

تشریح: بعض اعمال انسانی ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک ان کو وہ خود کرتا ہے تو اس کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے مثلاً نماز، روزہ وغیرہ مگر بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ثواب کا سلسلہ نہ صرف اس کی زندگی میں اس کو ملتا ہے بلکہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے جس کو "صدقہ جاریہ" کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ان صدقات جاریہ میں سے تین کو حدیث بالا میں بیان کیا گیا ہے۔

سوال: اس حدیث میں تین کو بیان کیا دوسری روایت میں سات ہیں؟

جواب: یہاں پر حصر مقصود نہیں بلکہ اس حدیث میں اور باقی دوسری احادیث میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (۱)

پہلی چیز: صدقہ جاریہ یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی ایسی چیز اپنی زندگی میں وقف کردے جس کا فائدہ جب تک قائم رہے گا اس کو ثواب ملتا رہے گا مثلاً: کنواں، تالاب اور قرآن۔

دوسری چیز: علم نافع ہے یعنی کسی اہل علم نے اپنی زندگی میں لوگوں کو علم سکھایا ہو اس علم کو انہوں نے اوروں کو سکھایا تو یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور اس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الوصیة، والترمذی فی ابواب الزهد (باب ماجاء فی هوان الدنیا)، واخرجه ابن ماجه فی كتاب الزهد (باب مثل الدنیا) ص: ٤١١٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ

(۲) مکاشفۃ القلوب ص: ۲۲۳

(۳) مشکوٰۃ

(۴) مرقاۃ، مظاہر حق ۴/ ۶۸۷

دنیا ملعون ہے مگر چند چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں

(١٣٨٤) ﴿وَعَنۡهُ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ: "اَلدُّنۡيَا مَلۡعُوۡنَةٌ، وَمَلۡعُوۡنٌ مَافِيۡهَا اِلَّاذِكۡرَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَمَا وَالَاهُ، وَ عَالِماً، اَوۡ مُتَعَلِّماً﴾ (رواه الترمذی، وقال: حدیث حسن)

قوله: وَمَاوَالَاهُ اَىۡ طَاعَةُ اللّٰهِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: دنیا ملعون ہے اور ملعون ہے جو اس میں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور وہ جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور عالم یا متعلّم۔''

لغات: ❖ الدنیا (س) دنی یدنی دنوًا بمعنی گھٹیا ہونا۔ ملعون: لعنت کرنا۔ لعن (ف) یلعن لعنا بمعنی لعنت کرنا۔ والاہ: دوستی کرنا۔ والی. ولاء. موالاۃ بمعنی آپس میں دوستی کرنا، مدد کرنا۔

تشریح: بہت سی احادیث میں دنیا کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں وارد ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ (۱) ایک اور روایت میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ دنیا سے ڈرو، یہ ہاروت اور ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے۔ (۲)

ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے جس کے ناک، کان کٹے ہوئے تھے اور بدبو آ رہی تھی آپ نے صحابہ سے فرمایا: کہ اس کو کون خریدے گا ایک درہم میں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کو تو کوئی مفت میں بھی نہیں لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بخدا دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک اس مردہ بکری کے برابر بھی نہیں۔ (۳)

اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ: اس دنیا کی چیزوں میں سے چند چیزیں مستثنیٰ ہیں اول اللہ کا ذکر۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد حقیقی بھی ہوسکتا ہے یعنی اللہ کا ذکر زبان وغیرہ سے کرنا اور اگر مجازی معنی بھی ہو تو اس میں تمام اطاعت الٰہی داخل ہو جائے گی۔ (۴)

دوسری استثناء ''والاہ'' اس کے بھی دو معنی ہیں ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر سے قریب کرنے والی ہو۔ یا خود اللہ کے قریب کرنے والی ہو۔ (۵)

تیسرا استثناء عالم اور متعلّم۔

سوال: ''وَالَاہُ'' میں عالم اور متعلّم داخل ہیں اس کو پھر الگ کیوں بیان فرمایا؟

جواب: ان کی خصوصیت اور اہتمام کی وجہ سے اس کو الگ بیان فرمایا۔

عالم اور متعلّم کی فضیلت

ان کی فضیلت بہت سی روایات میں ذکر کی گئی ہے مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ (۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ قائم اللیل اور صائم النہار ہزار عابدوں کی موت حلال وحرام جاننے والے ایک دانا و بینا کی موت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ (۷)

طالب علم کی فضیلت میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک باب جسے آدمی اپنی اصلاح اور اپنے

نفس کی اصلاح کے خیال سے سیکھے تو یہ ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک علم کا باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ (۸)

اس حدیث بالا کو محدثین نے جوامع الکلم میں شمار فرمایا ہے۔ (۹)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الوصیة، والترمذی فی ابواب الزھد (باب ماجاء فی ھوان الدنیا)، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الزھد (باب مثل الدنیا).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ
(۲) مکاشفۃ القلوب ۲۲۳
(۳) مشکوٰۃ
(۴) مرقاۃ ومظاہر حق ۴/ ۶۸۷
(۵) مرقاۃ ومظاہر حق ۴/ ۶۸۷
(۶) العلم والعلماء ص: ۵۹
(۷) العلم والعلماء ص: ۵۹
(۸) العلم والعلماء ص: ۵۳۔۵۲
(۹) مرقاۃ

طالب علم جب تک گھر نہ پہنچے وہ اللہ کے راستہ میں ہی ہے

(۱۳۸۵) ﴿ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ﴾ (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص علم کے طلب کرنے کے لئے نکلا وہ جب تک واپس نہ آئے اللہ ہی کے راستہ میں ہے۔"

لغات: ❖ خرج: نکلنا۔ خرج (ن) یخرج خروجا: بمعنی نکلنا۔ طلب: ڈھونڈنا۔ طلب (ن) طلباً بمعنی ڈھونڈنا طلب طلباً بمعنی دور ہونا۔ یرجع: لوٹنا۔ رجع (ض) یرجع رجوعاً بمعنی لوٹنا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تمام آرام کی چیزوں کو ترک کر کے علم دین کے حصول کے لئے جب اپنے وطن کو چھوڑتا ہے خواہ وہ فرض عین علم کے حاصل کرنے کے لئے نکلا ہو یا فرض کفایہ، ہر دو صورت میں اس طالب علم کو مجاہد فی سبیل اللہ والا ثواب ملتا ہے کیونکہ ایک مجاہد سر سے کفن باندھ کر محض اس جذبہ سے جنگ کے میدان میں کودتا ہے کہ اللہ کا

دین یا تو بلند ہو جائے یا میں اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے دربار میں پیش کر دوں۔

بعینہٖ یہی جذبہ علم دین کے حصول کرنے والے کے اندر ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے گھر کو چھوڑتا ہے تا کہ دین کو سیکھ کر دوسرے کو سکھایا جائے اور شیطان کے مکر وفریب سے لوگوں کو محفوظ رکھ کر شیطان کو ذلیل وخوار کرے۔ (۱)

یا اشارہ اس حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ جب وہ گھر لوٹ کر آتا ہے تو اور زیادہ فضیلت والا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے نکلا تھا تو علم نبوت سے بے بہرہ تھا مگر اب وہ لوٹ کر گھر جارہا ہے تو علم نبوت کا حامل بھی ہے اور وارث، انبیاء کا تاج سر پر رکھا ہوا ہے، اسی بناء پر خصوصیت کے ساتھ واپسی کو بیان کیا گیا۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب العلم (باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة)، وأخرجه ابن ماجه ۲۲۷ واسناده قوی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۱۸۵

(۲) مظاہر حق ۱/ ۲۴۷

عالم کی عابد پر فضیلت

(۱۳۸۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاكُمْ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَ حَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ﴾ (رواه الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح کہ میری فضیلت تم میں سے کسی ادنی آدمی پر۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو خیر (یعنی علم) کی تعلیم دینے والے کے لئے دعا کرتی ہیں۔''

لغات: ❖ فضل: صاحب فضیلت ہونا۔ فضل (ن س) فضلا بمعنی زائد ہونا (ک) صاحب فضیلت ہونا۔ النملة: بمعنی: چیونٹی جحرها بمعنی: کنارہ اس کی جمع جحرات آتی ہے۔ الحوت: یہ عموماً بڑی مچھلی کو کہا جاتا ہے اس کی جمع حیتان آتی ہے۔

تشریح: یہاں عالم سے وہ شخص مراد ہے جو فرائض اور واجبات کے ادا کرنے کے بعد باقی اوقات لوگوں کو دین کے سکھانے میں لگاتا ہے۔ (۱) عالم کی فضیلت اسی وجہ سے عابد پر ہے کیونکہ عابد عبادت کے ذریعہ اپنا ہی نفع چاہتا ہے مگر عالم علم کو دوسرے کو سکھا کر دوسرے کا نفع چاہتا ہے۔ (۲)

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ وَاَھْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ: ”آسمان اور زمین کی تمام مخلوق عالم دین کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔“

سوال: زمین اور آسمان کی مخلوق میں مچھلی اور چیونٹی بھی داخل ہوگئی تو ان کو الگ کیوں ذکر کیا؟

جواب: اس میں عالم دین کی غایت درجہ کی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ بارش کا برسنا جو عموماً رحمت خداوندی کی علامت ہے اور دنیا کی اکثر نعمتوں کا تعلق اسی سے ہے تو یہ تمام کے تمام عالم دین کی برکت سے ہے، یہاں تک کہ مچھلیوں کا پانی کے اندر زندہ رہنا اور چیونٹیوں کا اپنے بلوں میں رہنا خود قدرت خداوندی کی نشانی ہے علماء ہی کی برکت کی بناء پر ہے۔ (۳)

اس کی طرف عموماً لوگوں کی نظر نہیں جاتی اس لئے اس کو خصوصی طور سے بیان فرمایا۔

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ)، وابن حبان: ۹۰۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین: ۹۵۵، دلیل الفالحین ۱۸۶/۴

(۲) نزہۃ المتقین ۹۵۵

(۳) مظاہر حق ۲۴۲/۱

مؤمن علم سے سیر نہیں ہوتا

(۱۱۸۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَنْ یَّشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِنْ خَیْرٍ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَھَاہُ الْجَنَّۃَ﴾ (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ مؤمن علم سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا منتہی جنت ہو جائے۔“

لغات: ❖ یشبع: شکم سیر ہونا۔ شبع (س) یشبع شبعاً بمعنی شکم سیر ہونا (ک) شبع یشبع شباعۃ بمعنی بہت عقل والا ہونا۔ منتھاہ: انتہاء آخری حد (ض، س) پہنچنا۔ منع کرنا۔

تشریح: علم دین اصل میں نور الٰہی کا دوسرا نام ہے تو آدمی کے اندر جتنا نور آجاتا ہے اتنا ہی اس کا دل روشن ہوتا جاتا ہے پھر اتنا ہی خواہش وتمنا میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جودعا ہے: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً "اے رب زیادہ کر میری سمجھ کو۔" اس کے حق میں قبول ہوتی معلوم ہوتی ہے کیونکہ علم کی کوئی حد نہیں ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے: وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ.

علماء فرماتے ہیں کہ علم کا میدان اتنا وسیع ہے کہ اگر آدمی کی عمر ایک لاکھ برس بھی ہوجائے اور وہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر علم کے حصول کے لئے دوڑتا رہے تب بھی وہ علم کی انتہاء تک نہیں پہنچ سکے گا۔ (۱)

اور اس کا پیٹ علم سے نہیں سیر ہوگا جتنا علم حاصل ہوتا جائے گا اتنا ہی علم کی پیاس میں اضافہ ہوتا جائے گا اسی پر اس کو موت آجائے گی وہ کہے گا کہ میں نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جیسے کہ روایت میں آتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے اللہ نے بھیجا تو ایک جگہ پر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چڑیا کو سمندر سے چونچ میں پانی لیتے دیکھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خضر علیہ السلام نے یوں کہا کہ اے موسیٰ! تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا کہ اس چڑیا کی چونچ میں پانی۔ (۲)

اس حدیث میں اشارہ لطیف اس بات کی طرف بھی ہے کہ آدمی موت تک علم اور اعمال پر دوامیت اختیار کرے۔ (۳)

تخریج حدیث: **رواه الترمذی فی ابواب العلم (باب ماجاء فی الفقه علی العباده)**

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/ ۲۴۸

(۲) بخاری

(۳) نزہۃ المتقین ۹۵۴

طالب علم کے لئے تمام مخلوق دعا کرتی ہے

(۱۳۸۸) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ سَلَکَ طَرِیْقاً یَبْتَغِیْ فِیْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضاً بِمَا یَصْنَعُ، وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحِیْتَانُ فِی الْمَاءِ، وَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ، وَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ، وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَاراً وَ لَا دِرْهَماً، وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ﴾

(رواه أبوداؤد والترمذی)

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔

آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص کسی ایسے راستہ کو اختیار کرے جس میں وہ علم کو تلاش کرے تو اللہ جنت کی طرف کا راستہ اس کے لئے آسان فرمادیتے ہیں اور فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی رضامندی کے لئے پھیلا دیتے ہیں اور عالم کے لئے دعاء مغفرت کرتی ہیں وہ تمام مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے، یہاں تک کہ مچھلیاں جو پانی میں ہیں۔ اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں پس جو شخص علم حاصل کرے تو اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کرلیا۔"

تشریح: اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا: فرشتے اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں۔ اس کے محدثین نے چار مطلب بیان فرمائے ہیں۔ (۱)

❶ حقیقی معنی مراد ہے کہ واقعی فرشتے طالب علم کے اعزاز کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ (۲)

❷ یہ جملہ کنایہ ہے کہ فرشتے اڑنے سے رک جاتے ہیں اور مجلس علم میں آکر شریک ہوجاتے ہیں۔ (۳)

❸ تواضع سے کنایہ ہے جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ. (۴)

❹ غلامی سے کنایہ ہے جس طرح شاہی مہمانوں کو سلامی دی جاتی ہے تو اسی طرح فرشتے بھی مہمان رسول کے لئے اپنے پروں کو جھکا کر سلامی دیتے ہیں۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ: اس حدیث میں عالم اور عابد کے فرق کو عجیب انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ چاند کی ستاروں پر کیونکہ عالم کا فائدہ متعدی ہوتا ہے کہ اس کا فائدہ دوسرے کو بھی پہنچتا ہے اور عابد کا فائدہ اس کی ذات تک محدود رہتا ہے جیسے کہ چودھویں تاریخ کا چاند اس سے لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور اس سے ساری دنیا والے فائدہ اٹھاتے ہیں تو عالم سے بھی سب فائدہ اٹھاتے ہیں بخلاف عابد کے اس کی روشنی اتنی نہیں ہوتی ہے کہ اس سے سب کو فائدہ پہنچ سکے۔ (۵)

اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو شخص علماء کو ایذاء دے وہ گمراہ فاسق ہے کیونکہ علماء میراث نبوت اٹھانے والے ہیں۔ (۶)

تخریج حدیث: رواه ابوداؤد في اول العلم (باب الحث على طلب العلم) والترمذى فى العلم (باب ماجاء فى فضل الفقه على العبادة)، واحمد ۲۱۷۷۴/۸، ابن ماجه ص: ۲۲۳ والدارمى ۳۴۲ وابن حبان فى صحيحه: ۸۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابودرداء (عویمر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق، مرقاۃ

(۲) تعلیق الصبیح، مرقاۃ ۱/۳۱۸، تحفۃ المرآۃ ۱۹۰
(۳) تحفۃ المرآۃ ۱۹۰، اشرف التوضیح ۱/۲۹۲، دلیل الفالحین ۴/۱۸۷، نزہۃ المتقین ۹۵۶
(۴) تحفۃ المرآۃ ۱۹۰، دلیل الفالحین ۴/۱۸۷
(۵) مظاہر حق ۱/۲۴۳، بذل المجہود ۵/۲۳
(۶) نزہۃ المتقین ۹۵۶

خوش وخرم کی بشارت

(۱۳۸۹) ﴿ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّاشَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَاسَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور اس کو دوسرے تک پہنچادے جس طرح اس نے سنا تھا، اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جنہیں وہ بات پہنچائی جائے گی وہ اس کے سننے والے سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔"

لغات: ❖ نضر: (ن، س، ک) بمعنی سرسبز وشاداب ہونا۔ تروتازہ بنانا، سرسبز وشاداب رکھنا۔ فبلغه: پہنچانا۔ بلغ (ن) یبلغ بلوغاً: پہنچنا۔ اوعی: یاد کرنا۔ وعی (ض) یعی وعیاً بمعنی: یاد کرنا۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ کی احادیث کو یاد کر کے آگے پہنچانے پر ترغیب دی جارہی ہے۔

نَضَّرَ اللّٰهُ: ماضی کا صیغہ ہے اس کے معنی میں دو احتمال ہیں ① ماضی اپنے معنی میں ہی ہو یعنی اخبار کے لئے، تو حدیث سن کر دوسرے کو پہنچانے والے کے لئے اس حدیث میں تروتازہ اور خوش وخرم ہونے کی خبر دی جارہی ہے۔ یہ بات اگرچہ مستقبل کے اعتبار سے ہوئی مگر یقینی ہونے کی وجہ سے ماضی کے ساتھ تعبیر کی گئی۔ ② ماضی یہاں پر دعا کے معنی میں ہو تو نبی کریم ﷺ ایسے شخص کے لئے خوش وکرم ہونے کی دعا فرما رہے ہیں۔(۱)

اهل الحديث طويلة اعمارهم ووجوهم بدعاء النبی منضرة

"محدثین کی عمریں لمبی ہوتی ہیں۔ اور ان کے چہرے نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے تروتازہ ہوتے ہیں۔"

اَوْعٰى: اسم تفضیل کا صیغہ ہے، بمعنی محفوظ رکھنا۔ محدثین فرماتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک زیادہ حفاظت کرنے والا ہونا، دوسرا زیادہ سمجھ دار ہونا۔ اس بناء پر جب دوسرے تک بات پہنچائی جائے گی تو ممکن ہے کہ اس میں یہ دوسری

خوبی ہو یا ایک ہو بہرحال تبلیغ ہر حال میں فائدے سے خالی نہیں اور عدم تبلیغ سے علم محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ دوسرے تک پہنچانے کی صورت میں سمجھدار اور استعداد والے اس سے استفادہ کرسکیں گے اور علم محدود ہونے کے بجائے وسعت اختیار کر جائے گا۔

بہ الفاظ دیگر یہ کہ علوم نبوت کے خدام کی دو قسمیں ہیں:

① حاملین حدیث، ② فقہاء۔

حاملین حدیث: الفاظ حدیث یاد کر کے امت کی آئندہ نسلوں تک حدیث کو پہنچاتے ہیں، یہ بھی بہت بڑی دین کی خدمت ہے جس پر حدیث بالا میں دعا دی گئی ہے مگر فقہاء صرف الفاظ یاد کر کے اس پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ علوم نبوت کے سمندر میں غوطہ لگا کر اس کی تہہ سے قیمتی جواہر نکال کر امت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ (۳)

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو الفاظ حدیث یاد کرے اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ حدیث کا فہم بھی رکھے اس کو چاہئے کہ کسی فقیہ کی اتباع کرے۔ جب ایسے شخص کے لئے فقیہ کی اتباع لازمی ہے تو پھر عوام الناس کے لئے تو فقیہ کی اتباع بدرجہ اولی لازمی ہوگی۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی العلم (باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع). ورواہ الدارمی، وأخرجہ احمد ٤١٥٧/٢، والترمذی، وابوداؤد، وابن ماجہ ٢٣٠، وابن حبان ٦٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) اشرف التوضیح ۲۹۳/۱

(۲) فضل الباری ۲۳۶/۱

(۳) اشرف التوضیح ۲۹۴/۱

(۴) اشرف التوضیح ۲۹۴/۱

کتمان علم پر وعید

(١٣٩٠) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ﴾ رواہ أبوداؤد والترمذی وقال: حدیث حسن.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے علم دین کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔"

لغات: ❖ فكتمه: چھپانا۔ كتم (ن) يكتم كتماً بمعنی: چھپانا۔ الجم: لگام لگانا لجم (ن) يلجم لجماً: لگام لگانا۔ لجام: بمعنی لگام۔

تشریح: اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی سوال کرے تو فوراً اس کا جواب دیا جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سائل کو جواب دینے میں اتنی دیر کرنا کہ پہلے وہ اپنی بات پوری کرے یہ کتمان علم میں داخل نہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ مسئلہ کا جواب فوراً دینا ضروری نہیں۔ (۱) کتمان علم گناہوں میں سے ہے۔ (۲)

مگر کتمان علم کی وعید کا مستحق ہونے کے لئے علماء نے چند شرطوں کو بیان کیا ہے، ان میں کوئی شرط بھی مفقود ہو تو کتمان علم کا گناہ ہوگا۔

❶ خود کو مسئلہ میں تردد ہے اس تردد کی وجہ سے چھپائے تو اب گناہگار نہیں ہوگا۔

❷ سائل طالب صادق نہ ہو۔ اس کا کوئی اور مقصد ہو تو اب نہ بتانے پر گناہ نہیں۔

❸ طالب اس مسئلہ کو سمجھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

❹ وہاں کوئی اور مسئلہ بتانے والا نہ ہو اور اگر وہاں اور بھی کوئی عالم ہو تو اب کتمان علم کی وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه ابوداؤد في كتاب العلم (باب كراهية منع العلم)، والترمذي في كتاب العلم (باب ماجاء في كتمان العلم)، رواه احمد ۷۵۷۴/۳، والنسائي، وابن ماجه ۲۶۱، والحاكم في المستدرك واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تقریر بخاری ۵/۱

(۲) نزہۃ المتقین ص: ۹۵۷

(۳) اشرف التوضیح ۲۹۳/۱

علم کو دنیا کی منفعت کے لئے حاصل کرنا

(۱۳۹۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضاً مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَعْنِيْ رِيْحَهَا﴾. (رواه أبوداؤد بإسناد صحيح)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص نے ایسا علم

سیکھا جس کے ساتھ اللہ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے وہ اس علم کو اس لئے حاصل کرے تا کہ اس کے ذریعہ دنیاوی منفعت حاصل کرے تو قیامت کے روز وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"

لغات: ❖ یبتغی: طلب کرنا (ض) بغاء وبغیة وبغیةً: طلب کرنا۔ لیصیب: پہنچنا (ن) صوباً ومصاباً درست ہونا (ض) صیبًا: تیر کا نشانے پر لگنا۔ عرضاً: سامان جمع اعراض آتی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مضمون متعدد روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث سننے کی درخواست کی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ حدیثیں محض رضائے الٰہی کے لئے حاصل کی جاتی ہیں ورنہ جو اس سے دنیا کمانا چاہے گا ہرگز جنت کی مہک نہ پائے گا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں یہ وعید صرف دینی علوم سے دنیا حاصل کرنے کے بارے میں ہے، ہاں اگر کوئی دنیاوی علوم سے دنیا کو حاصل کرے تو یہ برا نہیں اور وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ (۲)

لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ: یہ کنایہ ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ مگر اس حدیث سے ایسے شخص کے بارے میں یہ سمجھنا کہ کبھی اس کی مغفرت نہ ہوگی یہ صحیح نہیں۔ حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال نصوص کے خلاف ہے کیونکہ نصوص سے اہل ایمان کا ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ ایسے لوگ اپنی سزا بھگتنے کے بعد پھر جنت میں داخل ہوں گے۔ (۳)

جنت کی خوشبو نہیں ملے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو شروع میں محروم کیا جائے گا بعد میں مل جائے گی۔ یا دخول جنت تو ہو جائے گا مگر خوشبو نہیں ملے گی۔ پہلا قول زیادہ اچھا ہے۔ (۴)

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم دین کا حاصل کرنا جنت کی خوشبو کے بڑھانے اور پریشانی کو ختم کرنے کا سبب ہے۔ (۵)

اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کسی نے خالص اللہ کو راضی کرنے کے لئے علم حاصل کیا پھر دنیا بھی اس کے پاس آجائے تو اب کوئی حرج نہیں۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤدفی کتاب العلم (باب طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ)، رواہ احمد ۸٤٦٥/۳، وابن ماجه ۲٥۲، والحاکم فی المستدرک ۲۸۸۔ رواہ الترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه و روی ابن ماجه عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) العلم والعلماء ص: ۱۲۹

(۲) مرقاۃ ۱/ ۲۸۷۔ تعلیق الصبیح ۲/ ۳۶۲
(۳) مرقاۃ ۱/ ۲۸۸
(۴) نزہۃ المتقین ص: ۹۵۷
(۵) دلیل الفالحین ۴/ ۱۹۱
(۶) دلیل الفالحین ۴/ ۱۹۱

جاہل مفتی

(۱۳۹۲) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِماً، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْساً جُهَّالاً، فَسُئِلُوْا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ اللہ جل شانہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ یکدم لوگوں کے دلوں سے سلب فرمالیں لیکن علم کو علماء کی وفات کے ساتھ سلب فرمائیں گے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو زندہ نہ چھوڑیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ ان سے فتوے پوچھے جائیں گے۔ وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

لغات: ❖ انتزاعا: اکھڑنا یا اکھیڑنا: نزع (ض) نزوعاً: رکنا۔ نزع (ف) نزاعاً ونزوعا مشتاق ہونا۔ یبق: (س، ض) ثابت رہنا۔ اتخذ: بنانا، دوست بنانا۔ اخذ (ن) اخذاً وتأخذاً: لینا پکڑنا۔ فافتوا: فتویٰ دینا فتی (ن) فتواً سخاوت میں غالب ہونا۔ فتی (س) فتی وتفتی، تفتیا جوان ہونا۔ فضلوا: ضل (س، ض) ضلالاً وضلالۃ: گمراہ ہونا۔

تشریح: اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی آتی ہے فرمایا کہ علم اس طرح قبض نہیں ہوگا کہ سینوں سے نکل جائے بلکہ یہ ہوگا کہ علماء فنا ہوجائیں گے۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم مرتے چلے جائیں گے اور ان کے ساتھ حق کے نشان بھی مٹتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ جاہل زیادہ ہوجائیں گے، عالم ختم ہوتے جائیں گے تو لوگ جہل پر عمل اور باطل پر یقین کرنے لگیں گے اس پر گمراہی مکمل ہوجائے گی۔ (۲)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علم کو اس کے قبض ہوجانے سے پہلے پہلے سیکھ لو،

علم کا قبض ہونا اہل علم کا اٹھ جانا ہے۔ ایسا کیوں ہوگا؟ ایک وجہ تو یہ ہوگی کہ علماء کے دلوں میں دنیا کی لالچ پیدا ہوجائے گی ان کے ہی نزدیک علم کی قدر نہ ہوگی تو پھر دوسرے کو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہوگی کہ عمومی طور سے علم اور اہل علم کی قدر ختم ہوجائے گی۔ تیسری وجہ جس کی طرف حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اہل حق علماء اٹھتے جائیں گے پھر ان کے جانشین دنیا پرست لوگ ہوجائیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور جو ان سے تعلق رکھیں گے ان کو بھی یہ گمراہ کریں گے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب العلم (باب کیف یقبض العلم؟) ص: ۱۷۴۔ ۱۷۵، ومسلم فی کتاب العلم (باب رفع العلم وقبضه)، ورواہ احمد ۶۵۲۱/۲، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۴۵۷۱، والدارمی ۲۳۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) العلم والعلماء ص ۱۱۵

(۲) العلم والعلماء ص ۱۱۷

(۳) جواہر الحکم ۲۱۱

كتاب حمد الله تعالى و شكره

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر کا بیان

(۲۴۲) بَابُ وجوب الشكر

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گزاری کرو اور میری ناشکری مت کرو۔'' (۱)

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو میں تمہاری مغفرت کروں گا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ تم مجھ کو یاد کرو یعنی اطاعت کرو، میں تم کو یاد کروں گا یعنی تمہاری مغفرت کروں گا اور ثواب بھی عطاء کرونگا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ قول بھی ہے کہ ذکر سے مراد اطاعت ہے اگرچہ وہ زبان سے ذکر نہ کرے اور جو شخص صرف زبان سے ذکر کرنے والا ہو مگر اطاعت نہ کرتا ہو تو اس کو ذکر کرنے والا نہیں کہیں گے۔ (۲)

ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو معلوم ہوجاتا ہے کہ میرا اللہ مجھ کو کب یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوجاتا ہے؟ فرمایا کہ جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں تو اللہ بھی مجھے یاد فرماتے ہیں۔ کثرت ذکر کے فضائل کتب احادیث میں بہت کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ (۳)

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ منعم کی نعمتوں کا اعتراف بھی کرے اور اس نعمت دینے پر اس کا شکر بھی ادا کرے۔ (۴) علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس کی اس نعمت کا شکر زبان سے بھی کرے اور دل سے اقرار کرے اور اعضاء سے اللہ کی اطاعت کرے۔ (۵)

---

(۱) ترجمہ بیان القرآن
(۲) زادالمسیر ۱/۱۶۰
(۳) تفسیر قرطبی ۱/۱۷۲
(۴) تفسیر قرطبی ۱/۱۷۲
(۵) زادالمسیر ۱/۱۶۰

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (سورة ابراهيم:)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔“

تشریح: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمت کے شکر سے مراد ایمان لانا، اور پیغمبر کے حکم پر چلنا اور زیادتی نعمت سے مراد موجودہ نعمت کو برقرار رکھنا غیر موجودہ کے حاصل ہونے کے لئے ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کو شکر کی نعمت دیدی گئی تو وہ زیادتی نعمت سے محروم نہ رہے گا۔ (۱)

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر اسلام اور ایمان کی نعمت کا شکر کروگے تو اللہ تعالیٰ اس میں زیادتی فرمائے گا اور مقام احسان اور مشاہدہ تک پہنچادے گا۔ بقول شیخ عطار رحمہ اللہ:

شکر نعمت نعمت افزوں کند   کفر نعمت نعمت بیروں کند (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری
(۲) تفسیر مظہری ۶/۲۸۶۔ معارف القرآن کاندھلوی ۴/۱۱۲

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ (سورة الاعراف: ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ پاک کا ارشاد ہے: ”فرمادیں کہ سب تعریفیں اللہ کے لائق ہیں۔“

تشریح: دنیا میں جہاں کہیں کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے ظاہری نظر میں بہت سی چیزیں انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور اپنی تعریف پر مجبور کر دیتی ہیں مگر ذرا نظر عمیق سے دیکھا جائے تو ان سب کے پیچھے اللہ کا دست قدرت کارفرما نظر آتا ہے۔ تو ساری تعریفیں درحقیقت اسی ایک قادر مطلق کی ہیں ان کو کسی دوسرے کی تعریف سمجھنا نظر و بصیرت کی کوتاہی ہے

حمد را با تو نسبتے ست درست بر در ہر کہ رفت بر در تست

علماء نے فرمایا ہے کہ یہ جملہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے استعمال کیا جب کہ ان کو چھینک آئی تھی۔ (۱)

اَلْحَمْدُ: اس میں الف لام یا تعریف یا جنس کے لئے یا استغراقی ہے کہ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے ہی لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر قسم کی صفات کا مرجع ہے اس لئے ضروری ہوا کہ وہ ہر طرح کی حمد کا مستحق ہو۔ (۲)

(۱) روح البیان ۴/۲۲۰
(۱) تفسیر مظہری

وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (سورة يونس: ۱۱)

ترجمہ: ارشاد خدوندی ہے: ”اور ان کی آخری بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔“

تشریح: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہوسکتا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہو کر اللہ کی عظمت کا معائنہ کریں گے تو اس کی بڑائی بیان کریں گے اور صفات جلالیہ کا اظہار کریں گے۔ پھر اللہ کی طرف سے فرشتے حاضر ہو کر ان کو تمام آفتوں سے سالم رہنے، عزت اور کرامت کی خوشخبری سنائیں گے، پھر اس وقت میں اہل جنت اللہ کی حمد وثنا کریں گے اور اللہ کی صفات کرام کو بیان کریں گے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا اہل جنت کے کلام کا آغاز تسبیح سے ہوگا اور الحمد للہ الخ پر کلام ختم ہوگا، ان دونوں کے درمیان جو بات کرنی چاہیں گے وہ کریں گے۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۵/۴۸۴، ۴/۳۱۳

آپ ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا

(۱۳۹۳) ﴿ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَ لَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ

أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ کے پاس شراب اور دودھ کے دو پیالے لائے گئے، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر دودھ کے پیالہ کو اٹھایا تو حضرت جبریل نے کہا الحمدللہ کہ اللہ پاک نے آپ کو اسلام کی جانب رہنمائی فرمائی اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھالیتے تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی۔''

لغات: ❖ بقدحین: دو پیالہ ایک دودھ کا، دوسرا شراب کا۔ الفطرۃ: بمعنی طبعی حالت۔ غوت: گمراہ ہونا۔ غوی (ض) غیا (س) غوایۃ گمراہ ہونا، محروم ہونا۔

تشریح: أُتِیَ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِه بِقَدَحَیْنِ: یہاں اس روایت میں تو یاء کیساتھ ہے مگر بعض دوسری روایات میں بغیر یاء کے بھی آتا ہے اور بغیر یاء کے ہی زیادہ فصیح ہے۔ (۱)

یہاں پر عبارت محذوف ہے "اِخْتَرْ أَیَّهُمَا شِئْتَ" آپ کے پاس دو پیالہ لانے کے بعد یہ کہا گیا کہ ان دونوں پیالوں میں سے جو بھی چاہیں پسند فرمالیں۔ (۲)

فَأَخَذَ اللَّبَنَ: "آپ ﷺ نے دودھ کے پیالہ کو لے لیا" اللہ جل شانہ نے اس امت پر رحم اور شفقت فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں یہ القاء فرمایا کہ دودھ کو پسند کرلیں۔ (۳)

لِلْفِطْرَةِ: اس کا لغوی معنی پیدائشی قوت، طبیعت، صلاحیت، جبلت، عادت کے ہیں، یہاں پر فطرت سے مراد اسلام اور الاستقامۃ ہے۔ یہاں پر بظاہر یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے دین اور اس پر استقامت کو پسند فرمایا۔ کہ دودھ میں غذا بھی ہے اور دوا بھی اور پانی اور روٹی کے قائم مقام بھی بن جاتا ہے، بہت ہی زیادہ مفید اور بہترین چیز ہے، اس کے انتخاب پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ جل شانہ کی تعریف کی۔ (۴)

اور آپ ﷺ نے شراب کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ شراب ام الخبائث ہے اس کی ہی وجہ سے سارے گناہ وجود میں آتے ہیں اگر آپ شراب کو پسند فرمالیتے تو امتی شراب کے رسیا بنتے اور گناہوں میں مبتلا ہوتے اور پھر گمراہی اور ہلاکت میں پھنستے چلے جاتے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواه مسلم فی کتاب الایمان (باب الاسراء برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآله وسلم) ص: ١٦٨، وأخرجه البخاری ٢٩٧، والنسائی.، واحمد ١٠٦٥٢/٣، وابن حبان ٥٢، ومصنف عبدالرزاق ٩٧١٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) الفتوحات الربانیۃ ۲۹۵/۳

(۲) الفتوحات الربانیۃ ۳/ ۲۹۵
(۳) الفتوحات الربانیۃ ۳/ ۲۹۵، نزہۃ المتقین ص: ۹۶۰
(۴) الفتوحات الربانیۃ ۳/ ۲۹۵، دلیل الفالحین ۴/ ۱۹۴
(۵) دلیل الفالحین ۴/ ۱۹۴

کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

(١٣٩٤) ﴿وَعَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ أَمْرٍ ذِىْ بَالَ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ فَهُوَ أَقْطَعُ﴾ (حديث حسن رواه ابوداؤد وغيره)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر شان والا کام جس کو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ناقص ہوتا ہے۔''

لغات: ❖ ذی بال: بال، اصل میں دل کو کہتے ہیں مراد اہمیت والا، شرف والا کام یا معاملہ وغیرہ۔

تشریح: یہ حدیث متعدد الفاظ سے احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ ایک دوسری روایت میں: كُلُّ كَلَامٍ لَمْ يُبْدَأْ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَجْزَمُ. (۱)

یعنی ''ہر وہ کلام جس کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ کی جائے تو وہ ناقص ہوتا ہے'' آیا ہے۔ ایک اور روایت میں: ''كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِالشَّهَادَةِ فَهُوَ اَجْزَمُ'' آیا ہے۔ (۲)

اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں: ''كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ.'' (۳)

خلاصہ یہ ہے کہ بعض روایات میں بسم اللہ سے شروع کرنا مذکور ہے اور بعض میں حمد سے، اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ مستحب ہے کہ آدمی بسم اللہ اور الحمد للہ دونوں کو جمع کر لے۔ (۴)

یہ اس وقت پڑھنا ہے جب کہ وہ کام شریعت میں جائز ہو اگر وہ کام شریعت میں مکروہ ہے تو اس کا پڑھنا بھی مکروہ ہوگا اور اگر وہ کام شریعت میں حرام ہے تو اس صورت میں اس کو پڑھنا بھی حرام ہوگا۔ (۵)

(علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی تحقیق پر پورا رسالہ تصنیف فرمایا ہے)۔

تخریج حدیث: رواه ابوداؤدفى كتاب الادب (باب الهوى فى الكلام)، وابن ماجه فى كتاب النكاح (باب خطبة النكاح) ١٨٩٤، رواه احمد ٣/ ٨٧٢٠، وابوعوانة، والبيهقى فى شعب الايمان، اخرجه ابن حبان فى صحيحه، والحاكم فى المستدرك.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ
(۲) فتح الباری
(۳) اربعین للحافظ عبدالقادر لوہاری رحمہ اللہ
(۴) نزہۃ المتقین ۹۶۰
(۵) نزہۃ المتقین ۹۶۰

بچہ کی وفات پر صبر کرنے کا بدلہ

(۱۳۹۵) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مُوسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَامَاتَ وَلَدُالْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لِمَلَائِکَتِہٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَیَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمْرَۃَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَیَقُوْلُ: فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ: اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ وَ سَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ﴾. رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن.

ترجمہ: ”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ پاک فرشتوں سے فرماتے ہیں تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کے دل کے پھل کو چھین لیا؟ وہ جواب دیتے ہیں جی ہاں! اللہ پوچھتے ہیں تو میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے تیری تعریف کی اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس پر اللہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ تم میرے اس بندے کے لئے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام ”بیت الحمد“ رکھو۔“

لغات: ❖ مات: مرنا، ہوا کا رک جانا، مات (ن) موتاً مرنا۔ قبضتم: پکڑنا، موت دینا، قبض (ض) قبضاً پکڑنا، وفات دینا۔ فوادہ: دل کو کہتے ہیں مراد یہاں پر اس کی اولاد ہے۔ واسترجع: اناللہ وانا الیہ راجعون، کے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ سموہ: سما یسمو سمواً بمعنی بلند ہونا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اس کا بدلہ اس کو بہت ہی زیادہ دیا جاتا ہے۔[۱] دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو حال بھی آئے آدمی اس پر راضی رہے۔[۲]

فَمَاذَاقَالَ عَبْدِیْ:

سوال: اللہ تعالیٰ علام الغیوب والشہادۃ ہے تو فرشتوں سے کیوں سوال کیا؟

جواب: جب انسان کو پیدا کرنے کا اللہ نے ارادہ فرمایا تھا تو فرشتوں سے مشورہ لیا اس انسان کے بارے میں تو فرشتوں نے کہا تھا: اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَن يُّفۡسِدُ فِيۡهَا الخ تو اللہ ان فرشتوں کو جتانا چاہتے ہیں کہ جس پر تم نے خونریزی کا الزام لگایا تھا ان کو دیکھو کہ وہ ہر حال میں میری تعریف کر رہے ہیں، جس طرح یہ شخص دنیا میں ہر موقعہ پر اللہ کی حمد وثناء کرتا تھا تو اس کو جنت میں "بیت الحمد" دیا جائے گا تاکہ سب کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ یہ وہ شخص ہے جو ہر حال میں اللہ کی تعریف کرتا تھا۔

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی كتاب الجنائز (باب فضل المصيبة اذا احتسب) رواه احمد فی مسنده.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ص: ۹۶۱
(۲) نزہۃ المتقین ص: ۹۶۱

ہر لقمہ اور گھونٹ پر اللہ کی حمد کرنا

(۱۳۹۶) ﴿وَ عَنۡ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرۡضىٰ عَنِ الۡعَبۡدِ يَأۡكُلُ الۡأَكۡلَةَ فَيَحۡمَدُهٗ عَلَيۡهَا وَ يَشۡرَبُ الشَّرۡبَةَ فَيَحۡمَدُهٗ عَلَيۡهَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر راضی ہوتے ہیں جو ایک لقمہ کھاتا ہے اس پر اللہ کی تعریف کرتا ہے اور پانی کا گھونٹ پیتا ہے تو اس پر بھی اللہ کی تعریف کرتا ہے۔"

لغات: ❖ یرضی: (س) رضی یرضی بمعنی خوش ہونا۔ الاکلۃ: لقمہ۔ اکل (ن) کھانا کھانا اکلا و ماکلا اور باب افعال سے کسی کو کھلانا۔

تشریح: اللہ جل شانہ کے احسانات وانعامات انسان پر اتنے ہیں کہ اگر انسان ان کا شکر ادا کرنا چاہے تو تب بھی ان کا شکر ادا نہیں کرسکتا اللہ کی طرف سے نعمتوں کے استعمال کا حکم بھی ہے اور انسان قدم قدم پر ان کے استعمال کرنے پر محتاج بھی ہے مثلاً: ایک نعمت جس کا تذکرہ حدیث بالا میں فرمایا گیا وہ کھانا، پینا ہے کہ اللہ اس کھانے اور پینے کی چیز کو کتنی آسانی سے پیٹ میں اتار دیتے ہیں، اگر یہ حلق میں پھنس جائے تو اسی سے انسان کی موت واقع ہوسکتی ہے۔ پھر پیٹ میں جانے کے بعد آدمی کچھ نہیں کرسکتا تو اللہ کا قدرتی نظام چلتا ہے اور کارآمد اجزاء خون وغیرہ بن جاتا ہے اور غیر کارآمد فضلہ بن کر باہر نکل جاتا

ہے۔اور پھر اگر اس کھانے پینے کو اللہ پیٹ میں روک دے تو انسان اتنا کمزور ہے کہ پھر آدمی نہ چل سکتا ہے اور نہ بیٹھ سکتا ہے نہ ہی سو سکے گا، بلکہ عین ممکن ہے کہ اسی میں اس کی موت بھی واقع ہوجائے، ان تمام احسانات کو دیکھ کر آدمی کو خود چاہئے کہ اللہ کا شکر ادا کرے، مگر ساتھ ہی اللہ نے اس کا حکم بھی دے دیا تو اب یہ شکر ادا کر کے بھی اللہ کے دربار سے ثواب حاصل کرسکتا ہے ؎

لطف واحسان آپ کا ہے قدر دانی آپ کی ۔۔۔ بندہ کس لائق ہے صاحب مہربانی آپ کی

تخریج حدیث: رواہ مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

کتاب الصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا بیان

(۲۴۳) بَابُ الأمر بالصلاة عليه وفضلها وبعض صيغها

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ (سورة الاحزاب: ٥٦)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔''(۱)

تشریح: لفظ ''صلوۃ'' عربی زبان میں کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے اگر اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا ہوتی ہے، تو یہاں مطلب یہ ہوا کہ فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ تو اس آیت میں مسلمانوں کو بھی خطاب کر کے کہا جارہا ہے کہ تم بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے درود پڑھتے رہو اس نبی پر جس پر اللہ کی خاص الخاص رحمتیں اور عنایتیں بارش کی طرح ہو رہی ہیں۔(۲)

امت کی طرف سے جو درود پڑھا جاتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان احسانات کا بدلہ نہیں ہوسکتا جو امت پر ہے، یہ تو ایک فقیرانہ ہدیہ ہے جو شان رسالت میں پیش کیا جاتا ہے۔(۳)

ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں پر امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو تکرار نہیں چاہتا اسی وجہ سے احناف اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زندگی میں اگر ایک مرتبہ بھی درود پڑھ لیا جائے تو آیت پر عمل ہوجائے گا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آئے ہر مرتبہ درود پڑھنا اچھا ہوگا۔ (۴)

(تفسیر قرطبی اور دوسری تفاسیر میں کافی تفصیل ہے) ۔

صل علی کا درود ہے ہر زبان پر   مولائے کائنات کا ذکر جمیل ہے

(۱) ترجمہ: مولانا تھانوی رحمہ اللہ

(۲) الدر المنصور ص: ۱۱

(۳) شرح کتاب الاذکار لابن علان ۳/۳۱۵

(۴) تفسیر قرطبی ۱۴/۲۳۳

دس رحمتیں

(۱۳۹۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰهُ بِهَا عَشْراً﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔‘‘

لغات: ❖ صلی: (ن) دعا کرنا، درود پڑھنا۔ صلی (ن) صلوا: پیٹھ کے درمیان مارنا، صلوۃ: کے چار معانی ہیں: دعا، نماز، تسبیح، رحمت (ج) صلوات.

تشریح: علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اب تمہیں اختیار ہے خواہ کم بھیجو یا زیادہ۔ اسی مضمون کی متعدد روایات متعدد صحابہ سے منقول ہے۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایک دفعہ درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر دفعہ درود یعنی رحمت بھیجتے ہیں اور حدیث بالا میں دس کا عدد آتا ہے۔

پہلا جواب: حق تعالیٰ شانہ کی رحمت امت محمدیہ پر روز بروز بڑھتی رہی تھی تو جن روایتوں میں دس کا وعدہ ہے وہ شروع کی

ہیں پھر ستر کا وعدہ فرمایا۔

دوسرا جواب: بعض علماء نے اس کو اشخاص اور احوال اور اوقات کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

تیسرا جواب: ستر والی حدیث کا تعلق جمعہ کے دن کے ساتھ ہے اور باقی دنوں میں دس کا وعدہ ہے کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نیکیوں کا ثواب ستر گنا زیادہ ہوجاتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ مسلم ص: ۳۸٤۔ رواہ الترمذی فی ابواب الصلوۃ (باب ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) ص: ٤٨٥، وابن حبان، والطبرانی عن انس، ورواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد، وابوداؤد، و الحاکم فی المستدرک من حدیث انس، وابن حبان والبیھقی فی شعب الایمان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فضائل درود شریف

قیامت میں سب سے زیادہ قریب آپ ﷺ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا

(۱۳۹۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً﴾. (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے۔“

لغات: ❖ صَلٰوۃً: صلی صلاۃً: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ اللہ علیہ: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا الفرس: گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر ہونا، صفت: مصلی. الصلاۃ والصلوۃ: دعا، نماز، تسبیح جمع صلوات، المصلّٰی: نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: ایک دوسری روایت جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ ایک اور روایت جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے اس میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اس کی ہولناکیوں سے اور اس کے (سخت) مقامات سے وہ شخص بچے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہوگا۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے مراد محدثین ہیں کیونکہ وہی سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہوتے ہیں یہ بات کئی علماء سے منقول ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہاں پر محدثین سے مراد عام ہے ہر وہ شخص جو حدیث پاک کی کتابیں

پڑھتے ہیں یا پڑھاتے ہیں یا کسی اور سبب سے درود کے کثرت سے پڑھنے کا موقع ملتا ہو۔

اس حدیث میں تو قرب کو بیان کیا گیا۔ دوسری احادیث میں سفارش کو بھی بیان کیا گیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔ اس میں عام ہے کہ زبان سے پڑھے یا لکھے۔ لکھنے کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک درود لکھا رہے گا ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کتنے پڑھنے پر سفارش ہوگی؟ اس کے بارے میں ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شام کو دس مرتبہ اور صبح کو دس مرتبہ درود پڑھتا ہے تو قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔ (۱)

یارب صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الصلوة (باب ما جاء فضل الصلوة علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ص: ٤٨٤)، ورواہ البخاری فی التاریخ، وابن ماجه، وابن حبان، ٢٣٨٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) طبرانی

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنا چاہئے

(١٣٩٩) ﴿ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِكُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِیْهِ؛ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَیَّ، فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ؟ قَالَ: یَقُوْلُ: بَلِیْتَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ﴾. (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ”حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بوسیدہ ہوگئے ہوں گے؟ فرمایا اللہ جل شانہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہ السلام کے اجسام کو (بوسیدہ کرے)“

لغات: ❖ معروضة: (ض) عرض یعرض عرضاً بمعنی پیش کرنا، وپیش ہونا۔ اجساد: یہ جسد کی جمع ہے بمعنی جسم، بدن

انسان۔

تشریح: اسی حدیث کے قریب قریب مضمون بھی متعدد روایات، ذخیرہ کتب احادیث میں ملتی ہیں۔ مثلاً ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میرے اوپر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ میری امت کا درود ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لئے کہ جمعہ کے دن جو مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو فوراً پیش کر دیا جاتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت کئی صحابہ سے منقول ہے ان کے نام یہ ہیں: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم۔

جمعہ کے دن کی فضیلت کیوں ہے؟

اس کا جواب ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ جمعہ کا دن باقی دنوں کا سردار ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک بھی ساری مخلوق کی سردار ہے، اس لئے یہ خصوصیات ہوئی۔ دوسرے بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی دن باپ کی پشت سے اپنی ماں کے پیٹ میں تشریف لائے تھے۔

اس حدیث سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ تمام نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ مسلم کی روایت سے بھی تائید ہوتی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نماز پڑھتے دیکھا تھا بہر حال حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

تخریج حدیث: رواه ابوداؤدفی الصلوة (باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة)، رواه احمد، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان، والحاكم فی المستدرک. من حديث عبد الله بن مسعود الانصاری.

نوٹ: راوی حدیث حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

درود نہ پڑھنے والا خاک آلود ہو

(۱۴۰۰) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ ﴾ رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

لغات: ❖ رغم انف: عرب میں محاورہ ہے ترجمہ تو یہ ہے کہ ''تمہاری ناک مٹی آلود ہو'' مراد اس سے حقارت اور ذلت لیا جاتا ہے۔

تشریح: یقیناً اس شخص سے زیادہ بدقسمت اور خائب و خاسر کون ہوگا جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے احسانات جوامت پر ہوئے ان کو بھول جائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کو سامنے رکھا جائے جو آپ نے امت پر کئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہی بھیجتا رہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی نجات اور کامیابی کے لئے اپنے مبارک وطن اور گھر کو چھوڑا۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدائی برداشت کی اور اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کے میدان میں مارا گیا، اور احد کے مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دانت مبارک شہید کیا گیا اور موت کے وقت بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یاد رکھا اور جب قیامت کے دن تمام انسان یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی ''نفسی نفسی'' کر رہے ہوں گے اس وقت میں بھی امت کو یاد کریں گے تو ایسے شفیق اور محسن نبی پر اس کے اتباع اور ماننے والے صرف زبان ہی سے درود نہ پڑھیں تو بہت ہی زیادہ بدنصیبی اور بدقسمتی کی بات ہوگی۔ اس کے ذریعے اللہ کی رضا اور مغفرت بھی حاصل ہوگی۔ (۱)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ ان وعیدوں کو جو نبی کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وارد ہوئی ہیں مختصر الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ ایسے شخص پر ہلاکت کی بددعاء ہے اور اس کے لئے شقاوت ہے اور جنت کا رستہ بھولنے والا ہے اور جہنم میں داخل ہونے والا اور ظالم اور بخیل ہے اور اس کا دین ناقص ہو جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت نہ کر سکے گا۔ (۲)

اسی بناء پر علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آئے ہر مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے، مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مجلس میں ایک مرتبہ بھی پڑھ لیا جائے تو کافی ہے باقی ہر مرتبہ پڑھنا باعث برکت اور مستحب ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه الترمذي في ابواب الدعوات (باب قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم رغم انف رجل)، ورواه الحاكم فى المستدرك، و اخرجه ايضا ابن حبان فى صحيحه ۹۰۸ واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) معارف الحدیث ۳۶۶/۵
(۲) قول بدیع۔
(۳) دلیل الفالحین ۲۰۰/۴

میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا

(۱۴۰۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْداً وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ﴾ (رواه ابو داؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قبر کو میلہ نہ بنانا اور مجھ پر درود بھیجنا اس لئے کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے، خواہ تم جہاں بھی ہو۔''

لغات: ❖ قبری: (ن، ض) قبریقبر قبرا بمعنی میت کو دفن کرنا۔ القبر: میت کو دفن کرنے کی جگہ، اس کی جمع قبور آتی ہے۔ مقبرہ: قبرستان، جمع مقابر۔

تشریح: لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا: اس حدیث کا مضمون متعدد روایات میں آتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو منع اس لئے فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے انبیاء کی قبروں کو میلہ بنا لیا تھا اور اسی طرح سے بت پرست لوگ بھی اپنے بتوں کے پاس جمع ہو کر میلہ کی صورت بناتے ہیں۔

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح سے لوگ عید کے دن عید مناتے ہیں اچھے اچھے کپڑے زیب تن کئے جاتے ہیں اور خوب کھیل ہوتا ہے اس طرح میری قبر پر مت آنا ہاں عبرت لینے کے لئے محبوب نبی کی جدائی کا غم ہو تو اس صورت میں آسکتے ہو۔ (۱)

اس کا ایک مطلب ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ میری زیارت کے لئے بار بار آیا کرو عید کی طرح سال میں ایک بار آؤ ایسا نہ کرنا۔ (۲)

تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ: ''مجھے پہنچتا ہے خواہ تم جہاں بھی ہو۔'' ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب میری قبر کے پاس درود پڑھا جاتا ہے تو میں خود سنتا ہوں اور اگر دور ہو تو فرشتے مجھے پہنچا دیتے ہیں، لیکن ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ بھی

بتایا جاتا ہے کہ درود پڑھنے والا فلاں شخص ہے اور فلاں کا بیٹا ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ پھر اللہ جل شانہ اس شخص کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ اور نیز ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ درود مجھ کو پہنچ جاتا ہے اور میں اس کے بدلہ میں اس پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے علاوہ اس کے لئے دس نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔

تخریج حدیث: روہ ابوداؤد فی کتاب المناسک (باب زیارۃ القبور)، رواہ احمد ۸۸۱۲/۳، والنسائی ایضا واسنادہ حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۲۰۱/۴، فتوحات الربانیۃ ۳۱۴/۳،

(۲) مرقاۃ المفاتیح، فتوحات الربانیۃ ۳۱۴/۳، دلیل الفالحین ۲۰۱/۴۔

آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں

(۱۴۰۲) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَامِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ﴾ رواہ ابوداؤد باسناد صحیح

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی شخص جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے مگر اللہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

لغات: ❖ یسلم: بمعنی السلام علیک کہنا۔ رد: (ن) یرد رداً مرداو، ردودا بمعنی: لوٹانا، واپس کرنا، پھیرنا۔ ارتد. الشیء واپس کرنا، واپس کرنے کو کہتے ہیں۔ عن دینه: دین کو چھوڑنا، دین سے پھر جانا۔ استرد الشیء: واپس کرنے کو کہنا۔ الھبۃ: ہبہ کو واپس لوٹا لینا۔

تشریح: اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں مگر حدیث بالا سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہیں ہیں، بلکہ جب کوئی شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح جسم اطہر میں لوٹا دی جاتی ہے اس بناء پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جواب دیتے ہیں۔

جواب: روح لوٹانے کا مطلب یہ نہیں کہ روح مبارک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں نہیں رہتی بلکہ بقول محدثین

کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک مستقل مشاہدہ رب العزت میں مستغرق رہتی ہے، تو جب کوئی درود پڑھتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے۔ اس مفہوم کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتے ہیں یعنی مجھے اس کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق عام ہے خواہ وہ اشخاص جو روضہ اقدس پر حاضری دے کر درود پڑھیں یا دور سے بھیجیں، ہاں اتنا فرق ہوگا کہ جو شخص روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام پڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے ہیں اور جو دور دراز سے پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے واسطہ سے سنتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد (باب زیارۃ القبور)، ورواہ احمد ۱۰۸۲۷/۳، و الطبرانی، والبیھقی فی الدعوات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۹۱۷، دلیل الفالحین ۴/۲۰۲

(۲) مشکوٰۃ

دنیا کا سب سے بڑا بخیل

(۱۴۰۳) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ﴾. رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

لغات: ❖ ذکرت: (ن) ذکر یذکر ذکراً بمعنی تذکرہ کرنا یاد کرنا۔ یصل: صلی یصلی صلاۃً بمعنی: دعا کرنا۔ عبادت کرنا، نماز پڑھنا۔ مصلی: نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: اس حدیث کا مضمون بھی متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بخیل اور پورا بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ وہ شخص بخیل ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور بھی ایک روایت آتی ہے اس کے آخری جملہ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو مجھے قیامت کے دن نہ دیکھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ وہ کون شخص ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کرے؟

اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص بخیل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا بخیل کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بخیل وہ شخص ہے جو میرا ذکر سنے اور درود نہ بھیجے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ آدمی کے بخیل ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا میں تم کو سب سے زیادہ بخیل آدمی بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور۔ حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ علامہ سخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص دنیا کا سب سے بڑا بخیل ہے "البخیل" میں الف لام کامل کو بیان کرنے کے لئے ہیں۔ (۱)

من لم یصل علیه ان ذکر اسمه فهو البخیل وزده وصف جبان

جو شخص حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجے جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ذکر کیا جائے پس وہ پورا بخیل ہے اس سے زیادہ یہ کہ وہ شخص بزدل نامرد بھی ہے۔ (۲)

مرحبا اے پیک مشتاقاں بدہ پیغام دوست تا کنم جان از سیر رغبت فدائے نام دوست

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی ابواب الدعوات (باب قول رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم رغم انف رجل)، ورواه النسائی، واحمد ۱۷۳۶/۱، وابن حبان ۹۰۹، والطبرانی، والبیهقی فی شعب الایمان ۱۵۶۷، والحاکم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳۲۳/۳

(۲) یہ پورا مضمون قول بدیع، نشر الطیب اور فضائل درود شریف سے لیا گیا ہے۔

دعا مانگنے کا طریقہ

(۱۴۰۴) ﴿وَعَنْ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلاً يَدْعُوْفِيْ صَلَاتِهٖ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "عَجِلَ هٰذَا" ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَوْلِغَيْرِهٖ:

"اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَأْ بِتَحْمِیْدِ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَالثَّنَاءِ عَلَیْهِ، ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَدْعُوْ ابَعْدُبِمَاشَاءَ» (رواہ ابو داؤد و الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو دعا مانگتے دیکھا کہ اس نے نہ اللہ جل شانہ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس آدمی نے جلدی کی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بلا کر اس سے یا کسی اور سے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (دعا مانگے) تو اسے پہلے اللہ جل شانہ کی حمد وثناء بیان کرنا چاہئے، پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا چاہئے، اس کے بعد جو دعا مانگنا چاہے مانگے۔''

لغات: ❖ یدعوا: (ن) دعایدعو دعاء بمعنی پکارنا۔ عجل: باب تفعیل عجل یعجل تعجیلا: بمعنی جلدی کرنا۔ الثناء: بمعنی تعریف۔ باب ضرب سے تعریف کرنا۔

تشریح: یہ مضمون بھی احادیث میں بڑی کثرت سے بیان کیا گیا ہے کہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اول میں درود شریف پڑھنا چاہئے، دعاء کے آداب میں علماء فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ کی حمد ہو، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور پھر درود درمیان میں بھی اور آخر میں پڑھا جائے تو اب اس دعا کی قبولیت میں دیر نہیں لگتی۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن یسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دعائیں ساری کی ساری رکی رہتی ہیں یہاں تک اس کی ابتداء اللہ کی حمد سے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود سے نہ ہو۔ اور جو ان دونوں کے بعد دعاء مانگے گا تو قبول کی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ دعاء آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، اوپر نہیں چڑھتی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی دعاء ایسی نہیں کہ جس کے اور اللہ کے درمیان حجاب نہ ہو یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے، پس جب ایسا کیا جاتا ہے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور وہ دعاء محل اجابت میں پہنچ جاتی ہے ورنہ لوٹادی جاتی ہے۔ کیونکہ درود شریف ایک ایسی عبادت ہے کہ جو کبھی رد نہیں ہوتی بخلاف دوسری عبادات کے، کہ اس میں احتمال ہوتا ہے قبولیت اور عدم قبولیت کا، تو جو شروع اور آخر میں درود شریف پڑھے تو یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ اللہ شروع اور آخر سے قبول فرمالیں اور درمیان کا چھوڑ دیں۔ (1)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی کتاب الصلاۃ (باب فی ثواب التسبیح)، والترمذي فی الدعوات (باب

ادع تجب) ٣٤٧٥، والنسائی نحوہ، کذا فی المشکوۃ، وابن حبان، وروی الحدیث الحاکم فی المستدرک ١/٨٤٠، وابن حبان فی صحیحہ، واحمد ٩/٢٣٩٩٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۱۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) یہی قول ابوسلمان درانی کا بھی ہے دیکھو فتوحات الربانیۃ ۳/۳۳۴

کون سا درود شریف پڑھنا بہتر ہے؟

(١٤٠٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ﴾". (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابومحمد کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کس طرح سلام بھیجیں، اب یہ بتایئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کہو (اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے درود ابراہیمی پڑھ کر بتایا) ''اے اللہ! رحمت نازل فرمایئے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بے شک آپ تعریف والے، بزرگی والے ہیں، اے اللہ! برکت نازل فرمایئے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بے شک آپ تعریف والے اور بزرگی والے ہیں۔''

لغات: ❖ خرج: (ن) خرج یخرج خرجًا بمعنی نکلنا۔ بارک: بمعنی برکت کی دعا کرنا۔ حمید: (س) حمد یحمد حمداً بمعنی تعریف کرنا۔ مجید: (ن) مجد یمجد مجداً بمعنی بزرگوار ہونا۔

تشریح: قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ: ہم کو معلوم ہے کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کیسے بھیجیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تشہد والا سلام ہے یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ. (۱)

ان الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھنا افضل اور بہتر ہے، کیونکہ درود شریف کے الفاظ متعدد احادیث میں مختلف آئے ہیں مگر حدیث بالا والا درود شریف یہ افضل ترین ہوگا کیونکہ یہ درود شریف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس سوال پر ارشاد فرمایا جب کہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ ہم نے سلام کو جان لیا ہے صلوۃ کس طرح پڑھیں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حدیث بالا والی تعلیم فرمائی۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں سب سے افضل درود شریف پڑھونگا تو حدیث بالا والا درود شریف پڑھنے سے حانث ہوجائے گا۔ (۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی امام محمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہم درود شریف کن الفاظ سے پڑھیں تو انہوں نے حدیث بالا والا ہی درود شریف ارشاد فرمایا۔ اس درود شریف کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں اس کے ان الفاظ پر متفق ہیں۔

علماء فرماتے ہیں یہی درود شریف سب سے افضل ہے اس لئے نماز اور غیر نماز دونوں جگہ اسی کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ان اقوال کے پیش نظر علماء احناف فرماتے ہیں کہ نماز میں یہی درود شریف پڑھنا افضل ہوگا۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الصلوۃ وفی الدعوات، واحمد ۱۸۱۲۷/۶، رواہ مسلم فی الصلوۃ (باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بعد التشھد)، وابوداؤد ۹۷۶، والنسائی، وابن ماجہ. وقال الترمذی: حسن صحیح. والدارمی ۱۳۴۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۲۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۲۰۵ قول بدیع

(۲) کتاب روضۃ بحوالہ فضائل درود شریف ص: ۳۷

درود ابراہیمی سب سے افضل درود ہے

(۱۴۰۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ لَہٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَا اللّٰہُ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّہٗ لَمْ یَسْأَلْہُ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: "قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے۔ ہم حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ! اللہ جل شانہ نے ہم کو آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے درود بھیجیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا ہی نہ ہوتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم یوں کہو۔''

﴿اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كماصليت على ابراهيم وبارك على محمد وعلى ال محمد كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد﴾

لغات: ❖ مجلس: (ض) جلس يجلس جلوساً بمعنی بیٹھنا۔ المجلس: بمعنی بیٹھنے کی جگہ، بیٹھنے والے لوگ، کچہری۔ الجليس: ہمنشین، ساتھی جمع جلساء و جلاس۔

تشریح: اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ: ''ہم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں۔'' مراد اس سے قرآن مجید کی یہ آیت ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. الاية [1]

حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ: ''یہاں تک کہ ہم تمنی کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال نہ کیا جاتا'' کیونکہ سوال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہوئے تو صحابہ خوف زدہ ہوگئے کہ کہیں یہ سوال منشاء نبوت کے خلاف تو نہیں ہے اس سوال کو کر کے ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی ہے۔ یا یہ کہ اس کا جواب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہ ہو جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی تھی۔

بعض دوسری روایات میں آتا ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بالا کو بیان فرمایا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب ایک صحابی نے سوال کیا کہ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہوگیا مگر جب نماز پڑھیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود کیسے پڑھیں؟ اس سوال کو سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بہت لمبا سکوت فرمایا کہ ہم لوگوں کو یہ خواہش ہونے لگی کہ کاش یہ شخص یہ سوال ہی نہ کرتا، اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں یہ درود پڑھا کرو: اللهم صل على محمد الخ

تخریج حدیث: رواه مسلم فی كتاب الصلوة (باب صلوة النبی صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم بعد

التشهد) ص: ٤٠٥، واحمد ٨/٢٢٤١٥، رواه ابوداؤد ٩٨٠، ٩٨١، والترمذی، والنسائی ٣/٤٦٤٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود (عقبہ بن عمرو) البدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۲۰۶۔

مختصر درود ابراہیمی (علیہ السلام)

(١٤٠٧) ﴿وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِالسَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ: ”قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلَّی عَلَی مُحَمَّدٍوَعَلَی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلَی مُحَمَّدٍوَعَلَی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلَی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح پڑھا کرو: اللهم صلی علی محمدوعلی ازواجه وذریته کما صلیت علی ابراهیم وبارک علی محمد وعلی ازواجه و ذریته کما بارکت علی ابراهیم انک حمید مجید.“

لغات: ❖ ازواجه: جمع زوج کی ہے، الزوج بمعنی شوہر، بیوی، ساتھی، جوڑا، کہا جاتا ہے ”عندی زوجاً حمام“ میرے پاس ایک جوڑا کبوتر ہے، جمع ازواج و زوجة جمع الجمع ازاویج. الزوجة: بیوی جمع زوجات. الزواج: شادی بیاہ۔

تشریح: اس روایت میں ازواج مطہرات کا بھی ذکر اور ساتھ میں ذریات کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ ”ذریت“ کے معنی ہوتے ہیں اولاد، ذریت انسان کی اولاد کو کہتے ہیں خواہ نرینہ ہو یا غیر نرینہ اور یہ قانون ہے کہ اولاد میں بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہوتی جیسے کہ شاعر نے بھی کہا ہے ؎

بنونا بنو آبنائنا وبناتنا بنوهن ابناء الرجال الا باعد

ترجمہ: ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہمارے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے اجنبیوں کے بیٹے ہیں۔

مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد کو علماء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں داخل کرتے ہیں، بیٹیوں کی اولادوں میں سے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد زندہ رہی، باقی کی زندہ نہیں رہی۔
بعض کہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں وہ سب داخل ہیں جن پر زکوۃ لینا حرام ہے۔ وہ بنو عبد

المطلب، بنو ہاشم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اوران کی اولاد ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اولاد میں ہر نیک آدمی داخل ہے، جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر مؤمن میری آل ہے۔ یہی بات امام مالک رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد تابعداری ہے۔

سوال: درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص کی گئی ہے اور کسی نبی کو کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد ہیں، مراد یہ ہے کہ اصول وہی ہیں، شریعت محمدی ان کے تابع ہے۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی احادیث الانبیاء (باب یزفون النسلان فی الشیء)، ومسلم فی الصلوۃ (باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بعد التشھد) ٤٠٧۔ رواہ ابوداؤد ٩٧٩، والنسائی ٣/٤٩، ورواہ ایضا ابن ماجه، واحمد ٩/٢٣٦٦١، و ابن ابی شیبة ٢/٥٠٧، و کذا فی البیھقی ٢/١٥١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوحمید الساعدی (عبدالرحمٰن بن سعد) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۲/۹۶۸

(۲) مظاہر حق ۱/۶۱۵

کتاب الاذکار

ذکر کا بیان

(٢٤٤) بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

ذکر کی فضیلت کا اور اس پہ آمادہ کرنے کا بیان

قَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (سورة عنكبوت: ٤٥)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اور اللہ کی یاد بڑی چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والا مصیبت سے روک دیا جاتا ہے۔“

مجاہد رحمہ اللہ، عکرمہ رحمہ اللہ، سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے کہ

اس آیت میں جو ذکر کو سب سے بڑا بتایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ بھی اس کا ذکر کرتے ہیں تو اللہ کا ذکر اس آدمی کے ذکر سے بڑا اور عظمت والا ہے۔ (۱)

صاحب تفسیر مظہری نے موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ کی روایت بحوالہ نافع رحمہ اللہ یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ تم خدا کی یاد میں کمی نہ کرو کیونکہ جب تم خدا کو یاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا ذکر کریں گے، اور جب اللہ تعالیٰ تمہارا ذکر کرے تو اس کا درجہ تمہارے ذکر کرنے سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ (۲)

احادیث میں بڑے کثرت سے ذکر کے اجر کو مختلف انواع سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے اس سوال پر کہ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ بلند درجہ پانے والا کون شخص ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والا، عرض کیا یا رسول اللہ! مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی کیا افضل ہے؟ فرمایا کہ مجاہد اپنی تلوار سے کافروں کو اتنا مارے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے تب بھی یہ ذکر کرنے والا افضل ہے۔ (۳)

(۱) تفسیر قرطبی ۱۳/۳۴۹
(۲) تفسیر مظہری ۹/۱۸۰
(۳) رواہ احمد والترمذي وقال الترمذي ہذا حديث حسن

قَالَ تَعَالیٰ: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔''

تشریح: ایک روایت میں آتا ہے اللہ جل شانہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر مجھے وہ اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنی مجلس میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک گز بڑھتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ (۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت: ''فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ'' کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندو! تم مجھ کو میری عبادت سے یاد کرو میں تم کو مغفرت سے یاد کرونگا اور تمہارے گناہوں سے درگزر کروں گا۔ (۲)

(۱) بخاری ومسلم

(۲) تفسیر مظہری ۱/۲۵۹

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ﴾ (سورت الاعراف: ۲۰۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑ گڑاتا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو۔''

تشریح: وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد نماز کی قرات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سری نماز میں آہستہ آہستہ قرات کرو۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مراد یہاں پر ذکر ہے کہ دلوں میں ذکر کرو کیونکہ دل میں ذکر کرنے سے خلوص میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱)

دُوْنَ الْجَھْرِ: اس سے مراد جہر سے کم اور سر سے زیادہ کی آواز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سری نمازوں میں جہر سے کم آواز سے قرات کرو، جہری نماز میں زور سے قرات کرو زیادہ زور نہ ہو بلکہ پست آواز سے پڑھو، یا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھار ذکر زور سے کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ بہت زیادہ چیخ چیخ کر نہ کرے بلکہ اس میں بھی سکون و اطمینان کے ساتھ ہو۔ (۲)

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ: غدو مصدر ہے قاموس میں ہے ''الغدوۃ'' طلوع آفتاب تک کا وقت۔

وَالْاٰصَالِ: یہ اصیل کی جمع ہے دن کا آخری وقت، اصیل کا وقت عصر سے مغرب تک ہوتا ہے۔

سوال: ذکر تو کثرت سے کرنے کا حکم ہے تو ان دونوں وقتوں کو بیان کیوں کیا گیا؟

جواب: ان دونوں وقتوں کی فضیلت کی وجہ سے، ورنہ ذکر تو ہر جگہ اور ہر وقت محمود ہے۔

وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ: غافلوں میں سے مت ہو جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے ذکر چھوڑ دیا تو غافلوں میں تمہارا شمار ہو جائے گا، تم کسی حال میں بھی ذکر کو نہ چھوڑو۔

---

(۱) تفسیر مظہری: ۴۶۱
(۲) تفسیر مظہری

قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ الجمعۃ: ۱۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

تشریح: تمام حالتوں میں ہی اللہ کا ذکر کیا جائے اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ شریعت نے ہر وقت اور ہر مقام کی جو دعا ارشاد فرمائی ہے اس کو پڑھ لیا جائے تو یہ بہترین ذکر بھی ہوگا اور ہر حال میں ذکر کرنے والوں میں اس کا شمار بھی ہو جائے

گا۔(۱)

(۱) مظہری ۱۱/۵۱۲

ذاکرین اور ذاکرات کے لئے مغفرت اور اجر عظیم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْراً عَظِيْماً﴾ (سورة الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اللہ تعالیٰ کے اس قول تک، بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

تشریح: اس آیت میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی صفات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ان کے اندر یہ صفات ہوتی ہیں یا ہونی چاہئیں، علامہ بغوی رحمہ اللہ نے عطاء بن رباح رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے جس کے ابتداء میں یہ ہے کہ جس نے اپنے کاموں کو اللہ کے سپرد کر دیا وہ ''اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ'' میں داخل ہو گیا۔

شان نزول

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں آتا ہے کہ بعض عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ اللہ ایمان والے مردوں کا ذکر تو (قرآن) میں کرتا ہے اور ایمان والی عورتوں کا ذکر قرآن میں نہیں کرتا اس پر آیت بالا نازل ہوئی:

﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْراً عَظِيْماً﴾

''یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بندہ اسی وقت اللہ کی بکثرت یاد کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے جب کہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر وقت اللہ کو یاد کرتا ہو، کسی وقت بھی سستی نہ کرتا ہو۔ ایک روایت میں آتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ افراد والے آگے بڑھ گئے، صحابہ نے عرض کیا افراد والے کون ہیں؟ فرمایا اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں (رواہ مسلم من حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اللہ کو کثرت سے یاد کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اذْكُرُوْا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً وَ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً﴾

(سورۃ احزاب: ٤١، ٤٢)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والوں تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔''

تشریح: امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ کے ذکر کو کسی حال میں بھی نہ بھولے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ شریعت نے ہر عبادت کی ایک حد مقرر کردی ہے اور عذر کے وقت معذور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے، مگر ذکر کی شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی سوائے مجنون اور دیوانے کے کسی کو بھی معذور قرار نہیں دیا، اس لئے تمام ہی حالتوں میں ذکر کرنے کا حکم دیا ہے: اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ. وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔

اور مزید حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو رات میں بھی دن میں بھی، خشکی میں بھی اور سمندر میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، پوشیدہ حالت میں بھی اور ظاہری حالت میں بھی، خلاصہ یہ کہ آدمی کی جو حالت بھی ہو ان سب حالتوں میں ذکر کرنے کا حکم ہے۔ (۱)

سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً: ''صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔'' صبح وشام کی قید اس لئے لگائی، کہ ان وقتوں میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (۲)

بعض علماء تفسیر فرماتے ہیں ''بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً'' یہ ''واذکروا'' کا بھی معمول بن سکتا ہے اور ''سبحوا'' کا بھی یہاں تنازع فعلین ہے، مطلب یہ ہوگا کہ نمازیں اور عبادتیں دل کے حاضر ہونے کے ساتھ ادا کی جائے، غفلت کے ساتھ نہ کریں۔ (۳)

قرآن میں بہت سی جگہوں پر ذکر کے فضائل واہمیت کو بیان کیا گیا ہے، ان میں سے چند مقامات یہ ہیں:

۱. ﴿وَادْعُوْ رَبِّیْ عَسٰی اَلَّا اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِيًّا.﴾ (سورۃ مریم: ٤٨)
۲. ﴿اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ.﴾ (سورۃ طٰہ: ١٤)
۳. ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ.﴾ (سورۃ حج: ٣٥)
۴. ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.﴾ (سورۃ نور: ٣٧)
۵. ﴿فَادْعُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ.﴾ (سورۃ مؤمن: ١٤)
۶. ﴿هُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ.﴾ (سورۃ مؤمن: ٦٥)

❼ ﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ.﴾ (سورة زخرف: ٣٦)

❽ ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ.﴾ (سورة حديد: ١٦)

❾ ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً.﴾ (سورة دهر: ٢٥)

❿ ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.﴾ (سورة اعلى: ١٥)

---

(۱) تفسیر مظہری ۹/ ۳۸۷
(۲) تفسیر مظہری ۹/ ۳۸۷
(۳) تفسیر مظہری ۹/ ۳۸۷

دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہیں

(١٤٠٨) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ: "كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترازو میں بھاری ہیں، اللہ کو محبوب ہیں، وہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' ہیں۔''

لغات: ❖ کلمتان: اسکامفرد کلمه ہے۔ کلمه (ن، ض) کلما: زخمی کرنا، کلمه تکليما: گفتگو کرنا، کالمه مکالمة (مفاعله) مکالمہ کرنا، گفتگو کرنا۔ خفيفتان: (س) بمعنی پوشیدہ ہونا، ظاہر ہونا۔ ثقيلتان: (ک) ثقل يثقل ثقالة: بمعنی بھاری ہونا۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں سب سے آخر میں لائے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو انما الاعمال بالنیات سے شروع فرمایا اور حدیث بالا پر ختم فرمایا اس میں ایک لطیف امر کی طرف اشارہ ہے کہ میزان میں اعمال اسی کے وزنی ہوں گے جس کی نیت اچھی ہوگی۔

كَلِمَتَانِ: سے مراد وہ کلام ہے کہ جس کے ذریعہ سے آدمی کو بات سمجھ میں آجائے۔ (۱)

خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ: کہ زبان پر بہت ہلکے ہیں۔ یعنی ان میں کوئی ایسے حروف نہیں جو مشقت سے ادا ہوتے ہوں، مشقت سے ادا ہونے والے حروف شدیدہ اور استعلاء ہیں، ان میں سے اس میں کوئی حرف نہیں، حروف شدیدہ آٹھ ہیں جن کا

مجموعہ "اجدک قطبت" اور حروف استعلاء سات ہیں جن کا مجموعہ "خص ضغط قظ" ہے۔ (۲)

ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ: علامہ سندی فرماتے ہیں کہ حروف کی کمی کی وجہ سے اور بہترین ترتیب اور اللہ کے نام کی کشش کی برکت سے زبان پر یہ آسان ہیں۔ اور اللہ کے نام کی برکت سے یہ قیامت کے دن ثواب کے اعتبار سے بہت بھاری ہوں گے۔ (۳)

حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ: علامہ سندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کئی احادیث میں اس کو احب الکلام کہا گیا ہے، یہ کلام اللہ کے نزدیک محبوب ہیں یا اس کا کہنے والا اللہ کے یہاں محبوب بن جاتا ہے، اللہ کے ناموں میں سے لفظ "رحمن" کو اس لئے یہاں پر لائے کہ مراد یہاں پر اللہ کی رحمت کی وسعت کو بیان کرنا ہے کہ معمولی سے کلام میں اتنا زیادہ اجر وثواب مرحمت فرمایا، یہ اللہ کی رحمت ہی کا خاصہ ہوسکتا ہے۔ (۴)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ: اس جملہ کی وضاحت آگے کئی احادیث میں آرہی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی الایمان (باب اذاقال والله لا اتكلم اليوم) والدعوات (باب فضل التسبيح)، واخرجه مسلم فی الذكروالدعاء (باب فضل التهليل والتسبيح)، وابن حبان ۸۳۱، رواه ابوداؤد، والترمذی، ابن ماجه، احمد ۳/ ۷۱۷۰، وابن ابی شيبة، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵/۱۰۹

(۲) مرعاۃ المفاتیح ۳/۴۴۵

(۳) نزہۃ المتقین: ۹۷۰

(۴) مرقاۃ ۵/۱۰۷

تمام کائنات سے بہتر تسبیح

(۱۴۰۹) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ' پڑھنا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔"

لغات: ❖ احب: (س، ک) بمعنی محبوب ہونا۔ طلعت: طلع یطلع طلوعاً (ن) بمعنی نکلنا، چڑھنا۔ الشمس: (مصدر) بمعنی آفتاب، شمس (ن، ض) شمسا. الیوم: دھوپ والا ہونا۔ تشمس: دھوپ میں بیٹھنا۔ علینا: بخل کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بہتر کلام چار ہیں: (۱) سبحان الله، (۲) الحمد لله، (۳) لا اله الا الله، (۴) الله اکبر. (۱)

حدیث بالا میں بھی تقریبا یہی مضمون ہے کہ یہ چار کلمات تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ چار کلمات ایسے ہیں کہ تمام اسماء حسنیٰ کو محیط ہیں مثلاً: القدوس، السلام، الظاهر وغیرہ کے مفہوم کو سبحان الله ادا کر رہا ہے، اور الرحمن، الرحیم الکریم، العلیم، القدیر، السمیع، البصیر وغیرہ کے مفہوم کو الحمد الله ادا کر رہا ہے۔ اور الواحد، الاحد وغیرہ کے مفہوم کو لا اله الا الله ادا کر رہا ہے، اور العلی، الاعلی، الکبیر، المتعال وغیرہ کے مفہوم کو اللہ اکبر ادا کر رہا ہے، اسی لئے ان کلمات کو سب سے افضل فرمایا گیا۔

کیونکہ اللہ کی یاد سے تو کوئی چیز بہتر نہیں ہوسکتی، مگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ چاروں کلمے اگرچہ افضل ترین ہیں اور اللہ کو پسندیدہ ہیں مگر جو وقتی دعائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں یا اور کسی حالت میں خاص ذکر تو اس وقت میں ان دعاؤں کا پڑھنا ان تسبیحات کے پڑھنے سے بہتر ہوگا۔ (۲)

پہلے کس کو پڑھے اور بعد میں کس کو؟ مشکوٰۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ان چاروں کلموں کے پڑھنے میں جس کو چاہے مقدم کرے اور جس کو چاہے موخر کرے، اس میں کوئی ترتیب ضروری نہیں۔ (۳)

مگر ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے علامہ طیبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان چاروں کلمات کو حدیث بالا کی ترتیب پر پڑھنا ضروری اور لازمی تو نہیں مگر عزیمت اور اولی اسی ترتیب کے ساتھ پڑھنا ہے کیونکہ اسی ترتیب کے ساتھ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء)، ورواه النسائی، و الترمذی، وابن ماجه، ابن ابی شیبة ۱۰/۲۹۵، ابوعوانه، وابن حبان ۸۳٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۲۱۱، مرقاۃ ۵/۱۰۶

(۲) معارف الحدیث ۵/۴۴

(۳) مظاہر حق ۲/۵۳۲

(۴) مرقاۃ

شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا

(۱۴۱۰) ﴿ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزاً مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ." وَقَالَ: "مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ، وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ﴾

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایک دن میں سو بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، پڑھے تو اس کو دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اور اس کی دن بھر شام تک شیطان سے حفاظت کر دی جاتی ہے۔ اور کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر عمل لیکر (قیامت کے دن) نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ نیک اعمال کئے ہوں۔ اور فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔"

لغات: ❖ عدل (ض) عدل یعدل عدلاً بمعنی سیدھا کرنا برابری کرنا۔ رقاب: بمعنی: غلام، خادم۔ حطت (ن) حط یحط حطاً بمعنی اترنا، نازل ہونا۔

تشریح: حدیث کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ ان کلمات کو اگر کوئی صبح کے وقت پڑھے تو شام تک شیطان سے حفاظت بھی ہوتی ہے اور سو نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں اور سو گناہ بھی معاف کئے جاتے ہیں اور دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب بھی ملتا ہے، شام کو پڑھے تو اس کا ذکر حدیث بالا میں نہیں مگر محدثین فرماتے ہیں کہ شام کو پڑھنے والے کو بھی یہی ثواب ملے گا۔

سوال: شام کا ذکر اس حدیث مبارک میں کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب اول: آپ ﷺ نے کیا ہوگا مگر راوی نے اختصار کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا۔

جواب دوم: آپ ﷺ نے ہی صرف صبح کا ذکر فرمایا کہ شام کا حدیث کے ظاہر سے خود ہی مفہوم معلوم ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی۔ (۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں یہ سو کا عدد پورے کرنے پر یہ انعامات ہیں خواہ ان کلمات کو آدمی ایک

ہی مجلس میں سومرتبہ پڑھے یا مختلف مجالس میں، ہر دوصورت میں ان شاء اللہ اس کو حدیث بالا والا ثواب مل جائے گا، مگر بہتر اور افضل تو یہی ہوگا کہ ایک ہی مجلس میں اور دن کے ابتداء میں پڑھے، نیز یہ کہ یہ انعامات سومرتبہ پڑھنے پر وارد ہوئے ہیں جو شخص جتنا بھی زیادہ پڑھے گا اتنا ہی زیادہ اس کے ثواب اور انعام میں اضافہ ہوجائے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی الدعوات (باب فضل التهليل)، و اخرجه مسلم فی (باب الذکر والدعاء)، والترمذی، والامام مالک فی موطئه، و ابن حبان ۵۴۹/۳، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵۳۶/۲، مرقاۃ ۱۰۹/۵

(۲) نووی شرح مسلم

چار عرب غلام آزاد کرنے کا ثواب

(۱۴۱۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ: لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ کَانَ کَمَنْ أَعْتَقَ اَرْبَعَةَ اَنْفُسٍ مِّنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دس بار: لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، پڑھا تو وہ اس طرح ہے جیسا کہ اس نے حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کو آزاد کیا۔''

لغات: ❖ اعتق (ض) عتق یعتق عتقاً بمعنی آزاد ہونا۔ انفس: یہ جمع نفس کی ہے بمعنی روح اور خون۔ ولد: ولد یلد (ض) ولدًا، اولاداً: بمعنی جننا۔

تشریح: حدیث بالا میں اللہ کے لئے توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا احسان انسانیت پر یہ ہے کہ عقیدہ توحید کو بالکل واضح طور سے بیان فرمایا ہے، اگرچہ پہلے مذاہب میں بھی توحید تھی مگر انسانی تصرفات اور مرور زمانہ کی وجہ سے کسی بھی مذہب میں توحید خالص باقی نہ رہی حتیٰ کہ دین ابراہیمی جو توحید کا معلم اول ہے اس میں شرک اور بت پرستی داخل ہوگئی۔ دین اسلام نے پھر از سرنو توحید کی دعوت دی اور شرک کو سب سے بڑا گناہ بتلایا۔ (۱)

لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ: ایک دوسری روایت جو علامہ ابن السنی نے نقل کی ہے اس میں اس کے بعد "یحي و یمیت وهو حی لا یموت" کا بھی اضافہ ہے۔

مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا''، یہاں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر محدثین کے نزدیک صرف شرف اور فضیلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی الدعوات (باب فضل التهليل)، ومسلم فی الذکر (باب فضل التسبيح والتهليل والدعاء)، واحمد ۹/ ۲۳٦٠٥، والترمذی ایضًا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوایوب انصاری (خالد بن زید) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۴۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) الفتوحات الربانیۃ، مرآۃ المشکوۃ ۶/ ۲۶، دلیل الفالحین ۴/ ۲۱۴

اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کلام

(۱٤۱۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلاَ اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَی اللّٰهِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَی اللّٰهِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلمات سبحان اللہ وبحمدہ ہیں۔''

لغات: ❖ الکلام: بمعنی قول، گفتگو، جملہ۔ (کلمه ن ض) کلما: زخمی کرنا، کلمه تکليما: گفتگو کرنا، کالمه مکالمة (مفاعله) مکالمہ کرنا، گفتگو کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے؟ پھر ارشاد فرمایا: وہ کلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے وہ: سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔ (۱)

اس کے افضل ہونے کی وجہ علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس میں اللہ کی تسبیح اور تحمید دونوں ہی جمع ہیں، تسبیح کے معنی عیوب سے پاک اور تحمید کے معنی اللہ کی حمد و تعریف، اللہ کو یہ بات بہت ہی پسند ہے کہ مخلوق اللہ کی عیوب سے برات اور اس کی تعریف کرے، اس لئے اس کو احب الکلام فرمایا۔ (۲)

سوال: حدیث بالا میں سبحان اللہ وبحمدہ کو سب سے زیادہ محبوب کلام کہا گیا اور اس سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله والله اکبر کو سب سے زیادہ محبوب کلام کہا گیا اور ایک تیسری روایت آگے آرہی ہے جس میں صرف لا اله الا الله کو سب سے افضل ذکر فرمایا گیا ہے، سب سے بہتر تو ایک ہی ہوگا، بظاہر ان روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب: اس کے جواب میں مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان تینوں روایات میں کوئی اختلاف نہیں، اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کلمے دنیا بھر کے لوگوں کے کلام کے مقابلہ میں افضل ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب فضل سبحان اللہ وبحمدہ)، و الترمذی ایضا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف

(۲) منتخب ریاض الصالحین ص: ۵۹

(۳) معارف الحدیث ۵/۴۷

سبحان اللہ والحمد للہ کا اجر

(۱۴۱۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَالِکٍ اِلْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلآنِ اَوْ تَمْلَأُمَابَیْنَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ (کا ثواب) ترازو کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ بھی آسمانوں اور زمین کے درمیان کو پر کر دیتے ہیں۔"

لغات: ❖ الطھور: بمعنی پاکی۔ طھر (ن، ک) پاک ہونا، صفت (طاھر) جمع اطھار، طھرہ (تفعیل) پاک کرنا، تطھر واطھر: بمعنی میل کچیل سے پاک ہونا، نہانا۔ الاطھار: عورت کی پاکی کا زمانہ۔ شطر: بمعنی نصف، حصہ۔ تملا: (ف) ملا یملأ بمعنی: بھرنا۔

تشریح: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ: "شطر" کا معنی آدھے کے بھی آتے ہیں کہ جب آدمی مسلمان ہوتا ہے تو اس کے تمام کبائر اور صغائر گناہ معاف ہوجاتے ہیں، طہارت سے مراد یہاں پر وضو ہے۔ وضو کرنے سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کبائر نہیں اس لئے اس کو آدھا فرمایا۔

الحمد للہ کا مطلب

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ: "الحمد للہ سے قیامت کے دن میزان ترازو بھر جائے گا۔" الحمد للہ عظمت والا کلمہ ہے، اس کے مفہوم و مراد میں بھی علماء نے مختلف اقوال ارشاد فرمائے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں سب ہی مراد

لئے جاسکتے ہیں، مثلاً:

❶ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی فضیلت کے ساتھ اس کی ثناء بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ (۱)

❷ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے جس نے بھی الحمد للہ کہا گویا اس نے اللہ کی ثناء بیان کی۔ (۲)

❸ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ کے معنی یہ ہیں کہ شکر خالص اللہ کے لئے ہے، وہی ذات ہے جس نے دنیا کے تمام اسباب و وسائل مہیا کئے اور آخرت میں بھی جنت میں ہمیشہ کی زندگی میں عیش و آرام عطا فرمائے گا۔ (۳)

❹ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ کہنا خدا کی صفت جلال و جمال اور کمال کا صفتوں کے ساتھ تعریف کرنے کے مترادف ہے۔ (۴)

❺ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الحمد اللہ میں الف لام استغراقی ہے، مطلب یہ ہے کہ ساری حمد کی جنسیں اور قسمیں صرف اللہ کے لئے ہی ہیں۔ (۵)

سبحان اللہ کا مطلب

سُبْحَانَ اللّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ: "سبحان اللہ کے پڑھنے سے بھی قیامت کے دن ترازو بھر جائے گا" اس کے مفہوم ومطلب میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ سے سبحان اللہ کی تعریف ان الفاظ سے نقل کی گئی ہے:

تَنْزِيْهُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مِنَ السُّوْءِ. سبحان اللہ کہنا اللہ تعالیٰ کی ہر برائی سے پاکیزگی بیان کرنا ہے۔" (۶)

شیخ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سبحان اللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی ذات کا نقائص اور حدوث والی تمام صفتوں سے قطعی طور پر تنزیہ کرنا۔ (۷)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ دراصل ان تمام باتوں، چیزوں اور وصفوں سے کہ جو خدا کے جمال ذات وکمال صفات کے شایان شان نہیں اس سے پاک ہونے کا اظہار کرنا ہے۔ (۸)

قاضی فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سبحان اللہ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد وغیرہ کے رشتہ سے پاک ہے۔ (۹)

ایک اور روایت میں یہی بات "لا اله الا الله والله اكبر" کے بارے میں فرمائی گئی ہے کہ اس سے بھی زمین و آسمان کا خلاء ثواب سے بھر جاتا ہے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم فى الطهارة (باب فضل الوضوء)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو مالک اشعری (حارث بن عاصم) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) المفردات فی غریب القرآن ص: ۱۳۰
(۲) جامع البیان ۱/۶۰
(۳) جامع البیان ۱/۶۰
(۴) مرقاۃ ۵/۱۰۵
(۵) تفسیر ابن کثیر ۱/۲۳
(۶) تفسیر ابن کثیر ۱/۷۵، علوم القرآن ۱/۲۷۵
(۷) السراج المنیر ۲/۹۷
(۸) مرقاۃ ۵/۱۰۵
(۹) القاموس المحیط ۱۲۹، لسان العرب ۲/۴۷۱

اللہ کی ثناء اور بندے کی دعا

(۱۴۱۴) ﴿وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُہٗ. قَالَ: "قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ." قَالَ: فَھٰٓؤُلَاءِ لِرَبِّیْ فَمَالِیْ؟ قَالَ: "قُلْ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایسا کلام سکھلا دیجئے جس کو میں پڑھا کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہا کرو: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا، وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ" (کوئی معبود نہیں سوائے اس اللہ کے جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے بہت زیادہ تعریف ہے اور پاکی ہے اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو رب ہے تمام عالم کا، نہیں ہے کوئی برائی سے پھیرنے اور نیکی کی قوت دینے والا سوائے اس اللہ تعالیٰ کے جو بڑا زبردست اور حکمتوں والا ہے) اس پر اس اعرابی نے کہا یہ کلمات تو میرے پروردگار کے (حمد و ثناء) ہیں، میرے لئے کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم یہ کہو: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی

وارزقنی، (اے اللہ میری مغفرت فرمادیجئے، مجھ پر رحم فرمائیے، مجھے ہدایت دیجئے اور مجھے رزق عطاء فرمائیے)۔"

لغات: ❖ اعرابی: دیہات کا رہنے والا۔ العالمین: بمعنی ساری مخلوق ماسوی اللہ۔ اغفرلی: بمعنی چھپانا، معاف کرنا۔ استغفر: مغفرت طلب کرنا۔ گناہوں کی معافی چاہنا۔ وارزقنی: (ن) رزق یرزق رزقا بمعنی: روزی پہنچانا۔

تشریح: راوی حدیث کو "عافنی" کے لفظ میں شک ہے کہ آیا یہ روایت صحیح ہے یا نہیں، بزاز کی ایک روایت میں اس حدیث میں "لا حول و لا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم" کے بجائے "العلی العظیم" نقل کیا گیا ہے اور اکثر روایات میں یہی ہے، مگر مسند احمد نے "العلی العظیم" نقل کیا ہے۔ (۱)

اس دیہاتی نے سوال کیا کہ اس دعا میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہی ہے میرے لئے کیا ہے تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ دعا مانگ لو اپنے لئے: اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وعافنی، اس کا مطلب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تو میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور مجھ کو طاعات کی توفیق عطاء فرما اور میرے تمام احوال کو درست فرمادے اور مجھ کو حلال روزی عطاء فرما، مجھ کو ابتلاء وامتحان سے محفوظ فرما۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب فضل التسبیح والتہلیل والدعاء)

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۵۴۶، مرقاۃ ۵/۱۲۰

(۲) مرقاۃ ۵/۱۲۰

نماز کے بعد استغفار

(۱۴۱۵) ﴿وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" قِیْلَ لِلْاَوْزَاعِیِّ، وَھُوَ اَحَدُ رُوَاۃِ الْحَدِیْثِ: کَیْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: تَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ﴾

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تو تین بار استغفار پڑھتے۔ اس کے بعد "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ." پڑھتے۔ اوزاعی سے پوچھا گیا کہ استغفار پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا

آپ ﷺ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پڑھتے تھے۔"

لغات: ❖ استغفر اللہ: استغفار کے معنی بخشش طلب کرنا، غفر یغفر (ض) غفورًا. الغفور، الغفار: بہت بخشنے والا مونث و مذکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الذنب: بمعنی گناہ۔

تشریح: آپ ﷺ کا استغفار کرنے کی وجہ

آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب بھی آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے تھے۔ اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ اس پڑھنے میں امت کی تعلیم تھی کہ نیک کام کے بعد بھی استغفار کرنا چاہئے کیونکہ جس طرح عبادات کا بندوں کو حکم ہے انسان اس کو پورا نہیں کرسکتا۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ نے اپنی عاجزی اور انکساری کو بیان کیا ہے۔ (۲)

ع آنانکہ غنی تراند محتاج تر اند

آپ ﷺ کی عموماً عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ استغفار کرنے کے بعد پھر دعائے بالا یعنی اللھم انت السلام الخ پڑھتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کو مقدم کرنا چاہئے نماز کے بعد کی دعاؤں پر۔ (۳)

اللھم انت السلام کا مطلب

علماء فرماتے ہیں کہ یہ تو دعا بہت ہی جامع ہے اللھم انت السلام کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تغیرات سے پاک ہے اور اللہ تمام عیوب و نقائص آفات وحوادث سے مبرا ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ تمام سلامتی خدا کی ہی طرف سے آتی ہے۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب خدا سے سلامتی ملتی ہے تو پھر انسان کو بھی چاہئے کہ وہ صرف اللہ ہی سے مانگے کسی اور سے نہ مانگے۔

یَاذَا الْجَلَالِ: مسلم کی دوسری روایت میں حرف نداء نہیں ہے، صرف ذا الجلال والاکرام ہے، ذو بمعنی صاحب کے ہے۔ ذا الجلال بمعنی صاحب بلندی والا ہے۔

وَالْاِکْرَامِ: کہ اللہ اپنے بندوں پر انعام اور اعزاز کرنے والا ہے۔ (۴)

لطف و احسان آپ کا ہے قدر دانی آپ کی
بندہ کس لائق ہے صاحب مہربانی آپ کی

بعض اس دعا میں "الیک یرجع السلام فحینار بنا بالسلام وادخلنادار السلام" بھی بڑھاتے ہیں اس کے بارے میں علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصحیح میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں اس کو موضوع اور لا اصل لہ فرمایا ہے۔

قِیْلَ لِلْاَوْزَاعِیِّ: سوال کرنے والے امام اوزاعی سے ابو الولید تھے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی المساجدومواضع الصلاۃ (باب استحباب الذکربعدالصلاۃ و بیان صفتہ) اخرجہ النسائی ص: ۳/۶۸، واحمد ۸/۲۲۴۲۸، وابن حبان ۲۰۰۳، والترمذي ۳۰۰، وابوداؤد ص: ۱۵۱۳، والطبرانی، وابن اسحاق عن ثوبان، ابن ماجہ ایضا، وکذا فی البیہقی ۲/۱۸۳۔

(۱) منتخب ریاض الصالحین
(۲) فتوحات الربانیہ ۳/۳۲، نزہۃ المتقین ۱/۹۷۳
(۳) فتوحات الربانیۃ ۳/۳۲
(۴) فتوحات الربانیۃ ۳/۳۲
(۵) فتح الباری

اللہ عطاء کرے تو کوئی روک نہیں سکتا

(۱٤۱٦) ﴿وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَ لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ’’حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَعَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِیَ لِمَامَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّمِنْکَ الْجَدُّ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تمام ملک اسی کے لئے ہیں، تمام تعریفیں بھی اسی کے لئے ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! آپ جو عطاء فرمائیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روک دیں اسے کوئی دینے والا نہیں، اور نہ کسی تونگر کو اس کی تونگری فائدہ پہنچا سکتی ہے)‘‘

لغات: ❖ مانع (فـ منع یمنع بمعنی منع کرنا۔ محروم کرنا، روکنا۔ (ک) منعۃ منعا بمعنی قوی ہونا۔ تمنع و امتناع. عن الشئی بمعنی رکنا، ناممکن الحصول ہونا۔ معطی: باب افعال سے دینا۔ الجد: بمعنی کوشش کرنا۔

تشریح: اِذَافَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ: "جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔" اس سے مراد فرض نماز ہے، بعض کے نزدیک نفل نماز مراد ہے، مگر اکثر کے نزدیک فرض ہی ہے۔(۱)

آپ ﷺ سے جو دعائیں منقول ہیں وہ عموماً سنتوں کے بعد کی ہیں، فرائض میں آپ ﷺ عموماً مختصر ہی دعا کرتے تھے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ سنتوں کی ادائیگی میں دیر کرنا مکروہ ہے، مگر اللهم انت السلام کے مقدار جائز ہے۔ (۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: وفي الهندية عن الحجة اللامام اذافرغ من الظهروالمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بادعية طويلة، كذافي التاتارخانية.

ترجمہ: ''فتاویٰ ہندیہ وفتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ جب امام ظہر، مغرب اور عشاء سے فارغ ہوجائے، تو سنتوں کی ادائیگی میں شروع ہوجائے، لمبی لمبی دعاؤں میں مشغول نہ ہو۔''

منية المصلی میں ہے: ﴿فان كان بعدها اى بعد مكتوبة تطوع يقوم الى التطوع بلا فصل الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام الخ﴾

ترجمہ: ''فرضوں کے بعد اگر سنت ونوافل ہیں تو بلا توقف فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد سنن ونوافل پڑھنے کھڑا ہوجائے البتہ اللهم انت السلام الخ کے مقدار توقف کرسکتا ہے۔''

ان مستند حوالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فرائض کے بعد مختصر دعائیں کرنا چاہئے اور پھر سنتوں کے بعد جتنی چاہے دعا کرے، اور آپ ﷺ سے بھی جو دعائیں لمبی لمبی منقول ہیں وہ بھی نوافل کے بعد کی ہیں ؎

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ　　نہ ہماری بزم خیال میں ہے نہ دکان آئینہ ساز میں

تخریج حدیث: رواه البخاری فی الاذان (باب الذکربعدالصلاة) وکتاب القدروالاعتصام، و مسلم فی کتاب المساجد (باب استحباب الذكربعدالصلوة)، ابوداؤد، والنسائی، ابن خزیمه، وابن حبان ۲۰۰۵، ابونعیم، والبغوی فی شرح السنة، عبد الرزاق ٤٢٢٤، وکذافی البیهقی ۱۸۵/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳۶/۳

(۲) شامی ۴۹۴/۱ وکذا الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۵۲

تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہی ہیں

(۱٤۱۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ دُبُرَكُلِّ صَلٰوةٍ حِيْنَ يُسَلِّمُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَالْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ. قَالَ اِبْنُ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُھَلِّلُ بِھِنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ﴾

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ الخ یعنی ''اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے، اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے برائی سے بچانے اور نیکی کرنے کی قوت نہیں ہے مگر اللہ کے ہی ساتھ، نہیں کوئی معبود مگر اللہ، نہیں عبادت کرتے ہیں مگر ہم اسی کی، اسی کے لئے تمام نعمتیں اور فضل وکمال ہے، اسی کے لئے اچھی تعریف ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہم اس کے لئے ہی دین کو خالص کرتے ہیں، چاہے کافر اسے ناپسند کیوں نہ کریں۔'' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ والے کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔''

لغات: ❖ نعبد: عبد (ن) عبادۃً وعبودۃً وعبودیۃً ومعبداً ومعبدۃً۔اللہ: ایک جاننا، خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خضوع کرنا، پرستش کرنا، کہا جاتا ہے ''ما عبدک عنی'' یعنی کس چیز نے تم کو مجھ سے روکا۔ عبدہ: فرمانبردار بنانا، غلام بنانا۔

تشریح: آپ ﷺ نماز کے علاوہ میں بھی دعا سکھاتے تھے

دعا بالا بھی نماز کے بعد پڑھنے کا معمول تھا مگر یہ غلط فہمی دور ہونا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نماز پنجگانہ کے علاوہ مختلف اوقات میں صحابہ کو دعائیں سکھاتے تھے، چنانچہ امام ابواسحٰق ابراہیم بن موسی شاطبی غرناطی المتوفی ۷۰۹ھ فرماتے ہیں:

''فلا یشرع لھم دعاء بھیئۃ الاجتماع فی آثار الصلوۃ دائماً لیعلمھم او یعینھم علی التعلم اذا صلوامعہ بل علم فی مجالس التعلیم''

ترجمہ: ''آپ جناب ﷺ کا یہ معمول نہیں رہا کہ نماز کے بعد مقتدیوں کے ساتھ اجتماعی شکل میں دعا مانگتے ہوں تاکہ صحابہ کو بھی طریقہ دعا معلوم ہو جائے بلکہ آپ ﷺ حلقہ تعلیم میں دعائیں سکھاتے تھے۔''

فقہائے امت نے تصریح کی ہے کہ اصل دعا تو آہستہ ہی ہے مگر بعض صورتوں میں زور سے دعا مانگنا بھی جائز ہے۔

وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ: ''ہم عبادت نہیں کرتے مگر اللہ کی۔'' سب سے بنیادی عقیدہ مسلمانوں کا یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی کسی چیز میں شریک نہ قرار دے۔ اسی بات کی تعلیم قرآن اور احادیث میں جابجا آئی ہے۔

لَہُ النِّعْمَۃُ: اس میں الف لام استغراق کے لئے ہے کہ ہر نعمت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی سب اللہ کی طرف ہی سے عطاء کردہ ہے۔(۱)

یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ فلاں چیز تو فلاں نے مجھ کو دی ہے تو اس میں اشارہ

ہے کہ حقیقتاً سب کو اللہ ہی دینے والا ہے۔ (۲)

وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ: "اللہ کے لئے اچھی تعریف ہے" اللہ کی تعریفات اتنی ہیں کہ کوئی بھی اللہ کی تعریف نہ کر سکا اور نہ کر سکے گا۔ آپ ﷺ نے بھی آخر میں فرمایا آپ عزوجل کی تعریف ایسی ہے جیسے آپ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم فی کتاب المساجد (باب استحباب الذکر بعد الصلوة) و کذا رواه ابو داؤد، والنسائی، وابن ابی شیبة کلهم رووا عن عبدالله بن الزبیر، واحمد ٥/١٦١٠٥، وابن حبان ٢٠٠٨، و کذافی البیهقی ٢/١٨٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۳۸

(۲) الاعتصام ۱/۲۲۸

مالداروں کی حرص

(١٤١٨) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِبِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی، وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ، وَیَصُوْمُوْنَ کَمَانَصُوْمُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ اَمْوَالٍ، وَیُجَاهِدُوْنَ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ. فَقَالَ: "اَلاَ اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًاتُدْرِکُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَکُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَکُمْ، وَلاَ یَکُوْنُ اَحَدٌاَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: تُسَبِّحُوْنَ، وَتَحْمَدُوْنَ، وَتُکَبِّرُوْنَ خَلْفَ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلاثًاوَثَلاثِیْنَ." قَالَ اَبُوْصَالِحٍ نِ الرَّاوِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لَمَّاسُئِلَ عَنْ کَیْفِیَّةِ ذِکْرِهِنَّ: قَالَ: یَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، وَ اللّٰهُ اَکْبَرُحَتّٰی یَکُوْنَ مِنْهُنَّ کُلِّهِنَّ ثَلاثًا وَ ثَلاثِیْنَ.

(متفق علیه)

وَزَادَمُسْلِمٌ فِیْ رِوَایَتِهٖ: فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ، فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَافَعَلْنَا، فَفَعَلُوْامِثْلَهٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَشَاءُ."

الدثور: جمع دثر بفتح الدال واسکان الثاء المثلثة هو المال.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مہاجرین میں سے فقراء حضرات، رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا کہ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تو مال دار لوگ لے گئے کہ وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں لیکن ان کے لئے مالوں کی فضیلت ہے پس وہ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی کرتے ہیں اور جہاد بھی کرتے ہیں اور خیرات بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم پہلوں کے برابر پہنچ جاؤ اور بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور تم سے کوئی افضل نہ ہو مگر وہی جو تم جیسا عمل کرے؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ (ضرور بتلا دیجئے) ارشاد فرمایا: ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر پڑھا کرو۔''

ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب ان سے ان کلمات کے پڑھنے کی کیفیت کا سوال کیا گیا تو فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر یہ کلمات کہے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک کی مقدار تینتیس تینتیس (۳۳،۳۳) بار ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں یہ زیادتی ہے کہ فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ ہمارے مال دار بھائیوں نے جو تسبیحات ہم کر رہے تھے سن لیں، پس وہ بھی ایسا ہی کرنے لگے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطاء کرے۔

دثور: یہ دثر کی جمع ہے دال کے زبر کے ساتھ اور ثاء کے سکون کے ساتھ زیادہ مال کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ مقیم: ہمیشہ رکھنا، کھڑا کرنا، قام (ن) قوما قومة وقياماً بمعنی کھڑا ہونا، ٹھہرنا۔ سبقکم: آگے بڑھ جانا۔ سبق (ن، ض) سبقاً: آگے بڑھنا۔ صنع: بنانا، عمل کرنا، صنع (ف) صنعا وصنعا: بنانا۔ خلف: ایک دوسرے کے بعد ہونا۔ خلف (ن) خلافًا وخليفةً: جانشین ہونا۔

تشریح: مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوال فرمایا: ماذاک وہ کیا کرتے ہیں؟ اس پر صحابہ نے کہا کہ: یصلون کمانصلی الخ. [1] وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نمازوں کے بعد ان تسبیحات کو بھی پڑھ لیا کرو۔

یَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ: "عمل اليوم الليلة" میں "یذکرون کما نذکر" کا بھی اضافہ ہے۔ اور صاحب بزاز نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں: وصدقوا تصديقنا و آمنوا إيماننا. کا اضافہ بھی ہے۔

کتنی مرتبہ ان تسبیحات کو پڑھنا چاہئے

ثلاثًا و ثلاثین: کہ ہر نماز کے بعد ۳۳،۳۳،۳۳، مرتبہ ان تسبیحات کو پڑھنا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ تینوں تسبیحات کو ۳۳ کے عدد تک پہنچانا ہے اس طرح کہ ۱۱ مرتبہ سبحان اللہ اور ۱۱ مرتبہ الحمد للہ اور ۱۱ مرتبہ اللہ اکبر۔ مگر علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المعز الحجازی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ ہر تسبیح کو ۳۳،۳۳ مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ (۲)

جیسے کہ بعض روایات میں اس کی تصریح بھی وارد ہوئی ہے کہ آگے والی روایت حدیث ۱۴۲۵ میں بھی ہے۔ اس لئے اکثر علماء محققین کے نزدیک یہی قول راجح ہے۔

اذکار مسنونہ کو مقدار مسنونہ سے زیادہ پڑھنے کا حکم

علماء فرماتے ہیں جو مقدار احادیث میں وارد ہوئی ہے اس سے دانستہ طور سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے صبح وشام پڑھے جانے والے سارے اذکار مسنونہ میں جو مقدار احادیث میں وارد ہوئی ہے اس کو برقرار رکھنا چاہئے ثواب کے خیال سے زیادہ مقدار میں پڑھنا یہ درست نہ ہوگا۔

استاد احمد عبد الرحمٰن البنا الساعاتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاص کر ایسے اوراد واذکار جن میں کلمات مخصوص مقدار کے ساتھ آئے ہیں ان کو مقدار ماثورہ سے زیادہ پڑھنا درست نہ ہوگا کیونکہ ان اعداد میں کوئی خاص حکمت مضمر ہوگی جو شریعت ہی جانتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب الاذان (باب الذکر بعدالصلوۃ). مسلم فی کتاب المساجد (باب استحباب الذکر بعدالصلوۃ)، وکذا رواہ النسائی، واحمد، وابن خزیمة، وابن حبان، والبیهقی وغیرهم.

نوٹ:۔ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۴۰

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۴۲

(۳) بلوغ الامانی ۴/۶۳

چند منٹوں میں تمام گناہوں کی معافی

(١٤١٩) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلاثًا وَّثَلاثِيْنَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلاثًا وَّثَلاثِيْنَ، وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلاثًا وَّثَلاثِيْنَ، وَقَالَ تَمَامَ

الْمِائَةِ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ، وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِالْبَحْرِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر تینتیس بار پڑھے اور سو مرتبہ کو پورا کرنے کے لئے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''

لغات: ❖ زبد: سمندر کی جھاگ۔ زبد (ن) زبدًا مکھن کھلانا، (ض) زبدا. السويق: ستو میں مکھن ملانا۔ لہ: مکھن دینا۔ ازبد. سمندر سے جھاگ نکلنا۔ الزبدة والزبد بمعنی مکھن ج زُبد.

تشریح: اس حدیث میں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر، وارد ہوا ہے اور اس کے آگے جو نمبر ۱۴۲۶ والی حدیث ہے اس میں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر وارد ہوا ہے یہ دو روایات کو تو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

احادیث کی کتابوں میں اور بھی کئی روایات میں مزید اختلاف کو بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمیوں کے اعتبار سے نبی نے ان کو ارشاد فرمایا ہے جس کے لئے جو آسانی ہو اس کو وہ پڑھ لے۔ یا جس طرح سے احادیث میں وارد ہے اسی طرح پڑھے، کبھی پہلا کبھی دوسرا، کبھی تیسرا تاکہ تمام ہی احادیث پر عمل ہو جائے۔ (۱)

غُفِرَتْ خَطَايَاهُ: اس کے پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

علماء کی تحقیق یہ ہے کہ اعمال پر جو یہ وارد ہوتا ہے کہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کبیرہ نہیں، کیونکہ کبیرہ گناہ کے لئے دل سے نادم ہونا اور استغفار کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتا۔

وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ: ''اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں۔'' ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مراد اس سے مبالغہ ہے کہ اگر اتنے بھی گناہ ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرما دیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه مسلم في كتاب الذكر والدعاء (باب فضل التسبيح والتهليل)، واخرجه مالک في المؤطا، وكذا رواه ابوداؤد، والنسائي، والطبراني، وابن خزيمة ۷۵۰، واحمد ۸۸۴۲/۳، و كذا في البيهقي ۱۸۷/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن بن صخر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۱۷۳/۵، لمعات التنقیح ۲۱۴/۳

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/ ۴۷، طیبی شرح مشکوٰۃ، نزہۃ المتقین ۹۷۹

بامراد ہونے کا وظیفہ

(۱۴۲۰) ﴿عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مُعَقِّبَاتٌ لاَ يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ. اَوْفَاعِلُهُنَّ. دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ؛ ثَلاَثٌ وَثَلاَثُوْنَ تَسْبِيْحَةً، وَثَلاَثٌ وَثَلاَ ثُوْنَ تَحْمِيْدَةً، وَاَرْبَعٌ وَ ثَلاَ ثُوْنَ تَكْبِيْرَةً﴾

ترجمہ: ’’حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ چند پیچھے آنے والے (جملے) ایسے ہیں جن کو کہنے والا کبھی نادار نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔‘‘

لغات: ❖ معقبات: (ض) پیچھے آنا۔ فاعلھن: بمعنیٰ: کرنا۔ فعل (ف) فعلا: کرنا۔ فاعل: کام کرنے والا، مفعول: کام کیا ہوا۔

تشریح:

لفظ معقبات کا مطلب

مُعَقِّبَاتٌ لاَ يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ: ’’پیچھے آنے والے ایسے ہیں کہ جن کو کہنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا۔‘‘

ان کلمات کو پیچھے آنے والا اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں یعنی جس کو چاہے پہلے پڑھ لے اور جس کو چاہے اس کے پیچھے (یعنی بعد میں) پڑھے سب طرح سے جائز ہے، اس میں کوئی ترتیب ضروری نہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کو بار بار پڑھا جاتا ہے تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ گناہوں کے بعد اس کو پڑھنے والے کے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کو معقبات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نمازوں کے بعد ہی عموماً پڑھے جاتے ہیں۔ اسی کو تسبیحات فاطمہ بھی کہتے ہیں۔ (۱)

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد یہ تسبیحات پڑھنے کا جو حکم ہے فقیر کے علم میں اس کا راز یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو کوتاہی اور کمی واقع ہوتی ہے اس کا تدارک تسبیح وتکبیر سے کرنا چاہئے اور اپنی نالائقی اور اپنی عبادت کے ناتمام ہونے کا اعتراف کرنا چاہئے۔ (۲)

اَرْبَعٌ وَثَلاَ ثُوْنَ تَكْبِيْرَةً: بعض دوسری روایات میں ۳۴ بار سبحان اللہ کا ذکر ہے اور بعض میں ۳۴ بار الحمد للہ پڑھنے کو فرمایا گیا ہے۔ (۳)

مگر ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واتفاق الرواۃ علی ان الاربع الثلاثین التکبیر ارجح. یعنی راویوں کا

اتفاق اس بات پر ہے کہ ۳۴ بار اللہ اکبر کہنے کی روایات کو سب روایات پر ترجیح ہے۔ (۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کو ایک بار زیادہ پڑھنے کی مصلحت یہ ہے کہ اللہ اکبر میں خداوند تعالیٰ کی عظمت و کبریائی میں مبالغہ ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب المساجد (باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ). رواہ الترمذی والنسائی عن کعب بن عجرہ، اخرجہ النسائی فی الصلوۃ، وابن حبان ۲۰۱۹، و دارقطنی و کذافی البیہقی ۱۸۷/۲۔

راوی حدیث حضرت کعب بن عجرہ کے مختصر حالات:

نام: کعب، ابو محمد کنیت۔ بلی خاندان سے تعلق تھا، حلیہ مبارک یہ تھا کہ ایک غزوہ میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ (طبقات ابن سعد) سر پر بال گھنے تھے (مسند احمد ۲۴۲/۴)

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے، پھر آپ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ حدیبیہ میں یہ آپ کے ساتھ تھے۔ سر کے بال گھنے ہونے کی وجہ سے اتنی کثرت سے جوئیں پڑ گئیں کہ وہ چہرہ پر آ آ کر گرتی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بال کٹوانے کا مشورہ دیا، انہوں نے اس کو کٹوا دیا۔ ان کی سیرت میں حمایت حق اور حب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ دو چیزیں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق میں بہت روشن ہیں۔ ایک مرتبہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بھوک کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر تھا یہ فوراً سمجھ گئے ایک یہودی کے اونٹ کو پانی پلایا اس نے فی ڈول ایک چھوہارے کے حساب سے دیا، جب کچھ چھوہارے جمع ہوگئے تو ان کو لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ (اصابہ ۳۰۴/۵)

وفات: ۵۱ھ میں جب کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۷۵ سال کی تھی مدینہ ہی میں انتقال ہوا، ان کی روایتوں کی تعداد ۴۷ ہے۔

---

(۱) فتوحات الربانیۃ ۴۴/۳
(۲) اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی ۸۸۲/۲
(۳) سنن نسائی
(۴) فتح الباری ۱۰۲/۱۱
(۵) مرقاۃ ۱۷۳/۵

پناہ مانگنے کی چیزیں

(۱۴۲۱) ﴿ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَعَوَّذُ دُبُرَالصَّلٰوَاتِ بِھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ﴾

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کے بعد ان کلمات کے ذریعہ پناہ مانگا کرتے تھے: ”اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُرَدَّاِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ“ ”اے اللہ میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ ناکارہ عمر کی طرف لوٹا یا جاؤں اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

لغات: ❖ الجبن: بمعنی بزدلی۔ فتنۃ: (ض) فتنۃ: گمراہ کرنا، آزمائش کرنا۔ الدنیا: دنی یدنو (ن) دنوًا: بمعنی قریب ہونا۔ اور باب سمع بمعنی کمینہ ہونا۔

تشریح: الجبن: بمعنی بزدلی اس کی ضد شجاعت ہے بمعنی بہادری۔ البخل: بمعنی کنجوس اس کی ضد سخاوت ہے بمعنی سخی ہونا، جبن اور بخل کامل ایمان والوں کے اندر نہیں پائی جاسکتی ہے۔ (۱)

اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ: ”انتہائی بڑھاپے کو پہنچ جانا۔“ اس وقت میں آدمی بچوں کی طرح حرکات کرنے لگتا ہے، اس وقت میں ہر انسان علم معرفت اللہ اور ظاہری باطنی عبادات کو کامل طور پر ادا نہیں کرسکتا ہے، اس لئے اس عمر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ۷۵ سال کی عمر ہے اس میں عموماً آدمی کے اعضاء کمزور ہوجاتے ہیں۔ (۳)

مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا: کہ دنیا میں اتنا مشغول ہوجائے کہ اللہ کو بھی بھلادے اور عبادت سے آدمی رک جائے اور خواہشات نفسانیہ کی طرف چلا جائے یہ مراد ہے ”فتنۃ الدنیا“ سے۔ (۴)

اس دعا کے راوی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام اولاد کو یہ دعا یاد کروادی تھی۔

اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ: عذاب قبر کے حالات جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں کہ فلاں فلاں طرح سے قبر کا عذاب ہوتا ہے، ان سب سے پناہ مانگی گئی ہے، بعض کے نزدیک منکر نکیر کے سوال کا جواب مراد ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الدعوات (باب التعوذ من البخل) و فی کتاب الجهاد (باب ما يتعوذ من الجبن)، رواہ النسائی، والترمذی فی الدعوات، واحمد ۱/۱۵۸۵، وابن حبان ۱۰۰۴، و بن ابی شیبة ۱۰/۱۸۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۴۹، نزہۃ المتقین: ۹۷۶

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۴۹

(۳) دلیل الفالحین ۴/ ۲۲۷
(۴) فتوحات الربانیۃ ۳/ ۵۰
(۵) دلیل الفالحین ۴/ ۲۲۷

آپ ﷺ کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو وصیت

(۱۴۲۲) ﴿وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِہٖ وَ قَالَ: "یَامُعَاذُ! وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ" فَقَالَ: "اُوْصِیْکَ یَامُعَاذُلَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ﴾ رواہ ابوداؤد باسناد صحیح.

ترجمہ: "حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: اے معاذ! خدا کی قسم میں تجھے محبوب رکھتا ہوں، پھر فرمایا: اے معاذ! میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو کہنا ترک نہ کرنا: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ "اے اللہ اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر میری امداد فرما۔""

لغات: ❖ اوصیک: مجرد: وصی یوصی (ض) وصیاً بمعنی مضبوط پکڑنا۔ شکرک: شکر یشکر (ن) شکرًا بمعنی کسی کی بھلائی اور احسان پر تعریف کرنا۔

تشریح: عَلٰی ذِکْرِکَ: ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں قرآن کی تلاوت اور تمام اذکار داخل ہیں۔ (۱)

وَشُکْرِکَ: کہ انسان اللہ کی عطاء کردہ تمام ہی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا بن جائے، خواہ اس نعمت کا تعلق دنیوی امور سے ہو یا اخروی یا ظاہری یا باطنی۔ اللہ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ انسان شمار کرنا چاہے تو شمار بھی نہیں کرسکتا، قرآن مجید میں آتا ہے۔ (۲)

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا: کہ "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تب بھی شمار نہیں کرسکتے" بلکہ ایک ایک نعمت میں اتنی نعمتیں پوشیدہ ہیں کہ ان کو آدمی شمار نہیں کرسکتا مثلاً ایک نعمت آنکھ کی ہے اب اس آنکھ میں بے شمار نعمتیں مضمر ہیں جس کو آدمی شمار کرنا چاہے تو بھی شمار نہیں کرسکے گا۔

وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادات کو اس کے شرائط و آداب کا خیال کرتے ہوئے خشوع وخضوع کے ساتھ اخلاص کی صفت کے ساتھ پورا کیا جائے۔ (۳)

پھر بعد میں لوگوں کو جتلایا بھی نہ جائے اس سے عبادت کا حسن نہیں رہتا بلکہ وہ عبادت ہی عند اللہ ختم ہوجاتی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی کتاب الوتر (باب الاستغفار)، والنسائی، وکذارواہ امام احمد فی مسندہ ۸/۲۲۱۸۰، والطبرانی فی الدعاء، وابن حبان ۲۰۲۰، رواہ ابن السنی کلھم عن معاذرضی اللہ تعالیٰ عنہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۵۷

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۵۷

(۳) فتوحات الربانیۃ ۳/۵۷

زندگی وموت کے فتنہ سے پناہ مانگنا

(۱۴۲۳) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَاتَشَهَّدَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ: یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَاوَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّفِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ جب کوئی تشہد میں بیٹھے تو اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں سے پناہ مانگے اور کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ "اے اللہ بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، ① جہنم کے عذاب سے، ② اور قبر کے عذاب سے، ③ اور زندگی اور موت کے فتنے سے، ④ اور مسیح دجال کے فتنہ کی برائی سے۔''

لغات: ❖ المحیا: حیی یحیی (س) حیًا. زندہ رہنا۔ والممات: اور مرجانامات یموت (ن) موتًا مرجانا اور سمع سے بھی مستعمل ہے۔ المسیح: بمعنی بڑا سیاح۔

تشریح: فَلْیَسْتَعِذْ: بعض دوسری روایات میں: قل یافلیقل کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، یہ دونوں امر کے صیغہ ہیں اس لئے طاؤس وغیرہ کے نزدیک تشہد میں درود پڑھ لینے کے بعد دعا پڑھنا واجب ہے، مگر جمہور علماء اس کومستحب فرماتے ہیں۔ ان جیسی روایات کو وہ تنبیہ وغیرہ پر محمول فرماتے ہیں۔ (۱)

عَذَابِ جَهَنَّمَ: جہنم وہ جگہ ہے جہاں پر قیامت کے دن کافروں اور فاسقوں کو عذاب دیا جائے گا۔ عذاب جہنم کو سب سے مقدم اس کی اہمیت کی بناء پر کیا۔ (۲)

عَذَابِ الْقَبرِ ''قبر کا عذاب۔'' اہل سنت والجماعت اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے مگر معتزلہ وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ مگر قرآن کے اشارے اور عذاب قبر پر احادیث متواترہ کی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ (۳)

مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ: تعمیم بعد التخصیص ہے کیونکہ موت کے فتنہ میں عذاب قبر بھی داخل ہے اور فتنہ المحیا میں فتنہ دجال داخل ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عذاب قبر اور فتنہ مسیح دجال کو اس کی اہمیت اور سخت ہونے کی وجہ سے دوبارہ بیان فرمایا۔ (۴)

مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ: المسیح: لفظ کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہے، دجال پر بھی آتا ہے مگر جہاں پر شر وغیرہ کی قید ہو تو دجال مراد ہوتا ہے جیسے کہ حدیث بالا میں ہے ایک وجہ یہ کہ اس کی ایک آنکھ کانی ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسیح سفر سے ہے وہ بھی پوری دنیا میں حرمین کے علاوہ سفر کرے گا۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب التعوذ من شر الفتن) والبخاری وابن ماجه، واخرجه ابو داؤد والنسائی واحمد ۳/۷۲۴۱ والدارمی ۱۳۴۴ وابن حبان: ۱۹۶۷ وکذافی البیہقی ۲/۱۵۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۵

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۵

(۳) احکام القرآن تھانوی

(۴) فتوحات الربانیۃ ۳/۸

(۵) دلیل الفالحین ۴/۲۲۷، نزہۃ المتقین ۹۷۷

التحیات کے آخر کی ایک دعا

(۱۴۲۴) ﴿ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يَكُوْنُ مِنْ آخِرِمَا يَقُوْلُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّىْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تشہد اور سلام کے درمیان آخر میں یہ کلمات پڑھتے تھے: اللهم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت المؤخرلا اله الا انت. ''اے اللہ

میرے اگلے پچھلے اور پوشیدہ اور ظاہر گناہوں کو معاف فرما، اور جو میں نے زیادتی کی اسے معاف فرما، اور ان گناہوں کو معاف فرما جنہیں آپ مجھ سے بھی زیادہ جاننے والے ہیں، تو ہی آگے بڑھانے والا ہے، اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

لغات: ❖ قدم: قدم یقدم قدامۃ (ک) بمعنی پرانا ہونا اور قدم باب سمع سے بمعنی آنا۔ باب تفعیل سے بمعنی آگے بڑھنا۔ اعلنت (ن، ض) بمعنی: ظاہر ہونا۔

تشریح: آپ ﷺ "اللھم اغفرلی" کیوں پڑھتے تھے؟

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ: آپ ﷺ استغفار کیوں کرتے تھے، آپ ﷺ تو گناہوں سے پاک وصاف تھے؟

جواب: امت کے احوال جو آپ ﷺ کو بتائے گئے اس لئے ان کی طرف سے آپ استغفار کرتے تھے، یا یہ کہ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ کے بعد ان کی دشمنوں سے بڑی بڑی جنگیں ہوں گی اس لئے استغفار کرتے۔

یا یہ کہ اللہ نے فرمایا: ان اللہ یحب التوابین "کہ اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو۔" اس لئے آپ ﷺ دعا کرتے تاکہ اللہ کے مزید محبوب بن جائیں۔ (۱)

عبارا تناشتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر

مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ: جو گناہ پہلے ہوئے اور جو گناہ بعد میں ہوں گے یعنی "قدمت" وہ گناہ جو انسان نے زندگی میں کئے اور "اخرت" گناہ کی چیزیں جو یہ چھوڑ کر گیا تھا اور بعد میں لوگ اس کی وجہ سے گناہ کرتے رہے۔ یا دوسرا مطلب یہ ہے "قدمت" ماضی میں کئے گئے گناہ "اخرت" مستقبل میں کئے گئے گناہ۔ (۲)

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ: کا مطلب یہ ہے جس کو اللہ مدد اور اس کو توفیق دینا چاہتے ہیں اس کو دے دیتے ہیں۔

وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ: جس کی اللہ مدد چھوڑنا چاہتے ہیں اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین (باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ)، رواہ الترمذی، وابوداؤد، والنسائی کلھم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رواہ ابن حبان ۲/۲۳۵، وکذافی البیھقی ۲/۳۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۰، نزہۃ المتقین ۹۷۸

(۲) تفسیر مظہری

(۳) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۱

رکوع اور سجدہ کی دعا

(۱۴۲۵) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجدہ میں یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی. ''اے اللہ! ہمارے پروردگار آپ پاک ہیں اور تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔ اے اللہ! میری مغفرت فرمادیجئے۔''

لغات: ❖ بحمدک: حمد (س) حمدا محمدا محمدا بمعنی فضیلت کی بنا پر تعریف کرنا، حمد (تفعیل) تحمیدا: بار بار تعریف کرنا۔ الله: الحمدللہ کہنا۔ احمد (افعال) قابل تعریف کام کرنا۔ الحمد: تعریف، تعریف کیا ہوا۔

تشریح: احادیث میں رکوع یا سجدہ میں دعا مانگنے کا جو حکم ہے پہلے اس کی وضاحت سمجھ لینا چاہئے: دعا کی دو قسمیں ہیں، (۱) اللہ جل شانہ کی حمد وثناء اور تکبیر کرنا، (۲) اپنے مطلب ومراد اللہ سے مانگی جائے۔ اور احادیث میں جو حکم ہے دعا مانگنے کا تو وہ ان دونوں قسمیں کو شامل ہے مگر احناف یہ فرماتے ہیں کہ رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کو ہی پڑھنا چاہئے کیونکہ دوسری روایت میں آتا ہے: من شغله ذکرعن مسئلتی. اعطیته افضل ما اعطی سائلین. یعنی جس شخص کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روکا تو میں اس شخص کو اس چیز سے جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں اس سے بہتر دیتا ہوں۔ اور بعض محققین احناف فرماتے ہیں کہ نوافل میں تو دعا مانگی جاسکتی ہے مگر فرائض میں صرف تسبیحات ہی پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ (۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دعائے بالا کے بارے میں فرمایا کہ آپ ﷺ اس دعا کو نماز کے علاوہ بھی پڑھتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه البخاری فی کتاب صفة الصلوة (باب التسبیح والدعاء فی السجودو فی باب الدعاء فی الرکوع)، رواه مسلم فی الصلوة (باب مایقال فی الرکوع والسجود)، ابوداؤد، والنسائی، و احمد ۲۴۲۱۸/۹، وابن حبان ۱۹۲۹، وکذا فی البیهقی ۸۶/۲۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵۹/۱

(۲) فتح الباری

رکوع میں سبوح وقدوس پڑھنا

(١٤٢٦) ﴿وَ عَنهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِىْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ: "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع وسجود میں یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ سبوح وقدوس رب الملئكة والروح، "بڑا بے عیب و پاک اور مقدس ذات ہے پروردگار ہے فرشتوں اور جبرئیل کا۔"

لغات: ❖ سبوح: باب تفعیل سے اللہ کی پاکی بیان کرنا۔ قدوس: (ک) پاک ہونا بابرکت ہونا۔ الروح: اس سے مراد جبرائیل ہیں۔ اور انسان کی جان کے لئے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: سبوح: اس کو سبوح "س" کے پیش کے ساتھ اور سبوح "س" کے زبر کے ساتھ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مگر سبوح پیش کے ساتھ پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔ (۱)

سُبُّوْحٌ: یہ اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ہے۔ یہی بات علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ مگر ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ اور زبیری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ اللہ کا ذاتی نام ہے، سبوح کے معنی ہیں وہ ذات جو تمام نقائص اور شریک ہونے سے پاک ہو اور ہر چیز سے جو اللہ کے شایان شان نہیں ہے۔ (۲)

قُدُّوْسٌ: اس کے معنی پاک ہونے کے آتے ہیں۔ سبوح اور قدوس کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں، تو بعض علماء فرماتے ہیں قدوس یہ سبوح کی مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ (۳)

اور بعض فرماتے ہیں کہ سبوح سے مقصود اللہ کی ذات کا تمام نقائص سے پاک ہونے کو بیان کرنا ہے، اور قدوس سے مراد اللہ کی صفات میں ہر قسم کے نقائص سے پاک ہونے کو بیان کرنا ہے۔ (۴)

رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ: ملائکہ فرشتوں کو کہتے ہیں۔ روح کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں کیونکہ قرآن میں عموماً روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہی ہوتے ہیں مثلاً: تنزل الملائكة والروح فيها. (۵) بعض کہتے ہیں کہ کوئی خاص فرشتہ جس کا نام روح ہے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم فی کتاب الصلوة (باب مايقال فى الركوع والسجود)، واخرجه ابوداؤد ٨٧٢، والنسائی ٢/٢٢٤، واحمد ٩/٢٥٦٦٣، وابن حبان ١٨٩٩، وكذافى البيهقى ٢/١٠٩۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) عون المعبود ۳/۱۲۴

(۲) عون المعبود ۳/۱۲۴

(۳) عون المعبود ۳/۱۲۴ و مرعاۃ المفاتیح ۱/۴۲۶

(۴) مرعاۃ المفاتیح ۱/۴۲۶

(۵) عون المعبود ۳/۱۲۴

اجابت دعا کا مقام

(۱٤۲۷) ﴿وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "فَامَّا الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْهِ الرَّبَّ عَزَّوَجَلَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِیْ الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ یُسْتَجَابَ لَکُمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو اور سجدہ میں خوب اچھی طرح سے دعاء کرو، یہ مقام دعاء کی قبولیت کے لئے بہت مناسب ہے۔''

لغات: ❖ فعظموا: تعظیم کرنا عظم (ک) عظامة وعظماً: بڑا ہونا۔ فاجتهدوا: کوشش کرنا، پوری طاقت صرف کرنا، جهد (ف) جهداً بہت کوشش کرنا۔

تشریح: فَامَّا الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْهِ الرَّبَّ: ''رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو۔'' اس کا مطلب محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھو۔ (۱)

کیونکہ اس میں رب کی خوب تعظیم کو بیان کیا گیا ہے کم از کم ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے اور اس سے زائد پڑھنا مستحب ہوگا۔ (۲)

وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِیْ الدُّعَاءِ: سجدہ کی حالت میں آدمی اللہ کے بہت زیادہ قریب ہوجاتا ہے اور اس میں انسان اپنی انکساری اور ذلت کو بیان کرتا ہے، بندے کی اس حالت کو دیکھ کر اللہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ تو اس حالت میں آدمی جو بھی دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی، عام طور سے تو آپ کا معمول رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی پڑھنے کا تھا لیکن کبھی کبھار اس کے علاوہ دوسرے تسبیح و تقدیس کے کلمات اور کچھ دعائیں بھی آپ ﷺ رکوع و سجدہ میں پڑتے تھے۔ مگر علماء احناف فرماتے ہیں یہ دعائیں وغیرہ آپ ﷺ نوافل میں اور خاص کر کے رات کے نوافل (یعنی تہجد) میں پڑھتے تھے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الصلوۃ (باب مایقال فی الرکوع والسجود)، واحمد ۱/۱۹۰۰، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۱۸۹۶، وعبد الرزاق ۲۸۳۹، والدارمی ۱۳۲۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) معارف السنن
(۲) مظاہر حق ۱/۵۹۰
(۳) معارف الحدیث ۵/۱۴۹

سجدہ میں دعا کرنے کا حکم

(١٤٢٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوا الدُّعَاءَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ سجدہ میں اپنے پروردگار سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے لہٰذا تم (سجدہ میں) زیادہ دعا کرو۔''

لغات: ❖ اقرب: باب سمع سے بمعنی قریب ہونا۔ مگر یہاں پر اسم تفضیل استعمال ہوا ہے اس لئے اس کا معنی ہوگا بہت زیادہ قریب۔ قرب له: قریب کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلا حکم یہی سجدہ کرنے کا تھا تو اب جو اس پہلے حکم کو جتنا بجالائے گا اتنا ہی اللہ سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ یا بعض علماء فرماتے ہیں عبادت کی دو حالتیں ہیں ایک سجدہ والی حالت دوسری سجدہ کے علاوہ کی حالت۔ تو اب حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ انسان کو سجدہ کی حالت میں زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے بغیر سجدہ کی حالت سے۔

بعض لوگ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سجدہ کی حالت میں انسان عاجزی اور انکساری کو بیان کرتا ہے اور اپنے اشرف عضو (چہرے) کو زمین پر رکھتا ہے، یہ حالت اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے، اس حالت میں اللہ سے آدمی قریب ہوجاتا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرب سے مسافت و مکان وغیرہ کی قریبی مراد نہیں کیونکہ اللہ زمان و مکان سے پاک ہے یہاں قرب سے مراد مرتبہ اور کرامت و شرافت ہے۔ [1]

فَاَکْثِرُوا الدُّعَاءَ: سجدہ کی حالت میں دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے اس لئے خوب دعا مانگنی چاہئے۔ مگر علماء نے فرمایا ہے سجدہ کی حالت میں ایک تو عربی میں دعا مانگی جائے اور دوسری یہ کہ نوافل نمازوں میں ہو فرائض میں نہ ہو۔ [2]

تخریج حدیث: رواه مسلم فی الصلوة (باب مایقال فی الرکوع والسجود)، واحد ٩٤٥٢/٣، ابوداؤد، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۲/۴۵۲

(۲) امداد الفتاویٰ

سجدہ میں اللھم اغفرلی ذنبی کلہ الخ پڑھنا

(۱۴۲۹) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَّتَهٗ وَ سِرَّهٗ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَّتَهٗ وَسِرَّه." اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دیجئے، چھوٹے بھی بڑے بھی، پہلے کے بھی بعد کے بھی اور کھلم کھلا کئے ہوئے بھی اور پوشیدہ کئے ہوئے بھی۔‘‘

لغات: ❖ دقه: بمعنی باریک، تھوڑا، اور دق يدق دقًا دقيقا (نصر) سے باریک ہونا وجله: بڑا۔ علانيته: بمعنی کھلم کھلا۔ ظاہر وباہر۔ علن (ن) علانا معنی ظاہر ہونا۔

تشریح: ذَنْبِيْ كُلَّهٗ: تمام گناہ، معاف فرمادیں۔ اس جملہ میں تمام قسم کے گناہوں کی معافی مانگی گئی ہے۔ آگے پھر اسی کی تفصیل ہے، یا اس کا بیان ہے۔

دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ: چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ۔

سوال: چھوٹے گناہوں کو مقدم کیوں کیا بڑے گناہوں پر؟

جواب ❶: پہلے آدمی چھوٹی چیزوں کا سوال کرتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑی چیزوں کا سوال کرتا ہے۔

جواب ❷: بڑے گناہ تو چھوٹے گناہوں پر عموماً اصرار کرنے سے ہی بنتے ہیں، یا چھوٹے گناہوں کی طرف توجہ نہ کرنے سے آدمی بڑے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے اس لئے چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں پر مقدم کیا کہ اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ کو چھوٹے گناہوں سے روک لے گا تو یہ بڑے گناہوں سے خود بخود بچ جائے گا۔ (۱)

وَعَلَانِيَّتَهٗ وَسِرَّهٗ: ’’ کھلم کھلا کئے ہوئے بھی اور پوشیدہ کئے ہوئے بھی گناہوں کو معاف فرمادے‘‘ یہ جملہ انسان اپنے اعتبار سے کہتا ہے ورنہ اللہ کے نزدیک تو دونوں حالتیں برابر ہیں: فانه يعلم السر و اخفى. ’’بے شک وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔‘‘ (۲)

تخریج حدیث: مسلم فی الصلوة (باب مايذكر في الركوع والسجود)، ابوداؤد، وابن حبان ۱۹۳۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۲/۴۴۹، دلیل الفالحین ۴/۲۳۱
(۲) سورۃ طہٰ آیت نمبر ۷ ترجمہ: بیان القرآن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ وسلم کو رکوع اور سجدہ میں یہ دعا پڑھتے دیکھا

(۱۴۳۰) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اِفْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَتَحَسَّسْتُ فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ اَوْسَاجِدٌ يَقُوْلُ: "سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ مُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ" (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کو موجود نہ پایا میں نے آپ ﷺ کو تلاش کیا تو کیا دیکھا کہ آپ ﷺ رکوع (یا سجدہ) کی حالت میں تھے، یہ دعا پڑھ رہے تھے: ''سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.''

دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تلوے پر میرا ہاتھ پڑا، آپ ﷺ سجدہ میں تھے اور آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ مُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.
''اے اللہ بے شک میں تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضگی سے اور تیری عافیت کے ذریعہ تیرے عذاب سے اور تیری رحمت کے ذریعہ تیرے قہر سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو تو ویسا ہے جیسا تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

لغات: ❖ مَنْصُوْبَتَانِ: کھڑا ہونا، نصب کرنا (ن، ض) نصبًا کھڑا کرنا، گاڑنا۔ سخطک: (س) ناراض ہونا، سخط (س) سخطا غضبناک ہونا، ناپسند کرنا، ناراض ہونا۔ بمعا فاتک: عفا یعفو عفواً: بمعنی درگزر کرنا۔ عقوبتک: العقوبة بمعنی سزا، بدلہ۔

تشریح: عَلٰی بَطْنِ قَدَمَیْه: دوسری روایت میں "عَلٰی بَطْنِ قَدَمِهٖ" آتا ہے۔ (۱)

دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے، اور ایک روایت میں عَلٰی قَدَمَیْهِ بھی آتا ہے، اس جملہ سے احناف استدلال کرتے ہیں کہ عورت کا ہاتھ لگنا ناقض وضو نہیں ہوتا۔ (۲)

وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ: "آپ ﷺ سجدہ میں تھے" یعنی آپ ﷺ نے گھر میں بھی ایک جگہ مخصوص فرمائی ہوئی تھی نوافل نمازوں کے لئے۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ: یعنی میں تیری ایسی تعریف کی طاقت نہیں رکھتا جس کا تو مستحق ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ تیری ایک بھی نعمت کی تعریف کے بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا جیسے کہ آپ ﷺ نے حدیث شفاعت میں بیان فرمایا ہے: **فَأَحْمَدُ بِمَحَامِدَ لَا اَقْدِرُ عَلَیْهَا الْآنَ**. میں اللہ کی ایسی تعریف کرونگا (قیامت کے دن) جس پر آج میں قادر نہیں ہوں۔ (۳)

اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ: "تو تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی تعریف کی۔" علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں آدمی کی عجز و انکساری کو بیان کرنا ہے کہ یہ جتنا بھی کر لے مگر اللہ کی تعریف کو بیان نہیں کرسکتا، تو ایک طرف آدمی کے ذمہ تعریف کرنا بھی ہے اور ساتھ میں استغفار بھی کرتا رہے کہ اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کرسکا جس کا تو مستحق ہے۔

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الصلوۃ (باب مایقال فی الرکوع والسجود)، والترمذی فی الدعوات، وابوداؤد، والنسائی فی الصلوۃ، وابن ماجه فی الدعاء، واحمد ٣/٢٤٣٦٦، وابن حبان ١٩٣٢ وعبدالرزاق فی مصنفه ٢٨٨٣، و کذافی البیهقی ١/١٢٧۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم کی روایت میں

(۲) بحوالہ مرعاۃ ۲/۴۵۰

(۳) عون المعبود

دن میں ایک ہزار نیکیاں

(١٤٣١) وَعَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَکْسِبَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ؟" فَسَأَلَهٗ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهٖ کَیْفَ یَکْسِبُ اَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: "یُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِیْحَةٍ، فَیُکْتَبُ لَهٗ اَلْفُ حَسَنَةٍ، اَوْ یُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ

خَطِيئَةٍ﴾ (رواه مسلم)

قَالَ الحميدی کذاھوفی کتاب مسلم اویحط قال البرقانی ورواه شعبة وابوعوانة ویحیی القطان عن موسی الذی رواه مسلم من جهته فقالوا: ویحط بغیر الف.

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمائے تو آپ ﷺ سے شریک مجلس لوگوں میں سے ایک نے سوال کیا کہ ایک دن میں ایک ہزار نیکیاں کس طرح کمائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سو بار سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں یا اس کی ایک ہزار برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔“

حمیدی رحمہ اللہ علیہ نے کہا امام مسلم کی کتاب میں اسی طرح اویحط کے الفاظ ہیں۔ برقانی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں اسے شعبہ، ابوعوانہ رحمہ اللہ علیہ اور یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ سے ویحط بغیر الف کے روایت کیا ہے۔

لغات: ❖ الف: بمعنی ہزار اس کی جمع الاف آتی ہے۔ خطیئة: (س) غلطی کرنا اس کی جمع خطایات آتی ہے۔ خطوة بمعنی قدم، جمع خطوات آتی ہے۔

تشریح: فَيُكْتَبُ لَهُ اَلْفُ حَسَنَةٍ: اس روایت میں تو یاء کے ساتھ ہے فیکتب. اسی طرح سے جامع الاصول میں بھی ہے لیکن مسلم کی دوسری روایت میں اور اسی طرح سے ترغیب وترہیب میں تاء کے ساتھ ہے یعنی فتکتب ان دونوں صورتوں میں معنی میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ (۱)

يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ اَلْفُ حَسَنَةٍ: ”سو بار سبحان اللہ کہا جائے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور ایک نیکی کا بدلہ دس نیکی ہے کم از کم۔“ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. ”جو شخص نیک کام کرے گا اس کو دس حصے ملیں گے۔“ اگر او یحط پڑھا جائے یعنی او کے ساتھ تو حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ دونوں میں سے ایک بات ہوگی یا تو ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا ایک ہزار گناہ معاف ہوجائیں گے۔

اور اگر ”ویحط“ پڑھا جائے یعنی واؤ کے ساتھ تو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ ایک ہزار نیکیاں بھی لکھی جائیں گی اور ایک ہزار گناہ بھی معاف ہوں گے۔ اس دوسرے مفہوم کی تائید نسائی، ترمذی احمد اور ابن حبان وغیرہ کی روایت سے ہوتی ہے کیونکہ اس میں ”و یحط“ ہی ہے۔ (۲)

سوال: روایت ایک ہی ہے اور راوی بھی ایک ہی ہے تو پھر یہ اختلاف کیسے ہوا (اَو اور واؤ) کا دونوں صورتوں میں مفہوم بالکل الگ ہوجاتا ہے؟

جواب: کلام عرب میں اَو، واو کی جگہ پر بھی عموماً استعمال ہوتا ہے۔[۳]

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکروالدعاء (باب فضل التھلیل و التسبیح والدعاء)، اخرجه ایضا احمد ۱/۱۶۱۳، والترمذی، والنسائی، وابن ماجه، وابن حبان ۸۲۵ و ابن ابی شیبة ۱۰/۲۹۴۔

راوی حضرت الحمیدی کے مختصر حالات:

الحمیدی: یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے بخاری ومسلم کی روایات کو ایک جگہ جمع کیا ان کی اس کتاب کا نام کتاب الحمیدی ہے۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں، اور اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے، ولادت ۴۲۰ھ میں ہوئی اور وفات ۴۸۸ھ میں ہوئی۔

راوی حدیث حضرت البرقانی کے مختصر حالات:

البرقانی: ان کا نام ابوبکر احمد بن محمد غالب الخوارزمی البرقانی الشافعی ہے، خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ثقہ تھے اور نہایت متقی تھے، ایسے ہم نے اپنے مشائخ میں سے کسی کو نہیں دیکھا، فقہ کے جاننے والے اور علم عربی کو جاننے والے اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ولادت: ان کی ۳۳۳ھ اور وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔

شعبۃ: ان کا نام شعبۃ بن الحجاج بن الورد العتکی ہے، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبۃ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائے:

(تقریب، تہذیب التہذیب ۴/ ۳۳۸، ۳۴۶۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۷۴ الجرح والتعدیل ۲/ ۳۲۹ کو ملاحظہ فرمائیں)

راوی حضرت ابوعوانہ کے مختصر حالات:

ابوعوانۃ: نام وضاح ابن عبد اللہ یشکری، ان پر اجماع ہے کہ یہ ثقہ راویوں میں سے ہیں، انتقال ربیع الاول ۱۷۶ھ میں ہوا۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائے: (تقریب، تہذیب التہذیب ۱۱/۱۱۶، الجرح والتعدیل ۴/۴۰)

یحییٰ القطان: بصریٰ کے ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسا آدمی ہم نے نہیں دیکھاھو امام اھل زمانه. کہ "وہ اپنے زمانے کے امام تھے۔"

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ ۳/ ۴۴۶، دلیل الفالحین ۴/ ۲۳۳، مرقاۃ ۵/ ۱۰۸

(۲) رواہ نسائی، احمد فی مسندہ، ابن حبان

(۳) مظاہر حق ۲/ ۵۳۴

بدن کا صدقہ

(۱۴۳۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یُصْبِحُ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ، فَکُلُّ تَسْبِیْحَةٍ صَدَقَةٌ، وَکُلُّ تَحْمِیْدَةٍ صَدَقَةٌ وَکُلُّ

تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے چنانچہ ہر سبحان اللہ صدقہ ہے، اور ہر الحمد للہ صدقہ ہے ہر لا الہ الا اللہ صدقہ ہے، ہر اللہ اکبر صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی جگہ چاشت کی دو رکعتیں کافی ہوجاتی ہیں۔''

لغات: ❖ سلامی: (س) سلم یسلم سلاما، بمعنی نجات پانا، بری ہونا۔ یجزی: (ض) بمعنی: قادر ہونا۔ باب افعال سے بدلہ دینا۔

تشریح: کُلُّ سُلَامَی: جوڑ کو کہتے ہیں اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت آتی ہے:

﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَلٰى سِتِّيْنَ وَ ثَلٰثِ مِائَةِ مِفْصَلٍ عَلٰى كُلِّ مِفْصَلٍ صَدَقَةٌ الخ﴾ (مسلم شریف)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ نے ہر انسان کے تین سو ساٹھ جوڑ بنائے ہیں، ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ واجب ہے۔'' قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ جب اللہ نے اس کے ہر جوڑ کو سالم رکھا اور سابقہ حالت پر باقی رکھا تو اس پر واجب ہے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔

رَكْعَتَانِ: ''دو رکعتیں۔'' دو رکعت (چاشت کی نماز) یہ تین سو ساٹھ صدقہ کے قائم مقام ہوجاتی ہے۔ کیونکہ نماز یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں سب ہی اعضاء کام میں مشغول ہوتے ہیں، مراد اس سے چاشت کی نماز ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کی نماز کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ اس کی برکت سے اعضاء کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جو چاشت کی بارہ رکعت کا اہتمام کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک سونے کا محل بنادیتے ہیں۔ (۱)

ایک روایت میں آتا ہے جو چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی عادت ڈالے تو اس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی صلاۃ المسافرین (باب استحباب صلاۃ الضحی) وفی الزکوۃ، و احمد، ابوداؤد، والبیھقی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوۃ شریف

چار وزنی کلمات

(۱۴۳۳) ﴿وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَابُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَاثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ: "مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا" قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْوُزِنَتْ بِمَاقُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ﴾ (رواہ مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَخَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ."

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: اَلَا أُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهَا؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰى نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰى نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَعَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

ترجمہ: "ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر ان کے پاس سے گزرے وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھی تھیں، چاشت کے بعد آپ ﷺ ان کے پاس واپس آئے تو وہ ویسے ہی بیٹھی ملیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اب تک اسی حالت پر ہو جس پر میں تمہیں چھوڑ گیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے پاس سے رخصت ہونے کے بعد چار کلمات کو تین دفعہ پڑھا، اگر ان کا وزن ان سے کیا جائے جو تم نے پڑھا ہے تو یہ اس پر بھاری ہوں گے۔" (وہ یہ ہیں)

"سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَخَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ"

مسلم کی ایک روایت میں یوں آتا ہے: سبحان الله عددخلقه، سبحان الله رضیٰ نفسه، سبحان الله زنة عرشه سبحان الله مداد كلماته.

ترمذی کی ایک روایت میں ہے فرمایا: کہ میں کیا تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جنہیں تم کہا کرو؟ وہ یہ ہیں: سبحان اللہ عدد خلقہ۔ تین مرتبہ، سبحان اللہ رضا نفسہ، تین مرتبہ، سبحان اللہ زنۃ عرشہ۔ تین مرتبہ، سبحان اللہ مداد کلماتہ۔ تین مرتبہ۔

لغات: ❖ اضحی: چاشت کے وقت میں داخل ہونا۔ ضحی (س) ضحاً و ضحاءً: دھوپ لگنا۔ فارقتک: جدا ہونا، فرق (ض، ن) فرقاً و فرقاناً: جدا کرنا۔

تشریح: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضٰى نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ. "میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں، اس کی مخلوقات کی تعداد کے مقدار اور اس کی ذات کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلمات کے مانند۔"

كَلِمَاتِهٖ: سے یا تو کتابیں یا صحیفے یا اللہ کے اسماء یا اللہ کی صفات یا اوامر وغیرہ مراد ہیں۔ (۱)

وَهِيَ جَالِسَةٌ: "وہ اپنی جگہ پر بیٹھی تھیں۔" ابوداؤد کی روایت میں: وَهِيَ فِيْ مُصَلَّاهَا. کے الفاظ ہیں اور ایک روایت میں: مَرَّ عَلَيْهَا بُكْرَةً وَهِيَ فِي الْمَسْجِدِ. کے لفظ ہیں۔ (۲) اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ: مَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ صَلَّى الْغَدَاةَ، ان سب کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔

اَلَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا. "جب میں تم کو چھوڑ گیا تھا۔" ابوداؤد کی روایت میں: لَمْ تَزَالِ فِيْ مُصَلَّاكِ هٰذَا، اور الادب المفرد کی روایت میں: مَازِلْتِ فِيْ مَجْلِسِكِ، کے الفاظ ہیں سب کا معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔

لَوَزَنَتْهُنَّ: "کہ برابر ہوگا وزن۔" مگر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا ترجمہ: لرجحت۔ کے ساتھ کیا جائے کہ یہ کلمات وزنی ہو جائیں گے۔ (۳)

اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ذکر میں کیفیت کا اعتبار ہوتا ہے کمیت کا نہیں یعنی ذکر جس کے مضامین اعلیٰ ہوں اور اس کو اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے اگر یہ مقدار میں کم ہی پڑھا جائے اس ذکر کے مقابلہ میں جس کے مضامین زیادہ اعلیٰ نہ ہوں اور پڑھتے وقت اخلاص کی پوری دولت بھی میسر نہ ہو۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب التسبیح اول النہار وعندالنوم)، والترمذی فی ابواب الدعوات (باب من ادعیۃ المغفرۃ) وابن ماجہ والنسائی واحمد ۲۶۸۲۰/۱۰، وابن سعد فی الطبقات، وابن عوانۃ، رواہ البخاری فی الادب المفرد (مع اختلاف یسیر)، وابن حبان ۸۲۸۔

راویہ حدیث حضرت جویریہ کے مختصر حالات:

نام: جویریہ نام، والد کا نام حارث بن ضرار، یہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار تھے، حلیہ: بڑی خوبصورت تھیں، موزوں اندام تھیں، حضرت جویریہ کا پہلا نکاح اپنے ہی خاندان میں رافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ مگر جب ۵ھ دو شعبان کو غزوہ مریسیع ہوا، تو اس میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی گرفتار ہوئیں،

پہلے یہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں تھیں انہوں نے ان کو ۹ اوقیہ سونے پر مکاتبہ بنا دیا پھر یہ مال کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہاری طرف سے مال کتابت ادا کروں اور پھر تم سے نکاح کرلوں؟ اس پر تم راضی ہو اس پر وہ راضی ہوگئیں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رقم بھی ادا فرمادی اور نکاح بھی فرمالیا، طبقات ابن سعد میں ہے کہ یہ مال کتابت ان کے والد نے ادا کیا تھا جب وہ آزاد ہوگئیں تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔ (طبقات ابن سعد ۸/۴۸) حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بہت ہی عابدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔

وفات: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ربیع الاول ۵۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوئیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی، مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

---

(۱) مظاہر حق ۲/۵۳۵، مرقاۃ ۵/۱۰۹

(۲) ترمذی، احمد، نسائی

(۳) مرعاۃ المفاتیح ۳/۴۴۸، تعلیق الصبیح ۳/۸۵

(۴) مظاہر حق ۲/۵۳۵، فتح الباری

اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے

(۱۴۳۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: "مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُهٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ﴾ (رواہ البخاری)

ورواہ مسلم فَقَالَ: "مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ."

ترجمہ: ”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔“

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور جس میں ذکر نہ کیا جائے زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

لغات: ❖ الحی: حی حیا (س) بمعنی زندہ رہنا۔ اور افعال سے بمعنی زندہ کرنا۔ والمیت: مات یمیت میتا: (ن، س) بمعنی مرنا۔

تشریح: حدیث کی عبارت میں لف نشر مرتب ہے یعنی جو ذکر کرتا ہے وہ زندہ آدمی کے مانند ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ مردہ کی مانند ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذکر الٰہی کرنے والا شخص ظاہر کے اعتبار سے اپنے اعضاء وغیرہ کو اطاعت الٰہی میں صرف کرتا ہے اور دل کو معرفت الٰہی سے منور کرتا ہے اور دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے بخلاف اس شخص کہ جو ذکر الٰہی سے محروم

ہے تو وہ نہ اپنا خیر خواہ ہے اور نہ دوسروں کا، اس سے لوگوں کو آخرت کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ دیکھا جائے تو یہ شخص مردے سے بھی بدتر ہے کیونکہ یہ تو اپنی ذات کا بھی دشمن ہے اور دوسرے کے لئے ہدایت کے بجائے گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے۔

مدارج السالکین میں ہے کہ اللہ کا ذکر وہ راستہ اور دروازہ ہے جو اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کھلا ہوا ہے، اسی کے ہی ذریعہ بندہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ سکتا ہے اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو یہ اہم دروازہ اس پر بند ہوجاتا ہے۔ (۱) مدارج السالکین) کسی نے کیا خوب کہا ؎

اذا مرضنا تدا وینا بذکرکم فنترک الذکرا حیانا فتنکس

''جب ہم بیمار پڑجاتے ہیں تو تمہاری یاد سے اپنا علاج کرتے ہیں اور جب کسی وقت یاد سے غافل ہوجائیں تو مرنے لگتے ہیں۔''

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الدعوات (باب فضل ذکراللہ عزوجل)، ومسلم فی صلوۃ المسافرین (باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ). وابن حبان فی صحیحہ، واخرجہ ابوعوانہ ایضا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

فرشتوں میں آدمی کا ذکر

(۱۴۳۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَنَاعِنْدَظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ، فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَأٍذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَأٍخَیْرٍ مِنْهُمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرے تو میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔''

لغات: ❖ ظن (ن) ظن یظن ظنا: یقین کرنا، گمان کرنا۔ نفسی: باب تفعل سے بمعنی سانس لینا، روح، جسم، نفس (س) نفسا ونفاسۃ: بچہ جننا، پیدا ہونا۔ ملأ: بمعنی قوم، جماعت۔

تشریح: علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں پر ظن یقین کے معنی میں ہے۔

اَنَاعِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ: کہ میں اپنے بندہ کے گمان (یقین) کے ساتھ ہوتا ہوں۔ کہ اگر وہ عفو ومعافی کی امید (یقین)

رکھتا ہے تو میں اس کو معاف کر دیتا ہوں اور اگر میرے عذاب کی امید (یقین) رکھتا ہے تو میں اس کو عذاب دیتا ہوں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے لوگوں کو ترغیب دینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور امید کو اس کے عذاب اور خوف پر غالب رکھنا چاہئے۔

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے قیامت کے دن ایک شخص کو جہنم میں لے جانے کا فیصلہ ہوگا وہ شخص یہ کہے گا کہ اے میرے رب! میرا تیرے بارے میں گمان اچھا تھا اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس شخص کو واپس لے آؤ کیونکہ "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ." (۱)

اَنَامَعَهُ اِذَاذَكَرَنِیْ: "میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔" ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میری مدد اور تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے جیسے فرمایا: اِنَّنِیْ مَعَكُمَا، کہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں اور ذکر کرنا عام ہے خواہ زبان سے ذکر کیا جائے یا دل سے دونوں حالت کے لئے یہ فضیلت ہے۔ (۲)

اِذَا ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ: اگر وہ مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے یا زبان سے ذکر ہوا ایسا کہ کوئی دوسرا اس کو نہ سن سکے، اس پر اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں اس کو اس طرح یاد کرتا ہوں کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اطلاع نہیں ہوتی، بقول ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کہ میں اس کو اس کا ثواب ایسا دونگا کہ کسی کو بھی خبر نہ ہوگی۔ (۳)

وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ: اگر وہ مجھ کو مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر مجلس (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں۔

فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ: اس جملہ سے یہ مغالطہ نہیں لگنا چاہئے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں یہی مغالطہ معتزلہ کو لگا، اس جز کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کا تذکرہ فرماتے ہیں مقربین فرشتوں کے سامنے، یا مطلب یہ ہے کہ ارواح المسلمین کے سامنے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: رواه البخاری فی التوحید (باب ذکرالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم روایته عن ربه)، ومسلم فی الذکروالدعاء (باب الحث علی ذکرالله)، اخرجه احمد ۷۴۲٦، والترمذی (فی الزهد)، و النسائی، وابن ماجه (فی ثواب التسبیح)، وروی البزاز عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه، وابن حبان ۸۱۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۴۸۴

(۲) مظاہر حق ۲/۴۸۴ طیبی ۴/۳۲۲، مرقاۃ ۵/۵۲

(۳) فتح الباری، معارف الحدیث ۵/۳۳

(۴) طیبی شرح مشکوٰۃ، دلیل الفالحین ۴/۲۴۰، مرقاۃ ۵/۵۲

لوگوں میں سبقت لے جانے والے اعمال

(۱۴۳٦) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ. قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ﴾ (رواہ مسلم)

روی: اَلْمُفَرِّدُوْنَ بِتَشْدِيْدِالرَّاءِ وَتَخْفِيْفِهَا، وَالْمَشْهُوْرُ الَّذِیْ قَالَ الْجَمْهُوْرُ اَلتَّشْدِيْدُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مفردون لوگ نمبر لے گئے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مفردون کون ہیں؟ فرمایا وہ مرد اور عورتیں جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔ مفردون میں ایک روایت راء کی تشدید کے ساتھ بھی ہے اور دوسری روایت راء میں تخفیف کی بھی ہے مگر اکثر علماء کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے۔''

لغات: ❖ المفردون: (ض) اکیلا ہونا۔ اور مزید باب افعال سے آتا ہے۔ الذاکرون: بمعنی ذکر کرنے والے مرد، باب نصر سے، مزید فیہ باب افعال، تفعیل، مفاعلہ وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: شان ورود

یہ حدیث آپ ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمائی جب کہ آپ ﷺ مکہ سے مدینہ کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ [1] اور حمدان پہاڑ پر موجود تھے جو مدینہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے تو اس وقت بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تیزی سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے، اس موقع پر آپ ﷺ نے ان صحابہ سے جو پیچھے رہ گئے تھے ان سے دریافت فرمایا کہ آگے بڑھنے والے کون ہیں؟ مطلب تو بالکل ظاہر تھا کہ آگے بڑھنے والے وہ ہیں جو مدینہ میں ہم سے پہلے داخل ہوگئے مگر صحابہ نے سمجھا کہ اس سوال کا مطلب کچھ اور ہوگا اس بناء پر آپ ﷺ نے ہم سے دریافت فرمایا ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگے بڑھنے والے (اللہ کی طرف) وہ ہیں جو اللہ کی یاد میں کثرت سے مشغول رہتے ہیں۔ [2]

علماء فرماتے ہیں جب بھی صحابہ کا ذہن دنیا کی طرف جاتا تو آپ ﷺ فوراً ان کو آخرت کی یاد دلا دیتے۔ یہاں پر بھی اسی طرح کیا کہ آپ ﷺ نے حقیقت میں آگے بڑھنے والے کی طرف صحابہ کے ذہن کو پھیر دیا۔

اَلذَّاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا:

سوال: بہت زیادہ ذکر کرنے والا کون ہے؟

جواب: اٹھتے بیٹھتے، سوتے، جاگتے جو دعائیں نبی ﷺ سے جن اوقات کی منقول ہیں ان کو پڑھنے سے آدمی کثرت ذکر

کرنے والوں کی صف میں شامل ہوجاتا ہے۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمائی ہے۔ (۳)

دوسری روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی ہے کہ نمازوں کے بعد ذکر اور صبح وشام اور رات کو سونے سے پہلے اور جب سو کر اٹھے ان اوقات میں دعائیں پڑھنے والا کثرت والوں میں شامل ہوجائے گا اس میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ جو شخص اٹھتے، بیٹھتے اور سوتے وقت ذکر کرے گا وہ کثرت سے ذکر کرنے والوں میں شامل ہوجائے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الذکر والدعاء (باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ)، و احمد ۸۲۹۷/۳، والترمذی، والحاکم ۴۹۵/۱، وابن حبان ۸۵۸، وکذا فی البیہقی ۳۱۴/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵/۵۰

(۲) مظاہر حق ۴۸۳/۲ مرقاۃ ۵۰/۵، تعلیق الصبیح ۶۱/۳

(۳) مظاہر حق ۴۸۳/۲

(۴) مرعاۃ المفاتیح ۴۱۳/۳

سب سے افضل ذکر

(۱۴۳۷) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"﴾. رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔''

لغات: ❖ افضل: (س) سے ہے، فضل یفضل ایک مستقل باب بھی ہے بمعنی صاحب فضیلت ہونا۔ مزید فیہ میں باب تفعیل سے مشہور ہے۔

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں کلمہ توحید کو سب سے افضل ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہی کلمہ دین کی بنیاد ہے اور دین کی چکی اس کے ارد گرد گھومتی ہے۔ (۱)

تعلیق الصبیح میں ہے کہ کلمہ توحید کو سب سے افضل اس لئے فرمایا گیا کہ یہی کلمہ ظاہری و باطنی صفائی کے لئے بہت موثر ہے کیونکہ جب بندہ لا الہ کہتا ہے تو اس سے تمام باطل معبودوں کی نفی ہوجاتی ہے اور جب الا اللہ کہتا ہے تو ایک معبود حقیقی کا اقرار ہوجاتا ہے، اس نفی و اثبات کے اقرار سے اس کا دل منور ہوجاتا ہے اور دل کا اثر اس کے ظاہری اعضاء پر بھی مرتب ہونے لگتا ہے اور پھر اس کے اعضاء سے وہی اعمال ظاہر ہوتے ہیں جو اس کلمہ کا منشاء ہوتا ہے۔ (۲)

اسی وجہ سے ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایمانی کیفیت کو قلب میں تروتازہ رکھنے کے لئے اس کلمہ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ قلبی کیفیت کا اثر پھر ظاہری اعضاء پر مرتب ہوگا اور وہ روایت یہ ہے۔ (۳)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ" قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! کَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا؟ قَالَ: "اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ."

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان کو تازہ کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا: کہ **لا اله الا الله** کے کثرت سے پڑھنے سے۔''

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات (باب ماجاء ان دعوةالمسلم مستجابة)، و اخرجه النسائی، وصححه ابن حبان ٨٤٦، والحاكم ١/١٨٥٢، وكذا فی البیهقی ٢/١٢٨ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ

(۲) التعلیق الصبیح ۳/۸۷، دلیل الفالحین ۴/۲۴۳

(۳) رواہ مسند احمد، ترغیب، حاکم وغیرہ

ذکر سے زبان کو تر رکھنا

(١٤٣٨) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ، فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ. قَالَ: "لَایَزَالُ لِسَانُکَ رَطَبًامِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ"﴾

(رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یقیناً اسلام کے احکام تو میرے نزدیک بہت ہیں، مجھے کوئی ایسی بات بتلایئے کہ میں جس کا پابند رہوں؟ ارشاد فرمایا: تیری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہے۔''

لغات: ❖ شرائع: (ف) شرع یشرع شرعاً بمعنی قانون بنانا۔ اتشبث: (س) شبث شبثا: بمعنی چمٹنا، متعلق ہونا۔ رطب: (ن) رطب یرطب رطباً: پختہ ہونا، تروتازہ ہونا۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں بھی اس حدیث کا مضمون ملتا ہے جب کہ آپ ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیج رہے تھے تو انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اس حال میں تمہارے موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ ہو۔

اِنَّ رَجُلًا: یہ الفاظ تو ترمذی میں ہیں مگر ابن ماجہ کی روایت میں رجلا کی جگہ پر اعرابیا ہے۔ (۱)

اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ: شریعت کے احکامات بہت سے ہیں، ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ شریعت کے احکامات بہت سے ہیں، میں کن کن پر عمل کروں، مجھے صرف آسان سا کوئی عمل بتادیں، یہ مطلب کسی بھی محدث نے بیان نہیں کیا بلکہ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ فرماتے ہیں کہ شریعت کے تمام احکامات کو ماننا تو ضروری ہے ہی، لیکن میں ایسی چیز چاہتا ہوں جس کو میں اپنا مشغلہ بنالوں اور اس میں پورا کمال حاصل کرلوں۔ (۲)

اَتَشَبَّثُ بِهٖ: یہ ترمذی میں ہے مگر ابن ماجہ کی روایت میں: "فَاَنْبِئْنِیْ مِنْهَا بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ" کے الفاظ ہیں۔

لَا يَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًامِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ: تیری زبان ہمیشہ اللہ کی یاد سے تروتازہ رہے، یہ جملہ کنایہ ہے کثرت سے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے اور زبان کی خشکی زبان کے رکنے سے کنایہ ہے اور زبان کی تری زبان کی روانی سے کنایہ ہے۔ (۳)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے کہ مرتے دم تک اللہ کے ذکر میں مداومت اختیار کرو کہ جان نکلنے تک ذکر سے زبان خشک نہ ہونے پائے۔ (۴)

تیسرا مطلب مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے عشق و محبت سے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کے نام لینے میں لذت اور مزہ آتا ہے کہ اس لذت سے اللہ کا نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی ابواب الدعوات (باب فضل الذکر)، وابن ماجه (فی فضل الذکر)، واخرجه احمد ۱۷۷۱۴ والحاکم ۱/۴۹۵، ابن حبان ۸۱۴، وابن ابی شیبة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ابن ماجہ

(۲) مظاہر حق ۲/۴۹۱

(۳) مظاہر حق ۲/۴۹۱

(۴) دلیل الفالحین ۴/۴۴، طیبی ۵/۳۳۶

(۵) فضائل ذکر ص: ۲۳

بہشت کے درخت

(۱۴۳۹) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ غُرِسَتْ لَہٗ نَخْلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ﴾. (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتا ہے اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔''

لغات: ❖ غرست: (ض) غرس یغرس غرساً بمعنی: درخت کا پودا لگانا۔ النخلۃ: بمعنی کھجور کا درخت۔

تشریح: نَخْلَۃٌ: کھجور کے درخت کو کہتے ہیں، نسائی کی ایک روایت میں لفظ "نخلۃ" کی جگہ پر لفظ "شجرۃ" ہے، دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ حدیث بالا میں لفظ نخلۃ یعنی کھجور کا درخت زیادہ نفع کے اعتبار سے فرمایا اور عربوں میں یہی درخت زیادہ پایا جاتا تھا، قرآن میں بھی مؤمن کی مثال اسی درخت کے ساتھ دی گئی ہے: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ. "کیا آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے، پاکیزہ درخت کے۔"(۱)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں اگرچہ باغات ہیں مگر کچھ حصہ چٹیل میدان کی صورت میں بھی ہے، آدمی جتنا ان الفاظ کو پڑھے گا اتنے ہی اس کے درخت جنت میں لگ جائیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات (باب فضل سبحان اللہ)، والنسائی الا انہ قال غرست لہ شجرۃ، وابن حبان فی صحیحہ، والحاکم، وکذا ترغیب للمنذری، رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والحاکم فی مستدرکہ ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ ابراہیم، ترجمہ بیان القرآن

(۲) تعلیق الصبیح ۳/۸۷

جنت کے پودے

(۱۴۴۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَقِیْتُ اِبْرَاھِیْمَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ: یَامُحَمَّدُ! اَقْرِئْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ، وَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ الْجَنَّۃَ طَیِّبَۃُ التُّرْبَۃِ عَذْبَۃُ الْمَآءِ، وَاَنَّھَا قِیْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَھَا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾. (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے

جس رات معراج کرائی گئی، میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ پس انہوں نے فرمایا: اے محمد! اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچادیں اور انہیں یہ بتلادیں کہ جنت کی مٹی بڑی پاکیزہ اور پانی بہت شیریں ہے اور وہ چٹیل میدان ہے، اس کے درخت سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" ہیں۔"

لغات: ❖ طيبة: بمعنی اچھا ہونا، طاب يطيب (ض) طيباً: اچھا ہونا، عمدہ ہونا۔ التربة: بمعنی مٹی۔ عذبة: میٹھا، عذب (ک) عذوبة میٹھا اور خوشگوار ہونا۔

تشریح: لَقِيتُ اِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: معراج کے موقعہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ساتویں آسمان پر ہوئی۔

اَقْرِئْ اُمَّتَكَ مِنِّى السَّلَامَ: محدثین نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں "وَعَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" کہے۔ (۱)

اِنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ: "جنت کی مٹی پاکیزہ ہے" زعفران اور مسک کی ہے کہ جب پانی اور مٹی اچھی ہو پیداوار خوب اچھی ہوتی ہے۔ تو اس حدیث میں ترغیب دی گئی کہ جنت چٹیل میدان ہے، اس میں خوب درخت لگائے جائیں "سبحان الله والحمدلله الخ" کے ذریعہ سے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت جو رہنے کے اعتبار سے بہترین مقام ہے تو وہاں پر خوب باغات لگائے جائیں کیونکہ وہاں کی مٹی بہترین یعنی مشک وزعفران کی ہے۔

وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ: جنت ایک چٹیل میدان ہے۔

سوال: جنت کا معنی باغ کے ہیں، اس حدیث میں اس کو چٹیل میدان کیوں کہا گیا؟

پہلا جواب: جنت کا رقبہ بہت ہی وسیع وعریض ہوگا جیسا کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے، آخری آدمی جو جنت میں داخل ہوگا اس کو دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی، تو کچھ حصہ میں پہلے سے باغ موجود ہیں اور بعض حصے خالی ہیں، جتنا آدمی تسبیحات وغیرہ پڑھے گا اتنے ہی درخت اس میں لگ جاتے ہیں۔ (۲)

دوسرا جواب: جنت میں سارے درخت اکھٹے ہیں، تو جو شخص جتنی تسبیحات پڑھتا ہے اس کے حصہ کے درخت پھلتے رہتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه الترمذى فى ابواب الدعوات (باب غراس الجنة سبحان الله)، والطبرانى فى الصغير، ذكره الهيثمى فى المجمع وفى اسناده مقال.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح ۳/۹۱، فتح الباری، مرقاۃ ۵/۱۱۷

(۲) تعلیق الصبیح ۳/۹۱، اشعۃ اللمعات

(۳) تعلیق الصبیح ۳/۹۱، مرقاۃ ۵/۱۸

بہترین عمل اللہ کا ذکر ہے

(۱۴۴۱) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ، وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ، وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ، وَخَیْرٌلَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ، وَخَیْرٌلَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْاعَدُوَّکُمْ، فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَ یَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ؟" قَالُوْا: بَلٰی. قَالَ: "ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی﴾. (رواه الترمذی، قال الحاکم أبو عبد الله: إسناده صحيح)

ترجمہ: "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل نہ بتاؤں جو تمہارے رب کے نزدیک بہت پاکیزہ اور تمہارے درجات کو بہت زیادہ بڑھانے والا ہے اور تمہارے لئے سونے چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے، اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو پس تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور بتلایئے) فرمایا وہ چیز اللہ کا ذکر ہے۔"

لغات: ❖ ازکاھا: زکی (س) یزکوز کائًا بمعنی نیک اور صالح ہونا۔ ملیککم: باب تفعیل سے، مالک ہونا۔ بادشاہ، مالک، ملک (ض) ملکا، مالک ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں ذکر کو سب سے افضل واعلیٰ بیان کیا گیا ہے حالانکہ بالاتفاق نماز، روزہ وغیرہ ذکر سے افضل ہے، علماء اس کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔

جواب نمبرا: صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں ذکر کو سب عبادات سے افضل اس لئے کہا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہی ہے جو ساری عبادات کا ذریعہ اور آلہ ہے۔ (۱)

جواب نمبر۲: ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر، یعنی دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو پھر انسان سے اللہ کا کوئی حکم چھوٹ نہیں سکتا اور کوئی نافرمانی ہو نہیں سکتی تو یقیناً یہ ذکر تمام عبادتوں سے افضل ہے۔

جواب نمبر۳: ذکر سے دل کی صفائی ہوتی ہے جیسے کہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صفائی کرنے والی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے، دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ کا ذکر ہے، تو یقیناً ہر عبادت کی جان اور ہر عبادت کا دارومدار دل کی صفائی پر ہے، اس لئے اس کو سب سے افضل فرمایا گیا۔

جواب نمبر۴: ہر وقت اور عام حالت کے اعتبار سے ہے، ورنہ وقتی اعتبار سے کبھی صدقہ، کبھی جہاد اور دوسری عبادات افضل ہو جاتی ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: راوہ الترمذی فی ابواب الدعوات (باب خیر الاعمال)، ومالک فی اواخر الصلوۃ، واحمد فی مسندہ، وابن ماجہ فی (فضل الذکر)، والحاکم ١/٤٩٦، والطبرانی فی الکبیر، والبیہقی فی شعب الایمان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء (عویمر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مجالس الابرار
(۲) فتح الباری، احیاء العلوم، حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۵۴، معارف الحدیث ۵/۳۶

آسان اور بہترین ذکر

(١٤٤٢) ﴿وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمْرَاَةٍ وَبَیْنَ یَدَیْهَا نَوًی اَوْحَصًی، تُسَبِّحُ بِهٖ، فَقَالَ: "اُخْبِرُکِ بِمَا هُوَ اَیْسَرُ عَلَیْکِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِی السَّمَاءِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخلق فِی الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَابَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاهُوَ خَالِقٌ، وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذَالِکَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذَالِکَ، وَلاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ﴾

(رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے، ان کے پاس کھجور کی گھٹلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں، وہ ان کے ذریعہ تسبیح پڑھ رہی تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایسی چیز بتاتا ہوں جو تمہارے لئے اس سے آسان (یا یہ فرمایا اس سے افضل) ہے، فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَمَاخلق فِی الْاَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَابَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاهُوَ خَالِقٌ، وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذَالِکَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذَالِکَ، وَلاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ."

لغات: ❖ نویً: النواۃ کی جمع ہے بمعنی: گھٹلی، النواء بمعنی کھجور کی گھٹلیوں کو بیچنے والا۔ حصیً: کنکری، پتھر۔

تشریح: بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ خاتون جن کے پاس نبی کریم ﷺ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے تھے یا تو وہ ام المؤمنین حضرت جویریہ تھیں یا صفیہ بنت حیی تھیں، یا اور کوئی ازواج مطہرات میں سے زوجہ

مطہرہ۔ (۱)

سوال: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے دیکھا؟

جواب: اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا (آپ ﷺ نے ان کو فرمایا یہ تسبیح پڑھو جو آسان بھی ہے اور ثواب کے اعتبار سے زیادہ بھی ہے وہ تسبیح یہ ہے:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخَلَقَ فِي الْاَرْضِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَابَيْنَ ذٰلِکَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاهُوَ خَالِقٌ، وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِکَ.

''اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے اس مخلوق کی مقدار کے بقدر جو آسمان میں ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے اس مخلوق کی مقدار کے بقدر جو زمین میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے اس مخلوق کی مقدار کے بقدر جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے اس مخلوق کی مقدار کے بقدر جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اللہ اکبر بھی اسی طرح ہے اور الحمد اللہ بھی اسی طرح ہے اور لا الہ الا اللہ بھی اسی طرح ہے اور لا حول ولا قوۃ بھی اسی طرح ہے۔''

وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ: اس جملہ کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ پہلا احتمال یہ کہ نبی کریم ﷺ نے سبحان اللہ الخ کی طرح اور اللہ اکبر وغیرہ بھی تفصیل سے بیان کیا مگر راوی نے اختصار کی بناء پر **واللہ اکبر مثل ذالک** کہہ دیا۔ دوسرا احتمال یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ ہی نے **عدد ماخلق فی السماء** کہنے کے بجائے **''مثل ذالک''** فرمایا۔ اسی طرح بعد کے دونوں جملوں میں بھی یہی دو احتمال ہوں گے۔

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات (باب فی دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتعوذفی دبر کل صلوۃ)، وابن ماجہ، والنسائی، واحمد، اخرجہ البخاری فی الادب المفرد، والحاکم فی المستدرک، وابن حبان فی صحیحہ ۸۳۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۲۴۷

(۲) مظاہر حق ۲/ ۵۴۱، دلیل الفالحین ۴/ ۲۴۷

(۳) مظاہر حق ۲/ ۵۴۲

جنت کا خزانہ

(۱۴۴۳) ﴿وَعَنْ اَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اَلَا

اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟" فَقُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں۔ تو میں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ۔ ارشادفرمایا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ."

لغات: ❖ ادلک: (ن) راستہ دکھانا، رہنمائی کرنا۔ کنز: (ض) بمعنی مال جمع کرنا۔ زمین میں دفن کرنا۔

تشریح: کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ. "جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔" خزانہ کا مطلب یہ ہے کہ اسکا ثواب کل قیامت کے دن خزانہ کی صورت میں ملے گا۔ (۱)

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے پڑھنے کا اثر یہ ہے کہ اس سے آدمی کا دل غنی ہوتا ہے تو اس کے دل میں یہ یقین پیدا ہوتا جاتا ہے کہ ہر کام اللہ جل شانہ کی ہی طرف سے ہے، نفع ونقصان اسی کی طرف سے آتا ہے، پھر وہ اپنے تمام امور کو اللہ کی طرف سپرد کردیتا ہے۔ (۲)

یا اس جملہ سے آپ ﷺ کی منشاء اس کلمہ کی عظمت اور قدر وقیمت کو بیان کرنا ہے، کسی چیز کو بہت زیادہ قیمتی بنانے کے لئے اس سے بہترین تعبیر نہیں ہوسکتی۔ (۳)

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران ایک شخص نے مجھے یہ نصیحت کی کہ جان لوخوب اچھی طرح سے کہ نیک اعمال کے لئے اقوال وکلمات میں سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے برابر کوئی قول یا فعل ترازو کو جھکانے والا اور اللہ کے فضل کو حاصل کرنے والا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ (۴)

بعض مشائخ طریقت کا ارشاد ہے کہ شرک جلی وخفی اور دل کی دوسری کدورتیں دور کرنے کے لئے اور ایمان ومعرفت کا نور حاصل کرنے میں جس طرح لا الہ الا اللہ کا خاص اثر ہے اسی طرح عملی زندگی درست کرنے میں یعنی اطاعت کی زندگی بجالانے میں اور منکرات سے بچنے میں اس کلمہ یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو خاص دخل ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الدعوات (باب قول لا حول ولا قوۃ الا باللہ) وفی المغازی والقدر، ومسلم فی الدعاء والذکر (باب استحباب خفض الصوت بالذکر)، رواہ ابن ماجه، والحاکم فی مستدرکه، واحمد ۷/۱۹٦۱٦، وابن حبان ۸۰۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۵۴۷، الدیباج ۲/۹۸٦، دلیل الفالحین ۴/۲۴۷ معارف الحدیث ۵/۵۷

(۲) مظاہر حق ۲/ ۵۴۷
(۳) معارف الحدیث ۵/ ۵۸
(۴) مظاہر حق ۲/ ۵۴۷
(۵) معارف الحدیث ۵/ ۵۹

(٢٤٥) بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ قَائِماً وَقَاعِداً وَمُضْطَجِعاً وَمُحْدِثاً وَجُنُباً وَحَائِضاً اِلَّا الْقُرْآن فَلا يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَ لا حَائِضٍ

بیان ہے اللہ کے ذکر کا چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے سوتے، بے وضو، جنابت اور حیض کی حالت میں، سوائے تلاوت قرآن کے کہ وہ جنبی اور حائض کیلئے جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ﴾ (سورة آل عمران: ١٩٠، ١٩١)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بلا شبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے، جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔''

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ افسوس ہے جو شخص اس آیت کو پڑھتا ہے اور پھر غور نہیں کرتا۔ (۱)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی تمام کائنات کیسے عجیب انداز سے پیدا فرمائے اور کیسے اللہ بڑی بڑی مخلوقات کو وجود میں لایا؟۔

وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: دن رات ایک دوسرے کے تعاقب میں ترتیب کے ساتھ ہیں جس سے اللہ کی قدرت نظر آتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماًوَقُعُوْداًوَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ: ''جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔'' حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے گھر سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ رات کو آپ ﷺ بیدار ہوئے اور مسواک فرمائی اور آیت: ان فی خلق السموات والارض آخر سورت تک پڑھی اور پھر

کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، جس میں قیام، رکوع اور سجدہ وغیرہ بہت ہی طویل فرمایا اور پھر آ کر سو گئے، یہاں تک کہ سانس کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ ﷺ اٹھے، اسی طرح پھر کیا، یہ معاملہ تین بار کیا۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور قتادہ وغیرہ کے نزدیک اس آیت سے مراد نماز ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو کروٹ سے لیٹ کر پڑھے۔ شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ نے اپنے نیک بندوں کی صفات کو بیان فرمایا ہے۔ (۳)

وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: دن اور رات کو فوائد بشریہ کے لئے کیسے مسخر کر دیا کہ کبھی دن بڑا اور کبھی رات اور کبھی اس کے برعکس اور کبھی سرد اور کبھی گرم۔ اختلاف دن و رات اس بات کی دلیل ہیں کہ اس عالم کی بقاء و دوام نہیں ہے چہ جائیکہ انسان کو۔ اس میں اور بھی نشانیاں ہیں وہ کس کے لئے ہیں۔ فرمایا:

لِأُولِي الْأَلْبَابِ: ''عقلمندوں کے لئے'' نہ کہ حمقاء وجہلاء کے لئے کہ حیوانوں جیسی آزاد زندگی گزارنا جن کا مقصود ہو، عقلمند کون ہیں؟ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ: کہ آیات قدرت میں غور کرتے ہیں۔ اور یہ ایک دو دن نہیں بلکہ ان کی ہمیشہ کی عادت ہے، اس کی طرف اشارہ کیا: **قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ**، ہر حال میں، خواہ کھڑے ہوں، یا بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اس سے غافل نہیں۔

---

(۱) ابن حبان بحوالہ مظہری
(۲) معالم التنزیل
(۳) تفسیر حقانی ۲/۱۱۸

ہمہ وقت ذکر الٰہی

(۱۴۴۴) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا ہمہ وقت ذکر کیا کرتے تھے۔''

لغات: ❖ احیان: حین کی جمع ہے۔ حان (ض) حیانا وحینونة. الشیء: وقت قریب ہونا۔ فلان: ہلاک ہونا، رنج و تکلیف میں پڑنا، توفیق سے محروم ہونا۔ حینه: وقت و میعاد مقرر کرنا۔ احین احیانا. الرجل او الشیء: وقت آنا۔

تشریح: حدیث کے الفاظ میں لفظ "احیان" جمع استعمال ہوا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جمع کی اضافت اپنے مابعد کی طرف استغراق حقیقی کا فائدہ دیتی ہے اور پھر اس پر لفظ کل کو بھی داخل کیا گیا ہے تو اب مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ تمام اوقات میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔

سوال: بعض حالتیں مثلاً بول و براز، جماع وغیرہ ایسی حالتیں ہیں کہ اس میں ذکر لسانی جائز نہیں۔

جواب: علماء اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیشہ ذکر قلبی میں مشغول رہتے تھے یعنی ہمیشہ اللہ کا استحضار رہتا تھا، اسی کی طرف حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی زاد المعاد میں اشارہ کیا ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلَ الْخَلْقِ ذِكْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، بَلْ كَانَ كَلَامُهُ كُلُّهُ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَكَانَ اَمْرُهُ وَنَهْيُهُ وَ تَشْرِيْعُهُ لِلْاُمَّةِ الخ. (۱)

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ اللہ کے ذکر میں تمام مخلوق سے زیادہ کامل تھے، بلکہ آپ ﷺ کا ہر کلام اللہ کے ذکر، یا اس کے متعلق پر مشتمل تھا، آپ ﷺ کا امت کو منع فرمانا، حکم فرمانا، اللہ تعالیٰ کے اسماء، اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کے احکام، اس کے افعال، اس کے وعدے، اس کی وعیدیں سب اللہ کا ذکر ہی تھیں اور اس کی نعمتوں پر ثناء وحمد وتسبیح وتمجید بھی اس کا ذکر تھیں، اس سے سوال ودعا آپ ﷺ کی ترغیب وترہیب میں ذکر ہی تھا، سکوت وخاموشی تک بھی قلبی طور پر انہی کی متضمن تھی، گویا آپ ﷺ ہر آن، ہر حالت میں ذکر کرنے والے تھے، اور ذکر الٰہی آپ ﷺ کے سانس کی طرح اٹھتے بیٹھتے، چلتے ہوئے، لیٹتے ہوئے، سفر وحضر ہر حال میں جاری تھا۔"

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الحیض (باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابۃ)، جامع الصغیر، رواہ احمد ۱۰/۲۶۴۳۶، ابوداؤد، والترمذی، وابن ماجہ، وابن حبان ۸۰۱، وکذا فی البیہقی ۱/۹۰۔

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ۲/۱۶

ہمبستری کی دعا

(۱۴۴۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا، فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌلَمْ يَضُرَّهُ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: اگر تم میں سے کوئی فرد اپنی بیوی کے پاس جائے تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا، تو اگر ان دونوں کے لئے بچہ کا فیصلہ کردیا گیا تو شیطان اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"

لغات: ❖ جنبنا: دور ہونا، جنب (ن) جنباً: دور کرنا، دفع کرنا، علیحدہ کرنا۔ (ن، ض). الیه: مائل ہونا۔ مشتاق و مضطرب ہونا۔ جنب (ن، س، ض) جنابة. الرجل: بمعنی ناپاک ہونا، جنبی ہونا۔ استجنب: ناپاک ہونا۔

تشریح: لَمْ يَضُرَّهُ: " کہ شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا" بشرطیکہ وہ ہمبستری کی دعا پڑھ لے، وہ دعا یہ ہے: بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنا الشیطان، وجنب الشیطان مارزقتنا، "اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچایئے اور شیطان کو اس سے بھی دور رکھیئے جو آپ ہمیں عطاء فرمائیں۔ (یعنی اولاد)

سوال: بہت سے لوگ یہ دعا پڑھتے ہیں، مگر ان کی اولاد شیطانی تصرفات سے دور نہیں رہتی؟

پہلا جواب: ضرر سے مراد کفر ہے کہ اس دعا کے پڑھنے کی برکت سے اولاد کفر کی حالت میں نہیں مرے گی انشاء اللہ العزیز، بلکہ اس دعا کی برکت سے حسن خاتمہ نصیب ہوجائے گا۔

دوسرا جواب: ضرر سے مراد آسیب وغیرہ کی بیماری ہے، اس دعا کی برکت سے وہ بلاؤں اور مصیبتوں سے دور رہے گا۔ [1]

تیسرا جواب: امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس دعاء کے پڑھنے کی برکت سے اولاد کے دین و اعتقاد کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان بچہ کے کوکھ میں انگلی مارتا ہے تو اس دعا کے پڑھنے کی برکت سے شیطان زیادہ زور سے انگلی نہیں مار سکتا۔ [2]

پانچواں جواب: یہ ہے جیسے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو شیطان بھی ساتھ ہوجاتا ہے اگر یہ دعاء پڑھ لی جائے تو شیطان کی شرارت سے بچ جائے گا۔ [3]

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، واحمد ۲۵۹۷/۲، وابن السنی، والبغوی فی شرح السنة، وابن حبان ۹۸۳، ورواه البخاری فی بدء الخلق (باب فی صفة ابلیس) والنکاح (باب مایقول الرجل اذا اتی اهله والدعوات (باب مایقول اذا اتی اهله) والتوحید (باب السوال باسماء اللّٰه تعالیٰ)، ومسلم فی کتاب النکاح (باب مایستحب ان یقوله عند الجماع) ومصنف ابن ابی شیبة ۳۹۴/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵۹۹/۲، فتح الباری، عمدۃ القاری، مرقاۃ ۱۹۳/۵، تعلیق الصبیح ۱۳۹/۳

(۲) مظاہر حق ۶۰۰/۲

(۳) فتح الباری

(٢٤٦) بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ نَوْمِهٖ وَاسْتِيْقَاظِهٖ

سونے اور بیدار ہونے کے وقت کیا دعا پڑھے؟

سونے اور بیدار ہونے کے وقت کی دعا

(١٤٤٦) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَا: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا آوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ: "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيَا وَاَمُوْتُ"، وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا، وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر کی طرف آتے تو فرماتے: باسمک اللھم احیا و اموت، ''تیرے ہی نام سے اے اللہ زندگی گزار رہا ہوں اور مروں گا'' اور جب جاگتے تو یہ فرماتے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا، وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ'' ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

لغات: ❖ اَوی یأوی (ض) اترنا، آنا۔ النشور: نشر (ن) نشوراً بمعنی: زندہ کرنا۔ احیاء: افعال سے معنی ہے زندہ کرنا، اور سمع سے زندہ ہونا۔

تشریح: وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ: ''اسی کی طرف رجوع ہے۔'' اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آدمی کو آخر کار موت آئے گی اور پھر حساب و کتاب کے لئے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں سونے کو بیان کیا جا رہا ہے اس کی مناسبت سے یہ مطلب زیادہ واضح ہوگا کہ اللہ نے سونے کے بعد پھر کام کاج کی طرف لوٹا دیا۔ (۱)

اٹھتے وقت بھی دعا پڑھنے کا حکم ہے اور سوتے وقت بھی یہ حکم ہے، مقصود یہ ہے کہ افعال کا خاتمہ بھی عبادت پر ہو اور افعال کی ابتداء بھی عبادت سے ہو۔ (۲)

اَحْيَانَا: جب آدمی سوتا ہے تو گویا مردے کے حکم میں ہوجاتا ہے یعنی عارضی طور پر اس کی روح قبض ہوجاتی ہے، جب بیدار ہوتا ہے تو اس کی روح کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو اب شریعت نے یہ کہا کہ اللہ نے جب اس میں دوبارہ روح ڈال دی، اس پر شکریہ ادا کرے اور شکریہ کا طریقہ شریعت مطہرہ نے خود بیان کردیا کہ اگر وہ دعا پڑھ لیتا ہے تو اللہ کا شکریہ ادا ہوجاتا ہے۔

تخریج حدیث: رواه البخاری فی الدعوات (باب مایقوله اذا نام) وفی التوحید (باب السوال باسماء الله تعالیٰ)، وابوداؤد، والترمذی، والنسائی فی الکبری، ابن ماجه کلهم من حدیث حذیفه، اخرجه مسلم، والنسائی من حدیث البراء. واحمد ۲۳٤۲۹/۹، وابن ماجه، وابن ابی شیبة فی مصنفه ۷۱/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۲/۵۸۴
(۲) مظاہر حق ۲/۵۸۴

(۲٤۷) بَابُ فَضْلِ حِلَقِ الذِّكْرِ وَالنَّدْبِ اِلٰى مُلَازَمَتِهَا وَالنَّهْيِ عَنْ مُفَارَقَتِهَا لِغَيْرِ عُذْرٍ

ذکر کے حلقوں کی فضیلت کا اور اس میں ہمیشہ ساتھ رہنے کے استحباب میں اور بلا عذر اس سے دور رہنے کی مخالفت میں بیان ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ (سورة الكهف: ۲۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''آپ (ﷺ) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹنے پاویں۔''(۱)

شان نزول

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الخ اس آیت کا شان نزول یہ ہے بعض مشرکین آپ ﷺ کے پاس آئے، ان میں عیینہ بن حصین بھی تھے، آپ ﷺ کے پاس اس وقت کچھ فقراء مسلمین بیٹھے تھے، کہا کہ ان سے ہم کو بدبو آتی ہے، ان کو آپ اپنی مجلس سے الگ کردیں تو ہم آپ کی اتباع کرنے کو تیار ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(۲)

اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ: ''جو اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔'' اس سے مراد اصحاب الصفہ ہیں، جن کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی، اس وقت بقول ابوقتادہ رحمہ اللہ کے ۷۰۰ کی تعداد تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعریف ہے کہ اللہ نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کردیئے جن کے پاس مجھ کو بیٹھنے کا حکم دیا۔(۳)

وَلا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ: "ان فقراء صحابہ سے ہٹ کر آپ ﷺ کی نظر غنی لوگوں پر نہ جائے۔" وجہ یہ تھی آپ ﷺ ان رؤسا مشرکین کے ایمان میں داخل ہونے کے لئے حریص تھے فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو چھوڑ دیں اور فقراء صحابہ کے ساتھ رہیں۔ (۴)

(۱) بیان القرآن ۶/۱۱۸
(۲) تفسیر مظہری ۷/۲۰۶، زادالمسیر ۵/۱۳۳، تفسیر معالم التنزیل ۳/۱۵۹، تفسیر قرطبی ۱۰/۳۹۰
(۳) تفسیر مظہری ۷/۲۰۶، تفسیر معالم التنزیل ۳/۱۵۹
(۴) تفسیر مظہری ۷/۲۰۶، قرطبی ۱۰/۳۹۰

ذکر کی مجالس کے بارے میں فرشتوں کا اللہ سے مکالمہ

(۱۴۴۷) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْماً يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَنَادَوْا: هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ، فَيَحُفُّوْنَهُمْ بَاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ ـ وَهُوَ اَعْلَمُ. مَايَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَ يُمَجِّدُوْنَكَ. فَيَقُوْلُ: هَلْ رَأَوْنِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا، وَ اللّٰهِ مَارَاَوْكَ، فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْرَاَوْنِیْ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّلَكَ عِبَادَةً، وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْداً، وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحاً. فَيَقُوْلُ: فَمَا ذَا يَسْأَلُوْنَ؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا، وَ اللّٰهِ مَا رَاَوْهَا فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْاَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصاً، وَاَشَدَّ لَهَا طَلَباً، وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً، قَالَ: فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ: يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَا، وَ اللّٰهِ مَارَاَوْهَا، فَيَقُوْلُ: كَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: لَوْرَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَاراً، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ: يَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ. قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ﴾. (متفق عليه)

وَ فِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضَلَاءَ يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِساً فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا

مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضاً بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُا مَابَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا، وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَاءِ، فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلّ. وَهُوَ اَعْلَمُ. مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْاَرْضِ؛ يُسَبِّحُوْنَكَ، وَيُكَبِّرُوْنَكَ، وَيُهَلِّلُوْنَكَ، وَيَحْمَدُوْنَكَ، وَيَسْئَلُوْنَكَ، قَالَ: وَمَاذَا يَسْئَلُوْنَنِيْ؟ قَالُوْا: يَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ، قَالَ: وَهَلْ رَأَوْاجَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: لاَ، اَيْ رَبِّ! قَالَ: فَكَيْفَ لَوْرَأَوْا جَنَّتِيْ؟ قَالُوْا: وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ، قَالَ: وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنِيْ؟ قَالُوْا: مِنْ نَارِكَ، يَارَبِّ! قَالَ: وَهَلْ رَأَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا: لاَ، قَالَ: فَكَيْفَ لَوْرَأَوْا نَارِيْ؟ قَالُوْا: وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَدْغَفَرْتُ لَهُمْ وَاَعْطَيْتُهُمْ مَاسَأَلُوْا، وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: رَبِّ! فِيْهِمْ فُلاَنٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ؛ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ، فَيَقُوْلُ: وَلَهٗ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لاَ يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ﴾

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مختلف راستوں میں گھومتے رہتے ہیں اور اہل ذکر کی محفل کو تلاش کرتے ہیں۔ جب ایسی جماعت مل جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہوتی ہے، تو ایک دوسرے کو بلا لیتے ہیں کہ ادھر اپنی حاجت کے لئے آؤ، پھر وہ (اکٹھے ہوکر) ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور ان کی آسمان دنیا تک قطار لگ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ حالات سے پوری طرح باخبر ہوتے ہوئے بھی ان سے سوال کرتے ہیں کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ کی پاکی بیان کرتے تھے اور آپ کی تعریف کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بخدا انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو آپ کی خوب عبادت و بزرگی اور تسبیح میں مشغول ہوتے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت کی درخواست کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! بخدا انہوں نے جنت نہیں دیکھی، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس کی طرف اور بھی زیادہ رغبت کرتے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جہنم کی آگ سے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ انہوں نے جہنم دیکھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ بخدا انہوں نے نہیں دیکھی، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں

اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوف زدہ ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے فرشتو! میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا، ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اس جماعت میں فلاں آدمی جوان میں سے نہیں تھا وہ کسی ضرورت سے آیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ذکر کرنے والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔" (بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کے شان والے فرشتوں کی ایک جماعت زمین میں چلتی پھرتی رہتی ہے، وہ ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے رہتے ہیں، جب کسی ایسی مجلس کو پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہورہا ہوتا ہے تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں، پھر بعض فرشتے بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے درمیان کا اور آسمان دنیا تک درمیانی حصہ فرشتوں سے بھر جاتا ہے، جب مجلس ذکر ختم ہوجاتی ہے تو فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ سب کچھ علم رکھنے کے باوجود ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین میں تیرے بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھ رہے تھے، اور آپ سے دعا مانگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ جنت کا، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! نہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر وہ میری جنت دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ آپ سے پناہ بھی طلب کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کس چیز سے پناہ طلب کر رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ آپ کی دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ آپ سے بخشش بھی مانگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے ان سب کو بخش دیا اور ان کے سوال کو پورا کردیا اور میں نے ان کو اس چیز سے پناہ دی جس سے وہ پناہ مانگ رہے تھے، فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ان میں فلاں ایک گناہ گار بندہ بھی تھا جو گزرتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا، یہ ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوگا۔

لغات: ❖ یطوفون: باب تفعیل سے: گھومنا۔ باجنحتھم: جناح کی جمع بمعنی پر تمجیدا: بزرگی بیان کرنا یشقی: (س، ض) بمعنی بد بخت ہونا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتے ہیں بار بار۔ کیا اللہ بندے کے حالات پر واقف نہیں؟

جواب: یہ سوال کرنا فرشتوں پر الزام کے لئے ہے کیونکہ جب اللہ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو فرشتوں ہی نے اعتراض کیا تھا کہ یہ انسان زمین میں فساد مچائیں گے اور خون خرابہ کریں گے، اور ہم میں یہ خصلت موجود ہے کہ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ، کہ ''تیری تسبیح، حمد اور تقدیس کے لئے بس ہم کافی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں پر ابن آدم کی فضیلت اور بزرگی کو ظاہر کرنا ان سوالات سے مقصود ہے کہ جن پر تم نے اعتراض کیا تھا آج وہ کس طرح سے میری عبادت میں مشغول ہیں اور اس کی شہادت تم خود ہی دے رہے ہو۔ (۱)

هَلْ رَاَوْهَا: '' کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟'' اس سے معلوم ہوتا ہے جنت پیدا کی جا چکی ہے۔ (۲)

جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں اس سوال کا جواب بھی مذکور ہے کہ اگر انسان جنت کو دیکھ لیتا تو کیا حال ہوتا؟ تو اس کا جواب یہ دیا ہے ''اور زیادہ شوق و رغبت کرتے'' مگر مسلم شریف کی روایت میں صرف یہ سوال مذکور ہے جواب کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ محدثین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ بخاری شریف میں جواب اس نفس سوال کے لئے ہے اس لئے جواب کی ضرورت پڑی اور مسلم شریف میں سوال تعجب کے لئے ہے اس کے لئے جواب کی ضرورت نہیں رہی۔

لاَ یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ: کہ ان ذاکرین کی مجلس میں رہنے والا بھی فلاح و سعادت کو پہنچ جاتا ہے، وہ بھی محروم نہیں ہوتا۔ (۳)

کسی عارف کا قول ہے کہ آدمی خود اللہ کی یاد میں رہے، اور اگر آدمی ایسا نہ بن سکے تو ان لوگوں کی صحبت و ہمنشینی اختیار کرے جو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں، اس سے بھی آدمی سعادت کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: (اول) رواہ البخاری فی اواخرالدعوات، اخرجه ابن حبان من هذا الطریق واحمد، والطیالسی من طریق وهیب بن ابی صاع عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه اوعن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه بالشک، هذا الشک من الاعمش.

تخریج حدیث: (ثانی) رواہ مسلم واحمد، والترمذی، وابن حبان ۲۳۸/۵ (مع اختلاف یسیر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵/ ۵۸، تعلیق الصبیح ۳/ ۶۵

(۲) مظاہر حق ۲/ ۴۸۹

(۳) مرقاۃ ۵/ ۵۸

(۴) مظاہر حق ۲/۴۸۹

سکینہ کا نزول

(١٤٤٨) ﴿وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّاحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کی کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے نہیں بیٹھتی مگر یہ کہ فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔''

لغات: ❖ حفتھم: بمعنی احاطہ کرنا، گھیر لینا۔ غشیتھم: غشی یغشی غشیاً: بمعنی نازل ہونا، ڈھانکنا۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں اللہ کا ذکر کرنے والے بندوں کے لئے چار خاص نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلا انعام: حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ: یہ کہ ''فرشتے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں'' یہی مضمون دوسری کئی روایات میں آتا ہے۔ اس میں سے ایک روایت اس حدیث سے پہلے بھی گزری ہے کہ جہاں پر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے وہاں فرشتے جمع ہو کر ان کے ذکر کو سنتے ہیں اور ایک دوسرے کو بلاتے بھی ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دوسرا انعام: وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ: ''رحمت الٰہی ان کو اپنے آغوش میں لے لیتی ہے۔'' اس بناء پر پھر ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کرنے میں مزہ آنے لگتا ہے۔

تیسرا انعام: وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ: ان کے دل پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ سکینہ سے مراد علامہ سدی رحمہ اللہ کے نزدیک جنت کا ایک طشت ہے جو سونے کا ہے جس میں انبیاء کے دلوں کو غسل دیا جاتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول سکینہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے، یا اس سے رحمت مراد ہے یا سکون قلب، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں سکینہ ایک ایسا عام لفظ ہے جو ان سب کو شامل ہے۔ (۱)

چوتھا انعام: ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین میں ان ذکر کرنے والے بندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ کیونکہ فرشتوں نے انسان کے پیدا ہوتے وقت یہ کہا تھا کہ یہ لوگ تو دنیا میں فساد کریں گے۔ ایسی مجالس کو دکھا کر اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں اور ان فرشتوں کا اعتراض ان کو یاد دلاتے ہیں۔

بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے وقت میں فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ دیکھو! آدم کی یہ اولاد ان میں نافرمانی

کامادہ بھی ہے اور انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں۔ اس کے باوجود محبت وخشیت کی کیسی کیفیت اور کیسے ذوق وشوق اور کیسے سوز وگداز کے ساتھ میرا ذکر کررہے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الذکر والدعاء (باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر) احمد، والترمذی، وابن ماجہ، والبیھقی، ابوداؤد الطیالسی، ابن حبان، وابن ابی شیبۃ ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخذری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری الدیباج ۲/۹۸۵

(۲) معارف الحدیث ۵/۲۹، فتح الباری، مرقاۃ ۵/۴۹، تعلیق الصبیح ۳/۵۹ (سکینہ پر کافی نفیس بحث ہے دیکھی جاسکتی ہے)

دین کے کاموں میں حیاء نہیں کرنا چاہئے

(۱۴۴۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ نِ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَہٗ اِذْ اَقْبَلَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ، فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَذَھَبَ وَاحِدٌ، فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَرَاٰی فُرْجَۃً فِی الْحَلْقَۃِ، فَجَلَسَ فِیْھَا، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَھُمْ، وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاھِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَۃِ؛ اَمَّا اَحَدُھُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰہِ فَاٰوَاہُ اللّٰہُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیٰ فَاسْتَحْیٰ اللّٰہُ مِنْہُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰہُ عَنْہُ﴾. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوواقد الحارث بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، دوسرے اور حضرات بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے کہ تین آدمی آئے ان میں سے دو رسول اکرم ﷺ کے پاس چلے آئے اور ایک واپس چلا گیا، یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس ٹھہر گئے، ان میں سے ایک نے حاضرین کے حلقے میں کشادہ جگہ دیکھی تو اس میں وہ بیٹھ گئے، دوسرے مجمع کے آخر میں بیٹھ گئے۔

تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ان میں سے ایک نے اللہ جل شانہ کی طرف رجوع کیا اللہ تعالیٰ نے

اسے ٹھکانہ عطا فرمایا، دوسرے نے شرم کی تو اللہ جل شانہ نے بھی اس سے حیاء کی اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ جل شانہ نے بھی اس سے اعراض کرلیا۔"

لغات: ❖ فرجة: بمعنی کشادگی۔ فاستحی: شرم کرنا، حیا کرنا۔ فاعرض: بمعنی روگردانی کرنا۔

تشریح: اِذْ اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ: "تین آدمی آئے۔" نفر سے مراد آدمی ہیں جماعت نہیں ورنہ کم از کم نو آدمی مراد ہوتے، مگر یہ غلط ہے جیسے کہ جملہ کہا جاتا ہے ثلاثہ رجال مراد تین آدمی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ آدمیوں کی تین جماعت مراد ہو۔

فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دو آگے جہاں آپ ﷺ کی مجلس قائم تھی اس میں آکر بیٹھ گئے یا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر بیٹھ گئے۔ (۱)

فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جب آپ ﷺ فارغ ہوئے۔ خطبہ سے یا تعلیم دین سے یا ذکر وغیرہ سے۔ (۲)

وَاَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ: "دوسرے نے شرم کی تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے حیاء کی۔" شارحین نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں: اول مطلب اہل مجلس سے حیاء کرکے انہوں نے مزاحمت نہ کی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کا مجلس میں بیٹھنے کا ارادہ نہ تھا۔ مگر حیاء کرکے بیٹھ گئے کہ آپ ﷺ کی مجلس کو کیسے چھوڑ کر جاؤں۔ (۳)

فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ: "اللہ نے بھی اعراض کرلیا" کہ وہ اس مبارک مجلس کی خیر و برکت سے محروم ہوگئے۔ یہ تینوں شخص کون تھے؟ اور ان کے کیا نام تھے؟ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمْ اَقِفْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ طُرُقِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰی تَسْمِيَةِ وَاحِدٍ مِنَ الثَّلَاثَةِ. (۴)

"میں نے اس حدیث کے تمام طرق کا تتبع کیا مگر ان شخصوں میں سے کسی کے نام کا بھی پتہ نہ لگا سکا۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیاء فی العلم مذموم ہے جو ترک تعلیم پر آمادہ کرے۔

تخریج حدیث: رواه البخاری فی العلم (باب من قعد حيث ينتهی به المجلس) ومسلم فی السلام (باب من اتی مجلسا فوجد فرجة فجلس فيها) رواه ابوداؤد فی الاستئذان، ومالک فی موطئه، و احمد ۲۱۹٦٦/۸، والنسائی فی العلم، وابن حبان ۸٦۔

راوی حدیث حضرت ابوواقد الحارث بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ان کا نام حارث تھا، مگر مشہور ابوواقد سے ہوئے، والد کا نام عوف بن الحارث، بعض کے نزدیک حارث بن مالک تھا، بعض کہتے ہیں کہ بدر میں شریک ہوئے، اور بعض اسماء الرجال والے اس کا انکار کرتے ہیں، اور بعض اسماء الرجال والے فرماتے ہیں کہ فتح کے دن ان کے ہاتھ میں قبیلہ ضمرۃ، قبیلہ بنی لیث اور قبیلہ بنی سعد بکر وغیرہ کا جھنڈا تھا، بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، مگر صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ میں یہ شریک تھے، مسلمان پہلے ہو چکے تھے۔ مکہ میں رہتے تھے اور مکہ میں ۸٦ھ میں وفات پائی اور مہاجرین کے قبرستان میں مدفون ہوئے، اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال یا ۸۵ سال تھی۔

مرویات: مرویات کی تعداد ۲۴ ہے، بخاری اور مسلم میں (۱۱) روایات ہیں اور صرف بخاری میں ۳ اور مسلم میں ۸ ہیں۔

مزید حالات کے لئے: طبقات ۲۹۔ الجرح والتعدیل ۳/۸۲، المستدرک ۳/۵۳۱، اسد الغابۃ ۶/۳۲۵ تہذیب التہذیب ۱۲/۲۷۰، شذرات الذہب ۱/۶۷ کو دیکھیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۲۶۰
(۲) دلیل الفالحین ۴/۲۶۰
(۳) فتح الباری ۱/۱۶۷
(۴) فتح الباری ۱/۱۶۷

اللہ جل شانہ کا ذکر کرنے والوں کے ذریعہ فخر کرنا

(۱۴۵۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِیَةُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَلٰی حَلْقَةٍ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا اَجْلَسَکُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ، قَالَ: آللّٰہُ مَا أَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ؟ قَالُوْا: مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ، قَالَ: اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُهْمَةً لَکُمْ، وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِیْثاً مِنِّیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: "مَا اَجْلَسَکُمْ؟" قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ، وَنَحْمَدُهٗ عَلٰی مَاهَدَانَا لِلْاِسْلَامِ، وَمَنَّ بِهٖ عَلَیْنَا، قَالَ: "آللّٰہُ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ؟" قَالُوْا: وَ اللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ، قَالَ: "اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُهْمَةً لَکُمْ وَلٰکِنَّهٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ یُبَاهِیْ بِکُمُ الْمَلَائِکَةَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس تشریف لائے، تو فرمایا: کہ تم یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ عرض کیا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، فرمایا بخدا کیا تم صرف اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہو؟ عرض کیا صرف اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہیں، ارشاد فرمایا: میں نے تم کو اس لئے قسم نہیں دی کہ میں تمہیں جھوٹ سے متہم سمجھ رہا ہوں، کوئی شخص ایسا نہیں جسے رسول اللہ ﷺ سے اتنا قرب حاصل رہا ہو جو مجھے حاصل رہا اور پھر وہ آپ ﷺ سے مجھ سے کم حدیثیں بیان کرے۔

رسول اللہ ﷺ بھی (ایک مرتبہ) اپنے صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا: تم

کیسے بیٹھے ہو؟ عرض کیا ہم اللہ جل شانہ کا ذکر کرنے اور اس بات پر اس کا شکر کرنے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی توفیق دی اور ہم پر احسان فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم تم صرف اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا بخدا ہم صرف اسی غرض سے بیٹھے ہیں، ارشاد فرمایا: میں نے تم سے اس لئے قسم نہیں لی کہ مجھے تمہارے بارے میں کوئی شک تھا، بلکہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے مجھے یہ خوشخبری دی کہ اللہ جل شانہ تمہارے ذریعہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں۔''

لغات: ❖ نحمده: حمد يحمد حمدًا (س) سے تعریف بیان کرنا، حمد يحمد تحميدًا تفعيل سے معنی بار بار تعریف کرنا۔ يباهي: مباهاة: باب مفاعله سے فخر کرنا۔

تشریح:

سوال: نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو کیوں قسم دی، حالانکہ وہ ذکر کر رہے تھے اور نبی ﷺ ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے ان کو قسم اس لئے دی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان صحابہ کی تعریف کی تھی، تو نبی کریم ﷺ سمجھے کہ ذکر کے علاوہ اور کوئی وجہ ہوگی جس وجہ سے اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی تعریف کی، معلوم ہوگیا کہ کوئی خاص عبادت ان کی نہیں، صرف یہی بات تعریف کا سبب بنی کہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے فخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ میرے بندے جب کہ ان کے اوپر نفس وشیاطین اور خواہشات مسلط ہے ان سب کے باوجود میرے ذکر اور یاد میں مشغول ہیں، لہٰذا ان کی اس عبودیت کا تقاضہ یہ ہے کہ میں ان کی تعریف کروں، بخلاف فرشتوں کی عبادت کے کہ ان کے لئے ان مانع میں کوئی چیز نہیں، اس لئے انسانوں کے مقابلہ میں فرشتوں کی عبادت کے لئے کوئی مشقت نہیں ہوتی۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چند لوگ ایک جگہ جمع ہوکر ذکر کریں تو یہ بات اللہ کو بے حد پسند ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں کا جمع ہوکر ذکر وغیرہ کرنا رحمت وسکینت اور قرب ملائکہ کا خاص وسیلہ ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه مسلم فى الذكر والدعاء (باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر) اخرجه احمد، والترمذى فى الدعوات، والنسائى، ؤ اخرجه ابن حبان ايضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵/۶۹، تعلیق الصبیح ۳/۱۷، حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۷۰

(۲٤۸) بَابُ الذِّکرِ عِنْدَالصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ

صبح اور شام ذکر کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَکُنْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ﴾ (سورة الاعراف: ۲۰۵)

وَقَالَ اَھْلُ اللُّغَةِ: "اَلْآصَالُ" جَمْعُ اَصِیْلٍ وَھُوَ مَابَیْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ.

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ، صبح وشام، اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔"

اہل لغت کہتے ہیں کہ "الآصال" یہ جمع ہے "اصیل" کی اور یہ عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

وَاذْکُرْرَّبَّکَ: یہاں پر ذکر سے مراد ذکر قلبی اور ذکر لسانی ہے، اور ذکر سے مراد بھی عام ہے خواہ ذکر اسماء الٰہی ہو یا تلاوت قرآن ہو، یا دعائیں ماثورہ پڑھی جائیں۔ اس آیت میں چند قید لگائی گئی ہیں۔ (۱)

قید اول: فِیْ نَفْسِکَ: مراد اس سے جو الفاظ زبان سے ادا کر رہا ہے، اس کے مفہوم اور معانی کو بھی سمجھے ورنہ بقول فارسی شاعر:

برزبان تسبیح ودر دل گاؤ خر — این چنیں تسبیح کے دارد اثر (۲)

دوسری قید: تَضَرُّعًا: عجز و نیاز بلحاظ جلال خوف اور بلحاظ جمال امید بھی ہو۔ (۳)

تیسری قید: خِیْفَةً: "خوف کے ساتھ کرے۔"

چوتھی قید: دُوْنَ الْجَھْرِ: "کچھ زور سے ذکر ہو" صرف دل ہی دل میں ذکر نہ ہو۔ (۴)

پانچویں قید: بِالْغُدُوِّوَالْآصَالِ: غدو جمع غدوة اور آصال جمع اصیل کی ہے، اول دن کو غدوة اور آخری دن کو اصیل کہتے ہیں۔ ان دونوں وقت میں اللہ کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے تبدیلی دن سے۔ (۵)

یا صبح وشام کا ذکر کیا کہ اس وقت میں مقربین کو جنت میں اللہ کا دیدار ہوگا۔ (۶)

وَلَا تَکُنْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ: ہر وقت اس کا دھیان رہے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے۔ (۷) کسی وقت بھی غفلت نہ ہو۔ (۸)

---

(۱) تفسیر حقانی ۲/۴۵۱

(۲) تفسیر حقانی ۲/۴۵۱

(۳) تفسیر حقانی ۴۵۱/۲
(۴) تفسیر حقانی ۴۵۱/۲
(۵) تفسیر حقانی ۴۵۱/۲
(۶) تفسیر حقانی ۴۵۱/۲
(۷) معارف القرآن ۱۹۹/۳
(۸) تفسیر حقانی ۴۵۱/۲

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِھَا﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۱۳۰)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔''

تشریح: اہل مکہ آپ ﷺ کو طرح طرح سے ایذاء پہنچاتے تھے اور برے برے کلمات سے آپ کو یاد کرتے تھے، کبھی کاذب کہتے اور کبھی ساحر اور کبھی کچھ اور نام سے، تو قرآن نے اس کا علاج یہ بتایا کہ آپ ان کی طرف التفات نہ کریں اور انتقام نہ لیں اور اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھیں اور جب اللہ کی طرف انسان کی توجہ ہوگی اور وہ یہ دھیان کرے گا کہ دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیت کے بغیر نہیں ہوتا، اس کے کاموں میں حکمت ہوتی ہے تو مخالف کی ایذاؤں سے پیدا ہونے والا غیظ وغضب خود بخود کافور ہو جاتا ہے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا اس آیت میں اشارہ ہے کہ جس شخص کو اللہ کی یاد کرنے کی توفیق مل جائے تو وہ اس پر ناز وفخر نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کو اپنا وظیفہ بنائے کہ یہ ذکر اللہ یا عبادت اسی کی توفیق کا ثمرہ ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۱۶۳/۶

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْکَارِ﴾ (سورۃ غافر: ۵۵)

قَالَ اَھْلُ اللُّغَةِ. اَلْعَشِيُّ مَابَیْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وَغُرُوْبِھَا.

ترجمہ: اور ارشاد خداوندی ہے: ''اور صبح وشام اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے۔''

اہل لغت کہتے ہیں کہ ''عشی'' زوال اور غروب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کو خطاب کیا جارہا ہے تسلی دینے کے لئے کہ آپ ﷺ ان کفار کی ایذاء پر دل غمگین نہ کیجئے اور آپ ﷺ ان کی طرف بالکل التفات ہی نہ کریں اور آپ ﷺ اللہ کی یاد میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں صبح وشام۔ مراد اس سے دوام ہے، نماز بھی ذکر ہے اس لئے نماز بھی مراد ہوسکتی ہے کہ نماز کے ذریعہ سے اپنے رب کی

تسبیح وتحمید کریں یا نماز کے خارج میں ذکر فرماتے رہئے۔ [۱]

بِالْعَشِيِّ: کا معنی روشنی کی چمک کا انتہاء کو پہنچ جانا، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ترجمہ شام کے ساتھ کیا ہے۔ [۲]
مگر علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کے وقت کا حد بیان فرمایا کہ اس کا وقت زوال سے مغرب تک ہوتا ہے۔

(۱) تفسیر قرطبی ۱۵/۳۲۴
(۲) تفسیر مظہری ۱۰/۸۳

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ نور: ۳٦، ۳۷)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی بنسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ فروخت۔''

تشریح: فِیْ بُیُوْتٍ: اس سے مراد بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسجدیں ہیں، بعض مفسرین نے اس کو عام فرمایا ہے ہر وہ جگہ جہاں پر اللہ کا ذکر ہو۔

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ: اَذِنَ یہ اِذْنٌ سے مشتق ہے اس کے معنی اجازت دینے کے ہیں۔ اور تُرْفَعَ یہ رَفْعٌ سے مشتق ہے اس کے معنی بلند کرنے اور تعظیم کرنے کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ لغو کام یا قول مسجد میں کرنے سے بچے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد گندی چیزوں سے پاک کرنا ہے یا مسجد کو بلند کرنا مراد ہے۔

وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ: اسمہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہاں پر عموم ہے تسبیحات بھی تلاوت قرآن، وعظ ونصیحت سب کو شامل ہے۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ: صبح وشام، مراد کثرت ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ الخ: اس کا شان نزول یہ ہے کہ عہد رسالت میں دو صحابی تھے، ایک تجارت کرتے تھے، دوسرے لوہار تھے، جب ان کے کان میں اذان کی آواز پڑتی تو وہ ترازو کو پٹک کر اور دوسرے صحابی گرم لوہے پر ہتھوڑے مارنے کے بجائے نماز کے لئے چل دیتے، ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

(۱) تفسیر قرطبی

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ (سورۃ ص: ۱۸)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں۔''

تشریح: اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے خصوصی معجزہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جب وہ اللہ کا ذکر، یا زبور کی تلاوت فرماتے تو پرندے بھی ہوا میں اڑتے رک جاتے اور وہ بھی پڑھنے لگتے، اسی طرح پہاڑ بھی پڑھنے لگ جاتے تھے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ذکر میں نشاط ہو، اکیلا آدمی اُکتا جاتا ہے اور یہ پہاڑوں کی تسبیح ایسی تھی کہ وہ سمجھ میں آ جائے ورنہ **كما قَالَ تَعَالٰی**: وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ. (۱)

''اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں۔''

غیر مفہوم تسبیح تو عام ہے تو اس میں معیت داؤد علیہ السلام کی کیا تخصیص ہوئی اور یہ پہاڑوں سے آواز بازگشت کے طور پر بھی نہیں تھی جیسے کہ عام طور پر گنبد یا کنویں وغیرہ میں آواز دینے کے وقت آتی ہے، یہاں پر یہ مراد بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور معجزہ کو بیان کیا جارہا ہے یہ بازگشت تو ہر آدمی خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو، آتی ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر قرطبی ۱۵/۱۵۹

(۲) معارف القرآن

افضل ترین تسبیح

(۱۴۵۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ اَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْ زَادَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح و شام سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے تو کوئی شخص قیامت میں اس سے افضل اعمال لے کر حاضر نہیں ہوگا، مگر وہی شخص جس نے اس کے برابر یہ کلمات کہے یا اس سے زیادہ۔''

لغات: ❖ یمسی: شام کے وقت میں داخل ہونا۔ زاد: زاد یزید زیادۃً زیادہ ہونا۔ زاد (ض) زیداً: زیادہ ہونا، زیادہ کرنا۔ اور باب افعال سے زیادہ کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں اس تسبیح کو فرشتوں کی تسبیح فرمایا گیا ہے (مسلم) اور ایک اور روایت میں فرمایا کہ جو شخص

اس کو سومرتبہ پڑھے تو اس کے سارے ہی گناہ معاف ہوجاتے ہیں اگرچہ کثرت میں سمندر کے جھاگوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

ایک اور روایت جس کے راوی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں تجھے نہ بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ضرور بتادیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔ اور بھی متعدد روایات میں اس کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ (۲)

حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ ''جب صبح کرے اور جب شام کرے۔'' علماء فرماتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ میں اللہ کی تمام صفات کمال کا اس کی ذات عالی کے لئے اثبات اور تمام وہ صفات جو اللہ کے شایان شان نہیں اس کی نفی ہے، یہ مختصر سا جملہ تمام سلبی وایجابی صفات کو حاوی ہے۔ (۳)

بہتر یہ ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور شام کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے پڑھ لے کیونکہ یہ وقت اذکار وغیرہ کے لئے بہت ہی مناسب ہے، اس وقت میں فرشتوں کا نزول بھی ہوتا ہے۔ (۴)

قرآن میں بھی آتا ہے: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. (۵)

''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔'' (۶)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الذکر والدعاء (باب فضل التهليل والتسبیح)، وابوداؤد، والترمذی، واحمد ۳/۸۸۴۴، والنسائی، حاکم، اخرجه ابن حبان ایضا کلهم عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ومسلم

(۲) مسلم، نسائی، ترمذی

(۳) معارف الحدیث ۵/۴۶

(۴) فتوحات الربانیہ ۳/۸۳

(۵) سورۃ طہ آیت ۱۳

(۶) ترجمہ بیان القرآن

زہریلی چیزوں سے حفاظت

(۱۴۵۲) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَالَقِيْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ قَالَ: "اَمَّا لَوْقُلْتَ حِيْنَ اَمْسَيْتَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، پس عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گذشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے سخت تکلیف پہنچی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم شام کے وقت **اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ماخلق** ”میں پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کامل و مکمل کلمات کے ذریعہ اس کی مخلوق کے شر سے“ پڑھ لیتے تو بچھو تجھے نقصان نہ پہنچاتا۔“

لغات: ❖ عقرب: بمعنی بچھو۔ لدغتنی: (ف) بمعنی: ڈسنا۔ البارحۃ: بمعنی گذشتہ رات، برح (س) براحاً و برحاً جدا ہونا، زائل ہونا، التامات: بمعنی کامل، پورا پورا۔ تم (ض) تَماً و تِماً و تَماما و تِماما و تُماما و تِمامۃ و تَمامۃ: پورا ہونا۔

تشریح: یہی روایت بعض کتب احادیث میں اس طرح ہے: اَنَّ رَجُلاً مِنْ اَسْلَمَ قَالَ: مَا نِمْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ أَيِّ شَيْءٍ؟" فَقَالَ: لَدَغَتْنِي عَقْرَبٌ. (۱)

اَلتَّامَّاتِ: اس کلام میں کسی قسم کا عیب اور نقص نہیں ہے جیسے کہ انسانوں کے کلام میں ہوتا ہے۔ (۲)

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ان کلمات کو شام کو تین مرتبہ پڑھ لے تو اس رات میں اس کو کوئی زہریلے جانور کا ضرر نہیں پہنچے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص صبح کے وقت اس کو پڑھ لے تو دن بھر اس کی زہریلے جانوروں سے حفاظت رہے گی۔ (۳)

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مفصل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ان کلمات کو پڑھتا ہے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کے لئے متعین کردیئے جاتے ہیں، اگر اس دعا کے پڑھنے کے بعد وہ مرے گا تو شہید ہوئے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء، احمد، ومالک فی کتاب الجامع من المؤطأ، وابوداؤد فی الطب، والنسائی فی الکبری، وابن ماجہ، وابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ، والترمذی، والحاکم ٤/٤١٦، ابن حبان عن سهيل عن ابی صالح عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے حالات مختصر حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مؤطا، وشرح السنۃ عن ابی صالح عن ابی هريرة واحمد وهذا ظاهر ان اللديغ رجل من أسلم، وروى ابوداؤد عن ابی صالح رجل من أسلم قال: كنت جالسا عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فجاء رجل من اصحابه فقال: يارسول الله! لدغت الليلة فلم انم (اخرجه النسائی) هذا يدل على أن اللديغ رجل آخر غير الاسلمی، ويحتمل أنهما قصتان.

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۹۴، الدیباج ۲/۹۸۷، مرقاۃ ۵/۲۰۰

(۳) مظاہر حق ۲/۶۰۳

(۴) مظاہر حق ۲/۶۰۳

صبح وشام کی دعا

(۱۴۵۳) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا، وَبِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ." وَاِذَا اَمْسَى قَالَ: "اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ﴾. (رواه أبوداؤد. والترمذي، وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ صبح کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا، وَبِكَ اَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوْتُ، وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ." ”اے اللہ ہم نے آپ کے فضل واحسانات کے ذریعہ صبح کی، اور آپ کے فضل اور احسان کے ذریعہ شام کی، اور آپ کے فضل ہی سے ہم زندہ ہیں، اور آپ کا نام لے کر ہی ہم مریں گے، اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس کے بعد والی دعا کا ترجمہ بھی یہی ہے۔“

لغات: ❖ اَصْبَحَ: بمعنی صبح ہونا، صبح (ف) صباحاً، صبح کے وقت آنا اور صبح (س) صبحاو صبحة: روشن ہونا، چمکدار ہونا۔

تشریح:

اسلام نے ہر شعبہ زندگی سے متعلق دعا تجویز کی ہے

ہر شعبہ زندگی کے لئے دعاؤں کا ہونا بھی یہ دین اسلام کی خصوصیت میں سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن، قانت جو ہدایت الٰہی کے تحت اپنا نظام زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو اسے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے توفیق واستطاعت طلب کرنے کی ضرورت لاحق رہتی ہے تاکہ شیطان اس کو کسی لحہ بھی اچک نہ لے۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا، وَبِكَ اَمْسَيْنَا رات کے اندھیرے کے بعد صبح کے اجالے کا نمودار ہونا اللہ تعالیٰ کی زبردست نعمتوں میں سے ہے، اگر رات کے بعد صبح نہ ہو تو تمام دنیا کا نظام ختم ہوجائے گا، پھر اسی طرح دن کے ختم پر رات کا آنا بھی اللہ کی زبردست نعمتوں میں سے ہے، اگر رات نہ آئے تو آدمی اپنی دن بھر کی تھکاوٹ کیسے دور کرے گا؟ اس میں ایک تو اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہر صبح وشام کو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ روزانہ اپنے تعلق کو تازہ و مستحکم کرے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اور دوسرا اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے جس طرح رات ختم ہوئی دن آیا پھر دن ختم ہوکر رات آئے گی تو اسی طرح میری زندگی بھی ختم ہوجائے گی اور پھر اللہ کے حضور پیشی ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ روزانہ صبح وشام اللہ کی نعمتوں کا ایک طرف

اعتراف اور دوسری طرف زندگی کے فانی ہونے کو اور موت اور آخرت کو یاد کرتا رہے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی الادب (باب ما یقول اذا اصبح)، والترمذی فی الدعوات (باب ماجاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسی)، واحمد ۱۰۷۶۷/۳، ومصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴۴/۱۰، ابن ماجہ، و ابن حبان فی صحیحہ ۹۶۴، وکذا رواہ البخاری فی الادب المفرد، واخرجہ النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) معارف الحدیث ۱۶۹/۵، ۱۷۲

نفس وشیطان سے پناہ مانگنا

(۱۴۰۴) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مُرْنِيْ بِكَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ اِذَا اَصْبَحْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُ قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ! اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ" قَالَ: "قُلْهَا اِذَا اَصْبَحْتَ، وَاِذَا اَمْسَيْتَ، وَاِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ﴾. (رواہ أبوداؤد، والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کچھ ایسے کلمات بتادیں جو میں صبح وشام پڑھا کروں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ! اَشْهَدُاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ." ''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غیب اور ظاہر کے جاننے والے، ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں آپ ہی معبود برحق ہیں، میں آپ کے ذریعہ اپنے نفس کے شر اور شیطان کے شر اور اس کے ساتھ شرک میں مبتلا کرنے سے پناہ مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم ان کلمات کو صبح اور شام اور جب بستر پر لیٹو تو پڑھ لیا کرو۔''

لغات: ❖ فاطر: کہتے ہیں بغیر نمونہ اور مثال کے کوئی چیز بنانا، اللہ نے بھی زمین آسمان کو بغیر مثال سابق کے بنایا ہے، فطر (ن، ض) فطراً پیدا کرنا۔ الغیب: غائب ہونا، غاب (ض) غیباً وغیبۃ وغیابا وغیوباً ومغیبا: غائب ہونا، دور ہونا۔

مضجعک: بستر، ضجع (ف) ضجعاً و ضجوعاً: پہلو کے بل لیٹنا۔

تشریح: قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ: مشکوٰۃ کی روایت میں قلت یا رسول اللّٰہ کے الفاظ ہیں، مگر محدثین کے نزدیک بغیر قلت کے زیادہ اچھا ہے۔ (۱)

اِذَا اَمْسَیْتَ: "جب شام کرو"، مگر مسند احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَکَ کہ "جب تم بستر پر جاؤ اس وقت پڑھو۔" (۲)

فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ: "فاطر" کے معنی آتے ہیں کسی چیز کو بغیر کسی پہلے مثال اور نمونہ کے بنانا۔

عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ: یہاں پر اور بعض روایات میں تو یہ جملہ: فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ. کے بعد ہے۔ (۳)
مگر بعض روایات میں یہ جملہ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ. سے پہلے ہے۔ (۴)

مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ: یعنی وہ نفس جو خواہشات والا ہو، ہدایت کے خلاف ہو، اسی کی طرف اشارہ ہے: "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ." (۵)

وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ: شیطان سے مراد جو آدمی پر مسلط ہوتا ہے یا بعض کے نزدیک جنس الشیطان مراد ہے یا مراد رئیس الشیطان یعنی ابلیس ہے۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی الادب (باب مایقول اذا اصبح)، والترمذی فی الدعوات (باب ما یقال فی الصباح والمساء)، والدارمی فی الاستیذان، واخرجه احمد ۶۳/۱، رواہ النسائی، وابن حبان فی صحیحه ۹۶۲، بخاری فی الادب المفرد، والحاکم ۵۱۳/۱، ابوداؤد الطیالسی، ومصنف ابن ابی شیبة ۲۳۷/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۹۶/۳

(۲) مسند احمد ۱۰/۱

(۳) ترمذی، بخاری فی الادب المفرد واحمد ۱۹۷/۲

(۴) مسند احمد، ترمذی، بخاری فی الادب المفرد، وابن حبان، ابوداؤد، والدارمی، والحاکم

(۵) (فتوحات الربانیۃ ۹۷/۳

(۶) فتوحات الربانیۃ ۹۷/۳

شام کی دعا

(۱۴۵۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: کَانَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰی قَالَ: "اَمْسَیْنَا، وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ." قَالَ

الرَّاوِیُّ: اَرَاہُ قَالَ فِیْھِنَّ: لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَابَعْدَھَا، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَافِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَابَعْدَھَا، رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَ سُوْءِ الْکِبَرِ، رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ، وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ" وَاِذَا اَصْبَحَ قَالَ ذٰلِکَ اَیْضًا: "اَصْبَحْنَا، وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب شام ہوجاتی تو حضرت اکرم ﷺ یہ کلمات پڑھتے تھے: امسینا وامسی الملک للہ، والحمدللہ، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔''ہم نے شام کی اور اس وقت بھی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کو کوئی شریک نہیں۔'' راوی حدیث کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے ان کلمات کے ساتھ یہ کلمات بھی پڑھے: لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَمَافِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَمَابَعْدَھَا، وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَابَعْدَھَا، رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَ سُوْءِ الْکِبَرِ، رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ، وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ. ''اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے میرے رب! میں آپ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جو اس رات میں ہے اور اس کے بعد ہے، اور میں آپ سے اس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور اس کے بعد ہے، اے میرے رب! میں سستی اور بڑھاپے کی تکلیف سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کی آگ سے اور قبر کے عذاب سے'' اور جب صبح ہوتی تو تب بھی آپ ﷺ یہ کلمات پڑھتے اور اس میں (بجائے، امسینا وامسی الملک للہ کے) اصبحنا واصبح الملک للہ، پڑھتے۔''

لغات: ❖ الکسل: سستی کرنا، کسل (س) کسلاً: کاہل ہونا، سستی کرنا۔ الکبر: عمر رسیدہ ہونا، کبر (س) کبراً و مکبراً: عمر رسیدہ ہونا، ضعیف ہونا۔

تشریح: لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ: اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، مشکوٰۃ وغیرہ میں اس سے پہلے واو ہے۔ (۱) مگر بعض کتابوں میں بغیر واو کے ہے۔ (۲)

وَحْدَہٗ: اگرچہ پہلے جملہ سے بھی ایک ہونے کا مفہوم نکلتا ہے اس کو زائد کیا مزید تاکید کے لئے۔

رَبِّ اَسْئَلُکَ خَیْرَمَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَمَا بَعْدَھَا ''اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس رات کی بھلائی کا اور جو اس کے بعد ہے۔'' ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ اس رات میں مجھ کو عبادات کرنے کی توفیق

عطا فرما۔ (۳)

یا مطلب یہ ہے اس رات میں جو برائی نازل ہونے والی ہے اس کو تو بھلائی سے بدل دے۔ مسلم کی دوسری روایت میں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرِ مَا فِیْھَا کے الفاظ ہیں۔

وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَافِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَابَعْدَھَا. مسلم کی دوسری روایت میں وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا کے الفاظ آتے ہیں۔ ایک روایت میں اس کے بعد "ھرم" کا لفظ بھی آتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی ایسی عمر کو پہنچ جائے کہ بعض اعضاء اس کے بیکار ہوجائیں یا کمزور ہوجائیں۔ اسی کو قرآن نے۔ ارذل العمر فرمایا ہے۔ (۴)

اور دوسری جگہ یہ فرمایا: لِکَیْ لاَ یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئاً. تاکہ اس کے بعد اب کچھ نہ سمجھے ایسی عمر جس میں انسان کی عقل خراب ہوجاتی ہے یا اسی طرح سے اور کوئی خرابی آجائے۔ (۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ترقی ادنی سے اعلی کی طرف ہے سب سے پہلے الکسل ہوتا ہے کہ اس میں طاقت تو ہوتی ہے مگر سستی کی وجہ سے وہ کام نہیں ہو پاتا، پھر ہرم ہوتا ہے کہ کچھ طاقت بھی ہوتی ہے اور کچھ کمزوری کہ پورا کام نہیں ہو پاتا۔ پھر سوءِ الکبر ہوگا، آدمی اس میں بالکل کام نہیں کرسکتا۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الذکر والدعاء (باب التعوذ من شر ماعمل ومن شر مالم یعمل) رواہ ابوداود، والترمذی، والنسائی، ابن ابی شیبہ فی مصنفہ. وأخرجہ ابن السنی، وأحمد ٢/٤١٩٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکواۃ کے علاوہ جامع الاصول۔ وکذا وقع عند ابن السنی

(۲) مسلم، ترمذی، ابوداؤد

(۳) فتح الباری۔ تعلیق الصبیح ۳/۱۲۷

(۴) فتوحات الربانیہ ۳/۹۱

(۵) فتوحات الربانیہ ۳/۹۱ تعلیق الصبیح ۳/۱۲۷

(۶) اشعۃ اللمعات

ہر چیز سے حفاظت

(١٤٥٦) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ خُبَیْبٍ (بضم الخاء المعجمۃ) رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. "اِقْرَأْ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ حِیْنَ تُصْبِحُ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ تَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ"﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شام کرے اور جب صبح کرے تو قل ھواللہ احد، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ ہر چیز سے تم کو کافی ہوں گی۔''

لغات: ❖ المعوذتین: مراد قل اعوذ برب الناس، اور قل اعوذ برب الفلق کی سورت ہے۔ تکفیک. کفی یکفی کفایة. بمعنی کافی ہونا۔

تشریح: صبح وشام پڑھنے کی دعاؤں میں سورت اخلاص اور معوذتین بھی ہیں۔ ان سورتوں کی احادیث میں بڑے فضائل آئے ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں سورت اخلاص کو ثلث القرآن یعنی قرآن کا تہائی حصہ فرمایا گیا ہے۔ (۱)

اور دوسری روایت میں فرمایا کہ جو شخص روزانہ دوسو مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھے تو اس کے نامہ اعمال سے پچاس برس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں الا یہ کہ اس پر دَین ہو۔ (۲)

ایک اور روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: جو شخص دس مرتبہ سورت اخلاص پڑھے تو اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیا جاتا ہے۔ (۳)

اسی طرح معوذتین کی بھی متعدد روایات میں فضائل بیان کئے گئے ہیں مثلاً ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: آج کی رات ایسی آیات نازل کی گئیں ہیں کہ اس کے برابر کوئی نہیں اور وہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔ (۴)

پہلے سورت اخلاص پڑھے کیونکہ یہ بمنزلہ حمد وثناء الٰہی کے ہے۔ اور پھر معوذتین، کہ یہ بمنزلہ دعا کے ہیں اور جس دعا سے پہلے اللہ کی حمد وثناء ہو تو وہ دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ ان دونوں سورتوں کو تین تین مرتبہ پڑھنا ہے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ دعا کے آداب میں ہے کہ آدمی ایک ایک دعا کو تین تین مرتبہ کہے۔ (۵)

یَکْفِیکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ: یہ تین سورتیں اتنی جامع ہیں کہ تمام دعاؤں اور تمام رات کی برائی کے دور کرنے کے لئے یہ کافی ہوں گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کافی ہونے سے مراد قیام لیل ہے، اگر خدانخواستہ کوئی شخص رات کو عبادت نہ کر سکے اگر سونے سے پہلے اس کو پڑھ لے تو یہ قیام لیل کی عبادت کے برابر ہو جائے گی۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی الادب (باب مایقول اذا اصبح)، والترمذی فی الدعوات (باب دعاء یقال عند النوم) والنسائی.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ان کا عبداللہ، والد کا نام خبیب، قبیلہ جہنی سے تعلق رکھتے تھے جو انصار کا حلیف تھا، اور مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے صرف تین روایات منقول ہیں۔ مگر علامہ برقی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان سے صرف دو احادیث ملتی ہیں، مگر علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان سے

تین روایات منقول ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ
(۲) ترمذی
(۳) دارمی
(۴) مسلم
(۵) فتوحات الربانیہ ۳/۸۴
(۶) فتوحات الربانیہ ۳/۸۴

تکالیف اور بیماریوں سے حفاظت

(۱٤٥٧) ﴿وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَآءِ كُلِّ لَيْلَةٍ: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّالَمْ يَضُرَّهٗ شَيْءٌ﴾. (رواه ابوداؤدو الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو بندہ ہر روز کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین بار یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَافِي السَّمَاءِ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. ''شروع اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے'' تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔''

لغات: ❖ الضر: نقصان، ضر (ن) ضَراً وضُراً: نقصان دینا۔ العليم: (س) مصدر علماً: حقیقت کو پالینا۔

تشریح: اس دعا کی برکت یہ ہے کہ جب آدمی اس کو پڑھ لے اگر صبح پڑھ لے تو شام تک تمام ایذاؤں وتکالیف سے بچالیا جاتا ہے اور اگر شام کو پڑھ لے تو پھر صبح تک کی تمام ایذاؤں وتکالیف سے بچالیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہوئی کہ راوی حدیث حضرت ابان کو خود فالج کا اثر تھا، ایک مرتبہ وہ اس حدیث کو بیان فرما رہے تھے ایک آدمی خاص نظر سے ان کی طرف دیکھنے لگا، وہ سمجھ گئے کہ اس کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہو رہا ہے کہ یہ حدیث ان کی روایت کردہ ہے تو ان پر فالج کا حملہ کیسے ہوا؟ اس پر حضرت ابان نے فرمایا کہ یہ حدیث تو بالکل صحیح ہے مجھ پر فالج کا حملہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ کسی معاملہ میں مجھے سخت غصہ تھا، اس غصہ کی وجہ سے اس دن میں یہ دعا پڑھنا بھول گیا اسی دن مجھ پر یہ حملہ ہو گیا۔

فِی الْاَرْضِ وَلاَ فِی السَّمَاءِ: "شیء" میں اگرچہ زمین اور آسمان سب داخل ہیں مگر اس جملہ کو مزید تاکید اور مبالغہ کے لئے لائے تاکہ خوب تاکید ہوجائے کہ تمام آفات ارضی وسماوی سے اس میں حفاظت کی ضمانت ہے۔ (۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس دعا کو پڑھتا تھا، ایک دن بھول گیا اسی دن بچھو نے مجھ کو کاٹ لیا۔ (۲)

حیوۃ الحیوان کے مصنف علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاذ علامہ فخر الدین عثمان بن محمد التوزی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ایک بچھو آیا، استاذ محترم نے اس بچھو کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اس نے ان کو بالکل ایذا نہ دی، میں نے اس عجیب بات کو دیکھ کر سوال کیا تو استاذ نے فرمایا جو بھی یہ دعا پڑھ لے گا اس کو کوئی چیز ایذاء نہیں پہنچا سکتی۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی الادب (باب مایقول اذا اصبح)، والترمذی فی الدعوات (باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسی)، اخرجہ الامام احمد فی مسندہ ۵۲۸/۱، وابن ماجہ، والحاکم فی المستدرک.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۸۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۹۸/۳

(۲) فتوحات الربانیۃ ۱۰۰/۳

(۳) فتوحات الربانیۃ ۱۰۰/۳

(۲۴۹) بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَالنَّوْمِ

سوتے وقت پڑھنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِلَآيَاتٍ لِاُولِى الْاَلْبَابِ، الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ﴾

(سورة آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔"

تشریح: اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ: کہ ایک مادہ سے اللہ نے اپنی حکمت سے زمین و آسمان کو بنا دیا۔ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: کہ دنوں اور رات میں اختلاف ہے، کبھی دن اور کبھی رات، کبھی رات بڑی اور کبھی دن بڑا، کبھی

سردی اور کبھی گرمی، اس تغیر سے بتا دیا کہ دنیا کو کسی حال میں بھی بقاء و دوام نہیں ہے، چہ جائیکہ انسان کو۔

لِاُوْلِی الْاَلْبَابِ: عقلمندوں کے لئے نہ کہ حمقاء و جہلاء کے لئے، آگے عقلمندوں کی نشانیاں بیان کی جا رہی ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ: کہ اللہ کی قدرتوں کو دیکھ کر اس کی یاد میں مشغول رہتے ہیں، زندگی میں ایک دوبار نہیں بلکہ: قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَعَلٰی جُنُوْبِھِمْ: ہر حال میں، کھڑے ہوئے بھی اور لیٹے ہوئے بھی، یہاں تک کہ وہ جب اپنی خواب گاہ میں آرام کے لئے جاتے ہیں اس وقت بھی اللہ کو نہیں بھولتے۔ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آسمانوں اور اس کی تخلیق پر غور کرتے ہی رہتے ہیں اور یہ زمین اور اس کی پیدائش پر غور کرتے ہیں اور اپنے دل میں اللہ کی بڑائی اور عظمت کو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: غور کرنے کے برابر کوئی عبادت نہیں۔ (۱)

(۱) اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان وابن حبان

سونے کے وقت کی دعا

(۱۴۵۸) ﴿وَعَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا آوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ: بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ اَحْیَا وَاَمُوْتُ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر کی طرف ٹھکانہ پکڑتے تو فرماتے: **باسمک اللھم احیا و اموت** ''اے اللہ! میں آپ کا نام لے کر زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں۔''

لغات: ❖ فراشه: (ن، ض) بمعنی: بچھانا۔ احیاء: افعال سے معنی زندہ کرنا، اور باب سمع سے معنی ہے زندہ ہونا۔ اموتُ: یہ موتٌ مصدر سے ہے معنی ہے مرنا۔

تشریح: سوتے وقت شریعت کی منشاء یہ ہے کہ کچھ عبادت کر کے سوئے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ عشاء کی نماز کو تاخیر سے ادا فرماتے تھے تاکہ اس کے بعد لوگ کوئی دنیاوی کام نہ کریں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے زمانے میں رات کو کوئی قصہ گوئی وغیرہ (دنیاوی بات) کرتا تو اس کو کوڑے سے مارتے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابومرایہ العجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص بستر پر باوضوء ہو کر ذکر کرتا ہوا سو جائے تو اس کا بستر اس کے لئے مسجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

اگرچہ یہ سویا ہوا ہوتا ہے مگر اس کو ذکر وغیرہ کا ثواب ملتا رہتا ہے، مزید براں سوتے وقت وضوء اور ذکر کا اہتمام کرنے کی

وجہ سے اکثر علماء ومشائخ کے علم اور تجربے کے مطابق شیطان کی کارستانیوں سے حفاظت بھی ہوجاتی ہے۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ ذکر کرتے ہوئے سونا چاہئے، کم ازکم دعائے بالا کا تو ضرور اہتمام کر لینا چاہئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شریعت نے سوتے وقت کی بھی اور اٹھتے وقت کی بھی دعا ارشاد فرمائی ہے تاکہ آدمی کے کام کی انتہاء اللہ کی عبادت کے ساتھ ہو اور کام کی ابتداء بھی اللہ کی عبادت کے ساتھ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ مسلم، والنسائی عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واخرجہ البخاری، واحمد عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۹۲/۱۱

(۲) مرقاۃ ۱۶۷/۵

دن بھر کی تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ

(۱٤۵۹) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَهُ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِذَا آوَيْتُمَا اِلٰى فِرَاشِكُمَا اَوْاِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا ثَلاثًا وَّثَلاثِيْنَ، وَسَبِّحَاثَلاثًا وَّ ثَلاثِيْنَ، وَاحْمِدَا ثَلاثًا وَّ ثَلاثِيْنَ﴾. (متفق علیه)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَلتَّسْبِیْحُ اَرْبَعاً وَّ ثَلاثِیْنَ. وَ فِیْ رِوَایَةٍ: اَلتَّکْبِیْرُ اَرْبَعاً وَّ ثَلاثِیْنَ.

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: کہ جب تم اپنے بستروں پر قرار پکڑو تو ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمدللہ پڑھا کرو۔“

ایک روایت میں سبحان اللہ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

لغات: ❖ آویتما: ٹھکانا لینا۔ اوی (ض) اویاواواءً: ٹھکانا لینا، اترنا۔ مضاجع: یہ جمع ہے مضجع کی بمعنی خوابگاہ یا سونے کی جگہ۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں، جس سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور گھر کے دوسرے کاموں کو اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ تو میں نے کہا کہ جناب رسول

اللہ ﷺ سے کوئی خادم مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئیں، اس پر آپ ﷺ نے حدیث بالا ارشاد فرمائی، فوراً حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: رَضِیتُ عَنِ اللّٰهِ وَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ. ”میں اللہ سے راضی اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔“(۱)

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

مزرع تسلیم را حاصل بتول مادران را اسوہ کامل بتول

رفع تھکان کا اکسیر نسخہ

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو تھکاوٹ ہوجائے اور وہ مزید کام کا خواہ ہوتو وہ سونے سے پہلے ان تسبیحات کو پڑھ لے۔ (۲)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو ان تسبیحات کا اہتمام کرے گا اس کو تعب اور تھکاوٹ ہوگی ہی نہیں۔ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ ان تسبیحات کی وجہ سے تھکاوٹ نہیں ہوگی یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ان تسبیحات کے پڑھنے والوں کو کام کی کثرت ایسی تھکاوٹ نہیں ڈالتی جو اس شخص کو مشقت میں ڈالے۔ (۳)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سوتے وقت ان تسبیحات کا پڑھنا دن بھر کی تھکاوٹ کو اور دکھ درد کو دور کردیتا ہے۔ (۴)

پھر ان دونوں نے موت تک اس وظیفہ کو نہیں چھوڑا، خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَاتَرَکْتُهٗ مُنْذُ سَمِعْتُهٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”یعنی جب سے میں نے آپ ﷺ سے یہ وظیفہ سنا ہے اس کو ترک نہیں کیا“ پوچھا گیا کہ جنگ صفین کی اس خاص رات کو بھی ترک نہیں کیا؟ تو فرمایا: ہاں اس رات بھی ترک نہیں ہوا۔

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی النفقات (باب عمل المراۃ فی بیت زوجها) وفی الدعوات (باب التکبیروالتسبیح عندالنوم)، ومسلم فی الذکروالدعاء (باب التسبیح اول النهاروعندالنوم)، و احمد ۱۲۲۹/۱، وابن حبان ۵۵۲٤، و کذا فی البیهقی ۲۹۳/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ

(۲) حصن حصین

(۳) فتح الباری ۱۰۴/۱۱،۱۰۵/۱۰

(۴) مرقاۃ ۱۷۳/۵،۱۷۳/۳

(۵) بخاری ۸۰۸، مسلم ۳۵۱/۲

سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہئے

(۱٤٦٠) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا آوٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِیْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ، وَبِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا، وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی بستر پر جائے تو بچھونے کو اپنی چادر کے کنارے سے جھاڑ لینا چاہئے، اس لئے کہ اسے کیا معلوم ہے کہ اس کے بعد اس بستر پر کون آیا۔ پھر یہ دعا پڑھے: بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَاوَ اِنْ اَرْسَلْتَهَافَاحْفَظْهَابِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ ''تیرے نام کے ساتھ اے رب! میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا اور تیرے نام کی برکت سے ہی اسے اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری روح قبض کرنی ہے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو نے روح قبض نہیں کرنی تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جیسے کہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

لغات: ❖ فلينفض (ن) توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ خلفه: بمعنی پیچھے پیچھے یعنی بعد میں آنے والا، خلف (ن) خلافة: جانشین ہونا، پیچھے ہونا۔

تشریح: اِذَاآوٰی اَحَدُكُمْ اِلٰی فِرَاشِهٖ: ابن ماجہ میں: اِذَا اَرَادَاَحَدُكُمْ اَنْ يَضْطَجِعَ عَلٰی فِرَاشِهٖ: ہے اور ترمذی میں: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ عَنْ فِرَاشِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ: ہے۔

فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ: ''بستر کو جھاڑے لنگی کے کونے سے۔'' اس سے مراد کپڑے کا وہ حصہ جو اندرونی طرف بدن سے لگا ہوا ہوتا ہے، خواہ وہ لنگی ہو یا اور کوئی کپڑا۔ اندرونی حصہ فرمایا کہ اگر اوپر کے حصہ سے جھاڑے تو ہوسکتا ہے میلا ہوجائے اور پھر بدنما معلوم دے۔ (۱)

مطلب اس جملہ کا یہ ہوا کہ جب آدمی اپنے بستر پر آئے تو اس کو کسی کپڑے وغیرہ سے جھاڑ دے تاکہ کوئی ایذاء دینے والی چیز ہو تو وہ نکل جائے، اگر کوئی کپڑا وغیرہ نہ ہو تو پھر اپنی لنگی وغیرہ کے کونے سے جھاڑ لے۔

اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ: جب آدمی سو جاتا ہے تو عارضی طور پر اس کی روح قبض ہوجاتی ہے، اور جب بیدار ہوتا ہے تو

روح واپس آجاتی ہے، اور اگر روح مستقل طور سے قبض ہوجائے تو پھر وہ واپس نہیں آتی، تو اس دعا کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ! اگر تو نے اس سونے کی حالت میں میری روح کو مستقل طور پر قبض کرنا ہے تو اس صورت میں مجھے بخش دیجئے اور اگر تو نے اس سونے کی حالت میں میری روح کو واپس بھیجنا ہے تو پھر میری نگہبانی فرما اور مجھے نیکی اور بھلائی کے کاموں کی توفیق عطاء فرما جیسے کہ تو اپنی نیک بندوں کی کرتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی الدعوات (باب التعوذو القراء ۃ عندالنوم) وفی التوحید ایضاً ومسلم فی الذکر والدعاء (باب مایقول عند النوم واخذا لمضجع)، اخرجه احمد ۷۸۱٦/۳، والبخاری فی الادب المفرد، والترمذی فی الدعوات، ابوداؤد فی الادب، النسائی فی عمل الیوم واللیلة، ابن ماجه فی الدعاء، والدارمی فی الاستیذان، وابن حبان ٥٥٣٤، ومصنف بن ابی شیبة ۷۳/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۵/۱٦۷ مظاہر حق ۲/۵۸۵، فتح الباری، عمدۃ القاری، دلیل الفالحین ۴/۲۷۴
(۲) مظاہر حق ۲/۵۸۵، تعلیق الصبیح ۳/۱۲۸

سونے سے پہلے اپنے بدن پر دم کرنا چاہیے

(١٤٦١) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِيْ يَدَيْهِ، وَ قَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ﴾ (متفق عليه)

وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا آوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا، فَقَرَأَ فِيْهِمَا: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَامَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَ وَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلنَّفْثُ: نَفْخٌ لَطِيْفٌ بِلَا رِيْقٍ."

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر ٹھکانہ پکڑتے تو سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھتے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور (پھر) دونوں ہاتھ اپنے بدن مبارک پر پھیر لیتے تھے۔" (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ الاخلاص،

سورۃ الفلق، سورۃ الناس پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور جسم کے جس حصے تک ہاتھ پہنچتا وہاں ہاتھ پھیر لیتے، ابتدا سر اور چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے کرتے تھے، ایسا تین مرتبہ کرتے۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ النفث اس طرح پھونکے کہ تھوک نہ نکلے۔

لغات: ❖ نفث: پھونک جس میں تھوک نہ نکلے، نفث (ن، ض) نفثا و نفثانا: تھوک پھینکنا منہ سے، یا پھونکنا ایسا جس میں تھوک نہ ہو۔ رأسه: بمعنی سر اس کی جمع ارؤس ورؤوس. وجهه: بمعنی چہرہ، اس کی جمع: وجوه آتی ہے اور (ج) اوجه و وجوه و اوجوه.

تشریح: رات کو سوتے رہنے اور غفلت خواب کی وجہ سے دل پر ایک خاص قسم کا زنگ لگ جاتا ہے، اس زنگ اور کدورت سے حفظ ما تقدم اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان سونے سے پہلے ذکر الٰہی کر لیا کرے خواہ وہ معوذتین کی تلاوت ہو یا تسبیح فاطمہ ہو یا کوئی اور مسنون دعائیں اور اس کو پڑھ لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ خواب غفلت کا تدارک ہو جاتا ہے اور شیشہ دل مکدر ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے، بلکہ سونے کے قریب ہونے کی وجہ سے کہ اس کے بعد آدمی سو جاتا ہے تو خدا کی یاد آدمی کے دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہے اور ذکر الٰہی جاری و ساری ہو جاتا ہے، اور رات بھر انہی باتوں میں قلب و دماغ متحضر رہتا ہے یہی مقصود شریعت ہے کہ دن اور رات میں ہمہ وقت انسان اللہ کی یاد میں ہی رہے۔

تخریج حدیث: (الحدیث الاول) رواه البخاری فی الدعوات (باب التعوذو القرائة عند المنام)، اخرجه مسلم ایضا (الحدیث الثانی) اخرجه البخاری فی فضائل القرآن (باب فضل المعوذ تین)، ومسلم فی السلام (باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث)

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

بستر پر لیٹنے کی دعا

(۱۴۶۲) ﴿عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَ رَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جب بستر پر لیٹنا چاہوتو ایسا وضو کرو جیسا کہ نماز کے لئے کرتے ہو، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو: **اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَ رَھْبَۃً اِلَیْکَ، لاَ مَلْجَأَ وَ لاَ مَنْجَأَ مِنْکَ اِلاَّ اِلَیْکَ، آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ** ''اے اللہ! میں نے اپنی ذات تیری طرف جھکادی، اور اپنا رخ تیری طرف سیدھا کیا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا، اور میں نے اپنی ٹیک تیری طرف لگائی، تیری رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے، تیرے سوا کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ نہیں، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے رسول بنا کر بھیجا'' پس اگر یہ (کلمات پڑھ کر) تجھ پر موت آئی تو فطرت اسلام پر موت آئے گی، اور تو ان کلمات کو سونے سے پہلے (بالکل) آخر میں پڑھا کر۔''

لغات: ❖ شقک: جانب، کنارہ۔ والجأت: سپرد کرنا۔ ملجأ: لجیء لجأ (ف) لجأولجوءً لجیء (س) لجأ: پناہ لینا۔

تشریح: فَتَوَضَّأْ: ''وضوء کر لے'' یہ وضو کرنا مستحب ہوگا۔ (۱)

وُضُوْءَ کَ لِلصَّلٰوۃِ: ''نماز کا وضو'' یہ احتراز ہے اس وضوء لغوی سے جس کا اطلاق ہاتھ دھونے اور کلی کرنے پر ہوتا ہے جیسے کہ کھانے سے پہلے کرتے ہیں۔

شِقِّکَ الْاَیْمَنِ: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر لیٹنے میں فائدہ یہ ہے کہ آدمی کا دل بائیں جانب ہوتا ہے تو اب یہ دائیں کروٹ لیٹے گا تو وہ نیند میں بالکل مستغرق نہ ہوگا، اس صورت میں اس کو زیادہ راحت وسکون نہیں ملے گا اور تہجد وغیرہ میں جاگنا آسان ہوجائے گا، بخلاف اگر وہ بائیں کروٹ لیٹے تو غفلت کی نیند بھی آئے گی اور پھر جاگنا بھی مشکل ہوگا۔

سوال: آپ ﷺ دائیں کروٹ پر کیوں لیٹتے تھے، آپ ﷺ کا دل تو بیدار رہتا تھا؟ کبھی غافل نہیں ہوتا تھا۔

جواب ❶: آپ شرف والے ہر کام میں دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے اس لئے ایسا کیا۔

جواب ❷: امت کی تعلیم کے لئے۔ (۲)

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ: ''اے اللہ میں نے اپنی ذات تیری طرف جھکادی۔'' یعنی اپنے آپ کو تیرے تابع کردیا کیونکہ کوئی نفع مل نہیں سکتا اور کوئی تکلیف دور نہیں ہوسکتی جب تک تو نہ چاہے، میں تیرے حوالہ ہوگیا ہوں تو اب مجھ پر جو حال بھی آئے گا تو میں اعتراض نہیں کرونگا۔

فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ: کہ میں نے ہر کام میں تجھ پر ہی اعتماد کیا ہے۔ [۳]

وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ: جس طرح سے آدمی کمر سے سہارا لیتا ہے اور قوت حاصل کرتا ہے، اسی طرح میں نے بھی تمام کاموں میں اللہ سے سہارا لے کر اپنے اندر قوت حاصل کی ہے۔

رَغْبَةً: ثواب کی امید ہے۔ وَرَهْبَةً عذاب سے خوف ہے۔ [۴]

تخریج حدیث: رواه البخاری، ورواه مسلم، وکذا اصحاب السنن الاربعة، رواه احمد، وابوداؤد، وابوعوانه فی صحیحه، والنسائی فی عمل الیوم واللیلة، والدارمی فی الاستیذان، وابن السنی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۴۰

(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۴۱

(۳) الدیباج ۲/۹۸

(۴) الدیباج ۲/۹۸، تعلیق الصبیح ۳/۱۲۸

سونے سے پہلے کی ایک دعا

(۱۴۶۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَاآوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ قَالَ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَکَفَانَا، وَآوَانَا، فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ"﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَکَفَانَا، وَآوَانَا، فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَهٗ وَ لَا مُؤْوِیَ." "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور ہماری کفایت فرمائی اور ٹھکانہ عطاء فرمایا، کتنے ہی لوگ ہیں جن کا کوئی کفایت کرنے والا اور ٹھکانہ دینے والا نہیں۔"

لغات: ❖ آوی: ٹھکانہ دینا، اوی (ض) اویا واواءً: ٹھکانا لینا۔ کافی: کفی یکفی کفایة: بمعنی کافی ہونا۔ ضرب سے اور مزید باب افعال وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: کَفَانَا: "ہمارے لئے کفایت کی۔" مطلب یہ ہے کہ ایذاء دینے والی اور ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچایا اور ہماری ضروریات کو پورا فرمایا۔ [۱]

وَآوَانَا: "ہم کو ٹھکانا دیا" یعنی رہنے کے لئے مکان دیا، حیوانات کی طرح ہم کو نہیں بنایا کہ جن کے لئے سر چھپانے کی

جگہ نہیں ہوتی۔

فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ: "اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جن کی کفایت کرنے والا اور ٹھکانا دینے والا کوئی نہیں"، یعنی بہت سے لوگ دشمنوں کے نرغے میں ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں، اللہ نے ہم کو ایسا نہیں بنایا۔

دوسرا مطلب: بعض علماء فرماتے ہیں اور یہ مطلب قرآن کی ایک آیت سے بھی مفہوم ہوتا ہے، وہ آیت یہ ہے: **ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ:** مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہم کو مسلمان بنایا اور اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا موقعہ دیا، اس پر اللہ ہمارا مددگار اور ناصر ہے، اور دنیا میں کتنے ملحدین کافر ومشرک ہیں جو خدا کو اور خدا کی نعمتوں کو نہیں جانتے، تو ان کافروں پر اللہ کی مدد نہیں، مدد تو صرف مسلمانوں پر ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں۔ (۲)

تیسرا مطلب: یہ بھی شارحین نے بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں کتنے ہی لوگ ہیں جو کھانے کی چیزوں کو کھا نہیں سکتے، پینے کی چیزوں کو پی نہیں سکتے اور ان کو تکالیف سے بچانے والا کوئی نہیں، کیونکہ ان کے لئے ہلاکت مقدر ہو چکی ہے، اللہ نے ہم پر فضل فرمایا کہ ہم کو ہلاک ہونے والوں میں سے نہیں بنایا، اور ہم کو اپنے فضل سے یہ ساری نعمتیں مرحمت فرمائی ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه مسلم فی الذكر والدعاء (باب مايقول عند النوم وآخذ المضجع)، وسنن ابی داؤد فی (باب الادب)، والترمذی، وابن ابی شيبة فی مصنفه، اخرجه الامام احمد فی مسنده ۱۲۵۵۳/٤، والنسائی، والبخاری فی الادب المفرد، وابن السنی، وابن حبان: ص ٥٥٤٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) (فتوحات الربانیۃ ۳/۱۵۱، مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۰، تعلیق الصبیح ۳/۱۲۹، مرقاۃ ۵/۲/۱۷۲
(۲) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۵۱ مرقاۃ ۵/۲/۱۷۲ ادلیل الفالحین ۴/۲۲۷۸
(۳) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۵۱

لیٹنے کا مسنون طریقہ

(١٤٦٤) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَاَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ، ثُمَّ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ﴾.
رواه الترمذی وقال حديث حسن. ورواه ابوداؤدمن رواية حفصة رضی الله عنهاوفيه: "اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ

ﷺ سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے، پھر یہ کلمات پڑھتے: **اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک** ''اے اللہ ہمیں اس روز اپنے عذاب سے بچانا جس روز تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔'' (ترمذی)

ابوداؤد کی روایت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ کلمات تین بار پڑھتے تھے۔

لغات: ❖ یرقد: (ن) رقداً ورقوداً ورقاداً: بمعنی سونا۔ قنی (ض) وقیاً و وقایۃ بمعنی: بچانا۔ تبعث: (ف) بعثاً وتبعاثا بمعنی: بھیجنا۔ (س) بعثا: نیند سے بیدار ہونا۔

تشریح: بعض روایات میں آتا ہے کہ سونے سے پہلے آپ ﷺ کا ہاتھ رخسار کے نیچے ہوتا تھا، جیسے کہ حدیث بالا میں ہے مگر دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ کو اپنے سر کے نیچے رکھتے تھے اس میں علماء نے یہ تطبیق دی ہے کہ کبھی آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک رخسار کے نیچے اور کبھی سر کے نیچے ہوتا تھا جس صحابی نے جو دیکھا اس کو نقل کر دیا۔ اور بعض محدثین یہ فرماتے ہیں کہ رخسار اور سر قریب قریب ہیں اس لئے کبھی روایت میں رخسار کا ذکر کر دیا گیا اور کبھی سر کا۔ [۱]

قِنِیْ عَذَابَکَ: ''عذاب سے بچالے'' آپ ﷺ تو معصوم تھے آپ ﷺ یہ دعا کیوں پڑھتے تھے؟

جواب اول: انکساری اور تواضع کی وجہ سے۔

جواب دوم: امت کی تعلیم کے لئے۔

تَبْعَثُ عِبَادَکَ: ایک دوسری روایت میں: تَجْمَعُ عِبَادَکَ، بھی آتا ہے، دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ [۲]

سوال: آپ ﷺ یہ دعا رات کو کیوں پڑھتے تھے حالانکہ یہ دعا تو ایسی ہے کہ دن میں بھی مانگنا چاہئے؟

جواب: دن میں بھی یہ دعا مانگ سکتے ہیں مگر رات کو اس لئے آپ ﷺ پڑھتے تھے کہ نیند موت کی بہن ہے کہ ممکن ہے کہ رات کو مر جاؤں اس سے پہلے اللہ سے توبہ اور معذرت کرلوں۔ [۳]

ایک روایت میں آتا ہے کہ اس دعا کو تین مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ [۴]

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی الدعوات (باب من الادعیۃ عند النوم)، ابوداؤد فی الادب (باب مایقولہ عندالنوم)، رواہ النسائی، وابن ابی شیبۃ، واخرجہ الامام احمد فی مسندہ ۲٦٥۲۷/۱۰، وابن حبان فی صحیحہ ٥٥۲۲ واسنادہ صحیح علی شرط مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) (منتخب ریاض الصالحین ص: ۱۳۴، مرعاۃ المفاتیح ۳۲/٦

(۲) فتوحات الربانیۃ ۱۴۹/۳

(۳) فتوحات الربانیۃ ۱۴۹/۳

(۴) ابوداؤد عن حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کتاب الدعوات

دعاؤں کا بیان

(۲۵۰) بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ

دعا کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (سورة غافر: ۵۵)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کرلوں گا۔''

اُدْعُوْنِیْ: بندے کو چاہیئے کہ ہر ضرورت کی چیز اللہ ہی سے مانگے۔ اور یہی کمال عبدیت ہے کہ انسان اللہ کی بے نیازی اور اپنے محتاج ہونے کا اظہار کرتا رہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو ہر چیز کو اللہ ہی سے مانگتے ہیں، یہاں تک کہ اگر ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ اللہ ہی سے مانگتے ہیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اگر ان کو نمک کی بھی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی اللہ ہی سے مانگتے ہیں۔

اَسْتَجِبْ لَكُمْ: حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب بڑا حیاء دار اور کریم ہے، جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو اپنے بندے کے ہاتھ خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (۱)

ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا، اس کے لئے قبولیت کا دروازہ بھی کھول دیا جاتا ہے۔ (۲)

وداع دعا یا من یجیب الی الندی　　　فلم یستجبه عند ذاک مجیب

(۱) ترمذی وابوداؤد

(۲) مصنف ابن ابی شیبۃ

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (سورة الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو، تذلیل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی،

واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو حد سے نکل جاویں۔“

تشریح: تفسیر مظہری میں ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ ذکر خفی کرنے والا افضل ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر خفی ذکر جہر سے ستر درجے افضل ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی ہے کہ ذکر خفی افضل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر ذکر، ذکر خفی ہے اور بہترین روزی وہ ہے جو کفایت کرے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلذِّکرُیکوْنُ بِالْقَلْبِ وَیکوْنُ بِاللِّسَانِ وَالْاَفْضَلُ مِنْهُ مَاکَانَ بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ جَمِیْعًا، فَاِنِ اقْتَصَرَ عَلٰی اَحَدِهِمَا فَالْقَلْبُ اَفْضَلُ. (۱)

”ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی، افضل ذکر وہ ہے جو دل اور زبان دونوں سے ہو، اگر ایک پر اکتفاء کرنا ہے تو ذکر قلبی افضل ہے۔ ”الذکر“ سے ذکر بھی مراد ہے اور دعا بھی، آہستہ آہستہ عاجزی کے ساتھ کرنا چاہیے، چلا چلا کر دعا کرنا یہ دعا کے آداب کے خلاف ہے۔

اِنَّهُ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فضول دعائیں کرتے ہیں۔ حضرت عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد چیخ چیخ کر دعا کرنا ہے۔ (۲)

---

(۱) کتاب الاذکار للنووی

(۲) تفسیر مظہری ۳۱۹/۴

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاِذَاسَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَالدَّاعِ اِذَادَعَانِ﴾

(سورة البقرة: ٨٦)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرض درخواست کرنے والے کی، جب وہ میرے حضور درخواست کر دے۔“

تشریح:

شان نزول

واذاسألک عبادی الخ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی! دعائیں کی نہ کرو کیونکہ اللہ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے ”ادعونی استجب لکم“ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کس وقت ہم دعا کریں؟ اس کے جواب میں یہ آیت بالا نازل ہوئی۔

فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ: اللہ علم کے اعتبار سے قریب ہے۔ کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں، یا اللہ کا قرب یہ بھی مشابہات میں سے

ہے جس طرح سے اللہ کی اور صفات بے چون وچران ہے اسی طرح قرب بھی بے چوں وچراں ہے۔ شعر

قرب حق راچون بدانی اے عمو ازو تودوری بتونزدیک جان

اُجِیْبُ دَعْوَةَالدَّاعِ اِذَادَعَانِ: جب بھی بندہ دعا کرتا ہے اللہ اس کی آواز پرلبیک کہتے ہیں دن ہویارات، مسلمان ہویا کافر، رات کے وقت جب کہ تمام سخیوں کادربار بند ہوجاتا ہے۔ اس وقت بھی اللہ جل شانہ کادربار کھلا رہتا ہے، اللہ اس وقت بھی نداء فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا میں اس کو عطاء کروں۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّاِذَادَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْءَ﴾ (سورة النمل: ٦٢)

''ارشاد خداوندی ہے: ''وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔''

تشریح: مُضْطَرٌّ: اضطرار سے مشتق ہے۔ مضطر کہتے ہیں جو ایسی مصیبت میں مبتلا ہوجائے جس سے بظاہر نہ نکل سکتا ہو اور نہ صبر کرسکتا ہو۔ تو ایسے شخص کی دعا کو اللہ نے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے، کیونکہ ایسے وقت میں جب کہ آدمی کے سارے سہارے ختم ہوجاتے ہیں تو آدمی مایوس ہوجاتا ہے اور پھر وہ اللہ ہی کو کامل کارساز سمجھ کر دعا کرتا ہے تو اس میں بہت زیادہ اخلاص ہوتا ہے اور یہ اخلاص کسی میں بھی پایا جائے خواہ مؤمن میں یا کافر میں، اس اخلاص کی برکت سے ان کی دعا قبول ہوجاتی ہے، اسی وجہ سے ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کروں گا اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ مظلوم کی دعا کے قبول ہونے کی وجہ اس میں انتہائی درجہ کا اخلاص ہے۔

آپ ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور اپنی پریشانی کو بیان کیا تو اس پر آپ ﷺ نے یہ دعا سکھائی تو جو مضطر ہوجائے تو اس کو یہ دعا بھی پڑھنا چاہئے: **اللھم رحمتک ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین واصلح لی شأنی کله لا اله الا انت.** ''اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں اس لئے مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجیے اور آپ ہی میرے سب کاموں کو درست کردیجئے، آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' (۱)

(۱) تفسیر قرطبی

دعا ہی عبادت ہے

(١٤٦٥) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"اَلدُّعَاءُ هُوَالْعِبَادَةُ" ﴾ (رواه ابوداؤدو الترمذی وقال حديث حسن صحيح)

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا ہی عبادت ہے۔"

لغات: ❖ عبادة: بمعنی: فرمانبرداری، عبد (ن) عبادة وعبودة وعبودية: عبادت کرنا۔ اور باب تفعل وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں دعا کرنے کو عبادت سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اس کی چند وجوہات ممکن ہیں،

❶ دعا کرنا اللہ کا حکم ہے اور جو اللہ کا حکم ہو اس کو پورا کرنے کا نام عبادت ہے،

❷ عبادت کی حقیقت عجز وانکساری ہے اور دعا کا مفہوم بھی یہی ہے کہ آدمی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا اور اللہ کے سامنے فقیروں کی طرح ہاتھ اٹھا کر اپنی حاجتوں اور مرادوں کو مانگتا ہے۔ (۱)

❸ مبالغۃً دعا کو عبادت فرما دیا گیا ہے جیسے کہ آیت کریمہ میں ہے، فرمایا گیا: اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ. "بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے اب وہ لوگ داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہوکر۔"

اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب دعا عبادت ہے تو حق تعالیٰ شانہ کے سوا کسی اور کی عبادت جائز نہیں تو اسی طرح کسی بزرگ وغیرہ سے دعائیں کروانا اور مرادیں مانگنا بھی روا نہیں۔ اس لئے کہ دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ:

بتوں سے تم کو امیدیں خدا سے نو امیدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

تخریج حدیث: رواه ابوداؤد فی کتاب الصلوة (باب الدعاء)، والترمذی فی الدعوات (باب الدعاء مخ العبادة)، واخرجه احمد فی مسنده ٦/ ١٨٣٨٠، والنسائی، وابن ماجه، و الحاكم فی صحيحه ايضا، ورواه ابن ابی شيبة فی المصنف، وابن حبان، والطبرانی فی كتاب الدعاء له.

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح ۳/ ۴۸، دلیل الفالحین ۴/ ۲۸۱

آپ ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے

(١٤٦٦) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَاسِوَى ذَلِكَ﴾. (رواه ابوداؤد باسناد جيد)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور اوروں کو چھوڑ دیتے تھے۔“

لغات: ❖ الجوامع: یہ جامع کی جمع ہے (ف) جمع کرنا، اکٹھا کرنا، یدع: ودع یدع ودعاً (ف) بمعنی: چھوڑنا، ترک کرنا۔ اور اس سے ودع یا الوداع آتا ہے۔

تشریح: بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے وہ دعائیں مراد ہیں جو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں پر مشتمل اور محیط ہوں، مثلاً اللہ سے عافیت کا مانگنا، یا مثلاً رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّ نْيَاحَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اس میں دونوں جہاں کی تمام ہی نعمتیں داخل ہیں۔ (۱)

یا جامع دعاؤں میں سے وہ دعائیں مراد ہیں جو الفاظ میں تو مختصر ہوں مگر معنی میں زیادہ ہوں۔ (۲)

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ اجتماعی دعائیں مختصر اور جامع ہونا چاہیئے۔ تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں، نیز یہ کہ جامع دعاؤں کے مانگنے کا حکم اس لئے بھی دیا گیا کہ اللہ رب العزت کے دربار کے آداب کا پورا خیال رکھنا یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اس لئے حکم دیا گیا کہ مختصر ترین الفاظ کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ مانگ لے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه ابوداؤدفی كتاب الصلوة (باب الدعاء)، رواه الحاكم من حديث ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه، وكذا اخرجه احمد ۹/۲۵۲۰۵، والطبرانی، وابن حبان ۸۶۷ صحيح الاسناد على شرط مسلم.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۷/۱۹۳

(۲) فتوحات الربانیۃ ۷/۱۹۳ دلیل الفالحین ۴/۲۸۶

(۳) دلیل الفالحین ۴/۲۸۶، نزہۃ المتقین ۳/۱۰۰

آپ ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے

(۱٤٦٧) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ اَكْثَرُدُعَاء النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اَللّٰهُمَّ آتِنَافِي الدُّنْيَاحَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِحَسَنَةً وَقِنَاعَذَابَ النَّارِ“﴾ (متفق عليه)

وَزَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ: وَكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ

بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهِ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی دعا اکثر یہ ہوا کرتی تھی: اللھم آتنافی الدنیاحسنة، وفی الاخرةحسنة، وقناعذاب النار.“

مسلم کی روایت میں الفاظ زیادہ ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دعا فرماتے تو کسی بھی کلمات کے ساتھ دعا مانگتے مگر ان کلمات کو اس میں ضرور شامل فرماتے تھے۔

لغات: ❖ حسنة: حسن وحسُنَ حسْنًا وحسنةً (ک، ن) بمعنی حسین ہونا وخوبصورت ہونا اور باب افعال سے احسان کرنا، کسی کی مہربانی کرنا۔

تشریح: اس آیت کے بارے میں مفسرین عظام فرماتے ہیں کہ یہ آیت بہت ہی جامع آیت ہے کہ یہ آیت دنیاوآخرت کی تمام نعمتوں کوشامل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ طواف بیت اللہ کررہے تھے اس وقت میں اس آیت کو پڑھ رہے تھے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بیت اللہ میں ایک فرشتہ ہے جب سے اللہ نے زمین وآسمان بنایا اس وقت سے وہ کھڑا ہے جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے وہ آمین کہتا ہے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تم ایسے موقع پر ”رَبَّنَا اٰتِنَافِی الدُّنْيَاحَسَنَةً الخ“ دعا مانگو۔ [2]

یہ دنیا اورآخرت تمام ہی نعمتوں پر مشتمل ہے اور بعض لوگوں کے بارے میں اس کی تفسیر جو کچھ وارد ہوا ہے وہ سب سمجھانے کے اعتبار سے ہے مثلاً:

1. حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فی الدنیاحسنۃ سے مراد نیک عورت ہے،
2. حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد علم اور عبادت ہے،
3. ابووائل وابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد مال ہے،
4. حضرت قتادہ کے بقول مراد عافیت ہے۔ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خوشحالی کے ساتھ روزی ہے۔ [3]

اسی طرح سے فی الاخرة حسنة سے مراد حضرت علی کے بقول حوریں ہیں۔ حضرت حسن بصری کے نزدیک جنت ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درگزر کرنا ہے۔ بہرحال یہ چند اقوال تو سمجھانے کے لئے نقل کئے گئے مگر مقصود دنیا اورآخرت کی ہر قسم کی نعمت اس دعا میں مراد ہے، اسی سے وجہ سے آپ ﷺ ہمیشہ اس کو مانگا کرتے تھے۔ [4]

عبارا تناشتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر

تخریج حدیث: رواه البخاری فی کتاب الدعوات (باب قول النبی ربنا اتنا فی الدنیا حسنة)، و مسلم فی کتاب الذکروالدعا (باب کراهة الدعاء بتعجیل العقوبة فی الدنیا)، رواه ابوداود، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) تفسیر قرطبی ۱/۴۳۳
(۲) تفسیر قرطبی ۱/۴۳۴
(۳) تفسیر زادالمیر ۱/۲۱۶
(۴) تفسیر زادالمیسر ۱/۲۱۶

اللہ سے ہدایت مانگنا چاہیے

(١٤٦٨) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی﴾

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی" "اے اللہ میں آپ سے ہدایت، پرہیز گاری، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔"

لغات: ❖ الھدی: مزید میں باب افتعال سے: ہدایت پانا، مجرد باب ضرب سے ہے۔ التقی: تقویٰ کو کہتے ہیں۔ العفاف: (ض) پاکدامن ہونا۔

تشریح: اَلْھُدٰی: ہدایت بہت بڑی نعمت ہے، اگر انسان کو سب کچھ مل جائے اور ہدایت نہ ملے تو کچھ بھی نہیں ملا، جس کو اللہ پسند کرتے ہیں اس کو اپنے فضل سے عطاء فرماتے ہیں، جیسے ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ﴾

"آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے"

اَلْغِنٰی: اس سے غنیٰ قلب یعنی دل کا غنی ہونا مراد ہے نہ کہ مال کی کثرت ظاہری اعتبار سے۔ یہی بات تقریباً علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ اور المستمر میں یہ بات ہے کہ یہاں پر غنی سے مراد مالدار ہونا نہیں ہے بلکہ دل کے لحاظ سے مالدار ہونا مراد ہے کیونکہ مالداری سے عموماً آدمی اللہ کی اطاعت سے رک جاتا ہے اور اس کا دل اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ (۱)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ یہاں پر الھدی سے مراد ہر وہ طریقہ ہے جو انسان کو معاش اور قیامت اور مکارم اخلاق تک رہنمائی کرے اور تقی سے مراد کہ آدمی شرک سے بچے، بہتر تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی اور برے اخلاق سے بھی بچے۔ (۲)

حدیث بالا میں ہدی یعنی ہدایت کو مقدم کیا کیونکہ ہر چیز کی جڑ اور بنیاد یہی ہے، اور پھر تقی یعنی تقویٰ بیان کیا کیونکہ تقویٰ

یہ ہدایت کے بعد ہی ملتا ہے، اور پھر عفاف یعنی پاک دامنی کو بیان کیا اگرچہ یہ تقویٰ میں داخل ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ سے بھی بیان کیا، اور آخر میں غنیٰ کو مانگا کہ یہ ہدایت کو مکمل کرنے والا ہے۔ اس میں دعا کی گئی ہے کہ اے اللہ میری ضروریات کو تو ہی پورا کر، لوگوں کی طرف محتاج نہ بنانا۔ (۳) ے

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے نیاز مند کیوں نہ عاجزی پہ ناز کرے

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکروالدعاء (باب التعوذمن شرما عمل ومن شرمالم یعمل)، وکذارواہ الترمذی، وابن ماجه، واحمد فی مسنده ۱/۳۸۹، ۴۱۱، ۴۱۶، ۴۲۷۔ والبخاری فی الادب المفرد، رواہ ابوداؤد الطیالسی ایضاً، وابن حبان ۹۰۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۳۹

(۲) طیبی شرح مشکوٰۃ، تعلیق الصبیح ۳/۱۶۰

(۳) دلیل الفالحین ۴/۲۸۳

دنیا و آخرت کی بھلائیاں

(۱۴۶۹) ﴿وَعَنْ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ یَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ﴾. (رواہ مسلم)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ عَنْ طَارِقٍ: اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ اَقُوْلُ حِیْنَ اَسْاَلُ رَبِّیْ فَقَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ، فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْیَاكَ وَ آخِرَتَكَ."

ترجمہ: ''حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو نبی کریم ﷺ پہلے اسے نماز کی تعلیم دیتے پھر ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم فرماتے: **اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی و عافنی وارزقنی** ''اے اللہ! مجھ کو بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، اور عافیت بخش، اور روزی عطاء فرما) یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔''

ایک دوسری روایت میں انہی (راوی) سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ کے

پاس ایک آدمی آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! جب ہم اللہ سے دعا مانگنا چاہیں تو کیسے مانگیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح مانگو: **اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی وارزقنی** "اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، اور روزی عنایت فرما" پس یہ کلمات تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں کو جمع کردیں گے۔

لغات: ❖ عافنی: (ض) سے مجرد میں اور مزید میں باب افعال سے بمعنی عافیت دینا۔ ارحمنی: (س) صیغۂ امر بمعنی نرم دل ہونا یا رحم کرنا۔

تشریح: اِغْفِرْلِیْ: "اے اللہ مجھے بخش دے" کیونکہ انبیاء کے علاوہ سب سے گناہ ہوتے ہیں اور گناہوں کو اللہ کے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے: وَمَنْ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ "اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو۔" "اِغْفِرْلِیْ" یہ جملہ بمنزلہ تخلیہ کے ہے اور "وارحمنی" وغیرہ بمنزلہ تحلیہ کے ہے۔

عَافِنِیْ: مجھے عافیت دے، کیونکہ سب سے عظیم چیز ایمان کے بعد عافیت ہے، جس کو عافیت مل گئی اس کو سب کچھ مل گیا۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے جب کہا میں کیا مانگوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ سے عافیت مانگو، اور فرمایا کہ جس کو اللہ کی طرف سے عافیت دے دی گئی تو اس کو دین و دنیا کی سب بھلائیاں دے دی گئیں۔ (۲)

وَارْزُقْنِیْ: "روزی عنایت فرما۔" اس جملہ کی ضرورت اس لئے پڑی کیونکہ آدمی اللہ کی اطاعت یکسوئی کے ساتھ کر نہیں سکتا جب تک کہ اس کی روزی کا مسئلہ حل نہ ہو تو اس لئے اس دعا میں اس کی بھی دعا مانگی گئی ہے۔ (۳)

تَجْمَعُ لَکَ دُنْیَاکَ وَآخِرَتَکَ: "یہ کلمات تیرے لئے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں کو جمع کردیں گے۔" کیونکہ اس دعا میں چار الفاظ ہیں: رحم، عافیت، رزق، مغفرت، ان میں سے اول تین کی دنیا اور آخرت دونوں جگہ ضرورت پڑے گی، اور مغفرت یہ مخصوص ہے آخرت کے ساتھ، خلاصہ یہ کہ اس دعا میں دنیا اور آخرت دونوں کی خوشحالی آگئی۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکروالدعاء (باب فضل الدعاء باللھم آتنافی الدنیا حسنة)، واخرجه ایضا احمد، وابن ماجه فی الدعا (مع اختلاف یسیر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۹۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۲۸۴

(۲) مشکوٰۃ

(۳) دلیل الفالحین ۴/۲۸۴

(۴) دلیل الفالحین ۴/۲۸۴

استقامت کے لئے دعا

(١٤٧٠) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِکَ" ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِکَ'' ''اے دلوں کے پھیرنے والے اللہ! تو ہمارے دلوں کو اطاعت کی طرف پھیر دے۔''

لغات: ❖ مصرف (ض) ہٹانا، پھرانا (ن) دانت پیسنا اور باب تفعیل پھیرانا گمانا۔ قلوب: جمع ہے قلب کی بمعنی: دل۔ قلب یقلب قلبا باب ضرب بمعنی پلٹنا۔

تشریح: صَرِّفْ قُلُوْبَنَاعَلٰى طَاعَتِکَ: ''دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو طاعت کی طرف پھیر دے۔'' اس دعا میں امت کے لئے شفقت کا اظہار کرنا ہے اور اس دعا کی تعلیم میں اشارہ ہے کہ عبادات پر استقامت رہے، یہی بات قرآن کی ایک آیت میں فرمائی گئی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا. ''جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر مستقیم رہے۔''

بعض علماء فرماتے ہیں اس دعا میں اشارہ ہے ایک دوسری روایت کی طرف جس میں آتا ہے کہ تمام بنی آدم کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے، اس کو جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔تو دعا بالا میں انسان یہ التجاء اپنے رب سے کر رہا ہے کہ اے اللہ ہمارے دل کو تو عبادت کی طرف پھیر دے، ہم کو ان لوگوں میں سے نہ بنا جن کے دل کو تو عبادت کے علاوہ کسی اور کی طرف پھیر دیتا ہے۔ (۱)

ہدایت ملنے کے بعد گمراہ نہ کردیئے جاؤں جیسے کہ قرآن میں آتا ہے: ربنالاتزغ قلوبنابعداذ هديتنا. ''اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں'' مفسرین نے لکھا ہے جو اس آیت کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھتا رہے گا تو انشاء اللہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب القدر (باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء) رواہ النسائی، واحمد ٢/ ٦٥٨٠، وابن حبان ٩٠٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۷/ ۱۹۸، دلیل الفالحین ۴/ ۲۸۵

بری تقدیر اور دشمنوں کے خوش ہونے سے بھی پناہ مانگنا چاہئے

(۱۴۷۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِالْبَلَاءِ وَ دَرْکِ الشِّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ﴾. (متفق علیه)

وفی روایة قال سفیان اشک انی زدت واحدة منها.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تعوذوا بالله من جهدالبلاء ودرک الشقاء وسوء القضآء وشماتة الاعداء: ''مصیبت کی مشقت سے اور بدبختی کے آنے سے اور بری تقدیر اور دشمنوں کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو''

ایک روایت میں ہے کہ سفیان راوی بیان کرتے ہیں کہ مجھے شک ہے کہ میں نے اس میں ایک بات بڑھادی ہے۔

لغات: ❖ البلاء (ض) بمعنی: مرض سے صحت یاب ہونا۔ درک: (ض) سے پانا باب افعال سے بمعنی ادراک کرنا، جاننا، باب مفاعلہ سے بمعنی: لاحق ہونا۔ شقاته: بمعنی: آزمائش۔

تشریح: جَهْدِالْبَلَاءِ: ''مشقت کے لاحق ہونے سے۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس مال کم ہو اور اہل وعیال زیادہ ہو۔ (۱)

مگر علماء فرماتے ہیں اس میں ایک قید کا اضافہ ضروری ہے وہ یہ کہ ایسا شخص صبر کرنے والا نہ ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں مراد اس سے ہر مشقت کے وقت کے حالات ہیں، بعض کے نزدیک موت کے وقت کی مشقتیں مراد ہیں۔ (۲)

یا ایسے حالات مراد ہیں جس کو برداشت کرنے کی بھی طاقت نہ ہو اور اس کو اپنے سے دور کرنے کی طاقت نہ ہو۔ (۳)

وَدَرْکِ الشَّقَاءِ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الشقاء سے مراد ہلاکت ہے، یا ہر وہ چیز جو ہلاکت کے لئے سبب بنے۔ بعض فرماتے ہیں مراد اس سے برا خاتمہ ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں یہ جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ (۴)

بہرحال ان سب اقوال میں کوئی تضاد نہیں سب ہی سے پناہ مانگنا مقصود ہے۔

سُوْءِ الْقَضَاءِ: ''برے فیصلے سے۔'' اس سے مراد عموم ہے خواہ بدن پر ہو یا مال پر یا اولاد پر یا گھر والوں پر یا بعض کے نزدیک سوء خاتمہ یا بعض کے نزدیک ہر وہ فیصلہ جو انسان اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ (۵)

شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ: ''دشمن کے خوش ہونے سے'' کہ کوئی ایسی مصیبت اور ایسی بات میں مبتلاء نہ کیا جائے کہ دشمن اس کو دیکھ کر خوش ہوں۔

اَشُکُّ اَنِّیْ زِدْتُ وَاحِدَةً مِنْهَا: ''مجھے شک ہے کہ میں نے اس میں ایک بات بڑھادی ہے'' دوسری روایت میں آتا

ہے: لَا اَدْرِیْ اَیَّتُھُنَّ؟ کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ بات کونسی ہے۔ مگر اکثر کے نزدیک وہ جملہ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ ہے۔ (۶)

یہ دعا ایسی جامع دعا ہے کہ جس میں تمام دینی و دنیوی مقاصد و مطالب کی طرف رہنمائی ہے۔ (۷)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب القدر (باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء وسوء القضاء)، ومسلم فی الذکر والدعاء (باب فی التعوذ من سوء القضاء و درک الشقاء)، والنسائی، واحمد ۷۳۵۹/۳، والبخاری فی الادب المفرد، وابن حبان ۱۰۱۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۱۹۸/۷، تعلیق الصبیح ۱۵۳/۳، الدیباج ۹۸۷/۲، فتح الباری ۱۴۹/۱۱، ۱۴۸، دلیل الفالحین، مرعاۃ المفاتیح ۱۰۳/۲

(۲) فتوحات الربانیۃ ۱۹۸/۷، مرعاۃ المفاتیح ۱۰۳/۲، دلیل الفالحین

(۳) فتوحات الربانیۃ ۱۹۸/۷، مرعاۃ المفاتیح ۱۰۳/۲

(۴) تعلیق الصبیح ۱۵۳/۳، مرعاۃ المفاتیح ۱۰۳/۲، فتح الباری ۱۴۹/۱۱

(۵) فتوحات الربانیۃ ۱۹۸/۷، مرعاۃ المفاتیح ۱۰۳/۲، الدیباج ۹۸۷/۲

(۶) فتوحات الربانیۃ ۱۹۸/۷، ۲۰۰

(۷) مظاہر حق ۱۱۹/۲، نزہۃ المتقین ۱۰۰۶

دین اور دنیا کی درستگی کے لئے

(۱۴۷۲) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَامَعَاشِی وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَامَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ" ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَعِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَامَعَاشِی وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَامَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ" "اے اللہ میرے اس دین کو درست کردیجئے جو میرے تمام معاملات کی پناہ گاہ ہے، اور میری اس دنیا کو درست کردیجئے جس میں میرا معاش و زندگی گزارنا لکھا ہے، اور میری آخرت کو بھی درست فرما جس کی طرف میرا لوٹ کر جانا ہے، اور میری زندگی ہر نیک کام کرنے میں زیادہ کر اور موت کو میرے لئے ہر شر سے آرام کا سبب بنا۔"

لغات: ❖ معادی: یہ عود سے مشتق ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں اور یہ باب افعال وغیرہ سے بھی مستعمل ہے اور مجرد وعد یعد عدۃً باب ضرب سے ہے۔

تشریح: اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَعِصْمَۃُ اَمْرِیْ: "میرے دین کو درست کردے جو میرے تمام معاملات کی پناہ گاہ ہے۔" بعض علماء فرماتے ہیں مراد اس سے اللہ کے غضب اور جہنم سے پناہ مانگنا ہے۔ (۱)

مراد اس سے اپنے نفس، مال سامان میں برائی سے بچنا ہے یا تمام ہی امور میں پناہ مانگی گئی ہے۔ علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ مراد دین ہے کیونکہ جس کا دین خراب ہوگیا اس کے تمام ہی امور میں خرابی اور نقصان ہوجائے گا۔ (۲)

وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ: "میری اس دنیا کو درست کردیجئے جس میں میرا معاش و زندگی گزارنا ہے۔" مراد اس سے حلال روزی ہے جس سے آدمی کا گذارا اچھی طرح ہو، ایسی ہی روزی آدمی کو اطاعت کی طرف راغب کرتی ہے اور اسی سے دل کو سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (۳)

وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیْ: "میری آخرت کو درست فرمادے۔" مراد اس سے عبادات اور اخلاص اور حسن خاتمہ کی توفیق ملنا ہے کیونکہ اس کے بغیر آخرت درست نہیں ہوسکتی۔ (۴)

وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ: میرے لئے موت کو ہر برائی سے راحت اور آرام کا سبب بنا۔ زین العرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آدمی صحیح عقیدے اور نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارے اور اس کا خاتمہ بھی کلمہ شہادت کے ساتھ ہو۔ (۵)

اس حدیث کو بھی علماء نے جوامع الکلم میں شمار فرمایا ہے کہ اس حدیث میں دنیا کی زندگی بھی درست ہوجائے اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کی درستی کی دعا کی گئی ہے۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الذکروالدعاء (باب التعوذمن شرماعمل)، اخرجہ البخاری فی الادب المفرد ۱۲۲/۲، والطبرانی فی الصغیر ص: ۱۲۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۱۳۷/۶

(۲) مرعاۃ المفاتیح ۱۳۷/۶

(۳) مظاہر حق ۶۳۱/۲

(۴) مرعاۃ المفاتیح ۱۳۷/۶

(۵) مظاہر حق ۶۳۱/۲

(۶) مرعاۃ المفاتیح ۱۳۷/۶، دلیل الفالحین ۲۸۷/۴

ہدایت اور استقامت کی دعا

(۱۴۷۳) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ﴾

وفي رواية: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالسِّدَادَ. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ تم یہ دعا مانگا کرو ''اللهم اهدني وسددني'' (اے اللہ مجھے ہدایت دے اور سیدھا رکھ)''

اور ایک دوسری روایت میں ہے: اللهم اني اسئلك الهدى والسداد. (اے اللہ آپ سے ہدایت اور استقامت کا سوال کرتا ہوں)۔

لغات: ❖ سددني: (س، ض) بمعنی ٹھیک بات کرنا، تفعیل سے درست ہونا۔ الهدى: هدى يهدى (ض) هديا بمعنی ہدایت پانا، راہ راست پر ہونا، اور افعال سے راہبری کرنا، راستہ دکھانا۔

تشریح: اِهْدِنِيْ: ''ہدایت دے۔'' ہر کام میں یا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ، یعنی صراط مستقیم پر اور اسی پر خاتمہ نصیب فرما۔ (۱)

کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ دعا ہے کہ امیر نزع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

وَسَدِّدْنِيْ: ''توفیق عطاء فرما'' ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا ترجمہ استقامت ہے کہ ادھر ادھر بھٹکنے سے محفوظ ہوجائے، ایمان کے بعد استقامت کا مل جانا بہت بڑی نعمت ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے: الاستقامة فوق الف كرامة، استقامت ہزار کرامت سے بڑھ کر ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں ''فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ'' اور ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' آیات کی طرف اشارہ ہے کہ اے اللہ! مجھے صراط مستقیم عطاء فرما اور پھر میں اس میں افراط وتفریط نہ کروں۔ (۲)

یہ بہت مشکل عمل ہے اس لئے اس کی دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس طرح قیامت کے دن پل صراط پر چلنا مشکل ہوگا اسی طرح دنیا میں صراط مستقیم پر چلنا مشکل ہے، جو دنیا میں صراط مستقیم پر جم گیا تو وہ قیامت کے دن پل صراط پر بھی گزر جائے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه مسلم في الذكر والدعاء (باب التعوذ من شر ما عمل)، واخرجه النسائي، و اخرجه البيهقي في الدعوات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۷/ ۱۰۸
(۲) فتوحات الربانیۃ ۷/ ۱۰۸
(۳) احیاء العلوم

آپ ﷺ دس چیزوں سے پناہ مانگتے تھے

(۱۴۷۴) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ﴾.

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ. "اے اللہ بے شک میں تجھ سے عجز سے اور سستی، بزدلی اور بہت زیادہ بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور عذاب قبر سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کی آزمائش سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔"

اور ایک روایت میں "وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ" کہ قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔

لغات: ❖ العجز: بمعنی لاچار، عاجز، کمزور، عجز یعجز عجزًا (س) معنی عاجز و مجبور ہونا۔ الکسل: معنی سستی، کسل یکسل کسلا (ن) سست ہونا۔ الجبن: بزدلی۔

تشریح: اَلْعَجْزِ: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عجز" کہتے ہیں کہ آدمی قدرت نہ رکھے خیر کے کام کرنے کی۔ (۱)

اَلْکَسَلِ: یہ کہتے ہیں کہ بھلائی کے کام کرنے پر طبیعت آمادہ ہو مگر سستی کی وجہ سے اس کو کر نہیں پاتا۔ (۲)

اَلْجُبْنِ: یہ ضد ہے شجاعت کا بمعنی بزدلی۔ اَلْھَرَمِ: اس سے وہ بڑھاپا مراد ہے جو انسان کو عبادات وغیرہ سے روک دے۔ اور بھی کئی روایات میں بڑھاپے سے پناہ مانگی گئی ہے۔

اَلْبُخْلِ: یہ ضد ہے سخاوت کی، اور "بخل" کہتے ہیں جو چیز اس پر واجب ہے اس کو نہ دینا یا سائل کو نہ دینا باوجود اس کے کہ وہ چیز اس کی ضرورت سے فارغ بھی ہو۔ (۳)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی نے پناہ چاہی بخل اور بزدلی سے کہ اس سے آدمی بہت سے ایسی چیزوں سے رک جاتا ہے جو اس پر واجب ہوتے ہیں، کیونکہ شجاعت سے وہ مظلوم کی مدد، جہاد وغیرہ کئی کام کرسکتا ہے جو بزدلی کی حالت میں نہیں ہوسکتے، اور بخل سے پناہ چاہی کہ اس سے آدمی سخاوت وغیرہ سے رک جاتا ہے اور مال کی محبت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ (۴)

اور پھر زکوٰۃ صدقات وغیرہ ادا کرنے سے محروم ہوجاتا ہے۔ وَضَلَعِ الدَّيْنِ: قرض کا بوجھ، جس آدمی پر قرض ہو اور اس کے پاس قرض کے ادا کرنے کے لئے مال بھی نہ ہو اور دوسری طرف سے مطالبہ پر مطالبہ ہو رہا ہو۔ (۵)

اور بعض علماء فرماتے ہیں مراد اس سے قرض کا فکر ہے جس سے آدمی کی عقل چلی جاتی ہے۔ (۶)

غَلَبَةِ الرِّجَالِ: کہ لوگ غالب آجائیں اور اس بے چارہ کی کوئی حیثیت نہ رہے۔ (۷)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم فی الذکروالدعاء (باب التعوذمن العجزوالکسل)، واخرجه البخاری مختصراً، والترمذی فی الدعوات باختلاف یسیر، وابوداؤدفی اواخرالصلوة، والنسائی فی الاستعاذة، و احمد ٤/١٢١١٤، ابن حبان ١٠٠٩، و ابن ابی شيبة ١٠/١٩٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نووی شرح مسلم

(۲) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۰۶

(۳) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۰۶

(۴) نووی شرح مسلم

(۵) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۰۶، دلیل الفالحین ۴/۲۸۸

(۶) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۰۶

(۷) مرقاۃ

قعدہ اخیرہ کی وہ دعا جو آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھائی

(١٤٧٥) ﴿وَعَنْ اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِّمْنِىْ دُعَاءً اَدْعُوْبِهٖ فِىْ صَلَاتِىْ قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ ظُلْماً كَثِيْراً وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِىْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُالرَّحِيْمُ" ﴾ (متفق علیه)

وَفِىْ رِوَايَةٍ: وَفِىْ بَيْتِىْ، وَرُوِىَ ظُلْماً كَثِيْراً وَرُوِىَ كَبِيْراًبالثاء المثلثة وبالباء المؤحدة فينبغى ان

يجمع بينهما فيُقال: ''كَثِيراً كَبِيراً.''

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں مانگا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماًكَثِيْراًوَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ، وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُالرَّحِيْمُ'' ''اے اللہ بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں، پس تو اپنی خاص بخشش سے مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحمت نازل فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

ایک روایت میں ہے ''وفی بیتی'' یعنی ''صلاتی'' کی جگہ ''بیتی'' اور ''کثیرا'' کی جگہ ''کبیراً'' ہے لہٰذا مناسب ہے کہ ان دونوں کو جمع کر لیا جائے اور ''کثیراً کبیرا'' ثاء اور باء دونوں کے ساتھ آتی ہے، لہٰذا دونوں کو ملا کر پڑھنا چاہئے یعنی بہت زیادہ اور بڑے بڑے۔

لغات: ❖ علمني: (س) حقیقت کو پالینا، باب تفعیل سے سکھلانا۔ ظلمت: ظلم يظلم ظلمًا (ض) بمعنی: بے موقعہ رکھنا، ظلم کرنا۔ اظلم افعال سے اندھیرا ہونا۔

تشریح: یہ دعا بہت ہی جامع دعاؤں میں سے ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے محبوب دوست اور یار غار کو سکھائی ہے۔ اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس کو تشہد کے بعد (یعنی درود شریف کے بعد) پڑھا جائے۔ علامہ ابن الدقیق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے، اور یہی بات علامہ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے کہ اس کو درود شریف کے بعد پڑھا جائے کیونکہ بعض روایات میں آخر الصلوٰۃ کے الفاظ آتے ہیں۔ (۱)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِکَ: علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرمادے، میں تو بالکل اسکا اہل نہیں اور یہ مغفرت کرنا خالصاً تیرا فضل ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه البخارى فى كتاب الدعوات (باب الدعاء فى الصلوة) والاذان (باب الدعاء قبل السلام)، ومسلم فى كتاب الذكروالدعاء (باب استحباب خفض الصوت بالذكر)، رواه احمد ۱۲۸/۱، والترمذى، والنسائى، وابن ماجه عن ابى بكرالصديق رضى الله تعالىٰ عنه، و كذا فى البيهقى ۱۵۴/۲ وابن حبان ۱۹۷۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکر صدیق (عبداللہ بن عثمان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) البخاری، النسائی، البیہقی

(۲) الفتوحات الربانیۃ ۳/۱۳، ۱۴، فتح الباری

(۳) فتوحات الربانیۃ ۳/۱۵، دلیل الفالحین ۴/۲۹۰

ہر قسم کے گناہوں کی معافی کے لئے دعا

(۱۴۷٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ کَانَ یَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَآءِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَا فِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ، وَخَطَأِیْ وَعَمَدِیْ وَ کُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُوَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ، وَخَطَأِیْ وَعَمَدِیْ وَ کُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ." ''اے اللہ! میری خطاء میری جہالت اور معاملات میں حد سے تجاوز اور وہ گناہ جس کا آپ کو مجھ سے بھی زیادہ علم ہے، معاف فرما۔ اے اللہ! جو بات میں نے قصداً کی، دل لگی میں کی، اور بھول چوک والے بھی اور غلطی سے کئے ہوئے بھی اور یہ سب باتیں مجھ میں موجود ہیں تو ان سب کو معاف فرمادے۔ اے اللہ! میرے اگلے پچھلے، خفیہ اور علانیہ اور جن کا آپ کو مجھ سے زیادہ علم ہے سب کو بخش دے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔''

لغات: ❖ جهلی: جهل یجهل جهلا (س) نہ جاننا، جاہل ہونا اور باب تفعل سے بتکلف جاہل بننا (جان بوجھ کر)۔
خطیئتی: خطی یخطی خطاءً (ض) بمعنی: غلطی کرنا۔ بھول چوک ہوجانا۔

تشریح: وَجَهْلِیْ: کہ مجھ سے یہ گناہ میری نادانی سے ہوا ہو، اس میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ''اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ'' (۱)

''کہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت میں کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔''

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسلاف کا اس بات پر اتفاق ہے جو شخص بھی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ حقیقت میں جاہل ہی ہے۔ (۲) اگر چہ دنیا والے اس کو عالم ہی کیوں نہ کہتے ہوں۔

جِدِّیْ وَھَزَلِیْ: "جان کر اور مذاق میں۔" یہ ایک دوسرے کی ضد ہے، بعض روایات میں ترتیب بالا کے برعکس بھی آیا ہے یعنی: ھَزَلِیْ وَجِدِّیْ. (۳)

خَطَئِیْ: بعض روایات میں خطایای بھی آتا ہے مگر اکثر محدثین نے خطئی کو نقل کیا ہے۔ (۴)

آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ نے یہ سارے نوع کے گناہ کئے تھے، آپ ﷺ تو معصوم تھے، آپ ﷺ نے تواضع وانکساری کے طور پر یہ فرمایا: یا امت کی تعلیم کے لئے ارشاد فرمایا، یا حقیقتاً آپ ﷺ نے اپنے لئے فرمایا، اس معنی میں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کمال کی چیز کو چھوڑنے اور ترک اولی کو بھی گناہ میں شمار فرماتے تھے، حالانکہ یہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ البخاری فی کتاب الدعوات (باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اللھم اغفرلی ما قدمت)، و مسلم فی الذکر والدعاء (باب التعوذمن سوء ماعمل)، واخرجہ احمد ۱۹۷۵۹/۷، والبخاری فی الادب المفرد، والبیھقی، والبغوی، رواہ ابن شیبۃ، وابن حبان فی صحیحہ: ۹۵٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ النساء آیت ۱۷، ترجمہ: بیان القرآن ۱۰۱/۲

(۲) فتوحات الربانیۃ ۲۰۲/۷، دلیل الفالحین ۲۹۱/۴

(۳) فتوحات الربانیۃ ۲۰۲/۷

(۴) فتوحات الربانیۃ ۲۰۲/۷، دلیل الفالحین ۲۹۱/۴

(۵) فتوحات الربانیۃ ۲۰۲/۷، مرعاۃ المفاتیح ۱۳۷/۷/۶، مرقاۃ ۲۴۰/۵ دلیل الفالحین ۲۹۱/۴، نزہۃ المتقین: ۱۰۰۸

گناہوں کے شر سے پناہ مانگنا

(۱٤۷۷) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُعَائِہٖ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَاعَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّمَالَمْ اَعْمَلْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی دعاء میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَاعَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّمَالَمْ اَعْمَلْ. "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس عمل کی برائی سے جو میں کر گزرا اور اس کی برائی سے بھی جو ابھی نہیں کیا۔"

لغات: ❖ شَر: یہ اسم جامع ہے اور اسم تفضیل ہے، ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کردیا ہے۔ برائی یا ہر قسم کی برائی کے لئے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

تشریح: گناہ بھی ظلم ہے، اسی لئے جب بھی کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، گناہوں کی کثرت کے بناء پر آدمی کا دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہے، اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اپنے فضل سے اس کو دھودیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حدیث بالا میں امت کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔

نیز حدیث بالا میں آپ ﷺ نے ایسے کاموں سے بھی پناہ مانگی ہے جو اللہ جل شانہ کی خوشنودی کا سبب نہ بنے، کہیں اللہ کی ناراضگی کے سبب سے انسان پر اللہ کا عتاب نہ ہوجائے، ڈرتے رہنا چاہئے۔ جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے: فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ. "سو اللہ کی تدبیر سے کوئی مطمئن نہیں ہوتا بجز ان لوگوں کے جو گھاٹے میں آچکے ہیں۔"[1]

بعض علماء فرماتے ہیں دعا بالا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی جتنا بھی نیک وصالح ہوجائے اس کو عجب اور تکبر میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ میں تو بڑا نیک اور متقی ہوں، اللہ کی نافرمانی سے بچا رہتا ہوں۔ نیز اس دعا میں اس بات کی تعلیم بھی ہے کہ یہ اللہ کے فضل ہی سے ہوا ہے اور آئندہ کے لئے بھی اللہ سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔[2]

میرا عاجزی میں ذلیل رہنا مصیبتوں کا شکار بھی ۔۔۔ میری التجا و نیاز سے تیری قدرتوں کی کلی کھلی

تخریج حدیث: رواه مسلم في كتاب الذكر والدعاء (باب التعوذ من شر ما عمل)، وكذا رواه ابوداود، والنسائي، وابن ماجه (مع اختلاف يسير)، واحمد ٢٥٨٤٢/١٠۔ وابن حبان ١٠٣١، وكذا في مصنف ابن ابي شيبة ١٨٦/١٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۲۰۴/۷، دلیل الفالحین ۲۹۲/۴

(۲) فتوحات الربانیۃ ۲۰۴/۷

نعمت کے ختم ہونے سے پناہ مانگنا

(١٤٧٨) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَآءَ ةِ نِقْمَتِكَ وَ جَمِيْعِ سَخَطِكَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کے یہ کلمات بھی تھے: "اَللّٰھُمَّ

اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ زَوَالِ نِعۡمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَآءَ ۃِ نِقۡمَتِکَ وَجَمِیۡعِ سَخَطِکَ" "اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے چھن جانے سے اور عافیت کی تبدیلی سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔"

لغات: ❖ زوال: زال یزول زوالاً (ن) بمعنی: ہٹنا، تحول (ن) ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔ سخطک: (س) بمعنی غضبناک ہونا۔

تشریح: زَوَالِ نِعۡمَتِکَ: محدثین فرماتے ہیں یہاں نعمت سے مراد عام ہے، خواہ نعمت اخروی ہو یا دنیاوی ہو۔ تو یہاں یہ پناہ مانگی گئی ہے کہ مجھ سے دینی یا دنیوی نعمت چھین لی جائے اور اس کے بدلے میں کوئی اور نعمت نہ ملے۔ (۱)

اور علماء فرماتے ہیں کافروں کو جو نعمتیں دی گئی ہیں وہ مراد نہیں، کیونکہ ان کو اللہ نے نعمت بطور نعمت کے نہیں دی بلکہ ان کو بطور استدراج کے دی ہے۔ (۲)

تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ: "عافیت کی تبدیلی سے"، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمت اللہ نے سننے کی، دیکھنے کی اور دوسرے اعضاء کی دی ہے وہ اللہ چھین نہ لے۔ (۳)

سوال: زوال اور تحول میں کیا فرق ہے؟

جواب: محدثین فرماتے ہیں: زوال اور تحول میں فرق یہ ہے کہ زوال میں پہلے ایک چیز موجود ہوتی ہے اور پھر وہ ختم کر دی جاتی ہے اور تحول میں ایک چیز موجود ہوتی ہے پھر اس کو ختم کر کے دوسری چیز اس کی جگہ پر لائی جاتی ہیں۔ (۴)

فُجَاءَ ۃِ نِقۡمَتِکَ: "ناگہانی عذاب سے۔" اس سے پناہ اس لئے مانگی گئی کہ جب اچانک عذاب یا موت آئے گی تو اس وقت اس کو موقعہ نہیں ملتا کہ وہ توبہ کر سکے۔

وَجَمِیۡعِ سَخَطِکَ: پہلے ساری باتیں تفصیل سے ہوئیں اب اس جملہ میں ماقبل سب کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے جس کو عربی میں "اجمال بعد التفصیل" کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اس سے پناہ مانگی کیونکہ جب اللہ جل شانہ کسی بندے پر ناراض ہو جائیں اگرچہ اللہ کی یہ ناراضی معمولی سی ہی کیوں نہ ہو مگر وہ بندہ تو ہلاک اور تباہ ہو جائے گا۔ (۵)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی الدعاء وفی کتاب الرقاق (باب اکثراھل الجنۃ الفقراء)، وکذا البخاری فی الادب المفرد. رواہ ابوداؤدفی آخرالصلوۃ، والنسائی، والحاکم فی المستدرک.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۱، دلیل الفالحین ۴/۲۹۳ (۲) مرقاۃ ۵/۲۲۶، مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۱

(۳) مرقاۃ ۵/۲۲۶ (۴) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۱، دلیل الفالحین ۴/۲۹۳

(۵) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۱

تعوذ و دعا

(۱۴۷۹) ﴿وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُمَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَايَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَايَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَايُسْتَجَابُ لَهَا"﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ بھی دعا فرماتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسلِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُمَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَاوَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَايَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَايَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَايُسْتَجَابُ لَهَا. "اے اللہ لا چاری اور سستی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور بخل، بڑھاپے اور عذاب قبر سے بھی، اے اللہ! میرے نفس میں تقویٰ پیدا کر اور اسے پاک کردے، تو بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا کارساز اور اس کا مولی ہے، اے اللہ! میں غیر نافع علم اور ایسے دل جس میں خشوع وخضوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جس کا پیٹ نہ بھرتا ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہوتی ہو تجھ سے (ان سب کے بارے میں) پناہ چاہتا ہوں۔''

لغات: ❖ العجز: (ض، ن) بمعنی قادر نہ ہونا۔ کسل: (س) بمعنی: کاہل ہونا، ہرم: (س) بمعنی بہت بوڑھا ہونا۔ زکھا: بمعنی: تزکیہ کرنا، پاک کرنا۔ شبع: (س) بمعنی شکم سیر ہونا۔

تشریح: عَذَابِ الْقَبْرِ: عذاب قبر سے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں مثلاً: اندھیرا ہونا، سانپ اور بچھو کا کاٹنا وغیرہ، سب مراد ہے۔ تَقْوَاهَا: یہ ضد ہے فجور کی۔ جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَاوَتَقْوَاهَا: یعنی ''اے اللہ میرے اندر اپنا خوف پیدا فرما تاکہ میں تیری نافرمانی نہ کروں اور خواہشات نفسانیہ سے بچا رہوں۔''(۱)

اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا: اے اللہ میرے دل کو صاف فرمادے گناہوں اور گندگیوں سے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تیرے سواء کوئی گناہوں سے پاک کرنے والا نہیں ہے۔(۲)

اَنْتَ وَلِيُّهَا: ''تو کارساز ہے'' تو ہی اس میں تصرف کرنے والا ہے، بعض کے نزدیک مدد کرنے والا تو ہی ہے۔(۳)

مِنْ عِلْمٍ لَايَنْفَعُ: ایسا علم جو نفع نہ دے، مراد اس سے وہ علم ہے جس پر آدمی عمل نہ کرے، یا بعض کے نزدیک جس علم سے دوسرے کو فائدہ نہ پہنچایا جائے، یا وہ علم مراد ہے جس کی شریعت نے حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، مثلاً جادو اور علم

نجوم وغیرہ، یا اس سے وہ علم مراد ہے جو انسان کے اخلاق واعمال کو نہ سدھارے۔ (۴)

وَمِنْ قَلْبٍ لاَ یَخْشَعُ: "اور ایسا دل جس میں اللہ کا خوف نہ ہو" کہ ایسا دل جو حق بات کو نہ سوچے، اور اس میں اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن سے بھی اثر پیدا نہ ہو۔

وَمِنْ نَفْسٍ لاَ تَشْبَعُ: اور ایسا نفس جس کا پیٹ سیراب نہ ہوتا ہو کہ وہ کھانے کا حریص ہو۔ (۵)

زیادہ کھانا کھانا بھی بہت سے نقصانات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں مثلاً نیند، سستی اور خواہشات شہوانیہ کا ابھرنا وغیرہ۔

وَمِنْ دَعْوَۃٍ لاَ یُسْتَجَابُ لَھَا: "اور ایسی دعا جو قبول نہ ہوتی ہو۔" علماء فرماتے ہیں کہ کثرت معاصی سے انسان کی دعا قبول ہونا ختم ہو جاتی ہے، اور جو دعا مانگے اس کی قبول نہ ہوتی ہو وہ تو دنیا میں بھی تباہ و برباد ہو گیا کیونکہ اللہ کے علاوہ اور کوئی اس کی دعا قبول کرنے پر قادر نہیں ہے۔

اللھم انا نعوذبک مما استعاذک بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم.

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکروالدعاء (باب التعوذمن شرماعمل)، وکذا الترمذی فی الدعوات، والنسائی فی الاستعاذۃ، ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ، رواہ احمد ۱۰/۱۹۳۲۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتوحات الربانیۃ ۷/۲۰۶، دلیل الفالحین ۴/۲۹۳، طیبی شرح مشکوٰۃ

(۲) نووی شرح مسلم

(۳) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۰

(۴) مظاہر حق ۲/۶۱۲، تعلیق الصبیح ۳/۱۵۴

(۵) مرقاۃ ۵/۲۲۶، دلیل الفالحین ۴/۲۹۴

تمام سیئات سے معافی کی درخواست

(۱۴۸۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَ بِکَ آمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ﴾ (متفق علیہ)

زاد بعض الرواۃ: "وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ."

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بھی فرمایا کرتے

تھے: "اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَ بِکَ آمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْت." "اے اللہ! میں آپ کے لئے اسلام لایا ہوں اور آپ پر ایمان لایا اور آپ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے جھگڑتا ہوں اور آپ ہی سے فیصلہ کراتا ہوں، آپ میرے اگلے پچھلے، چھپکے سے کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی گناہوں کو معاف فرمادیں، آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ معبود برحق ہیں۔"

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں: **ولاحول ولا قوۃالا باللہ** "نہیں ہے کوئی مصیبت کو ٹالنے والا اور نہ کوئی نیکی کی قوت دینے والا آپ کے سواء۔"

لغات: ❖ اسلمت: (س) نجات پانا، اور افعال سے بمعنی اسلام لانا، مسلمان ہونا۔ اسررت: سر بمعنی بھید، راز اسرار اس کی جمع ہے۔ اعلنت: (ن، ض) بمعنی: ظاہر ہونا، باب افعال سے بمعنی اعلان کرنا، ظاہر کرنا۔

تشریح: وَبِکَ آمَنْتُ: "اور اللہ پر ایمان لایا ہوں" اور جو کچھ حکم دیا اس کو پورا کرونگا اور جس سے روکا ہے اس سے رکوں گا یہ سب اس میں داخل ہیں۔ (۱)

عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ: کہ سارے کے سارے معاملات اسی اللہ کے سپرد ہیں اور اسی پر تمام امور کا سہارا ہے۔

کہ اس میں نفع اور نقصان کا نکالنا اسی اللہ کے قدرت میں ہے۔ **ومن یتوکلْ علی اللہ فھو حسبہ:** (جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے)۔ (۲)

وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ: "تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں" یعنی میں معصیت سے اطاعت کی طرف پھرتا ہوں یا غفلت کی زندگی سے ذکر کی طرف آتا ہوں۔ (۳)

حَاکَمْتُ: "تجھ سے ہی فیصلہ کرواتا ہوں" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن وحدیث میں ہے اس سے فیصلہ کرتا ہوں اور جو اس میں صریحا مذکور نہیں تو اسی سے جو مسائل فقہاء نے مستنبط کئے ہیں وہ بھی اسی میں داخل ہوں گے۔ (۴)

فَاغْفِرْلِیْ: "میرے گناہوں کو معاف فرمادے" کیونکہ تیرے سواء کوئی بھی میرے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔

تخریج حدیث: **رواہ البخاری فی التھجد والدعوات (باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل)، ومسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب مایقال عند النوم واخذ المضجع)، والترمذی، وابوداؤد، وابن حبان ۲۵۹۷، و ابن ابی شیبۃ ۲۵۹/۱۰، والحمیدی ۴۹۵۔**

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۳، دلیل الفالحین ۴/۲۹۵
(۲) مرقاۃ ۵/۲۲۷ (۳) مرقاۃ ۵/۲۲۷
(۴) دلیل الفالحین ۴/۲۹۵

مالداری اور فقر کے فتنہ سے پناہ مانگنا

(۱۴۸۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَدْعُوْ بِهٰؤُلاَءِ الْكَلِمَاتِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِوَمِنْ شَرِّالْغِنٰی وَ الْفَقْرِ﴾ (رواه ابو داؤدو الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح وهذالفظ ابی داؤد)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِوَعَذَابِ النَّارِوَمِنْ شَرِّالْغِنٰی وَالْفَقْرِ ''اے اللہ میں آپ کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں آگ کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب اور مال داری اور فقر کے شر سے۔''

لغات: ❖ فتنة: بمعنی آزمائش اس کی جمع ''فتن'' آتی ہے۔ الغنی: بمعنی مالدار ہونا، باب استفعال سے بے نیاز ہونا۔ الفقر: (ک) بمعنی مفلس ہونا، (ن، ض) کھودنا۔

تشریح: مِنْ شَرِّ الْغِنٰی: اس سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی کو اللہ مال دے تو وہ فضول خرچی میں اور اسراف اور فخر کے لئے استعمال کرے یا اللہ نے مال دیا اس میں وہ اہل الحقوق پر خرچ نہ کرے، بخل اور شح سے کام لے۔ سخاوت کے بہت سے احادیث میں فضائل وارد ہوئے ہیں مثلاً: ایک روایت میں آتا ہے سخی آدمی جنت کے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے۔ (۱)

وَ الْفَقْرِ: فقر کا فتنہ یہ ہے کہ آدمی فقر میں حلال اور مشتبہ کے حاصل کرنے میں لگ جائے کہ حلال تو ملتا ہی نہیں تو اس حرام کو لے لو، یا فقر کی حالت میں صبر کے دامن کو چھوڑ دے اور اللہ کی شکایت میں لگ جائے، شر کی قید میں اشارہ ہے کہ فقر اور غنی میں خیر بھی ہے بشرطیکہ وہ اعتدال پر ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه ابوداؤدفی الصلاة (باب الاستعاذة)، واخرجه الترمذی، قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح، والنسائی، و ابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتوحات الربانیة ۷/۲۱۴، الدیباج ۲/۹۸۶
(۲) فتوحات الربانیة ۷/۲۱۴، الدیباج ۲/۹۸۶، دلیل الفالحین ۴/۲۹۶

برے اخلاق اور خواہشات نفسانیہ سے پناہ مانگنا

(۱۴۸۲) ﴿وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ وَهُوَ قُطْبَةُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَ الْاَهْوَاءِ"﴾. (رواه الترمذی و قال حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت زیاد بن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَاءِ."
"اے اللہ میں برے اخلاق اور اعمال اور خواہشات سے پناہ چاہتا ہوں۔''

لغات: ❖ منکرات: بمعنی ہر قول یا فعل جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو اس کا مفرد منکر ہے۔ الاخلاق: بمعنی: اخلاق، عادت۔ الاھواء: بمعنی: خواہشات۔

تشریح: مُنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ: کہتے ہیں اس قول اور فعل کو جس کے ناجائز ہونے پر اہل شرع کا اتفاق ہو۔ ''اخلاق: سے مراد اعمال باطنہ ہیں۔ (۱)

مراد یہاں پر بخل، حسد، بد دلی، بغض وغیرہ ہے۔ ان برے اخلاق کی وجہ سے آدمی ساری بھلائیوں سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے اور ساری برائیوں میں مبتلا ہوتا جاتا ہے۔ (۲)

وَالْاَعْمَالِ: یہاں اعمال سے مراد ظاہری اعمال ہوں گے، پھر اس میں تمام چھوٹے بڑے گناہ سب داخل ہوں گے مثلاً زنا، قتل، چوری وغیرہ۔ (۳)

اَلْاَهْوَاءِ: یہ جمع ہے الھوی کی، لغت کے اعتبار سے خواہش کو کہتے ہیں، خواہ اچھی خواہش ہو یا بری، مگر بعد میں اس کا اطلاق بری خواہش پر مخصوص ہو گیا جس کو خواہشات نفسانیہ بھی کہتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے، مثلاً: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى. (نفسانی خواہش کی پیروی مت کرو)۔ (۴)

اس میں ہر قسم کی خواہشات داخل ہوں گی خواہ اس کا عقائد سے تعلق ہو یا عبادات سے، یا کسی اور نوع سے۔ (۵)

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی ابواب الدعوات (باب من دعا داؤد علیه السلام)، رواه الحاكم و كذا ابن حبان فی صحيحه. قال الحاكم: صحيح على شرط مسلم، و اخرجه الطبرانی فی الدعاء.

راوی حدیث حضرت زیاد بن علاقہ کے مختصر حالات:

نام: زیاد، والد کا نام علاقہ ہے، قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے، بڑے تابعیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کی وفات ۱۵۳ھ یا ۱۵۸ھ میں ہوئی، کہتے ہیں کہ ان کی عمر وفات کے وقت سو (۱۰۰) برس سے زائد تھی، ان سے صحاح ستہ میں روایت نقل کی ہے، ان کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔

(۱) مرقاۃ ۵/۲۳۱، نزہۃ المتقین ص: ۱۰۱۱ (۲) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۲۰، دلیل الفالحین ۴/۲۹۷
(۳) مرقاۃ ۵/۲۳۱ (۴) سورۃ ص آیت ۲۶، ترجمہ بیان القرآن (۵) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۲۱، مرقاۃ ۵/۲۳۲

اعضاء کے شر سے بچنے کے لئے ایک جامع دعا

(۱۴۸۳) ﴿وَعَنْ شَكَلِ بْنِ الْحُمَيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِيْ دُعَاءً قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَ مِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَ مِنْ شَرِّ لِسَانِيْ، وَ مِنْ شَرِّ قَلْبِيْ وَ مِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ"﴾. (رواه ابوداؤد والترمذی و قال حديث حسن)

ترجمہ: "حضرت شکل بن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھایئے تو فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِيْ وَ مِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ، "اے اللہ میں اپنے کان، آنکھ، زبان اور دل اور اپنی شرمگاہ کی برائی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔"

لغات: ❖ سمعي: مراد کان ہے۔ مني: مراد یہاں پر منی ہے، بعض کے نزدیک موت ہے۔

تشریح: مشکوۃ میں یہ روایت کچھ مفصل ہے کہ حضرت شکل بن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی بات بتادیں جس سے میں اپنی حفاظت کروں؟ اس پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا: مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ "کانوں کے شر سے" کہ آدمی حق بات، وعظ ونصیحت کی باتیں نہ سنے اوران کانوں سے وہ حرام اور ناجائز گانے، غیبت وغیرہ سنتا رہے۔ [1]

مِنْ شَرِّ بَصَرِيْ: "آنکھوں کے شر سے"، مراد یہ ہے کہ آدمی دینی کتب، احادیث کا مطالعہ اور تلاوت قرآن کے بجائے نامحرم کو دیکھے اور جن چیزوں کو بھی اللہ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے ان کو دیکھے۔ [2]

مِنْ شَرِّ لِسَانِيْ: زبان کو ذکر، تلاوت قرآن، درس وتدریس اور تبلیغ میں مشغول کرنے کے بجائے اس کو فضول اور لایعنی باتوں میں لگائے۔ [3]

مِنْ شَرِّ قَلْبِيْ: "دل کے شر سے" اس سے مراد دل میں اچھے خیالات لانے کے بجائے برے اور گندے خیالات کو لائے۔ [4]

مِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ: "منی کے شر سے" منی کو جائز محل میں رکھنے کے بجائے اس کو غلط محل میں ڈالے، اس میں زنا بھی داخل ہے اور بدنظری کرنا اور کسی نامحرم کو ہاتھ لگانا وغیرہ سب اس میں داخل ہیں۔ [5]

تخریج حدیث: رواه ابوداؤد فی الصلاة (باب الاستعاذة)، والنسائی فی الاستعاذة، والترمذی فی ابواب

الدعوات (باب الاستعاذة من شر السمع)، و کذا رواه الحاکم فی المستدرک، واحمد، و البخاری فی الادب المفرد، والتاریخ الکبیر.

راوی حدیث حضرت شکل بن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: شکل، والد کا نام حمید، کوفہ کے رہنے والے تھے، اس حدیث بالا کے علاوہ اور کوئی روایت ان سے منقول نہیں، اور یہ روایت بھی ان کے بیٹے شتیر رحمہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے روایت کرتے ہیں، یہی بات علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے الاصابہ ۱۵۴/۵ میں فرمائی ہے۔ علامہ ابن صلاح فرماتے ہیں صحاح ستہ میں سے صرف یہی روایت ان کی نظر میں آئی ہے۔

مزید وضاحت کے لئے (المنذری ۱۶۱/۲، الاصابۃ ۱۵۴/۵، مختصر السنن ۱۶۱/۲ دیکھیں)

(۱) فتوحات الربانیۃ ۲۱۷/۷ (۲) فتوحات الربانیۃ ۲۱۷/۷، نزہۃ المتقین ۱۰۱۲
(۳) فتوحات الربانیۃ ۲۱۷/۷ (۴) فتوحات الربانیۃ ۲۱۷/۷، مرقاۃ ۲۳۲/۵
(۵) فتوحات الربانیۃ ۲۱۷/۷، دلیل الفالحین ۲۹۸/۵

بیماریوں سے پناہ چاہنا

(١٤٨٤) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَ سَيِّءِ الْاَسْقَامِ﴾ (رواه ابو داود باسناد صحيح)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَ سَيِّءِ الْاَسْقَامِ، ”اے اللہ میں برص اور جنون اور کوڑھ اور تمام بیماریوں سے تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔“

لغات: ❖ برص: (س) بمعنی برص کی بیماری والا ہونا، سیئ: بمعنی بری۔ الاسقام: بمعنی: بیماری، اس کا مفرد السقم.

تشریح: برص: یہ ایک بیماری ہے جس میں انسان کے جسم پر سفید داغ ہوجاتے ہیں اور آدمی کی خوبصورت کھال بدشکل ہوجاتی ہے۔ [1]

اَلْجُنُوْن: اس میں عقل ختم ہوجاتی ہے، عقل سے ہی انسان اچھے کام کرتا ہے اور برے کاموں سے بچتا ہے، تو اگر عقل ہی ختم ہوجائے تو اب اس شخص میں اچھے برے کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ [2]

اَلْجُذَام: یہ بھی ایک بیماری ہے جس میں اعضاء کٹنے لگتے ہیں۔ [3]

وَسَيِّءِ الْاَسْقَام: یہ جملہ تعمیم بعد تخصیص کے ہے، بری بیماریوں میں اندھا ہونا، فالج زدہ ہونا اور دنیا کی ہر قسم کی تکلیف دہ بیماریاں اس میں داخل ہیں، سیئ کی قید لگائی تاکہ اس سے وہ بیماریاں نکل جائیں جو اولیاء وغیرہ کو ہوتی ہیں، وہ برائی کے

لئے نہیں بلکہ درجات کے بلندی کے لئے ہوتی ہیں۔ (۴)

یہ دعا باطنی اور ظاہری امراض سب کو جامع ہے کیونکہ جنون سے باطنی امراض کی طرف اور جذام، برص وغیرہ سے ظاہری امراض کی طرف اور آخر میں سیئ الاسقام میں سب کو شامل کردیا گیا۔ شریعت کی منشا یہ ہے کہ آدمی عافیت کا سوال کرتا رہے مگر جب بیماری وغیرہ آجائے تو صبر کرے: ؎

امر بسوال العافیة من کل بلاء قبل حلوله　　　والصبر علی مایقع من البلاء عند نزوله (۵)

"شریعت نے حکم دیا عافیت کے سوال کرنے کا مصائب کے آنے سے پہلے، اور صبر کرنے کا حکم دیا جب کہ مصائب آجائیں۔"

ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا ایسا مرض جس سے لوگ اجتناب کریں یا اس سے دوسرے کو فائدہ حاصل کرنے سے روک دے، یا ایسا مرض جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے عاجز ہوجاتا ہو، تو اس مرض سے پناہ مانگنی مستحب ہے۔ (۶)

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد فی کتاب الصلاۃ (باب الاستعاذۃ)، والنسائی فی الاستعاذۃ، و اخرجه ایضا احمد، والطیالسی، وابن ابی شیبة واسنادہ جید.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۵/ ۲۳۱، فتوحات الربانیۃ ۷/ ۲۱۷، مرعاۃ المفاتیح ۶/ ۱۱۹

(۲) مرقاۃ ۵/ ۲۳۱، فتوحات الربانیۃ ۷/ ۲۱۷

(۳) فتوحات الربانیۃ ۷/ ۲۱۷، مرعاۃ المفاتیح ۶/ ۱۱۹

(۴) فتوحات الربانیۃ ۷/ ۲۱۸، دلیل الفالحین ۴/ ۲۹۸

(۵) فتوحات الربانیۃ ۷/ ۲۱۸

(۶) مظاہر حق ۲/ ۶۲۴، مرعاۃ المفاتیح ۶/ ۱۲۰، مرقاۃ ۵/ ۲۳۱

بھوک اور خیانت سے پناہ چاہنا

(۱٤٨٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ﴾. (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا بھی فرماتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ" "اے اللہ

میں بھوک سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ برا ساتھی ہے اور خیانت سے بھی تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ وہ بری خصلت ہے'' (یعنی بدترین دوست ہے)

لغات: ❖ الجوع: (ن) بھوکا ہونا۔ الضجیع: بمعنی ساتھ، لیٹنے والا۔ (ف) بمعنی پہلو کے بل لیٹنا۔ الخیانۃ: (ن) بمعنی امانت میں خیانت کرنا۔ البطانۃ: (ف) بمعنی پوشیدہ ہونا (ن) داخل ہونا۔

تشریح: فَاِنَّهُ بِئْسَ الضَّجِيْعُ: الضجیع کہتے ہیں وہ ساتھی جو انسان کے ساتھ ایک ہی بستر پر لیٹے، اب مطلب یہ ہوا سخت بھوک آدمی کے ساتھ ایسی لازم ہوجاتی ہے جس سے ظاہر و باطن دونوں پر اثر ہوجاتا ہے اور آدمی کا چین بے چینی میں اور سکون بے سکونی میں بدل جاتا ہے، اور اسی بھوک سے آدمی کی عبادات میں خلل آتا ہے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ مطلق بھوک مذموم نہیں، بھوک سے تو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہاں پر اس بھوک کی مذمت ہے جو انسان کو تکلیف میں مبتلا کردے اور دین کے کاموں میں سستی و کاہلی پیدا کردے، عبادت اور نیک کام سے روک دے۔ (۲)

خیانت کے بارے میں فرمایا کہ یہ بہت ہی برا رفیق ہے۔ اصل میں ''البطانۃ'' اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اندر کی طرف ہو جس کو اردو میں استر کہتے ہیں، مراد یہاں پر وہ چیز ہے جس کو آدمی چھپاتا ہے۔ (۳)

خیانت بہت ہی بری اور گندی چیز ہے جس کی مذمت اور بھی متعدد روایات میں بیان کی گئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی الصلاة (باب الاستعاذة)، والنسائی، وابن حبان فی صحیحه، رواه الحاكم عن عائشة، واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۲۹۹، تعلیق الصبیح ۳/۱۵۶

(۲) مرقاۃ ۵/۲۳۰، فتوحات الربانیۃ ۷/۲۲۱، مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۱۸، تعلیق الصبیح ۳/۱۵۶

(۳) فتوحات الربانیۃ ۷/۲۲۱، تعلیق الصبیح ۳/۵۶، مرقاۃ ۵/۲۳۰

قرض کی ادائیگی کی دعا

(۱۴۸۶) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ مُكَاتَبًا جَآءَهُ فَقَالَ: اِنِّيْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ، فَاَعِنِّيْ قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ، قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ﴾. (رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب (غلام) آیا اور کہنے لگا کہ

میں بدل کتابت (یعنی وہ مال جو میرے آقا نے مجھے آزاد کرنے کے لئے میرے اوپر ذمہ کیا ہے) ادا کرنے سے عاجز ہو چکا ہوں، آپ میری مدد فرمائیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے وہ کلمات نہ سکھادوں جو نبی کریم ﷺ نے مجھے سکھائے تھے؟ اگر تم پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے تم کو سبکدوش فرمادیں گے، تو یہ پڑھا کرو: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، وَاَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" "اے اللہ اپنے حرام سے حلال کے ذریعہ میری کفایت فرما اور اپنے فضل کے ذریعہ مجھے اپنے ماسوا سے مستغنی فرما۔"

لغات: ❖ مکاتباً: مراد یہاں پر یہ ہے کہ آدمی اپنے غلام سے یہ کہے کہ تم اتنا مال دے دو تو آزاد، اور وہ اس کو قبول کرلے تو اب ایسے غلام کو مکاتب کہیں گے۔ جبل: بمعنی پہاڑ جمع: جبال وغیرہ آتی ہے۔ اکفنی: کفی یکفی کفایۃ بمعنی: کافی ہونا۔

تشریح: اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: "کہ میں تجھے وہ کلمات نہ سکھادوں۔"

سوال: مکاتب نے تو مال مانگا تھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت مال نہیں تھا اور اس کو خالی ہاتھ لوٹانا پسند نہیں فرمایا اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ دے دیا۔ (۱)

دوسرا جواب: یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گویا کہ اس کو فرمایا کہ تم لوگوں سے سوال کرتے ہو حالانکہ ضرورت کے پورا کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے، اس لئے تم اس دعاء کو پڑھو تا کہ تمہاری ضرورت پوری ہوجائے۔ (۲)

لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا: حدیث بالا میں تو "مثل جبل" کا لفظ ہے مگر دوسری روایت میں "جبل احد" کا لفظ بھی ملتا ہے اور تیسری روایت میں "مثل جبل صیر" کے بھی الفاظ ملتے ہیں۔ (۳)

ان سب سے مراد کثرت ہے۔ احد پہاڑ تو مدینہ منورہ کے قریب ایک مشہور ومعروف پہاڑ ہے اس کے قریب جنگ بھی ہوئی تھی، اسی وجہ سے اس جنگ کو غزوہ احد کہتے ہیں۔

صیر: یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے، مگر اس میں اختلاف ہے کہ یہ پہاڑ کہاں ہے، بعض نے کہا کہ یہ یمن میں ہے، اور بعض کے بقول، سیراف اور عمان کے درمیان میں ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات، رواہ الحاکم فی المستدرک ۱/۱۹۷۳ واحمد ۱/۱۳۳۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۶/۹۲

(۲) مرعاۃ المفاتیح ۶/۹۲
(۳) روایۃ الحاکم ۱/۵۳۸، جامع الاصول ۵/۲۲۲
(۴) مظاہر حق، فتوحات الربانیۃ ۴/۳۰

ہدایت کی دعا

(۱۴۸۷) ﴿وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْناً كَلِمَتَيْنِ يَدْعُوْبِهِمَا: "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ، وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّنَفْسِيْ" ﴾. (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے والد حضرت حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا کے لئے یہ دو کلمے سکھائے: **اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی**، ''اے اللہ میرے دل میں ہدایت کوڈال دے اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔''

لغات: ❖ رشدی: رشد یرشد رشدًا (ن، س) ہدایت پانا۔ اور ثلاثی مزید افعال وغیرہ میں ارشاد کے معنی ہے رہبری وراہنمائی کرنا۔

تشریح: مشکوٰۃ کی روایت میں پورا قصہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ آج کل کتنے خدا کی عبادت کررہے ہو؟ تو میرے والد نے کہا سات، چھ زمین کے ایک آسمان کا، آپ ﷺ نے سوال کیا: رغبت اور خوف کس سے آتا ہے؟ تو میرے والد نے کہا آسمان والے خدا سے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہوجاؤ تو میں تم کو ایسے دو کلمے بتاؤں گا جو تم کو نفع دیں گے۔

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد مسلمان ہوگئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو وہ کلمات سکھائیں جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا جس پر آپ ﷺ نے یہ کلمات سکھائے۔

رُشْدِیْ: رشد کہتے ہیں: سیدھے راستہ پر استقامت حاصل کرنا یا راہنمائی پانا ہدایت کی طرف۔ (۱)

وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ: کہ مجھ کو میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما کہ نفس ہی تمام شر کا مبدا ہے، اس لئے نفس سے خصوصی طور سے پناہ مانگی جارہی ہے۔ (۲)

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے، کیونکہ جب آدمی کو ہدایت مل گئی تو وہ ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ ہوگیا اور جب نفس کے شر سے حفاظت مانگی گئی تو اس طرح معاصی سے بچاؤ ہوجائے گا کیونکہ اکثر معاصی یہ نفس (امارہ) ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات وقال ھذا حدیث غریب، اخرجه البخاری فی التاریخ مختصراً واخرجه احمد ۷/۲۰۰۱۲، والنسائی، ابن حبان، والحاکم ۱/ ۱۸۸۰ واسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۶/ ۱۲۸، مرقاۃ ۵/ ۲۳۵ (۲) تعلیق الصبیح ۳/ ۱۵۸ (۳) مرعاۃ المفاتیح ۶/ ۱۲۸

عافیت کے لئے دعا

(۱۴۸۸) ﴿وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِیْ شَیْئاً اَسْأَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: "سَلُوْا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فَمَکَثْتُ اَیَّاماً، ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَسْأَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ لِیْ: یَاعَبَّاسُ یَاعَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ! سَلُوْا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ"﴾ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا بتلادیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کروں؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو۔ میں چندروز کے بعد پھر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا بتادیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس! اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت مانگا کرو۔''

لغات: ❖ فمکثت: مکث یمکث مکثا (ن، ک) بمعنی ٹھہرنا، روکنا، اور یہ مزید میں متعدی مستعمل ہوتا ہے۔ عم: بمعنی: چچا۔ اس کی جمع اعمام آتی ہے۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ سے عافیت مانگو کیونکہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں۔ (۱)

عافیۃ: کہتے ہیں کہ آدمی محفوظ ہوجائے ہر قسم کی بیماری اور ہر قسم کے مصائب سے، تو یہ عافیت کی دعا بہت ہی جامع دعا ہوئی کہ اس میں تمام خیر کے حصول کی تمنی ہے اور تمام شروں سے بچنے کی دعا ہے۔ (۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ عافیت میں تمام ہی آفات ظاہری و باطنی سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ (۳)

دنیا کی عافیت سے مراد دنیا کے مصائب، بیماریاں، مقدمات وغیرہ سے بچاؤ، اور دین کی عافیت یہ ہے کہ آدمی کے گناہ معاف ہوجائیں اور وہ اپنے مطلوب کو پالے۔ (۴)

اس سائل کے تین مرتبہ سوال کرنے سے اور پھر آپ ﷺ کے جواب دینے سے سائل کے دماغ میں یہ بات خوب واضح

کر دینا تھا کہ عافیت کی دعا مانگنا تمام دعاؤں سے افضل اور بہتر ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ﷺ بار بار اس سائل کو ایک ہی دعا کرنے کو نہ فرماتے۔ ایک دوسری روایت میں اس حدیث کے آخر میں آتا ہے کہ آپ نے سائل کو خطاب فرمایا: فَإِذَا اُعْطِيْتَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَقَدْ اَفْلَحْتَ. (۵)

''اگر تم کو عافیت اور معافات دے دی گئی تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی ابواب الدعوات (باب ای الدعاء افضل؟)، ابن ماجه فی الدعاء، واحمد ۱/۱۷۸۳، والبخاری فی الادب المفرد (مع اختلاف یسیر)، والحمیدی ۴۶۱، بن ابی شیبة ۱۰/۲۰۶، وابن حبان ۹۵۱ واسناده حسن.

راوی حدیث حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے، اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ اللہ نے ان کو زمانہ جاہلیت میں بھی عزت دے رکھی تھی اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بڑی عزت رہی۔ ان کے ذمہ زمانہ جاہلیت میں حاجیوں کو پانی پلانا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اسی کام پر باقی رکھا، غزوہ بدر میں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی طرف سے آئے تھے مگر بعد میں مسلمان ہو گئے اور حنین وغیرہ غزوات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور ایک موقعہ پر جب سب بھاگ رہے تھے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جمے کھڑے تھے۔

وفات: مدینہ میں رجب کے مہینہ میں ۳۴ھ میں انتقال ہوا (سن وفات میں اختلاف ہے) انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۰ سال یا ۸۹ سال تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، ان سے ۳۵ روایات منقول ہیں جن میں سے بخاری اور مسلم کا ایک پر اتفاق ہے اور بخاری میں ایک اور مسلم میں تین روایات منفرد ہیں۔

(۱) رواہ الترمذی وابن ماجہ (۲) مرعاۃ المفاتیح ۱۴۶/۶

(۳) اشعۃ اللمعات (۴) دلیل الفالحین ۳۰۱/۴

(۵) رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد

دین پر استقامت کے لئے دعا

(۱۴۸۹) ﴿وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَالَ: قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَا كَانَ اَكْثَرُ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: كَانَ اَكْثَرُ دُعَائِهٖ: "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾. (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا اے ام المؤمنین! جب رسول اللہ ﷺ آپ کے ہاں ہوتے تو کون سی دعا زیادہ تر مانگا کرتے تھے؟

فرمایا: آپ ﷺ اس دعا کو اکثر مانگا کرتے تھے: "یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک" "اے دلوں کو پلٹنے والے، میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔"

لغات: ❖ مقلب: (ض) پلٹ دینا، (س) بمعنی الٹے ہونٹوں والا ہونا۔ ثبت: (ن) بمعنی ٹھہرنا وقار سے بیٹھنا۔ (ک) بہادر ہونا، صاحب عزم ہونا۔

تشریح: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نہیں لیا بلکہ کنیت سے یاد کیا، یہی ادب ہے، بڑوں کے نام لینے کے بجائے لقب وغیرہ سے یاد کرنا چاہئے۔ (۱)

ازواج مطہرات امت کے مائیں ہیں، اس کو قرآن نے بھی بیان فرمایا ہے کہ: وازواجه امهاتهم، "ان کی عورتیں امت کی مائیں ہیں" یہاں ماں سے مراد تعظیم و تکریم ہے ورنہ احکام حرمت نکاح، محرم ہونے کی وجہ سے باہم پردہ نہ ہونا، میراث میں حصہ دار ہونا یہ نہیں ہوگا۔

يَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ: "اے دلوں کو پلٹنے والے" یعنی ہدایت کے بعد گمراہی یا گمراہی کے بعد ہدایت دینے والا۔ (۲)

ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَى دِيْنِكَ: "میرے دل کو اپنے دین پر استقامت دے۔" یہ جناب رسول اللہ ﷺ تواضعاً دعا فرماتے تھے ورنہ آپ تو معصوم تھے، آپ ﷺ کی دین پر استقامت تو لازمی تھی۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ مقصد دین کی استقامت اور حسن خاتمہ ہے، اگر یہ دولت نصیب نہیں تو پھر تو تمام عبادات و ریاضات ضائع ہوں گی۔ (۳)

کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ دعا ہے کہ امیر ۔۔۔ نزع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

علماء فرماتے ہیں قرآن کی اس آیت میں بھی حدیث بالا والا مضمون ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا.

"اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں۔" (۴)

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی الدعوات (باب یامقلب القلوب ثبت قلبی)، رواه احمد عن ام سلمة، رواه النسائی من حدیث عائشه، والحاکم فی المستدرک من حدیث جابر، رواه ابن ماجه من حدیث انس.

راوی حدیث حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: شہر، والد کا نام حوشب، تابعی ہیں اور اپنے زمانے کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، نہایت متقی تھے۔ کہتے ہیں ایک ولیمہ میں تشریف لے گئے وہاں پر گانا ہو رہا تھا فوراً وہاں سے نکل آئے، احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شہر ثقہ ہیں، ان کی روایات صحیح ہیں، یہی بات معاویہ بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ، احمد بن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وفات: ۱۱۲ھ میں ہوئی۔ ان سے صرف دو روایتیں منقول ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۳۰۲

(۲) دلیل الفالحین ۴/۳۰۲، نزہۃ المتقین ۱۰۱۴
(۳) دلیل الفالحین ۴/۳۰۲، نزہۃ المتقین ۱۰۱۴
(۴) سورت ال عمران آیت: ۸، ترجمہ بیان القرآن

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا

(۱٤۹۰) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "کَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاؤدَعَلَیْہِ السَّلَامُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ، وَاَھْلِیْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ﴾ (رواہ الترمذی و قال حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت داؤد علیہ السلام یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ، وَاَھْلِیْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ" "اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو آپ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچائے، اے اللہ اپنی محبت میری جان اور میرے اہل خانہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پسندیدہ بنادے۔"

لغات: ❖ حب: (س، ک) بمعنی: محبوب ہونا۔ یبلغنی: (ن) پہنچنا (ک) بمعنی: بلیغ ہونا، مراد کو پہنچنا ہے۔ البارد: بردیبرد برداوبرودۃ (ن، ک) ٹھنڈا ہونا۔

تشریح: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ: اس کے دو ترجمہ کئے گئے ہیں، (۱) تیری محبت جو مجھ سے ہے، (۲) میری محبت جو تجھ سے ہے۔ (مرقاۃ) وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ: اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو آپ سے محبت کرتا ہے، مراد علماء، صلحاء وغیرہ ہیں۔ [۱]

حدیث بالا میں "اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ" ہے۔ [۲]

مگر دوسری روایات میں "اِجْعَلْ حُبَّکَ أَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ" ہے یعنی دوسری روایات میں "مالی" لفظ کا اضافہ ہے۔ (اور حصن حصین میں بھی اسی طرح ہے) [۳]

اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے: کہ اے اللہ! تیری

ذات مجھ کو میری ذات سے زیادہ محبوب ہوجائے۔ (۴)

وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ: تیری ذات مجھ کو ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوجائے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سے آدمی کو ٹھنڈے پانی سے طبعی محبت ہوتی ہے (خاص کر کے گرمی کے ایام میں) تو اے اللہ تیری محبت بھی میری طبیعت میں ایسی سرایت کرجائے۔ اور پھر فرمایا: ذَاکَ اَکْمَلُ مَرَاتِبِ الْمَحَبَّۃِ، "اور یہ سب سے زیادہ اعلیٰ محبت کے درجات میں سے ہے۔" (۵)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

پیاسا چاہے جیسے آب سرد کو — تیری پیاس اس سے بھی بڑھ کر مجھ کو ہو

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی کتاب الدعوات (باب من دعاء داؤد علیہ السلام)، رواہ الحاکم فی المستدرک، واحمد ۳۵۰۱ و فی اسنادہ مجھول

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء (عویمر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۶/۱۶۵

(۲) مشکوۃ، جامع الاصول ۵/۱۱۰، جمع الفوائد ۲/۶۵۸

(۳) ترمذی، الحاکم ۲/۴۳۳

(۴) اشعۃ اللمعات

(۵) اشعۃ اللمعات، دلیل الفالحین ۴/۳۰۴

اسم اعظم

(۱۴۹۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلِظُّوْا بِیَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾. (رواہ الترمذی ورواہ النسائی من روایۃ ربیعۃ بن عامر الصحابی قال الحاکم حدیث صحیح الاسناد)

اَلِظُّوْا: بکسر اللام وتشدید الظاء المعجمۃ معناہ الزموا ھذہ الدَّعْوَۃَ وَاَکْثِرُوْا مِنْھَا.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کثرت سے یا ذا الجلال والاکرام پڑھا کرو۔ (ترمذی) نسائی نے ربیعہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حاکم نے کہا کہ حدیث صحیح سند والی ہے۔"

الظوا: لام کے کسرہ ظاء معجمہ کی تشدید کے ساتھ یعنی اس دعا کو لازم کرو اور کثرت کے ساتھ پڑھو۔

لغات: ❖ جلال: جل یجل جلا (ض) بڑے مرتبہ والا ہونا۔ الاکرام: یہ باب افعال سے ہے اور باب (ک) نفیس ہونا، باب تفعیل سے: تعظیم کرنا وغیرہ۔

تشریح: حدیث کا مدعا یہ ہے کہ "یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" کو کثرت سے پڑھو، کیونکہ یہ اللہ کے اسماء میں سے ہے، اس کے معنی ہے بزرگی اور بخشش کا مالک، یہ لفظ بہت ہی جامع ہے کیونکہ لفظ جلال ہے جس نے خدا کا جلال اور بزرگی دیکھی اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں ذلیل کرے اور اپنے اندر سے اپنی بڑائی کو نکال کر اللہ کے لئے بڑائی کو ثابت کرے۔ (۱)

اَلْاِکْرَامِ: "بخشش کرنے والا" اس میں اشارہ ہے کہ جب اللہ ہی بخشش کرنے والا ہے تو اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے آدمی اپنی حاجت بیان نہ کرے، اور جس نے اللہ کا اکرام دیکھا تو اس کو چاہئے کہ وہ اسی کا شکر گزار بنے اور اپنی عبادات کو اسی کے لئے خالص کرے۔ (۲)

ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بڑائی بیان کی گئی ہے اور جو بھی اللہ کی تعریف کرتا ہے اللہ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں "یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" اسم اعظم میں سے ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ یہ پڑھ رہے تھے "یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" آپ ﷺ نے فرمایا: اب جو کچھ بھی یہ مانگے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات وفی اسنادہ ضعف ولہ شاہد عند احمد ۱۷۶۰۷/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق

(۲) مظاہر حق

(۳) ترمذی شریف

تئیس سالہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا خلاصہ

(۱۴۹۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: دَعَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ کَثِیْرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْہُ شَیْئًاقُلْنَایَارَسُوْلَ اللّٰہِ! دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ کَثِیْرٍ لَمْ نَحْفَظْ فَقَالَ: "اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَایَجْمَعُ ذٰلِکَ کُلَّہٗ؟ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِمَا سَاَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" ﴾رواہ الترمذی و قال: حدیث حسن.

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں ارشاد فرمائیں ہم اس کو کچھ بھی محفوظ نہ رکھ سکے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں ارشاد فرمائیں ہم کو تو ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی دعا نہ بتاؤں جو سب کو جامع ہو؟، یوں دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ، وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' ''اے اللہ آپ سے اس تمام بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کا آپ سے آپ کے نبی ﷺ نے سوال کیا، اور ہم آپ کی ان تمام برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں جس سے آپ کے نبی ﷺ نے پناہ مانگی، تجھ ہی سے مدد لی جاتی ہے اور آپ ہی کے پاس (فریاد) پہنچنے والی ہے اور برائی سے بچنا اور نیکی کی قوت دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔''

لغات: ❖ **نحفظ: حفظ یحفظ حفظا** (س) حفاظت کرنا۔ **ادلکم:** (ن) راستہ دکھانا۔ رہنمائی کرنا۔ **استعاذک:** باب استفعال سے: مدد طلب کرنا۔ مجرد اس کا باب نصر ہے۔

تشریح: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کر کے امت کے لئے بہت آسانی پیدا کردی کیونکہ اگر دیکھا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اتنی دعائیں ہیں کہ ان سب کو یاد کرنے کے لئے بھی ایک مستقل عمر چاہئے، اگر حدیث بالا کو صرف یاد کرلیا جائے تو سرور دو عالم ﷺ نے تئیس سال میں جتنی دعائیں مانگی ہیں ان سب کا خلاصہ حدیث بالا میں آگیا۔

اللھم انی اسئلک من خیر ماسألک منه نبیک محمد ﷺ۔ (۱)

''اے اللہ میں آپ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتا ہوں جو آپ سے آپ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگی ہیں'' آدمی خود ہی اندازہ لگائے کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے کوئی خیر کی دعا چھوڑی ہوگی کہ اللہ سے نہ مانگی ہو؟

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی کتاب الدعوات (باب اللھم انانسألک بماسألک منه نبیک صلی اللّٰه علیه وسلم) وفی اسناده مقال وله شاھد عند احمد ۹/۲۰۰۷۳، وابن ماجه، وابن حبان ۸۶۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، فضائل دعا

ایک جامع دعا

(۱۴۹۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَالسَّلَامَةَمِنْ کُلِّ اِثْمٍ، وَ الْغَنِيْمَةَمِنْ کُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَبِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ﴾. (رواه الحاکم ابوعبدالله وقال: حديث صحيح علی شرط مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا ہوتی تھی: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ، وَالْفَوْزَبِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَمِنَ النَّارِ" "اے اللہ آپ سے آپ کی رحمت واجب کردینے والی اور آپ کی مغفرت کے لازم کرنے والی چیزوں کی توفیق کا سوال کرتا ہوں اور ہر گناہ سے سلامتی اور ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور جنت کے حصول اور دوزخ سے نجات مانگتا ہوں۔"

لغات: ❖ موجبات: واجب کرنا، لازم کرنا۔ وجب (ض) وجوباً وجبة: واجب ہونا۔ عزائم: (مفرد) عزم بمعنی: پختہ ارادہ، عزم (ض) عزماً وعزما ومعزما ومعزما وعزيماً وعزمة: پختہ ارادہ کرنا، لازم کرنا۔ الغنيمة: (جمع) غنائم ہے مفت حاصل کرنا۔ غنم (س) غنماً وغنما وغنما وغنيمة وغنمانا: مفت حاصل کرنا، غنیمت حاصل کرنا، فائدہ حاصل کرنا۔ الفوز: فاز يفوز فوزاً بمعنی: کامیاب ہونا۔

تشریح: مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ: اے اللہ ایسی بات یا عمل یا عادت کی توفیق عطاء فرما جس کی وجہ سے جنت واجب ہوتی ہے۔ اسی کے قریب قریب معنی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس عمل کے اوپر جنت کا وعدہ ہے اس کو کرنے کی اللہ توفیق دیدے۔ جب عمل ہوجائے گا تو اللہ بھی اپنے وعدہ (جنت) کو پورا فرمادیں گے۔ (۱)

وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ: "تیری مغفرت کو لازم کرنے والی۔" عزائم یہ جمع ہے عزیمۃ کی، مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں سے عزم فرمالیا ہے کہ میں ان کی مغفرت کروں گا۔ ورنہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ (۲)

وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ: اس جملہ کا مطلب ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ اے دعا قبول کرنے والے اللہ! میرے اندر سے تمام معاصی اور رزائل کے مادے کو بالکل ہی ختم فرمادیں۔

سوال: یہ تو معصوم ہونے کی دعا کرنا ہے جو جائز نہیں ہے؟

جواب: اگرچہ معصوم تو صرف انبیاء اور فرشتوں کی ذات ہے مگر یوں دعا کرنا کہ اے اللہ مجھ کو گناہوں اور رزائل اخلاق سے حفاظت فرمادے یہ جائز ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه الحاکم فی المستدرک ۱/۵۲۵ وفی اسناده حميدالاعرج اتفقواعلی ضعفه، اخرجه الترمذی، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتوحات الربانیۃ ۷/۲۳۰
(۲) دلیل الفالحین ۴/۳۰٦
(۳) فتوحات الربانیۃ ۷/۱۳۱

(۲۵۱) بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

پیٹھ پیچھے دعا مانگنے کے اجر کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْامِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ (سورة الحشر: ١٠ ترجمه: بيان القرآن ١١/١٢٤)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔''

مِنْ بَعْدِهِمْ: مراد مہاجرین وانصار کے بعد والے لوگ ہیں یعنی تمام مؤمن، اس میں قیامت تک کہ لوگ داخل ہیں۔ اس آیت میں امت محمدیہ کے تین طبقہ کو بیان فرمایا گیا ہے، (۱) مہاجرین، (۲) انصار، (۳) باقی قیامت تک کے لوگ۔ اس تیسرے طبقہ کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ان دو طبقہ والوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان کی طرف سے ہمارے دل میں کسی قسم کا کوئی کینہ اور نفرت نہ فرما۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں امت کے تین درجات ہیں، دو تو گزر گئے مہاجرین و انصار اب ایک درجہ باقی ہے جو ان سے محبت رکھے، اگر امت میں کوئی جگہ حاصل کرنی ہے تو اسی تیسرے درجہ میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم مہاجرین میں سے ہو؟ اس نے انکار کیا، پھر پوچھا کیا انصار میں سے ہو؟ اس کا بھی انکار کیا، تو فرمایا کہ اب تیسرے طبقہ: وَالَّذِيْنَ جَاؤُامِنْ بَعْدِهِمْ. میں داخل ہو جاؤ، اگر عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں شک وشبہ کرو گے تو اس درجہ سے بھی نکل جاؤ گے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے صحابہ سے محبت رکھنا واجب ہے۔ بہر حال مصنف اس آیت کو اس لئے لائے کہ عام لوگوں کو چاہئے کہ صحابہ کے لئے دعا کرتے رہیں۔ (۱)

(۱) قرطبی ۱۸/۳۱، مظہری ۱۱/۴۰۰، معارف القرآن

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

(سورۃ محمد: ۱۹ ترجمہ بیان القرآن ۱۱/۱۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور اپنی خطاء کی معافی مانگتے رہئے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی۔“

تشریح: اس آیت میں اگر چہ مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں مگر مراد اس امت کو سنانا ہے۔ (۱)

اگر چہ آپ ﷺ معصوم ہیں کسی گناہ کا ارتکاب آپ ﷺ سے ممکن بھی نہ تھا لیکن بندہ کی عبادت اللہ کے شایان شان ہوجائے یہ بھی ممکن نہیں اس لئے حکم دیا جارہا ہے کہ آپ اپنی عبادت کو قاصر سمجھتے ہوئے استغفار فرمائیں۔ (۲)

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ: مؤمنین اور مؤمنات کے لئے بھی آپ ﷺ دعا کرتے رہیں۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس امت پر اللہ کا بہت بڑا احسان و کرم ہے اس امت کی مغفرت کے لئے ان کے نبی کو حکم دیا گیا اور آپ ﷺ مستجاب الدعاء تھے، اس لئے امت کے لئے مغفرت کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۳)

---

(۱) قرطبی ۱٦/۲۴۲

(۲) مظہری ۱۰/۴۸۲

(۳) تفسیر مظہری ۱۰/۴۸۲

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِخْبَاراً عَنْ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (سورۃ ابراھیم: ٤١ ترجمہ: بیان القرآن ٦/١٤)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ﷺ کی بات نقل کی ہے: ”اے ہمارے رب! میری مغفرت کردیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔“

تشریح: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے کہ میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادے۔

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تو مشرک تھے ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا تو صحیح نہیں تھا؟

جواب: حقیقی باپ مسلمان تھے اور چچا آزر مشرک تھا اور جہاں قرآن میں باپ کے مشرک ہونے کو بیان کیا گیا ہے مراد چچا ہی ہے کیونکہ عرب میں چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں۔ یا جواب یہ ہے کہ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کی جب کہ ان کو معلوم نہیں تھا مگر جب معلوم ہوگیا کہ باپ کا انتقال کفر کی حالت میں ہوچکا ہے، پھر دعا نہیں کی اسی کو قرآن میں دوسری

جگہ پر فرمایا گیا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيمَ لِاَبِيهِ اِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾. (۱)

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ: اور تمام مسلمانوں کی مغفرت۔ اس میں مؤمن عورتیں بھی داخل ہیں۔

---

(۱) قرطبی، مظہری، معارف القرآن

بھائی کے پیٹھ پیچھے دعا کرنا

(١٤٩٤) ﴿وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَ لَكَ بِمِثْلٍ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ (جواب میں) کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کے مثل حصہ ہو۔''

لغات: ❖ ظھر: بمعنی پیٹھ، اس کی جمع ظھور آتی ہے۔ الملک: بمعنی فرشتہ، اس کی جمع ملائکہ آتی ہے۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے سب سے جلدی دعا قبول ہونے والی میں سے وہ دعا بھی ہے جو بھائی اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے مانگے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَمْسُ دَعْوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ، وَ دَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ، وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْعُدَ، وَدَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَأَ، وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ. ثُمَّ قَالَ: وَاَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ. (۱)

ترجمہ: پانچ دعائیں ہیں جنہیں قبولیت سے نوازا جاتا ہے، ① مظلوم کی دعا یہاں تک کہ وہ ظالم سے بدلہ لے لے، ② حاجی کی دعا یہاں تک کہ وہ واپس آجائے، ③ جہاد کرنے والے کی دعا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو کر بیٹھ جائے، ④ مریض کی دعا یہاں تک کہ وہ اچھا ہوجائے، ⑤ بھائی کی اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ان دعاؤں میں سے بھی جلدی قبول ہونے والی دعا اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرنا ہے۔

تخریج حدیث: رواه مسلم في كتاب الذكر والدعاء (باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب) وكذا ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء (عویمر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ

فرشتہ کا آمین کہنا

(۱۴۹۵) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: "دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ: عِنْدَرَأْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَادَعَالِاَخِيْهِ بِخَيْرٍقَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ: آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان شخص کی اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے دعا قبول ہوتی ہے، ایسے شخص کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہے کہ جب مسلمان اپنے بھائی کے لئے بھلی دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اسی قدر بھلائی ہے۔''

لغات: ❖ مستجابة: باب افتعال سے بمعنی دعا کا قبول کرنا، جاب (ن) جوباً: طے کرنا، سفر کرنا۔ المؤکل: وکیل بنانا، وکل (ض) وکلا ووکولاً: سپرد کرنا، بھروسہ کرنا۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں یہ حدیث ماقبل کی حدیث کی وضاحت کرنے والی ہے۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو یہ دعا بہت جلدی قبول ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دعا میں اخلاص کامل درجہ کا پایا جارہا ہے۔ [1]

اور جس عمل میں جتنا اخلاص ہوگا اتنا ہی اللہ کی بارگاہ میں جلدی قبول ہوتا ہے، علماء اس بناء پر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست وغیرہ کے لئے اس کی موجودگی ہی میں دل ہی دل میں چپکے چپکے اخلاص سے دعا کرے یہ بھی اسی حدیث بالا میں داخل ہوگی کہ اس میں بھی اخلاص پایا جارہا ہے۔ [2]

آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ: دعا کی قبولیت کے لئے جو فرشتہ مقرر ہوتا ہے وہ اس دعا مانگنے والے کے لئے بھی اللہ جل شانہ سے درخواست کرتا ہے الٰہی! اس شخص کی دعا اس کے بھائی کے حق میں قبول فرما، اور پھر وہ فرشتہ اس دعا کرنے والے کے لئے دعا کرتا ہے کہ جس طرح تیرے بھائی کو خیر وبھلائی کی تو نے جو دعا کی ہے اللہ کرے کہ تجھ کو بھی وہ خیر اور بھلائی حاصل ہوجائے۔ [3]

اسی وجہ سے بعض اسلاف سے یہ بات منقول ہے جب بھی ان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو دوسرے کے لئے اس کی دعا کرتے تھے تو ان کو وہ چیز مل جاتی، حدیث بالا کی وجہ سے۔ [4]

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الذکر والدعاء (باب فضل الدعاء للمسلمین بظھر الغیب)، اخرجه امام احمد فی مسنده، ابوداؤد فی اواخر الصلوۃ، رواہ الترمذی، ورواہ البخاری فی الادب المفرد، والطبرانی فی المعجم الکبیر، وابن ماجه فی الحج، وابن ابی شیبة، وابوعوانة، وابن حبان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالدرداء (عویمر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) فتوحات الربانیۃ ۷/۲۶۲، تعلیق الصبیح ۳/۴۷، دلیل الفالحین ۴/۳۰۸
(۲) مظاہر حق ۲/۴۶۹
(۳) مظاہر حق ۲/۴۶۹، تعلیق الصبیح ۳/۴۷
(۴) دلیل الفالحین ۴/۳۰۸

(۲۵۲) بَابُ فِیْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ
دعا کے چند مسائل کا بیان

احسان کا بدلہ

(۱۴۹۶) ﴿وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صُنِعَ اِلَیْهِ مَعْرُوْفٌ، فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ: جَزَاکَ اللّٰهُ خَیْرًا، فَقَدْاَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ﴾. (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس کے ساتھ کوئی نیک برتاؤ کیا گیا اور پھر وہ بھلائی کرنے والے کو 'جزاک اللہ خیراً' (یعنی اللہ تجھے اچھا بدلہ دے) کہے تو اس نے احسان کرنے والے کی خوب تعریف کی۔"

لغات: ❖ صنع: (ف) بمعنی بنانا۔ معروف: بمعنی اچھائی۔ ابلغ: (ن). بلغ یبلغ بلغًاوبلوغًا پہنچنا. الثناء: بمعنی تعریف۔ ضرب سے۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے: مَنْ صَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًافَکَافِئُوْهُ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْامَاتُکَافِئُوْهُ فَادْعُوْالَهٗ حَتّٰی تَرَوْا اَنْ قَدْکَافَئْتُمُوْهُ.[1]

ترجمہ: "جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے، تو تم بھی اس کے ساتھ احسان کرو، اگر تم اس کے بدلے میں مال نہ پاؤ تو

پھر اس کے لئے دعا کرو جب تک تم جان نہ لو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔"

اب حدیث بالا کا مطلب اس حدیث کے ساتھ ملا کر یہ ہوا کہ جب کسی کے ساتھ کسی نے کوئی ہدیہ وغیرہ دیا تو اولا اس کو چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ ہدیہ کے ہی شکل میں دیں، اگر وہ ہدیہ نہ پائے تو اب دوسرے درجہ میں یہ ہے کہ وہ اس کے لئے دعا دے اور دعا کے الفاظ حدیث بالا میں "جزاک اللہ خیرا" کے ساتھ ارشاد فرمائے گئے ہیں، اس دعا کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ میں تمہارے اس ہدیہ کا بدلہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اللہ تم کو اس کا دنیا اور آخرت میں اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ (۲)

فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ: تحقیق اس نے احسان کرنے والے کی خوب تعریف کی۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کے بدلے کو اللہ کے حوالے کر دیا تو ظاہر ہے اللہ اس کو بہترین اجر دے گا جو مخلوق میں سے کوئی کسی کو نہیں دے سکتا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب البر و الصلة (باب ماجاء فی المتشبع بمالم یعطه)، وابن حبان ٣٤١٣ واسناده صحيح على شرط مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ
(۲) تعلیق الصبیح ۳۸۱/۳
(۳) تعلیق الصبیح ۳۸۱/۳

اولاد اور مال کے لئے بددعا

(۱۴۹۷) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ، وَلَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے اور اپنے مالوں کے لئے بددعا نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایسی گھڑی ہو کہ جس میں اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے تو وہ تمہاری دعا قبول کرے۔"

لغات: ❖ توافقوا: وفق یفق وفقاً بمعنی موافق پانا باب ضرب سے، مزید میں باب تفاعل مفاعلہ اور تفعیل وغیرہ سے مستعمل ہے۔ فیستجیب: باب استفعال سے بمعنی: دعا کو قبول کرنا۔

تشریح: عموماً اللہ جل شانہ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ خیر کے متعلق دعا کو جلدی قبول فرماتے ہیں اور شر کے متعلق دعا کو تاخیر سے، یہ مضمون قرآن کی اس آیت سے بھی مفہوم ہوتا ہے:

﴿لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ﴾ (۱)

''اور اگر جلدی پہنچادے اللہ لوگوں کو برائی جیسے کہ جلدی مانگتے ہیں وہ بھلائی، تو ختم کردی جائے ان کی عمر۔''

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بخاری اور مسلم نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے یہاں دعا سے مراد یہ ہے کہ بسا اوقات آدمی غصہ کی حالت میں اپنی اولاد یا مال و دولت کے تباہ و برباد ہونے کی بد دعا کر بیٹھتا ہے، اس پر اللہ کا فضل و کرم یہ ہوتا ہے کہ اس کی دعا کو فوراً قبول نہیں فرماتے۔ (۲)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ جو فرشتے انسانوں کی حاجت روائی پر مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت کر رکھی ہے کہ میرا بندہ رنج اور غصہ میں جو بات کہے اس کو مت لکھو۔ (۳)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ سے یہ دعا کی ہے کہ وہ کسی دوست، عزیز کی بد دعا اس کے دوست، عزیز کے بارے میں قبول نہ فرمائے۔ (۴)

ان سب اقوال کے باوجود کبھی کبھار جو اوقات قبولیت کے ہوتے ہیں اس میں آدمی جو زبان سے نکالتا ہے وہ فوراً قبول ہوجاتی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اپنی اولاد اور مال کے لئے کبھی بد دعا نہ کرو کہ قبول ہوجائے تو پھر تمہیں پچھتانا پڑے۔

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی اواخر کتاب الزھد والرقاق (باب حدیث جابر الطویل وقصہ الی الیسیر)، اخرجہ ایضا ابوداؤد فی اواخر الصلوۃ، وابن حبان ۵۷۴۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ یونس آیت ۱۱، ترجمہ بیان القرآن ۱

(۲) تفسیر قرطبی

(۳) تفسیر قرطبی

(۴) تفسیر قرطبی

سجدہ میں دعا کرنے کا حکم

(۱۴۹۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَسَاجِدٌ فَاَکْثِرُوا الدُّعَآءَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بندہ اپنے پروردگار کے قریب ترین اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ ریز ہو، پس تم سجدہ میں خوب دعا کیا کرو۔"

لغات: ❖ اقرب: (ک) قریب ہونا۔ ساجد: (ن) بمعنی: عبادت کے لئے زمین پر سجدہ کرنا۔

تشریح: مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ سجدہ میں خوب اچھی طرح جم کر دعا کرو، کیونکہ اس میں تمہاری دعا قبول ہوتی ہے، سجدہ میں بندہ اللہ کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ بندہ سجدہ رحمٰن کے قدموں پر کرتا ہے، سجدہ جیسا قرب بندے کو کسی وقت میں بھی حاصل نہیں ہوسکتا، اور سجدہ کی حالت میں انسان اپنے سب سے زیادہ شرف والا عضو یعنی پیشانی کو اللہ کے سامنے ذلیل کرتا ہے، اس سے زیادہ ذلت اور عاجزی ظاہر کرنے کے لئے انسان کے پاس اور کوئی صورت ممکن نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آدمی سجدہ میں جا کر اپنی ذلت اور عاجزی کو ظاہر کرتا ہے اور خداوند قدوس کی بڑائی اور برتری کا اقرار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے وقت میں بہت خوش ہوتے ہیں تو اب ایسے وقت میں جو دعا بھی مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ (۱)

مگر احناف اس میں دو شرط لگاتے ہیں: ① نوافل نماز میں ہو فرائض میں نہ ہو، ② صرف عربی زبان میں ہو، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں نہ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الصلوۃ (باب مایقول فی الرکوع والسجود)، والبخاری ایضا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فضائل دعا ص: ۱۴۳

(۲) شامی

مایوس ہوکر دعا کرنا نہ چھوڑنا چاہئے

(۱۴۹۹) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يُعَجِّلْ يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ رَبِّىْ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِىْ﴾. (متفق علیہ)

وَ فِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لَايَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْقَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ." قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: "يَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ اَرَ يُسْتَجَبْ لِىْ، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ، وَيَدَعُ الدُّعَآءَ."

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب کہ وہ جلد بازی نہ کرے، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی مگر وہ قبول نہ ہوئی۔'' (متفق علیہ)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: یہ کہے کہ میں نے فلاں دعا مانگی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی، پھر وہ تھک ہار کر بیٹھ جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔

لغات: ❖ قطیعة: (ف) بمعنی رشتہ داروں سے جدائی اختیار کرنا، قطع رحمی کرنا۔ **یستعجل:** باب استفعال سے بمعنی: جلدی کرنا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آدمی جلد بازی اور مایوسی کی وجہ سے دعا کی قبولیت کا استحقاق کھو دیتا ہے، آدمی اس بات کا یقین رکھے کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی، ہاں یہ ممکن ہے کہ کبھی کبھار آدمی بڑے اخلاص اور اضطرار سے دعا کرتا ہے، اس کا یہ اخلاص اور اضطرار اللہ جل شانہ کو بہت پسند آتا ہے، اس لئے کبھی دیر ہوجاتی ہے یا بعض لوگوں کا دعاؤں کا تسلسل ان کے لئے ترقی اور تقرب الی اللہ کا سبب ہوتا ہے، اس بناء پر اللہ ان کی دعاء کو جلدی قبول نہیں فرماتے تا کہ وہ اس عظیم نعمت سے محروم نہ ہوجائیں۔ (۱)

جلد بازی میں ایک خرابی تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی دعا کرنا ہی چھوڑ دیتا ہے، دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ آدمی مایوس ہوجاتا ہے، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ دعا بھی عبادت ہے، دعا کر کے وہ اللہ کی عبادت تو کر رہا ہے اگرچہ اس کی دعا قبول بھی نہ ہو رہی ہو۔ (۲)

تیسری وجہ قبول نہ ہونے کی یہ بھی ہوتی ہے کہ ابھی اس دعا کی قبولیت کا وقت نہیں آیا کیونکہ ازل میں ہر چیز کے وقوع اور تکمیل کا وقت مقرر ہے جب تک وقت نہیں آتا وہ چیز واقع نہیں ہوسکتی، اس لئے اس کی دعا میں تاخیر ہو رہی ہوتی ہے۔ (۳)

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں دعا میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے کہ اس کی دعا کب قبول کرنی ہے اور کب نہیں۔ (۴)

تخریج حدیث: رواه البخاری فی کتاب الدعوات (باب یستجاب للعبد مالم یعجل)، ومسلم فی الذکر والدعاء (باب بیان انه یستجاب للداعی مالم یعجل)، واخرجه ایضا امام مالک، والترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه نحوه مختصراً اومطولاً۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف الحدیث ۵/۱۲۶، ۱۱۲۵

(۲) فتوحات الربانیۃ ۷/۲۶۷

(۳) مظاہر حق ۲/۴۶۹، مرعاۃ المفاتیح ۳/۳۹۹

(۴) فتوحات الربانیۃ ۷/۲۶۷

قبولیتِ دعا کے اوقات

(۱۵۰۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: اَیُّ الدُّعَآءِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: "جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ، وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ﴾.

(رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کس وقت کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا: کہ رات کے آخری حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد۔''

لغات: ❖ جوف: بمعنی: پیٹ، گہرا ہونا اور خالی ہونا باب نصر سے آتا ہے۔ دبر: بمعنی: پچھلا حصہ۔ المکتوبات: بمعنی: فرائض یہ جمع ہے مکتوبۃ کی۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رات کے آخری حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد دعا خصوصی طور سے قبول ہوتی ہے۔ فرض نماز کے بعد دعاء قبول ہونے کا مضمون بھی متعدد روایات سے منقول ہے، بعض صحابہ کے بارے میں آتا ہے کہ دعا کے لئے فرض نماز کا انتظار کرتے کہ اس کے بعد دعا کریں گے۔

جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ: "رات کے آخری حصے میں" کہ آخر شب میں جب کہ سناٹے میں لوگ میٹھی نیند میں مست ہوں، اس وقت میں جب بندہ اٹھ کر اپنے رب سے راز و نیاز کی گفتگو کرتا ہے تو اللہ کو یہ حالت بہت ہی اچھی لگتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایسے وقت میں اللہ جل شانہ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اعلان فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور ہے کوئی جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں؟ اور ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت چاہے میں اس کی مغفرت کروں؟۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ کوئی مسلمان آدمی اس میں دنیا یا آخرت کی کوئی بھلائی طلب نہیں کرتا مگر حق تعالیٰ شانہ اس کو وہ عطا فرما دیتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات (باب العزم فی المسألة)، والحاکم ۱/۱۸۱٦ واسنادہ

صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامۃ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) ترمذی
(۲) مشکوۃ

دعا کی قبولیت کا مطلب

(۱۵۰۱) ﴿وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَاعَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُوْ اللّٰهَ تَعَالٰى بِدَعْوَةٍ اِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهَا، اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْقَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اِذاً نُكْثِرُ. قَالَ: اَللّٰهُ اَكْثَرُ﴾.

رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح، ورواہ الحاکم من روایۃ ابی سعید، وزادفیہ: "اَوْ يَدَّخِرُ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَهَا."

ترجمہ: "حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ زمین پر جومسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے پس یا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مطلوبہ چیز دے دیتے ہیں یا اس جیسی کوئی تکلیف دور کردیتے ہیں جب تک گناہ کی دعا نہ کرے یا قطع رحمی نہ کرے۔ ایک آدمی کہنے لگا اب تو ہم خوب کثرت سے دعا مانگیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ قبول کرنے والا ہے۔"

ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ اس کے لئے اس کے مثل اجر کو ذخیرہ کردیا جاتا ہے۔

لغات: ❖ اِيَّاهَا: حرف تخصیص ضمائر منصوبہ منفصلہ کے شروع میں لگایا جاتا ہے۔ صرف: تصریف باب تفعیل بمعنی: پھیرانا: صرف (ض) صرفاً: پھرنا۔

تشریح: حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کی دعائیں قبول تو ہوتی ہیں مگر قبولیت کی انواع مختلف ہیں، بشرطیکہ گناہ کی اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے، قطع رحمی بھی گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، اسی لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا کہ اس کی قباحت خوب اچھی طرح سے ظاہر ہوجائے۔ دعا کی قبولیت کی مختلف قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جوکچھ مانگا وہی مل گیا یعنی دین ودنیا کے لئے اس نے جوکچھ مانگا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

دوسری قسم: یہ ہوتی ہے کہ اس پر کوئی بلا ومصیبت آنے والی تھی اس دعا کی برکت سے اس کو اس پر سے دور کردیا گیا، مثلاً اس نے اللہ جل شانہ سے ایک ہزار روپے کا سوال کیا بظاہر اس کو ایک ہزار روپے نہیں ملے مگر اس پر کوئی مصیبت مثلاً بیماری وغیرہ

آنے والی تھی جس پر ہزار روپیہ خرچ ہوتا اس سے اس کو بچالیا گیا۔

تیسری قسم: دعا کی قبولیت کی یہ ہے کہ اس کے بدلے میں قیامت کے دن اس کو ثواب دے دیا جائے گا۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الْعَبْدَ یَرٰی فِیْ صَحَائِفِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَسَنَاتٍ لَایَعْرِفُھَا فَیُقَالُ: اِنَّھَا بَدَلٌ لِسُوَالِکَ فِی الدُّنْیَا لَمْ یُقَدَّرْ قَضَاؤُہٗ فِیْھَا. (۱)

ترجمہ: ''قیامت کے دن بندہ اپنے اعمال نامے میں وہ نیکیاں دیکھے گا جن کو وہ نہیں پہچانے گا، اس سے کہا جائے گا کہ یہ اس سوال کے بدلے میں ہے جو تو نے دنیا میں مانگا تھا لیکن تیرے مقدر میں دنیا میں اس کا ملنا نہ تھا۔''

ایک روایت میں آتا ہے اس صورت حال کو دیکھ کر مؤمن یہ کہے گا کاش دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوتی کہ یہاں اس کسمپرسی کے عالم میں کام آتی:

اوقات ہمایوں بود کہ بادوست بسر رفت　　　باقی ہمہ بے حاصل و بے خودی بود

اَللّٰہُ اَکْثَرُ: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی تم دعا مانگو گے اللہ اس سے زیادہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ (۲)

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی دعا تم مانگو گے اللہ کا فضل اور وسعت تم اس سے زیادہ پاؤ گے، یا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم مانگو گے اللہ اس سے زیادہ تم کو اجر و ثواب دینے والا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات (باب استجابة الدعاء فی غیر قطعیة رحم)، و الحاکم ۴۹۳/۱، رواہ احمد ۱۱۱۳۳/۴، واخرجه ایضا البخاری فی الادب المفرد، والطحاوی فی مشکل الآثار، وذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ۱۴۸/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۸۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تنبیہ الغافلین ص: ۴۱۹

(۲) طیبی شرح مشکوٰۃ

(۳) مرعاۃ المفاتیح ۴۱۱/۳

تکلیف اور پریشانی کے وقت کی دعا

(۱۵۰۲) **﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرْبِ: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ**

السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکلیف اور بے چینی کے وقت یہ دعا کرتے تھے: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ.'' ''نہیں ہے کوئی معبود سوائے عظمت والے اور بردبار اللہ کے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس اللہ کے جو رب ہے عظیم عرش کا، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا اور عرش کریم کا مالک ہے۔''

لغات: ❖ کرب: غم، پریشان ہونا، کرب (ن) کرباً: سخت غم ہونا۔ العوش: بمعنی عرش، تخت شاہی، الکریم: بمعنی مہربان، کرم (ک) کرماً و کرامۃ: فیاض ہونا۔

تشریح: کرب: کہتے ہیں بہت زیادہ غم کو، مطلب یہ ہے کہ جتنا بڑا غم آجائے اگر دعا بالا کو پڑھ لیا جائے تو اللہ اپنے فضل سے اس غم سے نجات نصیب فرمادیں گے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ: ''نہیں کوئی معبود سوائے عظمت والے کے۔'' علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کی عظمت اتنی ہے کہ کسی شخص کی عقل کا تصور بھی وہاں تک نہیں جاسکتا۔ (۱)

اَلْحَلِيْمُ: اللہ بردبار ہے کہ اللہ باوجود قدرت کے سزا کو مؤخر کرتے رہتے ہیں، اللہ کا غصہ فوری انتقام کے لئے نہیں بڑھتا۔ (۲)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف مصیبتوں کے وقت میں اس دعا کو پڑھنے کا معمول رکھتے تھے۔ (۳)

سوال: دعا بالا میں تو صرف اللہ کی ثناء اور تعریف ہے اس میں کوئی دعا تو مانگی نہیں گئی؟

پہلا جواب: یہ ابتدائی کلمات ہیں یعنی ان کلمات کو پڑھنے کے بعد آپ اپنے غم کو دور کرنے کے لئے جو بھی دعا مانگیں اللہ اس غم کو دور فرمادیتے ہیں، جیسے کہ ادب المفرد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ (۴)

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اگرچہ اس میں دعا نہیں ہے مگر قانون خداوندی یہ ہے کہ جو اس کے ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ اس کو دعا مانگنے کی فرصت نہ ملے تو اللہ مانگنے والوں سے زیادہ عطاء فرماتے ہیں'' جیسا کہ: امیۃ ابن الصلت نے عبداللہ بن جدعان کے بارے میں کہا ہے ؎

أأذكر حاجتي ام قد كفاني جاءك إن سميتك الحباء
إذا أثنى عليك المرأ يوماً كفاه من تعرضك الثناء

جب مخلوق کے بارے میں یہ ہے تو پھر خدا جو سب سے زیادہ کریم ہے اس کے بارے میں کیا گمان ہے؟

تخریج حدیث: رواه البخاری فی کتاب الدعوات (باب الدعاء عند الکرب)، ومسلم فی کتاب الذکر

(باب دعاء الكرب)، اخرجه ايضا احمد، والبخارى فى الادب المفرد، وابن ماجه فى الدعاء، وابوعوانة فى صحيحه، وابن حبان ٨٦٥ وغيرهم من ائمة الحديث.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرعاۃ المفاتیح ۳/۵۲

(۲) مرعاۃ المفاتیح ۳/۵۲

(۳) نووی شرح مسلم

(۴) ادب المفرد ۲/۱۶۱، الدیباج شرح مسلم ۲/۹۹۰

وهذا آخرما اردنا من ايراد شرح "رياض الصالحين" من رياض الصالحين
للإمام النووى رحمه الله تعالىٰ: وبه تم المجلد الرابع بتوفيق الله تعالىٰ:
ويليه المجلد الخامس واوله باب "باب كرامات الاولياء وفضلهم"
ونقول اللهم إنانعوذ بک بعفوک من عقابک ونعوذ برضاک
من سخطک ونعوذ بک منک لا نحصى ثناء عليک
انت كما اثنيت على نفسک والحمد لله.
وصلى الله على النبى الامى محمد المصطفىٰ
وعلى آله واصحابه وبارک وسلم.
(حضرت مولانا) محمدحسين صديقى عفاه الله عنه (مدظله العالى)
(استاذ الحديث جامعه بنوريه سائت كراتشي)
التاريخ: ١٠/١/١٤٢٣ هج